سلسلہ مطبوعات انجمن ترقیٔ اردو (ہند) نمبر ۲۳۵

مشاہیر یونان و رومہ

جلد چہارم

از

جناب مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

شائع کردہ

انجمن ترقیٔ اردو (ہند) دہلی

طبع اول — ۱۹۴۶ء — قیمت مجلد عمر بلا جلد للعہ

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقّیِ اُردو (ہند) نمبر ۲۳۵

مشاہیرِ یونان و رُومہ

جلد چہارم

از

جناب مولوی سیّد ہاشمی صاحب فریدآبادی

شائع کردہ

انجمن ترقّیِ اُردو (ہند) دہلی

سنہ ۱۹۴۶ء

طبع اوّل

قیمت مجلد ... بلا جلد ...

فہرست مضامین

کی مون

قدیم زمانے میں پری پول"ناس بنی، شاہ اوفل"ناس اور
اس کے لشکر کو تھسالیہ سے بیوشیہ لایا اور خود اس کی اولاد
بھی مدتوں تک وہیں پھولتی پھلتی رہی۔ اس نسل کے اکثر افراد
شیرونیہ میں رہتے تھے اور یہی پہلی بستی تھی جہاں سے جنگلیوں کو
نکال کر وہ خود آباد ہوئے، مگر وحشی میدی اور غال کے حملوں میں
یہ جنگ جو لوگ اس بے جگری سے لڑے کہ قریب قریب سب ختم
ہو گئے اسی برادری کا ایک یتیم لڑکا دامون (عرف پری پول"ناس)
بچ گیا تھا، جو حسن و جمال اور حوصلہ مندی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا لیکن
مزاج کا بہت سخت اور بے قابو تھا۔ رومیوں کے دور میں فوج
کا ایک دستہ جاڑا گزارنے شیرونیہ آیا اور اس کا سردار دامون
پر فریفتہ ہو گیا۔ وہ اس وقت خاصا سیانا ہو گیا تھا۔ رومی سردار نے
خاطر خوشامد سے کام چلتا نہ دیکھا تو زبردستی کرنی چاہی اور چوں کہ ہمارا
شہر اُن دنوں مصیبت و افلاس میں مبتلا تھا اور اپنے باشندوں کی
کوئی حمایت و حفاظت نہ کر سکتا تھا، دامون نے اپنی بے عزتی کا
خود بدلہ لینے کی ٹھان لی اور سولہ ساتھیوں کو ملا کر ایک روز علی الصباح
جب کہ وہ رومی سردار چوک میں قربانی کر رہا تھا اُس پر حملہ کیا اور

اُسے مع چند ہم راہیوں کے مار ڈالا - حملہ آوروں نے اپنے چہرے پر کاجل مل لیا تھا کہ پہچانے نہ جائیں اور شرابیں پی کر مستی میں حملہ کیا تھا - وہ شہر سے بچ کر نکل گئے لیکن شہر والے بہت گھبرائے اور وہاں کی پنچایت نے فوراً دامون اور اُس کے شرکاے قتل کے لیے موت کی سزا تجویز کی تاکہ شہر رومیوں کے مواخذے سے محفوظ رہے - ادھر دامون اور اہلِ سازش اُسی رات چوپال میں پہنچے جہاں دستور کے مطابق شہر کے حکام ایک دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے، اور اچانک گھس کر انھیں بھی مار ڈالا اور پھر شہر کے باہر بھاگ گئے - اتفاق سے انھی دنوں رومی سپہ سالار لوسیوس لوکلوس فوج لیے ہوئے اُدھر سے گزرا اور اس نے ان واقعات کی تحقیق کی - اسے معلوم ہوگیا کہ اہلِ شہر کی کچھ خطا نہیں بلکہ خود انھیں بھی نقصان پہنچا لہذا رومی دستے کو وہاں سے اپنے ساتھ لے کر چلا گیا - ادھر دامون کو جس نے گردو نواح میں غارت گری شروع کردی تھی، شہر والوں نے دم دلاسے دے کر واپس بُلایا اور اپنی ورزش گاہوں کا حاکم مقرر کیا - لیکن ایک روز جب کہ وہ ورزش گاہ کے حمام میں بھاپ سے غسل کر رہا تھا، اُس پر ناگہانی حملہ کرکے قتل کر دیا - پھر اس حمام کے دروازے بھی چُنوا دیے گئے کیوں کہ ہمارے بزرگوں کا بیان ہے کہ وہاں برابر بھوت پریت نظر آتے اور کراہنے کی آوازیں سُنائی دیتی تھیں -

اسی زمانے میں شہر دلیہ کا ہم سائے کی بستی

اُرکومنوس والوں کے ساتھ جھگڑا ہوا تو انھوں نے رومی عدالت میں ایک رومی مخبر کو کھڑا کیا کہ شہر شرونیہ پر رامون کے گزشتہ قتل کی ذمہ داری عائد کی جائے۔ اس وقت تک یونان خاص میں رومی والی مقرر نہیں ہوئے تھے اس لیے مقدمہ مقدونیہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ شرونیہ کے وکیلوں نے لوکلوس کی شہادت طلب کرائی اور اُس نے عدالت کے دریافت کرنے پر تفصیل سے ساری کیفیت لکھ بھیجی۔ اسی تحریر کی بہ دولت شرونیہ بری ہوا اور ایک سنگین خطرے سے بچ گیا۔ اس کی شکرگزاری میں شہریوں نے اپنے چوک میں باکوس دیوتا کے قریب لوکلوس کا مجسمہ نصب کیا۔ اور اگرچہ اب اس واقعے کو کئی پشتیں گزر گئی ہیں لیکن راقم الحروف بھی اپنے وطن کے ساتھ اس بھلائی کا دل سے احسان مند ہے اور چاہتا ہے کہ لوکلوس کی سوانح کو اپنی متوازی سیر مشاہیر میں داخل کرے اور صداقت سے تجاوز کیے بغیر اس کے حالات کو قلم بند کر جائے کیوں کہ ہماری دانست میں صرف چہرے اور جسم کی شبیہ بنا دینے سے زیادہ تکریم اس میں ہے کہ ہم اپنے محسن کی سیرت و کردار کا مرقع بنا دیں۔ یہ چیز بجائے خود ہماری شکرگزاری کا کافی ثبوت ہوگی لیکن اگر ہم اس کی عزیز یاد کو جھوٹی باتوں سے ملوث کریں تو خود وہ ہمارا شکرگزار نہ ہوگا جب کہ ہماری احسان مندی کا سبب ہی اس کی حق گوئی ہوا ہے۔ کسی خوب صورت چہرے کی، جس میں کوئی خفیف نقص ہو، تصویر اُترواتے وقت ہماری خواہش یہ ہوتی ہے کہ نقاش نہ تو اس نقص کو بالکل نظرانداز کرے اور نہ اتنا نمایاں

بنادے کہ صورت ہی بدنما ہو جائے۔ اسی طرح چوں کہ یہ مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ ہم کسی کی سیرت کو بالکل بے داغ دکھائیں، لہٰذا جہاں خوبیوں کو پوری صحت لیکن وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا، وہاں اس کی لغزشیں یا عیوب کو بھی ہم نہیں چھپائیں گے البتہ انھیں کسی بُری سرشت کا نتیجہ قرار دینے کی بجائے ہم خاص خاص اوصاف میں ممدوح کی کوتاہی کے طور پر پیش کریں گے۔ ان کم زوریوں کو نمایاں کرنا مقصود نہ ہوگا بلکہ خود انسانی فطرت کی کم زوری سے ہم دردی اس کی محرک ہوگی کیوں کہ فطرت ایسی انسانی سیرت کے پیدا کرنے میں کبھی کام یاب نہیں ہوئی جو اوصافِ حسنہ میں اس قدر کامل ہو کہ اس میں کوئی آمیزش نہ ہو اور اُس کی نکتہ چینی ہی نہ کی جا سکے۔

لوکلوس کے (یونانی) مثیل کی تلاش میں جب میں نے دل میں غور کیا تو کی مون کے برابر کوئی دوسرا شخص اس کے مماثل مجھے نہیں ملا۔ دونوں جنگ میں دلیر تھے اور عجمی اقوام پر غالب آئے۔ مُلکی سیاست میں دونوں نرم تھے اور خانگی قضیوں سے اپنے اہلِ وطن کو وقتی نجات دلانے کا باعث ہوئے۔ اور وطن کے باہر دونوں نے بڑے بڑے معرکے جیتے اور فتح کی یادگاریں قائم کیں۔ کی مون سے قبل کوئی یونانی لوکلوس سے پہلے کوئی رومی اپنے وطن سے اتنے بعید فاصلے پر اس طرح جاکر نہیں لڑا تھا کہ باکوس و ہرقل وغیرہ سورماؤں کے کارنامے، جہاں تک وہ قابلِ یقین ہیں، گرد ہو گئے۔ پھر

اس بات میں بھی یہ دونوں مشترک ہیں کہ جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اُسے انجام کو نہ پہنچا سکے۔ دشمنوں کو تباہی کے گھاٹ تک پہنچایا مگر خاتمہ نہ کر سکے۔ اپنی خوش مزاجی اور مسرفانہ مہماں نوازی اور جوانی کی بے اعتدالیوں میں بھی دونوں بہت مشابہ نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی مشابہتیں ہیں جن کا یہاں میں نے ذکر نہیں کیا لیکن ان کے حالات میں ناظرین خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

کی مون، میل تیادِس کا بیٹا تھا۔ ماں، ہجی سی پلیہ، تراکیہ کے شاہ الورُوس کی بیٹی تھی جیسا کہ ملان تہوس اور ارکلاوس کی نظم سے (جو کی مون کی مدح میں لکھی گئی تھی) معلوم ہوتا ہو۔ اس لحاظ سے مؤرخ توسی دی دس اس کا ننہیالی عزیز ہوتا ہو کیوں کہ اس کے باپ کا نام بھی، مورثِ اعلا کے نام پر الورُوس تھا۔ تراکیہ میں سونے کی کانیں توسی دیدہ ہی کی مملوکہ تھیں اور اسی علاقے میں وہ مارا گیا۔ بعد میں اس کی لاش اتی کا لائی گئی تو وہ کی مون کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئی چناں چہ کی مون کی بہن ال پی نی کہ کی قبر کے پہلو میں اس مؤرخ کی قبر کا تعویذ دکھاتے ہیں۔ مگر توسی دید کا اصل مولد موضع ھالی موس تھا اور میل تیادِس کا خاندان ایک دوسرے موضع لاقیادہ میں رہتا تھا۔ میل تیادس پر حکومت نے کئی ہزار رُپیہ جرمانہ کیا اور عدم ادائی کی بنا پر قید میں ڈال دیا تھا۔ اسی قید میں وہ مرگیا۔ اس وقت کی مون بہت صغیر سن اور اس کی بہن کنواری تھی۔ لڑکپن میں اُس کی شُہرت بھی اچھّی نہیں رہی۔ وہ آوارہ مزاج سا نوجوان سمجھا جاتا تھا۔ شراب خواری کا عادی اور

اپنے دادا جیسی طبیعت کا ، جس کی سادہ لوحی ضرب المثل تھی۔ تسم بروتوس مورخ جو کی مون کا قریب العصر ہے ، لکھتا ہے کہ "اسے موسیقی یا دوسرے علوم و فنون سے جو اُن دنوں یونانیوں میں مروج تھے بہت کم واقفیت تھی اور اپنے وطن اتی کا والوں کی طرح چرب زبان و حاضر جواب بھی نہ تھا۔ البتہ صاف گوئی اور تمکنت اس کے مزاج میں بہت تھی اور مجموعی طور پر وہ ایتھنز والوں کی نسبت اسپارٹہ والوں سے زیادہ ملتا تھا۔"

ہم چاہیں تو اس بیان میں بہ خوبی وہ اضافہ کر سکتے ہیں جو یوری پی دس شاعر نے ہرقل سورما کی تعریف میں لکھا ہے :-

"کھرا ، ناتراشیدہ بڑے کاموں کے لیے نہایت موزوں"

کی مون کو الزام دیتے ہیں کہ نوجوانی میں وہ اپنی بہن ال پی نی کہ سے ملوث تھا اس عورت کی شہرت بھی صاف نہیں رہی بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس کی پولی گنوتوس نقاش سے آشنائی تھی اور اس مصور نے ایتھنز کی ایک ڈیوڑھی میں جسے آج کل پولی کیانہ کہنے لگے ہیں ، شہر تروے کی عورتوں کی جو تصویر بنائی اس میں ملکہ لاودی کہ کو اس ال پی نی کہ کی شبیہ بنا دیا۔ یہ نقاش معمولی پیشہ ور نہ تھا بلکہ اپنے شوق اور خرچ سے اس نے یہ تصویریں تیار کیں اور ہم عصر شاعر ملان تیوس سے یہ خراجِ تحسین وصول کیا ؎

رواق و ڈیرہ بزرگوں کے کارناموں سے

اسی کے دستِ ہنرمند کے طفیل سجے!

بعض راویوں نے وثوق سے لکھا ہے کہ ال پی نی کہ بھائی سے

مخفی تعلق رکھنے کی بجائے، علانیہ بہ طور زوجہ اُس کے ساتھ رہتی تھی کیوں کہ افلاس کی وجہ سے اُسے کوئی بَر نہ ملتا تھا لیکن جب ایتھنز کا ایک نہایت دولت مند آدمی کالیاس اُس پر عاشق اور اُس کے باپ کا جرمانہ (جس کی عدم ادائی کے باعث وہ قید کیا گیا تھا) ادا کرنے پر تیار ہوا تو کی مون نے بہن کی رضامندی سے اُسے کالیاس کے ساتھ منسوب کر دیا۔ بہ ہر حال اس میں شک نہیں کہ کی مون عاشق مزاج آدمی تھا ملان تیوس نے اُس کی عشق بازیوں کا خاکہ اُڑایا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی جائز بیوی اِی سودی کہ کا والہ و شیدا تھا اور جب وہ فوت ہوئی تو اُسے سخت صدمہ ہوا جیسا کہ اُن مرثیوں سے جو اس موقع پر لکھ کر کی مون کو دیے گئے، اندازہ ہوتا ہے۔ حکیم پان تیوس کی رائے ہے کہ یہ مرثیے طبیعات کے فاضل ارکلاوس نے لکھے تھے۔ اس عیب سے قطع نظر، کی مون کی سیرت بہت اچھے اوصاف سے متصف تھی۔ وہ ایتھنز کے سپہ سالار ملتیادس سے بہادری میں کم نہ تھا اور نہ اصابت رائے کے اعتبار سے تمس طاکلیس سے کم تھا۔ اس کے ساتھ دیانت و انصاف اور شہری فرائض کے ادا کرنے میں ان دونوں سے کہیں افضل و فائق تھا۔ حال آں کہ ابھی اُس کی عمر بھی پختگی کو نہیں پہنچی تھی۔ ایرانیوں کے یونان پر حملے کے وقت تمس طاکلیس نے اہلِ ایتھنز کو مشورہ دیا کہ شہر چھوڑ دیں اور اپنے اسلحہ لے کر جہازوں میں چلے جائیں اور بحری جنگ کریں۔ تو سب لوگ اس مخدوش رائے کو سن کر اور تمس طاکلیس

کا وثوق دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ لیکن کی مون پہلا شخص تھا جو اپنے رفیقوں کے ساتھ گھوڑے کا زین لیے خوشی خوشی بالاحصار کی طرف جاتا دکھائی دیا کہ دیوی کے مندر پر زین چڑھا دے جس کا مطلب یہ تھا کہ اب سواروں کی ضرورت نہیں رہی، سب کو ملاح بن جانا چاہیے۔ چناں چہ مندر میں زین چڑھا کر وہاں سے ایک ہیٹی لیے ہوئے وہ بندرگاہ کی طرف چلا گیا اور اس کی مثال دیکھ کر بہت سے دوسرے شہریوں کی بھی ہمت بندھ گئی۔ پھر اس بحری معرکے میں جو سلامیس کے نام سے منسوب ہو اس نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ لوگوں میں بڑی عزت ہونے لگی۔ الیون شاعر کے بہ قول وہ دیکھنے میں بھی لمبا چوڑا شکیل جوان تھا اور گھونگر والے گھنے بالوں کی زلفیں چھوڑ رکھی تھیں۔ غرض اہل وطن کا جلد محبوب ہو گیا اور بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور اسے ہمت دلانے لگے کہ اپنے باپ کی مثل جس نے میراتھون کے معرکے میں نام پایا تھا، بڑے بڑے کام انجام دے۔

پھر جب وہ ملکی معاملات میں آگے آیا تو سب لوگ جو تمس طاکلیس سے بیزار تھے، اس کے خیر مقدم پر خوشی سے آمادہ ہو گئے اور اس کی صداقت اور مزاج کی نرمی دیکھ کر اور بھی بڑے عہدوں پر مقرر کرانے لگے۔ اس کی ترقی میں سب سے زیادہ ارس تی دس کا ہاتھ تھا جس نے ابتدا ہی میں کی مون کی فطری قابلیت کو پرکھ لیا اور عمداً اس کا رتبہ بلند کرنا شروع کیا تاکہ وہ عیار وزیر تمس طاکلیس کا مدمقابل بن سکے۔

جب میدی (= ایرانی) حملہ آور یونان سے نکال دیے
گئے تو گی مون امیر البحر بنا کر بھیجا گیا کہ ایتھنز کے بحری
مقبوضات کو دوبارہ تسخیر کرے۔ اس وقت وہ اسپارٹہ کے
سپہ سالاروں کے ماتحت تھا۔ تاہم اس کے سپاہیوں نے اپنی ہمت
و مستعدی اور ضابطہ پسندی میں بڑی نام وری حاصل کی۔ ادھر
اسپارٹہ کے جنگی حاکم کو اقتدار و کام یابی نے اس قدر مغرور کیا
کہ وہ اپنے یونانی حلیفوں کے ساتھ نہایت نخوت اور صریح
بے انصافی سے پیش آنے لگا۔ پھر گی مون کو معلوم ہوگیا کہ وہ
عجمیوں سے خفیہ ساز باز میں مصروف ہے اور یونان کو غداری سے
بیچ دینا چاہتا ہے۔ تب اس موقعے سے فائدہ اُٹھا کر اُس نے
بغیر لڑے بھڑے محض حُسن گفتار و کردار سے حلیفوں کو جو
پاؤ سے نیاس کی زیادتیوں کا شکار تھے، ایسا رام کیا کہ اسپارٹہ
کے سپہ سالار کو خبر بھی نہ ہوئی اور جنگی قیادت اُس کے ہاتھ سے
نکل کر گی مون کے قبضے میں آگئی۔

اکثر حلیفوں نے پاؤ سے نیاس کے غرور و سخت گیری کو
ناقابلِ برداشت دیکھا تو ناراض ہو کر گی مون اور ارسٹیڈیس
کے پاس چلے آئے اور اسپارٹہ کے حاکموں کو لکھا کہ وہ ایسے
سپہ سالار کو واپس طلب کرلیں جو یونان میں فساد اور اسپارٹہ
کی بے عزتی کا باعث بن گیا ہے۔ اُنھوں نے شکایت میں یہ واقعہ
بھی تحریر کیا کہ پاؤ سے نیاس نے بائی زنطہ کے قیام کے
زمانے میں ایک معزز شریف زادی کلیونی کہ کی عصمت ریزی کرنی

چاہی اور اس کے والدین نے بھی ڈر کر اُسے حوالے کر دیا۔ لڑکی سے نوکروں سے چراغ گل کرا دیے تھے مگر اندھیرے میں جب وہ کمرے کے اندر گئی تو چراغ دان سے ٹھوکر کھا کر گری۔ پاوسے نیاس نیند سے چونک پڑا اور سمجھا کہ کوئی اُسے اندھیرے میں قتل کرنے آیا ہے۔ اس کے بازو میں سنگین رکھی تھی وہی اٹھا کر اُس نے لڑکی کے بھونک دی اور اُسے ہلاک کر دیا۔ مگر اس کے بعد ایک طرف تو اُسے کبھی آرام سے سونا نہیں نصیب ہوا اور کوئی رُوح اُسے برابر نظر آتی اور لعنت ملامت کرتی رہی، دوسری طرف اس واقعے نے یونانی حلیفوں کو اس قدر ناراض کیا کہ اُنھوں نے اسے بازنطہ میں محصور کر لیا۔ وہ ان کے ہاتھ سے بچ کر بھاگا اور ہراک لیہ میں مُردوں کے کاہن کے پاس پہنچا جہاں کلیونی کہ کی روح عمل حاضرات کے ذریعے بُلائی گئی اور پاوسے نیاس کی منت سماجت پر اس نے جواب دیا کہ اسپارٹہ کو واپس جاتے ہی اُس کی سب پریشانیاں دُور ہو جائیں گی۔ گویا اُس کی موت کا اشارہ تھا جیسا کہ اکثر مصنفوں نے بیان کیا ہے۔

اِدھر کی مون اتحادی فوجوں کا سپہ سالار بن کر پہلے تھریس میں گیا جہاں شاہ ایران کے بعض رشتہ دار شہر ایون پر قابض اور قرب و جوار کے یونانیوں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ اس نے پہلے ایرانی فوج کو دھکیل کر شہر میں محصور کر لیا پھر تھریس والوں کو جو محصورین کو سامانِ رسد پہنچاتے تھے،

سارے علاقے سے نکال باہر کیا۔ جب محصوروں کی فاقہ کشی سے بری حالت ہوئی تو ان کے سردار بٹیوتس نے مایوس ہو کر سارے شہر کو آگ لگا دی اور اپنے اہلِ خاندان اور ساز و سامان کے ساتھ خود بھی جل کر مر گیا۔ اس طرح شہر تو کی مون کے ہاتھ آیا مگر کوئی مالِ غنیمت نہ ملا۔ بہ ہر حال اس علاقے کو، جو بہت باموقع تھا، اس نے اہلِ ایتھنز کی تحویل میں دے دیا۔ پھر لوگوں کی اجازت سے عطارد کے نام پر کتبے نصب کیے جن میں واقعات جنگ اور فتح کی کیفیت کے قطعات کندہ تھے۔ اگرچہ ان میں کی مون کا نام مذکور نہیں تاہم یہ ایسا اعزاز تھا جو مل تیادس اور تمس طاکلیس بھی نہیں حاصل کر سکے تھے۔ حتیٰ کہ مل تیاد نے ہار طلب کیا تو اس کی بھی لوگوں نے مخالفت کی اور ایک شخص نے مجمع میں اٹھ کر کہا کہ جب تم تنہا فتح حاصل کرو تب ایسا مطالبہ کرنا ہر چند یہ بڑی درشتی کی بات تھی لیکن اہلِ جلسہ نے اس کی تائید و تحسین کی۔ بہ خلاف اس کے کی مون کی اس موقعے پر جو اتنی تکریم و تعظیم ہوئی، غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ پہلے وہ دفاعی جنگ لڑے تھے، اور اب کی مون نے خود دشمن پر حملہ کیا اور ایون و امفی پولس جہاں ایرانیوں نے مستقل چھاونیاں بنا لی تھیں، انھیں چھین لیا۔ بلکہ کچھ دن بعد جزیرۂ اسکی روس کو بھی فتح کیا۔ اس جزیرے میں پہلے ردولوفی قوم کے لوگ رہتے تھے جنھوں نے زراعت وغیرہ چھوڑ کر کئی پشت سے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا اور بڑھتے بڑھتے ان

بیرونی تاجروں تک کو لوٹنے لگے تھے جو خود اُن کی بندرگاہوں میں اسباب تجارت لے کر آتے تھے ۔ تھسلی کے سوداگروں کا تو اُنھوں نے مال ہی نہیں لوٹا بلکہ انھیں قید میں ڈال دیا تھا مگر یہ کسی طرح بچ کر بھاگ گئے اور اُنھوں نے ڈلفی کی مذہبی مجلس میں اسکی روس والوں کے خلاف فریاد کی ۔ اس کی روس کے عمّال نے اپنی ریاست پر کوئی تاوان قبول نہیں کیا البتہ اُن افراد سے جنھوں نے لوٹ مار کی تھی ، مواخذہ کیا ۔ اُنھوں نے خوف زدہ ہوکر کی مون سے دست گیری کرنے کی التجا کی اور وعدہ کیا کہ وہ اپنا بیڑا لے کر آجائے تو شہر کو اُس کے حوالے کردیں گے ۔ چناں چہ کی مون کا شہر پر قبضہ ہوگیا اور پھر اُس نے قزّاقوں کو یہاں سے جلاوطن کرکے بحیرہ ائے جین کی آمد رفت کھول دی ۔ یہ سُن کر کہ ایتھنز کا قدیم سورما تھی سی اس جب وطن سے بھاگا تو یہاں پناہ لی اور اسی جزیرے کے بادشاہ نے اُس سے ڈر کر اُسے غداری سے قتل کرادیا ، کی مون نے اُس کی قبر کی تلاش کرائی کیوں کہ ایک مکاشفے میں اہلِ ایتھنز کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس کی راکھ واپس لائیں اور وہی تعظیم و تکریم بجالائیں جو ایک سورما کے شایانِ شان ہوتی ہے ۔ لیکن اس وقت تک اسکی روس والوں نے انھیں نہ خود پتا بتایا نہ تلاش کرنے کی اجازت دی تھی ۔ لہٰذا اب کی مون کو موقع ملا تو کچھ دشواری کے بعد وہ قبر کا پتا چلانے میں کام یاب ہوگیا پھر بڑی دھوم دھام کے ساتھ اِن باقیات کو خود اپنے جہاز میں ساتھ لے کر وہ ایتھنز آیا ، جب کہ تھی سی اس کی جلاوطنی کو کم و بیش

چار سو برس گزر چکے تھے۔ اس کام نے عوام الناس میں کی مون کو بہت ہر دل عزیز بنا دیا اور اسی کا ایک ثبوت وہ فیصلہ تھا جو اس نے تمثیل نویس شاعروں کی نسبت کیا اور بعد میں بہت مشہور ہوا۔ یہ قضیہ سفوکلس کے ناٹکوں کے بارے میں تھا کہ اس جوان عمر شاعر نے انھیں اوّل اوّل پیش کیا تو بعض لوگوں نے ان کی بہت تعریف اور بعض نے تنقید کی۔ اس بحث میں دو جماعتیں بن گئیں اور مباحثے میں خاصی گرمی پیدا ہوگئی۔ ایتھنز کا حاکم اعلا (آرکن) اپسفیون تھا۔ اس نے قرعہ ڈال کر پنچ مقرر کرنے میں تامّل کیا۔ اتنے میں کی مون اور اس کے ساتھی سپہ سالار تماشا گاہ میں آئے اور تماشوں کے دیوتا کی مقرّرہ نذر نیاز دینے کے بعد اُن کو کی مون نے واپس نہیں جانے دیا بلکہ حسب دستور انصاف کرنے کا حلف دے کر وہیں بٹھا لیا کہ وہ اس قضیے کا فیصلہ کریں۔ یہ سردار تعداد میں دس تھے اور ان کی نظر میں فائق نکلنے کے شوق نے مقابلے میں اور بھی سرگرمی پیدا کردی تھی۔ آخر انھوں نے سفوکلس کے حق میں فیصلہ کیا اس کے حریف اس کائی لس کو یہ فیصلہ اس قدر ناگوار گزرا کہ وہ بہت جلد ایتھنز چھوڑ کر صقلیہ چلا گیا" وہیں وفات پائی اور شہر جِلا کے قریب دفن ہوا۔

ایون مصنّف لکھتا ہے کہ میں اپنی نوجوانی کے زمانے میں خیوس سے ایتھنز آیا تو ایک مرتبہ لاوِ مدون کے مکان میں رات کے کھانے پر کی مون سے ہم طعامی کا اتفاق ہوا۔ کھانے کے بعد رسم کے مطابق دیوتاؤں کے نام پر شراب لنڈھائی گئی پھر یاروں

نے کی مون سے فرمایش کی کہ کوئی گیت سناؤ۔ چناں چہ اُس نے
اچھا خاصا گایا اور لوگوں نے تعریف اور اس کی فضیلت میں یہ بھی
کہا کہ ثمس طاکلیس سے ایک مرتبہ اس قسم کی فرمایش کی گئی تو اُس
نے جواب دیا تھا کہ میں نے گانا بجانا نہیں سیکھا، البتہ اپنے شہر
کو دولت مند اور طاقت ور بنانا جانتا ہوں۔ اس قسم کے تفریحی
مشاغل کی نسبت گفتگو ہوتے ہوتے کی مون کے مشہور کارناموں
کا تذکرہ چھڑ گیا۔ وہ ان کو گِنا چکے تو کی مون نے کہا کہ تم نے ایک
واقعہ جس پر خود مجھے اپنی عقل و تدبیر پر ناز ہے، فراموش کر دیا۔
پھر یہ قصہ بیان کیا کہ سسٹوس اور بای زنطہ میں ساز و سامان
کے علاوہ بہت سے عجمی قیدی یونانی حلیفوں کے ہاتھ آئے تھے۔
مَیں نے جملہ قیدی ایک حصّے میں رکھے اور زر و جواہر دوسرے
میں حلیفوں نے اسے بہت غیر مساوی تقسیم بتایا تو میں نے انھیں
اجازت دی کہ وہ جس حصّے کو چاہیں اپنے واسطے پسند کر لیں دوسرا
حصّہ ہم (ایتھنز والے) لے لیں گے ایک ساموسی (ہیروفی لوس)
نے انھیں مشورہ دیا کہ جواہرات وغیرہ پر قبضہ کرو اور غلام
ایتھنزیوں کے لیے چھوڑ دو۔ انھوں نے یہی کیا اور کی مون
کے ہاتھ صرف قیدی آئے جس پر اُس کا خوب مضحکہ اُڑایا گیا۔
کہ اتحادی تو سونے کے کڑے اور جوشن اور بیش قیمت خلعتیں
لادے لیے گئے اور ایتھنز والوں کے ساتھ ننگ دھڑنگ قیدیوں
کی قطار چلی جو محنت مزدوری کرنا بھی نہیں جانتے تھے اور اس
لیے محض بے کار تھے۔ لیکن زیادہ مدّت نہ گزری تھی کہ ان

قیدیوں کے عزیز اقربا لدایہ اور فریجیہ سے آنے شروع ہوئے اور ایک ایک کو بھاری بھاری تاوان دے کر چھڑا لے گئے۔ چناں چہ اس قدر کثیر زرِ فدیہ ہاتھ آیا کہ کی مون کے پورے بیڑے کا چار مہینے کا خرچ چلا اور جو بچا وہ ایتھنز کے خزانے میں جمع کیا گیا۔

کی مون کی دولت و عزت میں روز بہ روز اضافہ ہوا۔ پھر عجمیوں سے جو دولت چھینی اس کو نیاضی سے اہلِ وطن پہ خرچ کر کے اُس نے اور بھی نام پایا۔ چناں چہ اپنے باغوں اور زمینوں کے احاطے تک تڑوا دیے کہ اس کے غریب ہم وطن اور پردیسی جن کا جی چاہے بے تکلف آئیں اور بلا قیمت پھل کھائیں۔ اس طرح اپنے گھر لنگر جاری کیا جس میں سیدھا سادہ مگر بہت سے اشخاص کو کھانا ملتا تھا کہ جو لوگ قومی خدمت انجام دیں اور غیر مستطیع ہوں، وہ مطمئن ہو کر اپنا زیادہ وقت وطن کے کام میں صرف کر سکیں۔ لیکن ارسطو کا بیان ہو کہ یہ رعایت تمام ایتھنز والوں کے واسطے نہ تھی بلکہ اس سے صرف اُس کی بستی لاقیادہ کے باشندے مستفید ہو سکتے تھے۔ اس کی فیض رسانی کی ایک اور صورت یہ تھی کہ باہر جاتا تو دو تین جوانوں کو بہت اچھا لباس پہنا کے ساتھ لے چلتا اور اگر راستے میں کوئی سن رسیدہ شخص پھٹے پرانے لباس میں ملتا تو اِن جوانوں میں سے کوئی ایک اپنے کپڑے دے کر جھٹ سے خود لے لیتا تھا۔ لوگ اسے بڑی شرافت کی ادا سمجھتے تھے۔ اِسی طرح اُس کے ساتھی نقدی کی ایک معقول مقدار لیے رہتے تھے۔

اور اس کا حکم تھا کہ چوک میں شریف مگر غریب لوگوں کے پاس جاکر چپکے سے مناسب رقم ان کی مٹھی میں رکھ دیں۔ شاعر کراتی نوس نے اپنے طربیہ "ارکی لوکی" میں انھی اوصاف کا ذکر کیا ہے جہاں ہمت ارِی بیوس کی زبانی کہلواتا ہے۔

"یونان کے شریف ترین فرزند، جواں مرد سخی کی مون
ہی کی بہ دولت میں اپنی فلاکت و پیرانہ سالی میں عیش
و آرام سے بسر کرتا رہا اور امید رکھتا تھا کہ ساری
زندگی اسی طرح گزر جائے گی۔ مگر بدنصیبی، کہ مجھ سے
پہلے، موت نے اُسے اٹھا لیا!"

گورگیاس نے کی مون کی سیرت کی نسبت لکھا ہے کہ اس نے دولت حاصل کی تھی کہ اس سے کام لے۔ اور کام لیتا تھا کہ اس سے عزت حاصل کرے۔ کری تیاس جو ایتھنز کے تیس جابروں میں تھا، اپنے شہر آشوب میں یہ تمنا ظاہر کرتا ہے کہ اُسے

"اس کُپاد کی دولت، کی مون کی سخاوت اور شاہ
اج سی لاوس کی کام یابی"

حاصل ہو! لی کاس کی ساری یونان میں فقط اس بات پر شہرت ہوگئی تھی کہ ورزشی مقابلے کے زمانے میں جب ننگے لڑکوں کی دوڑ ہوتی تھی، تو وہ پردیسی تماشائیوں کی دعوت کیا کرتا تھا لیکن کی مون کی فیاضی ایتھنز کی قدیم مہماں نوازی اور خوش مزاجی، سب پر سبقت لے گئی۔ اس شہر کے باشندے فخر کرتے تھے کہ باقی یونان کو غلہ بونا، چشموں سے پانی لینا اور آگ جلانا

ہم نے سکھایا لیکن حق یہ ہے کہ کی مون کا نام لنگر اور پروسیولس یا مسافروں کے لیے اپنے باغوں کے پھل کھانے کی عام اجازت دینا، دَورِ عطارد کی یاد تازہ کرتا تھا جس میں یونانی دیو مالا کی رُو سے دُنیا کے اموال و اسباب سب انسانوں کی مشترکہ ملکیت ہوتے تھے۔ جو لوگ تعریض کرتے ہیں کہ یہ کام وہ عوام کی تحسین لینے اور ہر دل عزیز بننے کی خاطر کیا کرتا تھا، اُن کی تردید اُس کے دوسرے افعال سے بہ خوبی ہوسکتی ہے جو سب کے سب طبقۂ اشراف کے مفاد کے لیے اور اسپارٹہ کے مسلک کے مطابق ہوتے تھے۔ مثلاً تمس طاکلیس کی کوشش تھی کہ عوام کو حد سے بڑھ کر حقوق و اقتدار دیے جائیں۔ کی مون نے اریس تی دس کے ساتھ ہوکر اس کی مخالفت کی۔ اس طرح افیال تس نے عوام کو خوش کرنے کے لیے کُل یونان کی مذہبی عدالت (= اریو پاگوس) کے اختیارات محدود کرنے کی تحریک کی تو کی مون مزاحم ہوا۔ ان سب باتوں کے علاوہ، وہی ایسا شخص تھا جس نے خود غرضی اور ناجائز کمائی سے کبھی اپنے ہاتھ آلودہ نہیں کیے اور آخر دم تک اپنے ذاتی فائدے کے لیے کوئی سعی یا زبانی تحریک بھی کبھی نہیں کی۔ حال آں کہ اریس تید اور افیال تس کو چھوڑ کر باقی سب عہدہ دار قومی رُپے سے اپنی جیبیں بھرتے رہتے تھے۔ مشہور ہے کہ ایک ایرانی مسمّی روساکس جس نے اپنے آقا (شاہ ایران) سے بغاوت کی تھی، فرار ہوکر ایتھنز آگیا اور یہاں بھی لوگوں نے اس کا بہت پیچھا لیا، تو وہ پناہ کے لیے کی مون کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ اور خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اُس
کی ڈیوڑھی میں دو پیالے رکھ دیے جس میں سے ایک اشرفیوں
سے اور دوسرا چاندی کے درہموں سے بھرا ہوا تھا۔ اس پر
کی موں نے مسکراکر سوال کیا کہ آپ کی موں کی دوستی حاصل
کرنا چاہتے ہیں یا اُجرتی خدمت؟ اُس نے جواب میں کہا "دوستی"
کی موں نے کہا تو پھر ان سکّوں کو لے جائیے۔ مجھے جب
ضرورت ہوگی دوست کی حیثیت سے منگا بھیجوں گا۔

لڑائی کی طوالت نے ایتھنز کے حلیفوں کو جنگی خدمت سے
تھکا دیا اور وہ خواہش مند ہوئے کہ اب آرام لیں اور اپنے گھر
جاکر زراعت و تجارت کے کام کریں۔ کیوں کہ ایرانی دشمن یونان
سے باہر نکال دیا گیا تھا اور اب اُس کی طرف سے کوئی تشویش
باقی نہ تھی۔ پس اُنھوں نے مقررہ محصول تو ادا کیا لیکن آدمی
اور جہاز نہیں بھیجے جیسا کہ پہلے بھیجا کرتے تھے۔ ایتھنز کے
جنگی حکّام نے چاہا کہ حسب معاہدہ اُن سے جبرًا جنگی خدمات لی
جائیں اور اُن کی عہد شکنی کی باقاعدہ عدالتی تحقیقات کے بعد
جرمانے بھی کیے جس سے ایتھنز کی حکومت سے حلیفوں کو بہت
بد دل کیا مگر کی موں نے بالکل دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا کہ جو
لوگ آنا نہ چاہتے تھے ان پر جبر کی بجائے، اجازت دی کہ
اپنے حصّے کا رُپیہ اور خالی جہاز بھیج دیا کریں اور خود چاہیں تو
وطن میں اپنے ذاتی کاروبار میں مصروف رہیں۔ گویا یہ آرام طلبی
کی ترغیب تھی اور جن حلیفوں نے اس کو پسند کیا وہ اپنی جنگی

مشق و عادت بھول گئے اور اس احمقانہ سہل انگاری نے ان کو محض غیر مصافی مزارعین و تاجر بنا دیا۔ ادھر کی موّن روز افزوں تعداد میں اپنے اہل وطن کو بیڑے میں بھرتی کرتا اور پے ہم جنگی مہمات میں انھیں ایسے ضبط و نظم کا عادی بناتا رہا کہ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ وہ اپنے خرچ اُٹھانے والوں کے آقا بن گئے۔ جن حلیفوں نے آرام طلبی کی وجہ سے رُپیہ دیا اور اس بیڑے کو مرتب کیا تھا، اب خود وہ ان سے ڈرنے اور خوشامد کرنے لگے اور اہلِ ایتھنز کی جنگی قوّت و مہارت کی بڑھتے بڑھتے یہ نوبت پہنچی کہ یہ حلیف رفتہ رفتہ اُن کے خراج گزار و محکوم ہو کے رہ گئے۔

ایرانی بادشاہ کو نیچا دکھانے میں بھی کی موّن کے کارنامے کسی سے کم تر نہیں رہے۔ اُس نے ایرانیوں کو یونان سے نکال دینے پر قناعت نہیں کی بلکہ اُن کا تعاقب کیا اور انھیں ستانے اور تازہ دم ہو جانے کی مہلت نہیں لینے دی۔ چناں چہ اس کے جا بہ جا حملے، غارت گری، فتوحات اور اُدھر اندرونی بغاوت و سرکشی کی بہ دولت ایشیا (= ایشائے کوچک) کا سارا علاقہ بالآخر ایرانی سپاہ سے خالی ہو گیا۔

اسے خبر پہنچی کہ شاہی سپہ سالار ایک بڑی بری اور بحری فوج لے کر پام فی لیہ کے ساحل پر موقع کے انتظار میں پڑے ہیں۔ تب کی موّن نے ٹھان لی کہ یونان کے سمندر کو اُن کے واسطے اس قدر خوف ناک بنا دیا جائے کہ وہ اُس کے ساحلوں تک آنے کی بھی جُرات نہ کر سکیں لہٰذا دو سو جنگی جہاز لے کر

نی دوس سے روانہ ہوا - اور یہ وہ جہاز تھے جن کو شروع میں
تمس طاکلیس نے خاص اہتمام سے بنوایا تھا کہ رفتار کے تیز
ہوں اور آسانی سے مُڑ تُڑ سکیں کی مون نے ان کے عرشے زیادہ
چوڑے اور پہلوؤں پر زیادہ گنجایش رکھی کہ بڑی تعداد میں مسلّح سپاہی یہاں
کھڑے ہوکر لڑائی میں حصّہ لے سکیں - پھر سب سے پہلے شہر فاصلی کی طرف
چلا جہاں یونانی آباد تھے - لیکن وہ ایرانیوں کی حمایت سے دست بردار
نہ ہوئے اور اُس کے جہازوں کو اپنی بندرگاہ میں داخل ہونے کی
اجازت نہ دی - کی مون نے اُن کا علاقہ تاراج کردیا اور عین
شہر پناہ کے سامنے اپنی فوج صف آرا کی - اُس وقت خیوس
کے سپاہی جن کے شہر والوں سے پُرانے تعلقات تھے بیچ میں
پڑے اور تیروں میں خط باندھ باندھ کر اندر پھینکے - آخر اس
شرط پر کہ شہر دس ٹیلنٹ ادا کرے اور ایرانیوں کے مقابلے
میں یونانی سپہ سالار کا ساتھ دے، اُس نے صلح منظور کرلی -
ایرانی امیرالبحر کے نام میں اختلاف ہے لیکن کالس تھنیس
وثوق کے ساتھ کہتا ہے کہ وہ گوب ریاس کا بیٹا ارحمندس
تھا - وہ اپنا بیڑا لیے یوری مِدان ندی کے دہانے پر پڑا
تھا اور جب تک فنیقیہ کے اسّی جہاز قبرس سے نہ آجائیں
لڑنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا کی مون کو بھی یہ علم ہوگیا اور وہ
خود آگے بڑھا کہ اُسے لڑنے پر مجبور کرے - عجمی اُسے آتا دیکھ
کر ندی کے اور اندر ہوگئے تھے کہ یونانی حملہ کرنے سے
باز رہیں لیکن جب وہاں بھی یونانیوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو وہ

اُن پر پلٹ پڑے۔ ان کے پاس چھ سو اور ایک روایت کے مطابق ساڑھے تین سو جنگی جہاز تھے مگر اتنا طاقت ور بیڑا ہونے کے باوجود اُنھوں نے کوئی مردانگی نہ دکھائی بلکہ بہت جلد ساحل کی طرف مُڑ گئے اور جو پہلے پہنچ گئے وہ تو دوڑ دوڑ کر اپنی ساحلی فوج سے جا ملے ورنہ بہت سے ہلاک ہوئے یا جہازوں سمیت پکڑ لیے گئے۔ ان کے جہازوں کی ایک بڑی تعداد بھاگ کر نکل گئی اور کچھ ڈبو دی گئی پھر بھی دو سو جہاز ایتھنزیوں کے ہاتھ آئے جس سے بیڑے کے کل جہازوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مگر ایرانیوں کی برّی فوج ساحل پر صف آرا تھی۔ اور کی مون کو اُن سے تیغ آزمائی کرنے میں تامّل تھا کیوں کہ یونانی سپاہی ابھی ایک بحری معرکہ لڑ چکے تھے اور ان کا پسینہ بھی خشک نہ ہوا تھا۔ بہ حالے کہ دشمن بالکل تازہ دم تھا۔ مگر اپنے سپاہیوں کو دیکھا کہ لڑنے پر مستعد اور فتح کے جوش میں بھرے ہوئے ہیں لہذا اُس نے اُنھیں ساحل پر اُترنے کا حکم دے دیا اور وہ نعرے مارتے ہوئے دشمن کی صفوں پر جا پڑے۔ ان کا پہلا ریلا عجمیوں نے روک لیا اور بہادری سے ڈٹ کر لڑے۔ چناں چہ اسی مقام پر بہت سے نامی گرامی اور بہادر ایتھنزی مارے گئے "تاآں کہ بہت کچھ کشمکش اور شور و غوغا کے بعد آخر یہ وحشی بھاگ کھڑے ہوئے اور یونانیوں نے کچھ ہلاک کرنے اور کچھ قیدی پکڑنے کے علاوہ اُن کا خیمہ و خرگاہ لوٹ لیا جس میں بہت سا قیمتی ساز و سامان تھا۔

اس طرح ایک ہی دن میں، کسی مشاق ورزشی کی مثل جو کئی کئی مقابلے جیت لیتا ہو، گی مون دو معرکے جیتا جو سلامیس کی مشہور بحری جنگ اور پلاتیہ کی معرکہ آرا لڑائی سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ مگر اس نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ سن کر کہ فنیقیہ کا امدادی بیڑا قریب آپہنچا ہو اُس نے فوراً جہازوں کے لنگر اٹھائے اور بڑی تیزی سے ھیلا دوم پر اُنھیں جالیا۔ قبل اس کے کہ اُنھیں ایرانی بیڑے کی شکست کا صحیح علم ہو، وہ اچانک اُن پر حملہ آور ہوا۔ دشمن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اُس کے اسّی کے اسّی جہاز اور بہت سے سپاہی کام آئے۔ ادھر ان فتوحات نے ایرانی بادشاہ کو اس قدر ہراساں کیا کہ اُس نے ان شرطوں پر صلح کر لی کہ ایرانی فوجیں آیندہ یونانی سمندر سے ایک گھوڑے کی دوڑ سے زیادہ نزدیک کبھی نہ آئیں گی اور اس کا کوئی جنگی جہاز یا کشتی کیانی اور کلی دونی جزائر (اسے جین) کے درمیان قدم نہ دھرے گا کالیس تنس کہتا ہو کہ ایسا صلح نامہ نہیں ہوا البتہ گی مون کی فتوحات نے بادشاہ کو اتنا خوف زدہ کر دیا کہ آیندہ اس نے وہ عمل کیا جس کی اوپر صراحت کی گئی ہو حتیٰ کہ پری کلیس نے پچاس جہازوں کے ساتھ اور افیالتس نے صرف تیس جہازوں سے کلی دونی جزائر کے پار تک بحری گشت لگایا تو اُن کو ایک بھی یونانی جہاز نظر نہیں پڑا۔ لیکن کراتروس نے جمہور کے جو فیصلے اور قوانین جمع کیے ہیں اُن میں اس معاہدہ کا بھی

مسودہ موجود ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی صلح نامے کے ہونے پر اُنھوں نے امن کی دیوی کی قربان گاہ تعمیر کرائی اور کالیاس کے واسطے خاص خاص اعزاز تجویز کیے تھے جو صلح کے شرائط طے کرنے کو بہ طور سفیر بھیجا گیا تھا۔

اس جنگ میں جو غنائم ہاتھ آئے اور سرِ عام فروخت ہوئے اُن کی قیمت سے اہلِ ایتھنز نے اور اخراجات کے علاوہ، قلعے کی جنوبی فصیل تیار کر لی اور ایک اور کلاں تر شہر پناہ کی تعمیر کا آغاز کیا، جو کچھ مدت بعد تکمیل کو پہنچی اور "ساق" کہلائی۔ یہ نرم دل دلی زمین پر بنائی گئی تھی اس لیے بنیادوں میں بہت نیچے تک بڑے بڑے پتھر اور ملبا بھرنا پڑا کہ فصیل مضبوط رہے اور یہ سب خرچ کی مون کے لائے ہوئے رُپے سے پورا ہوا۔ اسی طرح سب سے پہلے شہر کے بالائی حصے میں اُس نے وہ خوب صورت سیر گاہیں اور کسرت خانے تعمیر کرائے جن میں لوگ بڑے ذوق شوق سے اور جوق جوق جانے لگے۔ چوک میں چنار کے درخت نصب کیے اور اکادمی کو جو پہلے خشک بنجر اور گندی جگہ تھی ایک شاداب باغیچے کی شکل میں تبدیل کر دیا جس میں دوڑ کے کھلے میدان اور چہل قدمی کے لیے سایہ دار روشیں تیار ہوگئیں۔

ایرانیوں کا ساحل تراکیہ (کرسونس) پر قبضہ تھا اور اسے چھوڑنے کی بجائے وہ اندرون ملک کے لوگوں کو اُبھار رہے تھے کہ کی مون کے مقابلے میں اُن کی مدد کریں۔ وہ اس کے

چھوٹے سے بڑے کو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر صرف چار
جہازوں سے کی مون اُن پر حملہ آور ہوا اور اُن کے تیرہ جہاز
پکڑ لیے۔ ایرانیوں کو نکال کر پورے ساحل پر ایتھنز کا قبضہ
کرا دیا۔ پھر شہر تاسوس پر جس نے ایتھنز والوں سے بغاوت
کی تھی، چڑھائی کی اور بحری شکست دے کر اس کے ۳۳ جہاز
گرفتار کیے۔ اور محاصرہ کر کے شہر فتح کر لیا۔ جس کے ساتھ سونے
کی سب کانیں اور ساحل کا علاقہ بھی ایتھنز کے ہاتھ آیا۔ اس
قبضے سے مقدونیہ کا راستہ کھل گیا اور لوگ سمجھتے تھے کہ اب
وہ چاہے تو اس ریاست کا ایک حصّہ بھی فتح کر سکتا ہو بلکہ جب
اُس نے تغافل برتا تو بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ مقدونیہ کے رئیس
الک زان در نے اسے رشوت دے کر ٹال دیا ہو۔ چناں چہ اس
پر وطن سے دغا کرنے کا الزام لگایا گیا۔ کی مون کو عدالت عام میں
جواب دہی کرنی ہوئی اور اُس نے عدالت کو جتایا کہ میں نے کبھی
آئی اونیہ اور تھسالیہ کے سرمایہ داروں کی طرح اپنی خاطر تواضع
کرانا اور تحفے لینا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اہلِ اسپارٹہ کی سادہ معاشرت
اور اعتدال پسندی کو ترجیح دی اور خود روپیہ کمانے کی بجائے ہمیشہ
اہلِ وطن کو دشمن کے اموال و غنائم سے دولت مند بنانا قابلِ فخر
سمجھتا رہا اور ایسا ہی اب بھی سمجھتا ہوں۔ ایک مورّخ نے اسی
مقدمے کے حالات میں لکھا ہو کہ پیری کلیس بھی کی مون کے
الزام لگانے والوں میں پیش پیش تھا اور کی مون کی بہن ال پی نی کہ
نے اس سے بھائی کی وکالت کی تو وہ ہنسا اور جواب میں کہا کہ

ال پی نی کہ اب تم بوڑھی ہوگئی ہو۔ ایسے جھگڑوں میں پڑنے کی تمھاری عمر نہیں رہی"۔ لیکن مقدمے میں پری کلیس نے بہت کم اور محض رسم پوری کرنے کے لیے حصہ لیا اور آخر کی مون بری کردیا گیا۔

وطن کے قیام کے زمانے میں اس کی بڑی کوشش یہ رہی کہ عوام الناس کو جو امرا کو زیر کرنے اور سارا اقتدار خود حاصل کرنے کے خواہاں تھے، قابو میں رکھے۔ چناں چہ جونہی وہ دوبارہ جنگ کے واسطے باہر بھیجا گیا، عوام ہاتھ سے نکل گئے اور انھوں نے قدیم آئین و روایات کو درہم برہم کردیا۔ حتّیٰ کہ افیال تس کے شہ دینے سے مجلس بزرگان کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کردیا اس طرح عدالت کے جملہ اختیارات عوام کے قبضے میں آگئے اور حکومت بھی پوری طرح عوامی ہوگئی۔ پری کلیس (فارقلیس) اُن دنوں بہت بااثر ہوگیا تھا، یہ انقلاب اُس کی تائید سے ہوا کیوں کہ وہ بھی عوام کے حق میں رائے دیتا تھا۔ ایک مدّت بعد کی مون واپس آیا تو یہ کیفیت دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور اس نے قدیم عدالتوں اور حکومتِ اشراف کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ اس کی پوری شدومد سے مخالفت کی گئی اور یہی موقع تھا جب اُس کے اور اس کی بہن کے خلاف پرانے قصّے تازہ ہوئے اور اُس پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ اسپارٹہ کا طرف دار ہے۔ شاعر یوپولس نے اپنے مشہور قطعے میں انھی الزامات کی طرف اشارہ کیا ہے:-

بُرائی کیا تھی اس میں، آدمی آخر کہاتا تھا
ذرا آرام کا خوگر تھا، مُو کو مُونھ لگاتا تھا
وہ اکثر رات کو اسپارٹہ میں گھومتا پھرتا
مگر ہم شیر کو گھر پر اکیلا چھوڑ جاتا تھا

لیکن شراب نوشی اور آرام طلبی کے باوصف اگر اُس نے اتنی فتوحات حاصل کیں اور صدہا شہر مسخّر کیے تو زیادہ محتاط و مستعد ہونے کی صورت میں خدا جانے کیا کچھ کارنامے کر گزرتا کہ جس کی یونان میں پہلے اور آیندہ کوئی نظیر ہی نہ نکلتی۔ رہا اسپارٹہ کی دوستی کا الزام، تو یہ واقعہ ہے کہ جوانی سے وہ قوم لک دمونی کا مدّاح تھا اور اسی علاقے کی ایک عورت سے شادی کر کے دو توام بچّوں کے نام بھی لک دِمونیوس اور الیوس رکھے تھے۔ چناں چہ پری کلیس ان دونوں کو اس مادری نسب پر نصیحت کرتا تھا۔ لیکن یہ روایت ستم بروتوُس کی ہے اور دِیو دورس جغرافیہ نویس اس کی تردید کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس کے یہ دونوں بچّے اور تیسرا تھالوس، مگاکلیس کی پوتی اِی سودی کہ کے بطن سے تھے۔

بہ ہر حال اس میں شک نہیں کہ اہلِ اسپارٹہ تمس طاکلیس کے مقابلے میں کی مون کے مؤید رہے اور جوانی ہی سے ایتھنز میں اس کے اُبھارنے اور اقتدار بڑھانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ حمایت اُن دنوں خود اہلِ ایتھنز کے حق میں مفید تھی اور وہ اُسے دیکھ کر اوّل اوّل خوش ہوئے کہ اس طرح خود اُن کے شہر کی قوت بڑھتی تھی۔ چناں چہ یونانی ریاستوں کے اتحاد کے زمانے میں جب یونان کا انتظام کی مون کے ہاتھ میں آیا، اور وہ

اہلِ اسپارٹہ میں مقبول رہا اور دوسرے حلیفوں سے بڑے اخلاق کے ساتھ سلوک کرتا رہا تو اس کے اعزاز و اقتدار سے اہلِ اتھنز کو کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ لیکن جب ان کی ریاست قوی ہوگئی تو وہ کیمون کو اسپارٹہ کا اس درجہ گرویدہ دیکھ کر ناراض ہوئے کیوں کہ وہ اپنی تقریروں میں ہمیشہ اسپارٹہ والوں کو اپنے اہلِ وطن پر فضیلت دیتا اور جب کبھی کسی خطا پر انھیں ڈکتا یا ریس کرنے کی ترغیب دیتا تو پکارتا کہ اہلِ اسپارٹہ ایسا نہ کرتے! ان باتوں سے لوگ چیں بہ جبیں ہوتے اور یہی ناگواری بڑھتے بڑھتے بےزاری کے درجے تک پہنچ گئی لیکن اس کے خلاف الزام دہی کا بڑا سبب یہ ہوا کہ اسپارٹہ والوں نے اہلِ ایتھنز کی جو ان کی مدد کو گئے تھے، سخت بے توقیری کی۔ ان واقعات کی تفصیل یہ ہو کہ ارکی داموس (شاہ اسپارٹہ) کے چوتھے سالِ حکومت میں وہاں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ انسان کی یاد میں کبھی نہ آیا تھا۔ زمین میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ کوہ تائی جیٹس اس طرح جڑوں سے ہل گیا کہ اس کی کئی ٹیکریاں رگر پڑیں اور شہر اسپارٹہ میں پانچ مکانوں کے سوا باقی سب ٹوٹ گئے۔ کہتے ہیں زلزلہ محسوس ہونے سے ذرا پہلے ان کے لڑکوں اور نوجوانوں کی ایک جماعت ورزش گاہ میں کسرت کر رہی تھی کہ یکایک ایک خرگوش کہیں قریب ہی سے نکل کر بھاگا۔ بہت سے لڑکے بھی اسی طرح ننگے تیل ملے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے کہ اتنے میں ورزش گاہ کی چھت آپڑی اور جو اندر رہ گئے

تھے، وہ نیچے دب کر مر گئے۔ ان کا مقبرہ اب تک (خرگوش کی نسبت سے) ریس ماتیاس کہلاتا ہو۔

اس عام تباہی کے موقعے پر ارکی داموس نے دیکھا کہ شہر والے اپنی اپنی قیمتی اشیا مکانوں سے نکال کر لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں تو اس نے خطرے کا بگل بجوا دیا جیسا کہ بیرونی حملے کے وقت بجایا جاتا ہو تاکہ لوگ ہتیار سنبھال کر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اور حقیقت میں اسی بر موقع کارروائی نے اسپارٹہ کو اس وقت بچا لیا ورنہ گرد و نواح کے ہلوٹ (زرعی غلام) اس پر چھاپا مارنے کے لیے اکٹھے ہو رہے تھے کہ زلزلے سے جو بچ رہے ہیں ان کو جا دبائیں۔ لیکن اہل شہر کو مسلح اور تیار دیکھا تو وہ ٹل گئے اور مختلف مواضع میں جا کر علانیہ لڑائی شروع کی۔ بعض مقامی لوگ بھی اُن کے ساتھ ہو گئے اور ادھر اسپارٹہ کے قدیم حریف مسینیا نے اسپارٹہ والوں پر فوج کشی کی جس نے اُنھیں مجبور کیا کہ ایتھنز سے مدد کی درخواست کریں۔ **ارسٹوفان** شاعر نے اُن کے قاصد کا ان لفظوں میں خاکہ اُڑایا ہو:

موُنھ اس کا سپید، سرخ صدری
مذبح کی منڈیر اس کی کرسی
درخواست سپاہ و اسلحہ کی!

افیال تس نے اس درخواست کی مخالفت کی اور کہا کہ ہمیں اپنے حریف کی مدد کو جانے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اسپارٹہ کو قدرت نے دھکا دے کر گرا دیا اور اس کے غرور و نخوت کا

سر نیچا کر دیا ہو۔ بہتر ہو کہ وہ اِسی ذلّت میں پڑا رہے۔ لیکن (مورخ کری تیاس کے بہ قول) کی موِن خود اپنے وطن کی چیرہ دستی پر اسپارٹہ کی سلامتی کو ترجیح دیتا تھا، اور وہی لوگوں کو سمجھا بجھا کر ایک بڑی کمک لیے ہوئے اسپارٹہ روانہ ہوا۔ایون لکھتا ہو کہ اسی موقعے پر اُس نے اپنی تقریر میں یہ جملہ کہا تھا کہ خبردار، یونان کو لنگڑا نہ ہونے دو اور اپنے شہر کو اُس کی جوٹ سے محروم نہ کرو!" جس کا اہلِ ایتھنز پر بڑا اثر پڑا۔

اسپارٹہ کی مدد کرکے جب کی موِن واپس آرہا تھا تو ریاست کودنتھہ کے علاقے سے گزرا۔ وہاں کے ایک سردار نے اعتراض کیا کہ وہ بغیر اجازت کودنتھہ کے علاقے میں فوج کیسے لے آیا۔ اور یہ فقرہ چست کیا کہ جو شخص دوسرے کا دروازہ کھٹ کھٹاتا ہو اسے یہ کہاں جائز ہو کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہوجائے؟ کی موِن نے جواب دیا:۔ "مگر آپ لوگ تو دروازہ نہیں کھٹ کھٹاتے۔ بلکہ اپنے کم زور ہمسایوں (مگارا، اور کلونیہ) کے گھر میں جبراً گھُس جاتے ہیں۔آپ کے نزدیک تو طاقت ور کے لیے ہر جگہ کھُلی ہوئی ہو۔"
پھر وہ اپنی فوج سمیت ایتھنز سے واپس آیا۔لیکن جب تھوڑی مدّت بعد پھر اسپارٹہ کے مخالف بالادست ہوگئے اور اس نے دوبارہ ایتھنز سے مدد منگا بھیجی تو اس امدادی فوج کی دلیری اور حوصلہ مندی دیکھ کر خود اہلِ اسپارٹہ کو وہم پیدا ہوا اور انھوں نے یہ کہہ کر صرف ایتھنز کی سپاہ کو واپس کر دیا کہ تم لوگ بدعتیں پھیلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔" اس طرزِ عمل پر ایتھنز والے بہت غضب ناک ہوئے اور اُنھوں نے وطن پہنچ کر اُن سب پر اپنا غصّہ اُتارا جو

اسپارٹہ کے طرف دار تھے۔ انھی میں کی مون بھی ان کی زد میں آیا اور کسی معمولی حیلے پر اسے دس برس کے لیے فتویٰ عام کی رو سے خارج البلد کر دیا گیا۔

جب اسپارٹہ والوں نے ڈِلفی کو اہلِ فوکیہ کے ہاتھ سے نجات دلائی اور واپسی میں تناگرا پر پڑاؤ ڈالا تو اتھنز والے اُن سے جنگ کرنے نکلے اور اس موقعے پر کی مون بھی مسلح ہوکر اپنے قبیلے میں پہنچا کہ اسے اہلِ اسپارٹہ سے لڑنے کی اجازت دی جائے لیکن مجلس پنج صدی یہ سُن کر بہت گھبرائی اور اُس کے مخالفین چلّائے کہ وہ فوج میں بے ترتیبی پھیلائے گا اور اہلِ اسپارٹہ کو اتھنز پر چڑھا لائے گا۔ لہٰذا اسے اجازت نہ ملی اور وہ واپس چلا گیا لیکن اپنے ساتھیوں سے جن پر اسپارٹہ کی طرف داری کا الزام تھا، یہ التجا کر گیا کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ایسی جاں بازی دکھائیں کہ اُن کے کارنامے صداقت و بے گناہی کی شہادت بن جائیں۔ چناں چہ یہ سب جن کی تعداد ایک سو تھی، کی مون کے لائے ہوئے ہتھیار لے کر ایک جداگانہ جماعت بنا کر نکلے اور کی مون کی ہدایت کے مطابق اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ سب کے سب کام آئے۔ اُس وقت ایتھنز والوں کو اِن بہادروں کے ضائع ہونے کا غم اور اپنی بدگمانی پر بڑی پشیمانی ہوئی۔ اسی کے ساتھ کی مون سے ان کی مخالفت بھی کم ہوگئی اور جب تناگرا کے بڑے معرکے میں شکست کھائی اور یہ خطرہ لاحق ہوا کہ آیندہ موسم بہار میں اہلِ اسپارٹہ خاص ایتھنز پر چڑھ آئیں گے، تو پھر وقت

کا بھی تقاضا یہی نظر آیا کہ ایک قومی فرمان کے ذریعے کی مون کو واپس بلا لیا جائے ۔ اس تجویز کو خود پری کلیس نے (جو کی مون کا سیاسی حریف تھا) پیش کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن دنوں لوگوں کی ناراضی کتنی معقولیت پر مبنی اور اُن کی مخالفت کیسی معقول ہوتی تھی کہ قومی اغراض کے سامنے وہ ہمیشہ اسے پس پشت ڈال دیتے تھے ۔ ہوسِ جاہ تک جو انسانی جذبات میں سب سے کم قابو میں آنے والی شے ہے، اُس زمانے میں مُلکی مصالح کے سامنے دب جاتی تھی ۔

کی مون نے وطن واپس آتے ہی دونوں شہروں میں مصالحت کرادی ۔ جنگ ختم اور امن امان کا دورہ ہوا لیکن ایتھنز والوں سے نچلا بیٹھنا مشکل تھا ۔ وہ جنگ میں نام وری اور مُلک و مال حاصل کرنے کے مشتاق تھے ۔ ان کے جنگی جہاز یونان کے سواحل اور جزائر کے آس پاس گشت لگاتے رہتے تھے اس لیے بھی ڈر تھا کہ کہیں وہ آپس ہی میں نہ اُلجھ پڑیں یا اپنے یونانی حلیفوں کو شکوے شکایت کا موقعہ دیں ۔ پس کی مون نے دو سو جنگی جہازوں کا بیڑا مرتب کیا اور مصر و قبرس پر حملے کی تیاریاں کیں ۔ مطلب یہ تھا کہ اہلِ ایتھنز کو اغیار سے لڑنے کی عادت پڑے اور وہ یونان کے قدرتی دشمنوں کو ایمان داری سے لُوٹ کر مالا مال ہوں ۔ لیکن جب سب تیاریاں مکمل اور فوج سوار ہونے کے لیے آمادہ ہوگئی تو کی مون کو یہ خواب دکھائی دیا کہ گویا ایک کُتیا اُس پر

بُری طرح غرّاتی اور بھونکتی ہے اور اسی عف عف کے ساتھ ملی ہوئی کوئی انسانی آواز یہ الفاظ کہہ رہی ہے :-

ہاں ، آ کہ بہت جلدی

میری ، مرے پلوں کی - ہونے کو ہے خوش وقتی !

خواب کی تعبیر مشکل تھی مگر استی فی لوس نے جو کہانت میں ماہر اور کی مون کا بے تکلف دوست تھا ، اسے بتایا کہ یہ تمہاری موت کی خبر ہے کیوں کہ کتا جس پر بھونکتا ہے اس کا دشمن ہوتا ہے اور اس کی موت ہی کو اپنی خوش وقتی سمجھ سکتا ہے ۔ انسانی آواز کے ملے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایرانی (میدی) تمہارے دشمن ہیں اور اُن کی فوج میں عجمی وحشیوں کے ساتھ یونانی فوجیں بھی ملی جلی موجود ہیں ۔ اس خواب کے بعد جب وہ باکوس دیوتا کی قربانی دے رہا تھا ، خون کے جمے ہوئے قطروں کو چیونٹیاں اٹھا اٹھا کر اس کے پانو کے انگوٹھے کے پاس لے آئیں ۔ یہ بات کچھ دیر بعد اس وقت مشاہدہ کی گئی جب کہ پروہت نے بھی قربانی کا پتّا لاکر اسے دکھایا کہ اس کا وہ حصہ جسے سر کہتے ہیں غائب تھا ۔ (اس بدفالی کے باوجود) چوں کہ اب وہ مہم سے دست بردار نہ ہوسکتا تھا ، لہذا جہاز میں روانہ ہوگیا ۔ ساٹھ جہاز مصر کی طرف بھیجے اور خود ایرانی بیڑے سے ، جس میں فنیقی اور سلیشی جہاز بھی تھے جنگ کی اور آس پاس کے سب شہروں کو چھین لیا ۔ اب مصر زد میں تھا اور کہنا چاہیے کہ وہ پوری سلطنت ایران کو تباہ کرنے کے منصوبے باندھ رہا تھا ۔ اُس

کے حوصلے اور بڑھ گئے جب شس طاکلیس (جو ایرانیوں سے مل گیا تھا اور دعوا کرتا تھا کہ آیندہ یونان کے خلاف شاہِ ایران کی فوج کو خود لے کر چڑھے گا اور عجمی بھی اس بات پر بہت کچھ بھروسا کرتے تھے) کی مون کی اقبال مندی اور دلیری دیکھ کر اُس پر غلبہ پانے سے مایوس ہوگیا اور خودکُشی کرلی۔ اپنے بڑے بڑے منصوبوں کو عمل میں لانے سے پہلے کی مون نے بعض خفیہ معاملات میں سورج دیوتا کے کاہنوں سے مشورہ لینے کے واسطے قاصد بھیجے لیکن دیوتا کی طرف سے سوالات کا جواب دینے کے بدلے کہا گیا کہ وہ واپس جائیں کیوں کہ خود کی مون دیوتا کے پاس پہنچ گیا ہی! چناں چہ وہ واپس ہوئے تو یونانی سپاہیوں سے جو مصر کے قریب تھے، معلوم ہوا کہ واقعی وہ اُسی زمانے میں مرگیا تھا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہی کہ وہ جزیرہ قبرس کے شہر سی تیوم کے محاصرے کے دوران میں بیمار ہوکر فوت ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ایرانیوں سے ایک آویزش میں زخم کھا کر مرگیا۔ بہ ہر حال جب اسے اندازہ ہوا کہ وہ زندہ نہ بچے گا تو اُس نے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا اور وہ اس طرح دوست دشمن کسی کو خبر ہوئے بغیر واپس ہوئی کہ سب خیریت سے وطن پہنچ گئے۔ اسی بنا پر فانودِموس نے لکھا ہو کہ مرنے کے بعد بھی تیس دن تک کی مون یونان کی سپہ سالاری کرتا رہا۔ مگر اس کے بعد یونانیوں میں کوئی جنگی سردار ایسا نہ رہا کہ عجمیوں کے مقابلے میں کوئی کارنامہ دکھاتا۔ بہ خلاف اس کے عوام کے رہ نما اور جنگ کے حامی آپس میں جھگڑنے لگے اور ان میں کوئی سربرآوردہ شخص ایسا نہ نکلا کہ سعی و کوشش سے ان میں مصالحت کرا دیتا۔ ان باہمی قضیوں نے ادھر تو یونان کی طاقت

برباد کی اور ادھر ایرانیوں کو فرصت مل گئی کہ اپنے نقصانات کی تلافی کرلیں۔
یہ سچ ہے کہ کچھ مدت بعد اج سی لاؤس (شاہ اسپارٹا) نے یونانی فوج
سے خود ایشیا پر چڑھائی کی اور ساحلی صوبوں میں شاہ ایران کے سرداروں
سے نمائشی سی جنگ و جدال بھی چھڑ گئی لیکن یہ سب چند روزہ باتیں تھیں
اور قبل اس کے کہ اج سی لاؤس کوئی قابلِ ذکر کام یابی پا سکے وطن
کے تازہ جھگڑوں اور خانہ جنگیوں نے اُسے واپس بلا لیا۔ اور وہ مجبور
ہوا کہ ایشیا میں اپنے حلیف یونانیوں کو چھوڑ کر یونان چلا آئے۔
ان یونانی شہروں سے ایرانی عمال پھر جس قدر جی چاہا تاوان وصول
کرنے لگے۔ حال آں کہ کی مون کے زمانے میں ان کے کسی سوار یا
ڈاک کے ہرکارے تک کی مجال نہ تھی کہ سمندر سے چار سو فرلانگ اِدھر
قدم بھی دھر سکے۔

اتھنز میں اس کی یادگاریں جو کی مونیہ کہلاتی ہیں، ابھی تک
موجود اور شاہد ہیں کہ اس کی نعش وطن پہنچ گئی تھی۔ لیکن کی تیوم والے
ایک مقبرے کی خاص طور پر حرمت کرتے اور اسے کی مون کی
قبر کہتے ہیں۔ یہ نوسی کراتس کی روایت ہے جس نے لکھا ہے کہ ایک بار
قحط کے موقع پر جب سب فصلیں خراب ہوگئیں، لوگوں نے استخارہ
کرایا تو دیوتا کی طرف سے انھیں حکم ملا کہ کی مون کو فراموش نہ کریں
بلکہ ایک فوق البشر ہستی کی مثل اس کا اعزاز و احترام بجالائیں۔ یہ یونانی
سپہ سالار اس قسم کا تھا۔

لوکلوس (رومی)

لوکلوس کا دادا قنصلی کے مرتبے پر فائز تھا اور متی لوس اس کا ماموں ہوتا ہے۔ لیکن باپ پر تو استحصال بالجبر کا مقدمہ چلا اور ماں (کی سیلیہ) کی شہرت اچھی نہ تھی۔ لوکلوس نے ملکی معاملات میں حصّہ لینے یا کسی عہدے کا امیدوار بننے سے پہلے، جب کہ وہ نوجوان ہی تھا پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ پر مقدمہ چلانے والے سرکاری کاہن کو جرم کرتے ہوئے پکڑ لیا اور اس پر مقدمہ قائم کیا۔ اس بات کا رومیوں میں خوب چرچا ہوا کیوں کہ اسے وہ بڑی خوبی سمجھتے تھے اور نوجوانوں کو کسی ظلم زیادتی کے خلاف اس طرح جد و جہد کرتے دیکھ کر جیسے اچھے "کتّے" درندوں پر حملہ کرتے ہیں، بہت خوش ہوتے تھے۔ خواہ الزام لگانے والے کی ذات کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب اس مقدمے سے پرانی عداوتیں تازہ کردیں اور بلوے میں بعض لوگ زخمی ہوئے تو ملزم (سروی لیوس) بچ نکلا۔

لوکلوس تحصیل علم کرتا رہا اور یونانی و لاطینی دونوں زبانوں میں تقریر کرنے پر اتنا قادر ہوگیا کہ سیلا نے اپنی سوانح عمری کے تام سے معنون کیں، یہ لکھ کر کہ وہ اس کام کو مجھ سے

(رسیلا سے) بہتر انجام دے سکتا تھا۔

لوکلوس کی تقریر عام اور کاروباری موقعوں کے لیے بھی نہایت برمحل اور جچی تلی ہوتی تھی اور ایسے موقعوں کے لیے بھی جہاں معمولی خطیب و لسان بغلیں جھانکتے رہ جاتے ہیں، وہ اپنی طبّاعی کا سکّہ جما دیتا تھا۔ شروع میں وہ فنونِ لطیفہ اور علم برائے علم حاصل کرتا رہا لیکن سن رسیدہ اور گرم و سرد چشیدہ ہونے کے بعد اُس نے اپنے دماغ کو کلیتہً فلسفے کے معارف سے لذّت اندوز ہونے کے لیے گویا آزاد کردیا۔ اور پومپی سے اختلاف ہونے کے بعد، قوائے فکر کو ترقی دی اور جذباتِ حرص و رقابت کو بروقت قابو میں لے آیا۔ اس کے شوقِ علم کی ایک مثال یہ پیش کی جاسکتی ہو کہ زمانۂ جوانی میں کسی نے تجویز کی کہ فارسیہ کی جنگ کا حال یونانی و لاطینی نظم و نثر میں قلم بند کیا جائے تو گو یہ بات ہنسی ہنسی میں کہی گئی لیکن لوکلوس نے اس میں حصّہ لینے کا وعدہ کیا تو پھر واقعی ایک قانون داں اور ایک مؤرّخ کی شرکت میں، یونانی میں لکھنے کا کام اپنے ذمے لیا اور جنگ مذکور کی یونانی تاریخ اب تک موجود ہو جو بہ ظاہر اسی نے تحریر کی تھی۔

اس کی اپنے بھائی مرقس کے ساتھ محبت کا ایک واقعہ بھی رومیوں میں بہت مشہور ہو کہ اگرچہ لوکلوس بڑا تھا لیکن بھائی کی شرکت کے بغیر کوئی عہدہ لینے پر رضامند نہ ہوا۔ اور جب یہ بھائی جوان ہوکر ملازمت کے قابل ہوا تو رومیوں

نے بھی لوکلوس کی نیک دلی کی اتنی قدر کی کہ اُس کے پس غیبت مرقس کے ساتھ اسے بھی سرہنگ کے عہدے پر منتخب کیا۔

اس نے ابتدائی عمر ہی میں اپنی دلیری اور دیانت کے ثبوت مارسیہ کی جنگ میں دیے۔ سیلا اس کی استقامت و اعتدال کا مدّاح ہوگیا اور تمام اہم امور میں اس سے مدد لینے لگا خصوصاً دارالضرب کے کام میں۔ چناں چہ مت ری داتی جنگ کے واسطے جس قدر رُپے کی ضرورت پڑی اس کا بڑا حصّہ اسی نے جنوبی یونان میں مسکوک کرایا تھا اور سپاہیوں کی ضرورتوں نے اسے بہت جلد ہر طرف پھیلا دیا۔ لوگ عرصے تک اسے لوکلوسی سکّہ کہتے رہے۔ پھر جب فتح انیھنز کے بعد سیلا کے بحری راستے دشمن نے روک لیے تو لوکلوس ہی تھا جو مصر و لی بیہ گیا کہ رومیوں کے لیے جہاز مہیا کرے۔ یہ سردی کے شباب کا زمانہ تھا جب کہ صرف تین یونانی اور اتنے ہی روڈسی جہاز لے کر وہ تن بہ تقدیر کھُلے سمندر میں داخل ہوا حال آں کہ نہ صرف سمندر کا سفر اس موسم میں پُر خطر تھا بلکہ دشمن کی صدہا کشتیاں بھی ہر طرف موجود اور دریا نوردی میں مصروف تھیں کیوں کہ حقیقت میں اُس وقت اُن کا کوئی حریف نہ تھا اور وہ سمندر کی مالک بنی ہوئی تھیں۔ لوکلوس نے پہلے جزیرہ کریت میں لنگر ڈالا اور یہاں کے لوگوں کو رومیوں کا طرف دار بنایا۔ پھر سی رینیہ کا انتظام درست کیا جہاں ایک مدّت سے جور و جبر کی حکومت تھی اور لوگ آپس کے نفاق اور خانہ جنگیوں

سے تنگ آچکے تھے ۔ لوکلوس نے اُنھیں حکیم افلاطون کی
بات یاد دلای جو اسی شہر کی نسبت اُس نے ملہمانہ انداز میں
کہی تھی ۔ یعنی جب یہاں والوں نے درخواست کی کہ ہمارے لیے
قانون بنادو اور ہمیں کسی عمدہ حکومت کے سانچے میں ڈھال
دو تو اُس نے جواب دیا کہ اہلِ سی ری نہ کے پاس دولت و
مال اتنا وافر ہو کہ اُن کے واسطے قانون بنانا دشوار بات ہو۔
کیوں کہ فراغت و تونگری کی حالت میں آدمی کے برابر کوئی سرکش
اور سخت نہیں ہوتا اور نہ کوئی اُس جیسا نرم و اطاعت گزار ہوتا
ہو جب کہ گردشِ روزگار نے اُسے کچلا اور کم زور کردیا ہو ۔
لوکلوس کی اس یاد دہانی نے شہر والوں کو اور بھی آمادہ کردیا کہ
خوشی خوشی اُس کے نافذ کیے ہوئے قوانین کے پابند و مطیع
ہوگئے ۔ یہاں سے وہ مصر روانہ ہوا ۔ راستے میں بحری
قزاقوں نے آدبایا اور بہت سی کشتیاں پکڑ کر لیے گئے ۔ لیکن
وہ خود بال بال بچ گیا اور بڑی شان سے سکندریہ میں
داخل ہوا ۔ اس طرح کہ وہاں کا پورا شاہی بیڑا قطار در قطار
اسے لینے آیا ۔ اور ایسا استقبال وہاں صرف بادشاہوں کے
واسطے کیا جاتا تھا ۔ خود نوجوان بطلیموس (شاہ مصر) نہایت
لطف و نوازش سے پیش آیا اور شاہی محل میں اس کے قیام و
طعام کا انتظام کیا گیا جہاں اس سے پہلے کوئی غیر سپہ سالار نہیں
ٹھیرایا گیا تھا ۔ تحفے تحائف اور اخراجات مہمان داری بھی اتنے
زیادہ دیے گئے کہ اس مرتبے کے کسی مہمان کو اُس کے

ایک چوتھائی بھی کبھی نہ دیے گئے ہوں گے۔ لیکن لوکلوُس نے سوائے ضروری مصارف کے اور کچھ لینا منظور نہیں کیا حالاں کہ اُن کی مجموعی قیمت اسی تیلنت (= تقریباً دو لاکھ اشرفی انگریزی) ہوتی تھی۔ کہتے ہیں وہ شہر ممفیس اور مصر کے دوسرے عجائبات کی سیر کو بھی نہیں گیا کہ یہ سیر سیاحت بے کار لوگوں کو زیب دیتی ہو نہ کہ اُسے جو اپنے سپہ سالار کو دشمن سے گھرا ہوا میدان جنگ میں چھوڑ کر آیا ہو۔

بطلیموس جنگ کے نتیجے کی طرف سے مذبذب تھا لہذا اس نے یونانی جھتے سے تو علاحدگی اختیار کر لی تاہم لوُکلوُس کو قبرس تک ایک بدرقہ دیا اور رخصت کرتے وقت بھی بڑے تکلف اور تواضع سے پیش آیا اور ایک قیمتی زمرد جو سونے میں جڑا ہوا تھا ہدیہ دیا۔ لوُکلوُس نے پہلے تو اسے قبول کرنے سے انکار کیا مگر جب بادشاہ نے دکھایا کہ اس پر خود بطلیموس کی شبیہ ترشی ہوئی تھی، تو اُسے زیادہ انکار کرنا غیر مناسب معلوم ہوا۔ کہ مبادا بادشاہ اسے اپنی علانیہ تذلیل سمجھے اور پھر لوُکلوُس کی واپسی بھی خطرے میں پڑ جائے۔

ساحل کے شہروں سے اُس نے کافی امدادی جہاز فراہم کیے اور قبرس میں جہاں دشمن اُس کی گھات میں پڑا تھا، چکمہ دے کر راتوں رات نکل گیا۔ اور بہ خیریت رودس آ پہنچا یہیں سے اُس نے بعض دوسرے جزیروں کو بھی میت ری داتس سے توڑ لیا اور جزیرہ خیوس سے بادشاہ پسندوں کو خود جا کر نکالا

کو نوفونیہ میں اپی گونوس جابر لوگوں پر ظلم ڈھا رہا تھا ، اسے بھی گرفتار کرکے اہلِ شہر کو اس بلا سے نجات دلائی ۔

یہ وہ وقت تھا جب کہ میت ری داتس پرگاموس چھوڑ کر پی تانہ میں ہٹ آیا اور رومی سپہ سالار فیمبریا نے اسے خشکی کی طرف سے گھیر لیا تھا ۔ ایسے دلیر و کامیاب غنیم سے میدان میں لڑنے کی اسے ہمت نہ تھی لہذا ہر طرف سے بیڑا طلب کرکے بہ راہ تری بچ نکلنے کی تدبیریں کر رہا تھا ۔ فیمبریا کو یہ معلوم ہوا تو چوں کہ خود جہاز نہ رکھتا تھا ، لہذا لوکلوس کے پاس آدمی بھیجا اور التجا کی کہ اب جب کہ میت ری داتس جیسا موذی اور جنگ جو دشمن جس کی وجہ سے رومیوں کو بہت کچھ خون بہانا اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں ، جال میں پھنس گیا ہے ، اسے نیچا دکھانے میں تم اپنے بیڑے سے مجھے مدد دو ۔ اگر وہ گرفتار ہوگیا تو سب سے زیادہ تمھاری ہی تعریف ہوگی اور اس کارنامے کے آگے سیلا کے اور کومنوس اور شرونیہ کے معرکے بھی گرد ہوجائیں گے جن کی رومیوں میں بڑی شہرت ہے اور فتح کا فخر و امتیاز مجھے اور تمھیں دونوں کو حاصل ہوگا کہ ایک نے اُسے خشکی سے دھکیلا اور دوسرے نے سمندر میں آدبایا ۔

یہ تجویز کچھ غیر واجبی نہ تھی ۔ بہت سے لوگوں کو صاف نظر آتا تھا کہ اگر لوکلوس فیمبریا کا کہنا مان جاتا اور اپنے بیڑے سے جو قریب ہی تھا میت ری داتس کی لنگر گاہ کو گھیر لیتا تو یہ جنگ جلد ختم ہوجاتی اور بعد میں جو طرح طرح کے فتنے

اسی کے باعث پیدا ہوئے وہ رک جاتے۔ لیکن اُس نے انکار میں جواب دیا جس کا سبب یا تو یہ تھا کہ وہ سیلا سے اپنی دوستی کی اسی قدر حرمت کرتا تھا کہ اس کے سامنے کسی شخصی یا ملکی فائدے کی اسے بالکل پروا نہ تھی اور یا اُسے فیم بریا سے جو اپنے دوست کو مار کے سپہ سالار بنا تھا، اس کی خباثت کے باعث شدید نفرت تھی اور یا یوں سمجھیے کہ تقدیر ہی میت ری داتس کو بچانا اور ابھی اور ایک زمانے تک رومیوں سے لڑانا چاہتی تھی کہ لوکلوس نے اسے نہ گھیرا اور وہ فیم بریا کی تگ و دو کا مذاق اڑاتا ہوا صاف بچ کر نکل گیا۔

خود لوکلوس نے صرف اپنے بیڑے سے اُسے پہلے لک توم کے بحری معرکے میں شکست دی اور پھر یہ معلوم ہوا کہ نیوپتولموس بادشاہ سے بھی بڑا بیڑا لیے ہوئے رومیوں کے انتظار میں بمقام تنی دوس مقیم ہے تو خود اس سے لڑنے پہنچا اور سب سے آگے پنج منزلہ جہاز میں بڑھ کر حملہ آور ہوا۔ اس جہاز کو روڈس کا ماہرِ فن ناخدا دماگوراس چلا رہا تھا جو رومیوں کا بڑا خیر خواہ تھا۔ اسی جہاز پر نیوپتولموس نے جھلا کر اپنے ناخدا کو حکم دیا کہ سرے پر ٹکر دے لیکن دماگوراس نے اپنے جہاز کو گھما کر یہ ٹکر بازو پر لی جہاں جہاز کا پہلو زیرِ آب تھا اور لتنے میں دوسرے جہاز بھی آپہنچے تو لوکلوس نے پلٹ کر دشمن پر زور شور سے حملہ کیا اور انھیں بھگا کر دور تک تعاقب کرتا رہا۔ بعدازاں وہ سیلا کے پاس تھریس چلا آیا کہ یہ سپہ سالار آ بنائے

عبور کرنے کی تیاریوں میں تھا۔ لوکلوس نے اپنے بیڑے سے اس کی حمل و نقل میں بہت بروقت امداد کی۔

اس کے بعد ہی جب صلح ہوگئی اور میت ری داتس جہاز میں بیٹھ کر بحر انشین کی جانب روانہ ہوگیا تو سیلا نے سواحل ایشیا کے باشندوں پر بیس ہزار ٹیلنٹ کا خراج عائد کیا اور اس کی وصولی لوکلوس کے سپرد کی اور یہ اُن شہروں کے حق میں کچھ کم غنیمت نہ تھا کہ سیلا جیسے سخت گیر کے وقت میں یہ ناگوار خراج وصول کرنے کے واسطے ایسا حاکم مقرر ہوا جو نہایت دیانت دار و منصف مزاج ہونے کے ساتھ اعتدال پسند بھی تھا۔ جزائر مِٹلینی پر بھی جنھوں نے کھلی بغاوت کی اور ماریوس کے ساتھ ہوگئے تھے، اس نے ہلکا سا جرمانہ تجویز کیا اور دعوت دی کہ وہ رجوع کریں لیکن جب دیکھا کہ وہ کسی طرح نہیں مانتے اور اپنی تباہی کے درپے ہیں، تو اُس نے بڑھ کر اُنھیں بحری شکست دی اور محصور کرلیا۔ پھر ایک دن ظاہر میں الیہ کی طرف چلا گیا لیکن رات کے وقت قریب ہی فوج اُتار دی اور گھات میں چھپ کر بیٹھا کہ جب صبح کو باغی شہر کے لوگ پڑاؤ لوٹنے کے شوق میں بلا نظم و ترتیب باہر آئے تو اُس نے اچانک حملہ کرکے پانسو آدمی قتل کیے اور بہت سا مالِ غنیمت اور چھ ہزار غلام حاصل کیے۔

سیلا اور ماریوس نے اطالیہ میں جو جو اتنیں ڈھائیں ان میں لوکلوس کا مطلق حصہ نہ تھا۔ وہ حُسنِ اتفاق سے سرکاری

کام پر اُن دنوں ایشیا ہی میں رہا لیکن کچھ شک نہیں کہ دل سے سیلا کا طرف دار تھا اور جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا خود سیلا نے اظہارِ عنایت کے طور پر اپنی سوانح اُس کے نام مُعنون کی اور پوم پی کو چھوڑ کر اُسی کو اپنے بیٹے کا ولی سرپرست نامزد کیا۔ اور معلوم ہوتا ہو اسی واقعے نے ان دونوں کے درمیان حسد اور مناقشے کی بنیاد ڈالی کیوں کہ اس وقت دونوں جوان اور شہرت و اعزاز کے حریص تھے۔

سیلا کی وفات کے بعد، تقریباً ۱۷۶ ویں اولم پیاڈ میں وہ کوتا کے ساتھ رومہ کا اعلا حاکم یعنی قنصل منتخب ہوا۔ اس وقت ایشیا کی جنگ زیر بحث تھی اور کوتا کہتا تھا کہ شاہ میت ری داتس کے ساتھ محض عارضی صلح ہوئی ہو۔ اس پر بھی صوبوں کی آپس میں تقسیم کا تصفیہ ہوا تو لوکلوس کو چھوٹی غالیہ تفویض کی گئی جہاں کسی بڑے کارِ نمایاں کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ بات بھی لوکلوس کو ناگوار ہوئی۔ ادھر پوم پی کی ھسپانیہ میں فتوحات سُن سُن کر اُسے بہت رشک آیا اور یقین ہوا کہ اگر وہ بر وقت وہاں سے فتح پاکر آگیا تو ایشیا کی جنگ میں ضرور اسی کو سپہ سالار بنایا جائے گا اور اس کی جنگی شہرت و قوت کے سامنے اطالیہ میں کسی کو دم مارنے کی جرات نہ ہوگی۔ چناں چہ پوم پی کی استدعا پر اُسے ھسپانیہ میں مزید رُپیہ بھجوانے میں لوکلوس نے پوری کوشش کی تاکہ جہاں تک ممکن ہو اُسے وہیں مصروف رہنے دیا جائے اور وہ کسی حیلے سے بھی اپنی زبردست فوج لے کر واپس اطالیہ نہ آنے پائے۔ ایک اور فکر یہ تھی کہ

انھی دنوں کتی گوس کو لوکلوس کے ساتھ دشمنی ہوگئی تھی جو محض عوام کو خوش کرنے کی تدبیریں اور تقریریں کیا کرتا تھا اور ان میں اسے بڑی ہردل عزیزی حاصل ہو رہی تھی مگر لوکلوس کو اس کی اوباشی، بے حیائی اور قانون شکنی کی زندگی سخت ناپسند تھی اور وہ اپنی نفرت کو چھپا نہ سکتا تھا۔ غرض کتی گوس کے ساتھ اس کی لڑائی ٹھنی ہوئی تھی۔ اسی طرح ایک اور بازاری مقرر کوان تیوس جو سیلا کے آئین کو توڑنے اور بدنظمی پھیلانے کے کام کر رہا تھا، اسے لوکلوس نے خانگی طور پر سمجھایا بجھایا اور سرکاری طور پر تنبیہ کرکے ان حرکتوں سے باز رکھا اور اس طرح ایک بڑے فتنے کی شروع ہی میں روک تھام کر دی۔

انھی ایام میں سلی ہشیہ کے والی نے وفات پائی اور بہت سے لوگ اس عہدے کے خواہش مند اور کتی گوس کی چاپلوسی میں مصروف ہوئے کہ اسی کے ذریعے ان کی مطلب براری ہو سکے گی۔ لوکلوس کی نظر میں یہ صوبہ کچھ بہت اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن کپادوسیہ سے متصل ہونے کے باعث یہ یقینی تھا کہ وہیں کے والی کو شاہ میت ری داتس کے خلاف جنگ میں سپہ سالار بنایا جائے گا۔ پس لوکلوس نے انتہائی کوشش کی کہ یہ صوبہ اسے تفویض کر دیا جائے اور اسی سلسلے میں وہ کارروائی کی جو اصولاً بہت اچھی اور لائق تعریف نہ تھی مگر ضرورتِ وقت نے اسے جائز و کارآمد بنا دیا تھا۔ ہوا یہ کہ ان دنوں رومہ میں ایک عورت رہبری سیہ اپنے حسن و ذہانت کی بدولت بہت مشہور ہو گئی تھی اگرچہ اور اعتبار سے اس میں اور معمولی رنڈی میں کچھ فرق

نہ تھا۔ یہ عورت اپنے دوستوں کے کام نکالنے اور سعی سفارش کرنے میں بھی دریغ نہ کرتی تھی اور اس طرح خود اس کو خوب اثر و اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ اُس نے کتی گوس کو اپنا والہ و شیدا بنا رکھا تھا اور چوں کہ یہ شخص سارے شہر پر چھایا ہوا تھا لہٰذا کہنا چاہیے کہ اس کے اثر و اقتدار بھی پری سیہ کی چٹکی میں آگئے تھے کوئی بڑا کام کتی گوس کی شرکت کے بغیر نہ ہوسکتا تھا اور اُس کے سب کاموں میں پری سیہ دخیل تھی۔ غرض یہ عورت تھی جس کو تحفے تحائف اور خوشامد سے لوکلوس نے رام کیا۔ (اور سچ پوچھیے تو اُس کے لیے اس سے بڑھ کر کیا تحفہ ہوسکتا تھا کہ جس مقصد کے لیے لوکلوس کوشاں تھا اس میں برابر کی حصہ دار بنائی جائے) چناں چہ کتی گوس بہت جلد اس کا طرف دار بن گیا اور سلی شیہ کا صوبہ اسے دلوانے میں پوری کوشش کی۔ یہ مقصد حاصل ہوگیا تو پھر لوکلوس کو کتی گوس اور پری سیہ کی کچھ ضرورت نہ رہی کیوں کہ میت ری دات کی جنگ میں سب لوگوں نے خود بہ خود اُسی کے حق میں رائے دی جس سے بہتر اس کام کے لیے دوسرا آدمی نہ مل سکتا تھا۔ وجہ یہ کہ پومپی ابھی تک ھسپانیہ میں الجھا ہوا تھا اور متی لوس کی عمر اس عہدے کے لائق نہ تھی۔ اور یہی دو شخص اس سپہ سالاری کے عہدے میں اُس کے حریف و مقابل ہوسکتے تھے اس کے شریک عہدہ کوتا کو بہت بحث مباحثے کے بعد مجلس نے بیڑا دے کر بحر مارمورا کی طرف بھیج دیا کہ بتھی نیہ کی حفاظت کا کام انجام دے۔

لوکلوس نے ایک لشکر براہ راست روما سے لیا اور ایشیا پہنچ کر وہاں کی فوجوں کی قیادت بھی اپنے ہاتھ میں لی جن کے سپاہی اوباشی اور زناکاری کے باعث بالکل ناکارہ ہو چکے تھے اور ان میں فیم بریا والے جوان بھی شامل تھے کہ ضبط و نظم کے قطعی معدوم ہو جانے سے اُن کو قابو میں رکھنا محال تھا۔ انھی نے پہلے فیم بریا کے حکم سے اپنے سپہ سالار و قنصل فلاکوس کو قتل کیا تھا اور پھر خود فیم بریا کو دغا دے کر سیلا سے جا ملے تھے۔ غرض یہ بالکل سرکش و خود رائے گروہ تھا اگرچہ ان کی جنگ جوئی اور آزمودہ کار جفاکش سپاہی ہونے میں شک نہ تھا۔ لوکلوس نے ان کی دلیری سے کام لیا اور سب کو ضابطے کا پابند بنا دیا اور پہلی مرتبہ انھیں معلوم ہوا کہ صحیح معنی میں قائد و حاکم کیسا ہوتا ہے۔ حال آں کہ سابق میں اُن کی خوشامد درآمد کی جاتی تھی اور وہ حکم پر کام کرنے کی بجائے فقط اپنی خوشی سے جب اور جس کے ساتھ چاہتے، لڑتے تھے۔

دشمن کے جنگی ساز و برگ کا حال یہ تھا کہ پہلی مرتبہ میت ری دات سوفسطائیوں کی طرح شیخیاں ہانکتا اور اکڑتا ہوا ایک گھٹیا فوج مقابلے میں لایا جو نمائش میں اچھی اور کام کرنے میں ہیچ تھی۔ اسے بُری طرح شکست ہوئی تو اُسے سبق ملا اور دوبارہ اس نے تعداد میں کم لیکن کارآمد فوج مرتّب کی۔ یہ اُتنی بڑی اور مخلوط نہ تھی جس میں طرح طرح کی جنگی قومیں مختلف بولیوں میں شور مچاتی اور سونے چاندی کے زیور پہنے آتی ہوں جن سے حملہ آوروں کو تو تحریک و ترغیب ہوتی تھی مگر پہننے والوں کے لیے کوئی حفاظت کا سامان نہ تھا۔ ان

زیوروں کی بجائے اُس نے سپاہیوں کو رومیوں کی مثل چوڑے تیغوں
اور بھاری ڈھالوں سے مسلح کیا۔ گھوڑے بھی شاندار نظر آنے والوں
کی بجائے اچھا کام کرنے والے چھانٹے۔ ایک لاکھ بیس ہزار پیادوں کو
رومی پرے (= فے لانش) کی صورت میں پیوستہ صفوں میں جمایا اور
سولہ ہزار سوار کے علاوہ کم سے کم سو رتھیں تیار کیں جن کے پہیوں
میں درانتیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح بتھی نیہ پر جو بیڑا لے کر
چلا اس کے جہازوں میں بھی اب مرصع حجرے اور حمام اور زنانہ بناؤ
سنگار کے سامان کی بجائے تیر و تلوار وغیرہ جنگی اسلحہ کے مخزن تھے۔
بتھی نیہ ہی نہیں سرساحل ایشیا کے تمام علاقوں میں لوگوں نے
اس کا خیر مقدم کیا بلکہ نجات دہندہ سمجھا کیوں کہ رومہ کے سود خوار
مہاجنوں اور ظالم متاجروں کے ہاتھ سے وہ سخت مصیبت میں مبتلا تھے۔
چناں چہ لوکلوس نے بھی کچھ عرصے بعد اِن کو، جو ڈائنوں کی طرح
لوگوں کا مایہ حیات ہضم کر جاتے تھے جبراً نکال دیا۔ فی الوقت بھی انھیں
تنبیہ کی اور جس حد تک ممکن تھا، اُن کو اعتدال سے کام لینے پر
آمادہ کیا کہ مبادا وہاں کی ساری بستیاں دشمن سے نہ جا ملیں جس کا
جگہ جگہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

جس وقت لوکلوس انتظام اور اصلاحات میں مصروف تھا۔
کوتا نے موقع مناسب سمجھ کر میت رادا تس سے تیغ آزمائی کی
ٹھان لی۔ تاکہ فتح کا سہرا بلا شرکت خود اُس کے سر رہے۔ اُسے اپنے
کامیاب ہونے کا پورا یقین تھا مگر بحری اور بری دونوں معرکوں میں
شکست کھائی۔ ساٹھ جہاز آدمیوں سمیت، اور چار ہزار پیادہ سپاہی

ضائع کرائے اور خود کال سی دوں میں پناہ لی اور محصور ہوکر انتظار کرنے لگا کہ لوُکلوُس آکر اس مصیبت سے نجات دلائے۔ اس موقع پر ایسے مشیر بھی تھے جو چاہتے تھے کہ لوُکلوُس، کوتا کو اُس کے حال پر چھوڑ کر خود میت ری داتس کی مملکت پر یلغار کرے کہ وہ غیر محفوظ رہ گئی تھی۔ اور لوُکلوُس فری جیہ تک پیش قدمی کرچکا تھا۔ اس کے سپاہی بھی عام طور پر کوتا کی حرکت سے ناراض ہوکر یہی چاہتے تھے لیکن لوُکلوُس نے ایک عام تقریر میں اُن کو جتایا کہ میں اپنے ایک شہری کو بچانا بہتر سمجھتا ہوں، بہ نسبت اس کے کہ دشمن کے سارے ملک پر قابض ہوجاؤں۔ ارکی لاوس نے جو پہلے میت ری دات کے ماتحت بیوشیہ کا سپہ سالار تھا اور اُس کا ساتھ چھوڑ کر اب رومیوں سے آملا تھا، ہر چند سمجھایا کہ اُس کا اقدام ہی بغیر جنگ سارے پون توس پر قبضہ دلانے کے واسطے کافی ہوگا لیکن لوکلوس نے اس کی نہ سُنی اور جواب دیا کہ شکاری تنکے رندوں کو جنگل میں آزاد چھوڑ کر اُن کے خالی بھٹوں میں شکار کھیلنے نہیں جاتے۔ مجھے اُن سے بھی زیادہ بزدل بننا منظور نہیں ہے۔ اور یہ اعلان کرکے تیس ہزار پیادہ اور ڈھائی ہزار سوار کے ساتھ غنیم سے لڑنے چلا۔ جب دشمن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کا لشکر رومیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ لوُکلوُس بھی اس کی کثرت دیکھ کر حیران رہ گیا اور سوچ کر یہی رائے قائم کی کہ ابھی لڑائی نہ کی جائے بلکہ وقت گزارتے رہیں۔ تاہم جب ماریوس جسے میت ری داتس کی مدد کے لیے سرتوریوس نے ہسپانیہ سے فوج دے کر بھیجا تھا، مقابلے میں نکلا اور مبارزطلبی

کی تو لوکلوس کو بھی جنگ کی تیاری کرنی پڑی۔ لیکن عین لڑائی سے پہلے یکایک آسمان کھل گیا اور ایک چمکتی چیز حریف فوجوں کے درمیان گری جس کی شکل سور کے سر کی اور رنگ پگھلی ہوئی چاندی جیسا تھا۔ اس خرقِ عادت اور ناگہانی واقعے پر دونوں فوجیں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ یہ عجیب و غریب واقعہ فریجیہ میں اوٹریا[1] کے قریب ہوا۔ اس کے بعد لوکلوس کے خیال میں آیا کہ اتنی بڑی فوج کو جو میت ری دات کے پاس جمع ہو گئی ہے، بڑے سے بڑا خزانہ اور کوئی انسانی قوت زیادہ عرصے تک میدانِ جنگ میں مجتمع نہیں رکھ سکتی اور کئی اسیرانِ جنگ سے سوال کر کے بھی وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ چند روز میں غنیم کو اجناس کی محتاجی ہو جائے گی پس فیصلہ کیا کہ اپنی فوج کی ضروریات کا ذخیرہ فراہم رکھے اور دشمن کے لشکر میں قحط پڑنے کا انتظار کرتا رہے۔ ان حالات میں میت ری دات نے بھی یہاں سے ہٹ کر کی ذی کوس والوں پر حملہ کیا جو پہلے ہی بہت کچھ نقصان اٹھا چکے تھے۔ وہ راتوں رات لوکلوس کو خبر ہوئے بغیر اُن کے شہر پر جا چڑھا اور کوہ اوراس تیان پر پڑاؤ ڈالا لوکلوس نے اگرچہ یکایک بڑھ کر لڑنا پسند نہیں کیا مگر اس کے تعاقب میں تھریسی گانو تک آیا جہاں سے ہر طرف راستے اور میت ری دات کے لشکر کو چارہ غلہ وغیرہ جاتا تھا۔ یہاں اُتر کر جب خیمہ گاہ کے دفاعی مورچے تیار ہو گئے تو اس نے اپنے سپاہیوں کو بھی بتا دیا کہ اب

---

[1] واضح رہے کہ یہ دونوں رومی لشکر تھے اور معلوم ہوتا ہو کہ آپس میں جنگ کرنے سے بچنا چاہتے تھے جس کا بعد میں یہ ذہنی سبب بنا لیا گیا۔ مترجم

ہم چند روز میں بغیر خون بہائے فتح حاصل کرلیں گے ۔

میت رِی دات نے کی زی کوس شہر کو ایک طرف مورچہ بندی اور خلیج کی جانب (جو اس شہر اور اصل ساحل کے درمیان تھی) جہازوں سے پوری طرح محصور کرلیا تھا ۔ مگر اہل شہر مقابلے پر اڑے ہوئے تھے اور رومیوں سے وفاداری کی خاطر ہر طرح کی مصیبت جھیلنے کو تیار تھے ۔ البتہ انھیں تشویش تھی کہ لوکلوس کہاں ہے اگرچہ اس کا لشکر دور سے نظر آسکتا تھا مگر وہ پہچان نہ سکے تھے اور خود میت رِی دات کے لشکری اُن سے پکار پکار کے کہتے تھے کہ دیکھو وہ دور لشکر ہمارے ارمنی حلیفوں کا خیمہ زن ہے ۔ اس طرح محصورین کو دشمن کی کثرت سے اور بھی پریشانی تھی اور وہ خیال کرتے تھے کہ لوکلوس آیا بھی تو اُن تک پہنچ نہ سکے گا حتےٰ کہ ارکلاوس نے اُن کے پاس ایک قاصد دمونایش روانہ کیا اور اُس نے انھیں رومیوں کے قریب آجانے کی خبر دی ۔ پھر بھی وہ سمجھے کہ یہ قاصد محض اُن کو تسلی دینے کے واسطے بھیجا گیا ہے لیکن ایک لڑکے نے جو دشمن کی قید سے بچ کر بھاگ آیا تھا ، انھیں اس خبر کا مضحکہ کرتے دیکھا تو اُنگلی کے اشارے سے دکھایا کہ وہ رومیوں ہی کی لشکرگاہ ہے ۔ تب اُن کی جان میں جان آئی ۔ پھر خود لوکلوس نے ایک کشتی میں سپاہی بھر کر وہاں بھیجے اور وہ راتوں رات دشمن کو خبر ہوئے بغیر شہر میں پہنچ گئے ۔

دیوتاؤں کو بھی کی زی کوس کی استقامت خوش آئی اور انھیں طرح طرح کے اچھے شگونوں سے ہمت دلاتے رہے ۔

خصوصاً دیوی پروسرپین کے تہوار پر جب اہلِ شہر کو دستور کے مطابق کالا بچھڑا میسر نہ آیا اور انھوں نے اُس کی بجائے آٹے کا بچھڑا بنا کر قربانی کی تیاری کی تو اصلی بچھڑا جو خلیج کے پار شہر کے دوسرے گلوں کے ساتھ جنگل میں چر رہا تھا، از خود گلہ چھوڑ کر آیا اور تیر کر خلیج پار کر لی اور قربان گاہ پر اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ پھر اسی شب یہ دیوی شہر کے دبیر ارسیں تاگوراس کے خواب میں آئی اور کہا کہ "میں آ پہنچی ہوں اور پونِ توس کے نقارچی کے مقابلے میں لی بیہ کے نفیرچی کو لے آئی ہوں۔ اہلِ شہر سے کہو ہمت باندھے رہیں۔" ابھی اہلِ شہر ان الفاظ کے معنی پر غور ہی کر رہے تھے کہ ایک آندھی نے سمندر میں بڑا تموج پیدا کیا اور بادشاہ کی قلعہ شکن کلیں جن کو نی کونی دس (تھسالوی) کی عجیب و غریب ہنرمندی نے تیار کیا تھا، اور وہ شہر پناہ کے نیچے نصب تھیں، کھڑکھڑانے اور آپس میں ٹکرانے لگیں جو شہر والوں کے لیے بہت اچھا شگون تھا کہ اتنے میں جنوب کی طوفانی ہوا نے اُٹھ کر اس پورے چوبی برج کو جو پاس پاس اور کوئی سو ہاتھ اونچا اُچھال کر بڑے دھماکے سے نیچے گرا دیا۔ کہتے ہیں اُس رات دوسرے مقامات میں بھی منروا دیوی بہت لوگوں کے خواب میں نظر آئی کہ سر سے پانو تک پسینے میں نہائی ہوئی تھی اور ایک جگہ سے اُس کی عبا بھی پھٹ گئی تھی اور لوگوں سے کہتی تھی کہ "میں ابھی کی زی کوس کو محاصرے سے نجات دلا کر چلی آتی ہوں۔" چناں چہ آج تک شہر کے باشندے ایک

یادگاری عمارت کا کتبہ دکھاتے ہیں جس میں اس واقعے کا ذکر مسطور ہے!

میت ری دات کو اپنے سرداروں کی حرام خوری سے کچھ دن تک سامانِ رسد کے ختم ہوجانے کا پتا نہیں چلا۔ وہ حیران تھا کہ کی زی کوس والے اس کے مقابلے میں کیسے اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا جوش اور غصہ یہ دیکھ کر ہوا ہو گئے کہ اُس کے سپاہی قوتِ لایموت کے محتاج اور مردم خوری پر اُتر آئے ہیں۔ کیوں کہ لوکلوس نے جنگ کو محض نمایش اور تماشے ہی کی منزل تک نہیں رہنے دیا تھا بلکہ پُرانی کہاوت کے مطابق پیٹ کو مقامِ جنگ بنایا تھا اور حتی الامکان ان کی رسد رسانی کے وسائل روک دیے تھے۔ آخر اُسے کسی قلعے پر حملہ کرنے میں مصروف دیکھ کر میت ری دات نے اپنے سب گھوڑے، زائد مویشی اور بیمار پیادوں کو تبھی نیہ روانہ کردیا لوکلوس کو رات اپنی واپسی پر یہ خبر ملی تو صبح دم پیادہ و سوار کی معقول فوج لے کر تعاقب میں چلا۔ اگرچہ موسم طوفانی اور برف باری سے سردی کا یہ عالم تھا کہ بہت سے سپاہی چل نہ سکتے تھے۔ تاہم جتنے چل سکے انھی سے وہ رین داکوس ندی کے کنارے دشمن کے سر پر جا پہنچا اور ان کے اتنے آدمی قتل کیے کہ اپولونیا کی عورتیں تک لوٹ مار کرنے اور مُردوں کے کپڑے اُتارنے کے لیے گھروں سے نکل آئیں۔ باربرداری کے بے شمار جانور اور چھ ہزار گھوڑوں کے علاوہ پندرہ ہزار قیدی اُس کے ہاتھ آئے جس سے مقتولوں کی کثرت کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اور ان سب اسیروں کو وہ دشمن کی لشکرگاہ کے سامنے سے لے کر اپنے پڑاؤ پر آیا۔ شاید

اسی کارنامے کی خوشی میں سالوست (مصنف) نے لکھا ہو کہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ رومیوں نے اونٹ دیکھا۔ گویا کہیں پہلے جو لوگ سی پیو کے ساتھ یا حالیہ یونان کے معرکوں میں (ایشیائی افواج سے) لڑے تھے جانتے ہی نہ تھے کہ اونٹ کسے کہتے ہیں؟

اب میت ری دات نے بھاگ جانے کا قطعی ارادہ کر لیا۔ رومیوں کو دوسری طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اُس نے اپنے امیر البحر کو یونان کی جانب بھیجا تھا لیکن چلتے وقت ہی اُس کے ساتھیوں نے دغا دی اور وہ لوکلوس کے ہاتھ آگیا اور وہ دس ہزار اشرفیاں بھی پکڑی گئیں جن کی وہ رشوت رومیوں کو دینی چاہتا تھا اس کے بعد میت ری دات سمندر کے راستے چل دیا اور فوج کا انتظام پیادہ سرداروں کے حوالے کرگیا جن پہ لوکلوس نے گرانی کوس ندی کے قریب یکایک حملہ کیا اور بیس ہزار سپاہی قتل اور بے شمار قید کیے کہا جاتا ہو سپاہی اور بھیڑ کے لوگ جو مارے گئے اُن سب کا شمار قریب قریب تین لاکھ تک پہنچتا ہو۔

پھر لوکلوس سب سے پہلے شہر کی زی کوس میں گیا جہاں لوگوں نے اس موقع کے شایاں، مسرت و شکرگزاری کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ پھر اس نے ایک بیڑا جمع کیا اور سواحل ہلس پونٹ کا گشت لگایا۔ تروآس پہنچ کر وہ زہرہ کے مندر میں ٹھیرا اور وہیں رات کو اسے معلوم ہوا کہ خود دیوی اُس کے پاس آئی اور یہ لفظ کہے: ع

ای شیر نر سوتا ہو تو، اور پاس پھرتے ہیں ہرن!

وہ اُٹھ بیٹھا اور اُسی وقت اپنے دوستوں کو بُلا کر یہ خواب بیان کیا
اُسی لمحے علاقے کے چند باشندے پہنچے اور انھوں نے خبر دی کہ
اکائیہ کی بندرگاہ کے قریب بادشاہ کے ۱۳ پنج طبقہ جہاز
رلم نوس کی طرف جاتے دکھائی دیے ہیں۔ چناں چہ وہ فوراً ان کی
تلاش میں چلا اور سب کو چھین لایا۔ ان کا امیر البحر ایسی دوروس
مارا گیا۔ اسی طرح دشمن کے ایک اور بیڑے پر جو ساحل پر جا لگا تھا
اس نے حملہ کیا اور سخت خوں ریزی اور جدو جہد کے بعد انھیں مغلوب
کرنے میں کامیاب ہوا۔ اسی معرکے میں یک چشم ماریوس جسے
سرتوریوس نے ہسپانیہ سے شاہ میت ری دات کی مدد کے
لیے بھیجا تھا، گرفتار ہوا۔ لوکلوس نے پہلے سے اپنے آدمیوں کو
تاکیدی حکم دے رکھا تھا کہ کسی شخص کو جو یک چشم ہو قتل نہ کیا جائے
مطلب یہ تھا کہ ماریوس جنگ میں مارے جانے کی بجائے لعنت اور
ذلت کی موت مرے۔

میت ری دات کو راستے میں روکنے کی غرض سے اُس نے
ووکونیوس کو بیڑے کا ایک حصہ دے کر آگے بھیج دیا تھا مگر یہ
سردار ساموتھریس میں کوئی مذہبی تہوار منانے اور پروہتوں کی دعائیں
لینے ہی میں وقت ضائع کرتا رہا اور میت ری دات اپنے سارے
بیڑے کو لیے ہوئے اُس کے قریب سے گزر گیا۔ لیکن اس تیز روی
میں ایک بحری طوفان میں پھنسا جس میں اُس کا بیڑا منتشر ہوگیا اور کئی
جہاز ڈوب گئے۔ ان کے شکستہ تختے کئی دن تک قریب کے ساحلوں
پر تیرتے رہے۔ خود بادشاہ جس تجارتی جہاز میں سوار تھا وہ بڑے

ہونے کی وجہ سے اُس تموّج میں کنارے پر نہ لگایا جا سکا بلکہ بھاری ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگا تو میت ری دات نے مجبوراً بحری قزاقوں کی ایک کشتی میں پناہ لی اور قزاقوں کے ہاتھ میں پڑنے کے باوجود محض خوش نصیبی سے اور خلاف توقع بہ خیریت ہراکسالیہ پہنچ گیا جو بحر اسود کے ساحل پر واقع ہے۔

اس طرح لوکلوس نے مجلسِ عمائد کو جو بے نیازی کا جواب دیا تھا وہ صحیح ثابت ہوا۔ جب مجلس نے بیڑا تیار کرنے کی غرض سے کئی لاکھ روپے کی منظوری دی تو اُس نے کہلا بھیجا کہ اس خرچ کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میں صرف حلیفوں کے بیڑے سے میت ری دات کو سمندر سے بھگا دوں گا۔ اور خدائی امداد سے فی الواقع اس نے یہ کام کر دکھایا۔ وہ طوفان بھی جس نے بادشاہ کا بیڑا تباہ کیا، کہتے ہیں کہ وِیانا دیوی کے قہر و غضب ہی سے بحر اسود والوں پر آیا تھا کہ ایک بار یہ لوگ اس کا مندر لوٹ کر دیوی کی مورتی وہاں سے ہٹا گئے تھے۔

اب بہت سے لوگ مشورہ دے رہے تھے کہ لڑائی روک دی جائے مگر لوکلوس نے ان کی صلاح نہ مانی اور بتھی نیہ و گلاتیہ کے ضلع طے کر کے خاص میت ری دات کی مملکت میں داخل ہوا۔ شروع میں سامانِ رسد کی اتنی کمی تھی کہ گلاتیہ کے تیس ہزار باشندے من من بھر کی بوریاں پیٹھ پر اٹھائے لشکر کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ لیکن راستے میں دشمنوں کو زیر کرتا ہوا وہ بڑھے چلا گیا تو بعد ہر قسم کے سامان کی اتنی افراط ملی کہ ایک درہم کو

بیل اور چار درہم کو غلام خرید سکتے تھے۔ اموالِ غنیمت کا کچھ حساب نہ تھا۔ چناں چہ بہت سا اٹھائے نہ اٹھا اور یا رومیوں نے اُسے برباد کر دیا۔ حتیٰ کہ ترموڈن کے میدانوں تک جب وہ صرف تباہی اور تاراجی پھیلاتے ہوئے بڑھے تو خود فوج والوں کو سپہ سالار سے شکایت پیدا ہوئی کہ وہ کہاں تک تی بادیہ اور کالی دِیبہ کے جنگلوں میں ہمیں لے جائے گا اور بڑے بڑے شہر پیچھے چھوڑے جائے گا حالاں کہ ان کی فتح آسان ہی اور اُن کی بے شمار دولت ہمارے ہاتھ آسکتی ہی۔ لوکلوس نے ایسے اعتراضوں کی جو آگے چل کر مخدوش صورت میں ظاہر ہوئے، اوّل اوّل کچھ پروا نہ کی اور یہی جواب دیتا رہا کہ میں خود وقت گزارنا چاہتا ہوں تاکہ میت رِی دات کو فرصت مل جائے اور وہ پھر اتنی بڑی فوج جمع کرلے کہ بھاگنے کی بجائے اُس میں سامنے ٹھیرنے کی ہمت پیدا ہو جائے ورنہ ہم اس کا کتنی دُور تک تعاقب کر سکیں گے کوہستان قاف کا سلسلہ یہاں سے قریب ہی اور ان وسیع پہاڑوں میں ہزاروں بادشاہ جو لڑائی سے بچنا چاہیں، چھپ سکتے ہیں۔ پھر کابی را سے ارمنیہ صرف چند روز کا راستہ ہی جہاں شاہِ شاہاں تیگ رانس حکومت کرتا ہی اور اس کی قوت قاھرہ نے پارتھیہ جیسی سلطنت کو تنگ حدود میں بھینچ دیا ہی۔ وہ یونانی بستیاں اٹھا کر مِسدیہ لے گیا ہی۔ شام و فلسطین کو تسخیر کر چکا ہی اور شاہانِ سلیوکوس کے خاندانوں کا خاتمہ کر کے اُن کی بیویوں اور بیٹیوں پر جبراً قابض ہو گیا ہی۔

میت ری ڈات اس کا عزیز اور خسر بھی ہی اور اپنی حفاظت و امداد کی التجا کرے گا تو لازماً تیگ رانس ہم سے لڑنے پر تیار ہو جائے گا جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میت ری ڈات کا جھگڑا چکانے کی بجائے ایک اور خطرناک دشمن سے اُلجھ جائیں گے جو پہلے ہی ہم سے لڑنے کی فکر میں ہی مگر اب تک کوئی معقول عذر لڑائی کا نہیں تلاش کرسکا اور اِدھر میت ری ڈات پر ہنوز ایسی نہیں بنی ہی کہ وہ اپنے داماد کی مدد لینے کا عار گوارا کرے پس بہتر یہ ہی کہ ہم اسی کی تیاریاں کرکے لڑائی کا موقع بہم پہنچائیں اور مسید و ارمن جنگ آزماؤں سے جنگ مول لینے کی بجائے کول کیہ اور تی بادیہ ہی کے باشندوں سے لڑیں جن کو پہلے کئی بار نیچا دکھا چکے ہیں۔

غرض ان وجوہ سے وہ شہر امی سوس کے سامنے خیمہ زن اور اطمینان سے اُس کے محاصرے میں مصروف ہوگیا۔ البتہ جب موسم سرما ختم ہونے کو آیا تو محاصرہ اپنے نائب مورنا کے سپرد کرکے وہ میت ری ڈات سے پھر لڑنے چلا جو کاپی ڈاہیں چالیس ہزار معتمد علیہ پیادہ اور چودہ ہزار سوار کی فوج لیے رومیوں کے اُدھر آنے کا منتظر تھا۔ اُس نے رود لی کوس اتر کر سواروں کے پہلے معرکے میں رومیوں کو شکست بھی دی۔ اسی موقع پر پوم پی نیوس، ایک سربرآوردہ رومی زخمی ہوکر اسیر کیا گیا اور بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اگر تمھاری جاں بخشی کی جائے تو کیا تم بادشاہ کے رفیق ہو جاؤ گے؟ رومی سردار نے جواب

دیا، ہاں اگر تم رومیوں سے صلح کر و۔ ورنہ میں دشمن رہوں گا۔"
میت ری دات کو حیرت ہوگئی مگر اس نے پوم پی نیوس کے
ساتھ کوئی سختی نہیں کی۔

میدانوں پر دشمن کا قبضہ ہوگیا تو لوکلوس کے قریب کے
پہاڑوں میں اپنی فوج لے جاتے ہوئے، تردد ہوا کہ وہ بہت وسیع
تھے اور ان پر دشوار گزار گھنے جنگل کھڑے تھے۔ مگر تقدیر کی یاوری
سے چند یونانی جنھوں نے ایک غار میں پناہ لے رکھی تھی، پکڑے
ہوئے آئے اور انھوں نے اُسے راتوں رات ایک ایسے قلعے تک
پہنچا دیا جو خود محفوظ و بلند اور کابی را اُس کے زیرِ قدم تھا کہ جب
چاہیں وہاں سے اُتر کر دشمن پر حملہ کر سکتے تھے۔ چند روز تک فریقین
میں سے کسی نے جنگ کی ابتدا نہیں کی اور ایک مرتبہ چند رومیوں نے
ایک شاہی ٹولی پر (جو بارہ سنگھے کا پیچھا کرتی ہوئی آگے بڑھ آئی
تھی) حملہ کیا اور پھر خود مغلوب ہوکر اپنے پڑاؤ کی طرف بھاگے تو
بہت سے رومی دوڑے ہوئے لوکلوس کے پاس گئے کہ ان رفیقوں
کو بچانے کے لیے طبلِ جنگ بجوا دیا جائے۔ لیکن اُس نے یہ سبق
دینے کے لیے کہ آویزش اور خطرے کی حالت میں ایک آزمودہ کار
سپہ سالار کی موجودگی کیا اثر رکھتی ہے، ان درخواست گزاروں کو تو خاموش
کھڑے رہنے کا حکم دیا اور خود نیچے جاکر بھاگنے والوں کو للکارا
کہ ٹھیرو اور پلٹ کر میرے ساتھ دشمن سے ملاقات کرو۔ چناں چہ وہ
رُکے اور پھر مجتمع ہوکر مقابلے میں ڈٹ گئے اور آسانی سے حریف
کو اُس کے پڑاؤ تک بھگاتے ہوئے لائے۔ پھر بھی لوکلوس نے

واپس آکر ان سپاہیوں کو وہ سزا دی جو فراریوں کے لیے مقرر ہو یعنی کوٹ کے بند کھول انھیں بارہ ہاتھ گہری خندق کھودنی پڑی اور باقی فوج کھڑی انھیں دیکھتی رہی۔

میت ری دات کے لشکر میں دن داری قوم کا سردار اول تاکوس نامی، جسمانی طاقت اور بہادری میں امتیاز رکھتا تھا، اس کی رائے صائب اور گفتگو پُر لطف و دل کش ہوتی تھی۔ اس کی نیم وحشی قوم کا وطن جھیل میوتیس کی حوالی میں تھا اور اول تاکوس کے دل کو لگی رہتی تھی کہ اپنے ہم وطن سرداروں سے بڑھ کر کارنمایاں کر دکھائے اسی جذبۂ رقابت کی بہ دولت اس نے بادشاہ کے سامنے بیڑا اٹھایا کہ لوکلوس کو جان سے مار دے گا۔ میت ری دات یہ عزم دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور باہمی قرار داد کے مطابق ظاہر میں اول تاکوس پر ناراض ہوکر اس کی کچھ تذلیل و توہین کی تب وہ گھوڑے پر سوار ہوکر لوکلوس کے پاس بھاگ آیا جہاں مشہور و ممتاز سردار ہونے کی وجہ سے اس کی خاطر مدارات کی گئی۔ چند روز اس کی دانائی اور استقامت کا امتحان کرنے کے بعد لوکلوس نے اسے اپنا ندیم و ہم پیالہ بنالیا۔ پھر موقع سمجھ کر ایک دن اس نے نوکروں سے کہا کہ میرا گھوڑا لشکر گاہ کے باہر تیار رکھا جائے اور خود سپہ سالار سے ملنے گیا۔ یہ عین دوپہر کا وقت تھا اور سپاہی کھانا کھا کے آرام لے رہے تھے۔ اول تاکوس نے رومی سپہ سالار کے مزاج میں جو درخور حاصل کرلیا تھا۔ اس کی بنا پہ یقین تھا کہ کوئی اسے لوکلوس کے پاس جانے میں مانع نہ ہوگا

خصوصاً جب کہ وہ بہت ضروری کام کے حیلے سے ملنا چاہتا تھا۔ اور بے شبہ اُسے اجازت مل جاتی۔ مگر نیند جس نے بہت سے سپہ سالاروں کی جان لی ہوگی، لوکلوس کی جان بچانے کا سبب بن گئی یعنی خواب گاہ کے ایک پہرہ دار نے دروازے پر اولتاکوس کو روک دیا اور کہا کہ سپہ سالار بہت دیر تک دیکھ بھال اور کام کرنے کے بعد ابھی آرام لینے کے لیے ذرا لیٹ گیا ہی اور جب اولتاکوس نے ضد کی کہ نہیں مجھے بہت ضروری کام ہی، ابھی ملنا چاہتا ہوں تو پہرہ دار (منی دموس) کو غصہ آگیا۔ اُس نے کہا "لوکلوس کی صحت و سلامتی سے بڑھ کر کوئی کام ضروری نہیں" اور دونوں ہاتھوں سے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ اب اولتاکوس ڈرا کہ کہیں اصل بھید نہ کھل جائے اور پڑاؤ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو سیدھا میت ری دات کے پاس بے نیل مرام واپس چلا آیا۔ یہ واقعہ بھی اس بات کی نظیر ہی کہ جسمانی علاج کی طرح عمل کا بھی ایک خاص لمحہ ایسا ہوتا ہی کہ یا آدمی کے حق میں مہلک ثابت ہو یا خوش قسمتی سے اُسے بچا لے!

اس کے بعد دومی رسالوں کی جو چراگاہ میں گھوڑے لے گئے تھے، اور پھر ایک بار سامانِ رسد کی فراہمی کے لیے نکلے تھے، میت ری دات کی فوجوں سے آویزشیں ہوئیں مگر دونوں موقعوں پر انھیں شکست اور سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ میت ری دات نے اسے اپنے سرداروں کی ناتجربہ کاری اور معمولی سی ناکامی بتایا لیکن جب دومی سردار اوریانوس اُس کی لشکرگاہ کے سامنے سے

غلہ اور سامانِ غنیمت کی بھرمار ہوئی گاڑیاں لے کر بڑے طمطراق سے گزرا، تو اس بادشاہ کو بڑا صدمہ ہوا اور فوج میں بھی ہراس اور پریشانی پھیل گئی۔ تب یہی فیصلہ ہوا کہ یہاں زیادہ نہ ٹھیرا جائے شاہی ملازموں نے اپنا ساز و سامان چپکے سے لے جانا چاہا مگر دوسروں کو روکتے رہے۔ اس پر سپاہی غضب ناک ہوکر پھاٹکوں پر جمع ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کے نوکروں کو پکڑ کر جان سے مار ڈالا اور سامان لوٹ لیا۔ بادشاہی سردار ڈوری لاوس جو اُس وقت صرف قرمزی لبادہ پہنے تھا، اسی کی خاطر مارا گیا اور ہرمیوس مہنت پھاٹک کے اندر گر گر روندن میں آگیا۔ میت رِی دات کے پاس فوج رکاب تو کیا، کوئی سائیس تک نہیں رہا اور وہ تنہا پڑاؤ سے نکلا تو گھوڑے بھی ساتھ نہ تھے۔ یہاں تک کہ پتولمی خواجہ سرا نے اسے دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ میں پھنس گیا ہو، تو خود اُتر کر اپنا گھوڑا اُسے دیا۔

دشمن کے تعاقب میں رومی دوڑ پڑے تھے اور قریب تھا کہ میت رِی دات کو گرفتار کرلیں۔ اور اس کا ہاتھ نہ آنا کچھ رفتار کی کمی کے باعث نہ تھا بلکہ محض لالچ اور اونا درجے کی حرص نے اُنھیں اُس مال کے حاصل کرنے سے باز رکھا جس کے لیے اتنی لڑائیاں لڑے اور جوکھوں میں پڑے تھے اور لوکلوس فتح کے ثمر سے محروم ہوگیا۔ ہوا یہ کہ وہ گھوڑا جس پر بادشاہ سوار تھا، ہاتھ آجانے کو تھا کہ خزانے کا ایک خچر محض اتفاق سے، یا بادشاہ کے حکم سے بیچ میں چلنے لگا اور تعاقب کرنے والوں نے اسی کو پکڑا اور

اشرفیاں نکالنے لگے۔ پھر لوٹ پر اُن کی باہم لڑائی ہو گئی اور اصل مدعا ہاتھ سے نکل گیا۔ ان کے لالچ ہی نے لوکلوس کو ایک اور نقصان یہ پہنچایا کہ بادشاہ کے محرمِ راز نوکر کالیس ترا توس کو بھی ان سپاہیوں نے اس شبہ پر قتل کر دیا کہ اُس کی ہمیانی میں پان سو اشرفیاں بندھی ہیں۔ حال آں کہ سپہ سالار نے خاص طور پر حکم دیا تھا کہ اُسے حفاظت کے ساتھ پڑاؤ پر لایا جائے۔ ان سب بدعنوانیوں کے باوجود لوکلوس نے اپنے سپاہیوں کو دشمنوں کی لشکرگاہ لوٹ لینے کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد کابی لا اور دوسرے قلعوں میں جو لوکلوس نے فتح کیے بہت کچھ زر و مال ہاتھ آیا۔ کئی قید خانوں میں بادشاہ کے رشتہ دار اور بہت سے یونانی مقیّد تھے اور مدت سے اپنے کو مُردہ سمجھتے تھے، لوکلوس کی مہربانی سے انھوں نے نہ صرف اسیری سے نجات بلکہ گویا نئی زندگی پائی۔

بادشاہ کی ایک بہن نی سا اتھی خوش نصیب قیدیوں میں تھی بہ خلاف اِن کے اُس کی بیویاں اور وہ بہنیں جو فرناکیہ میں بہ ظاہر خطرے سے دُور تھیں، الم ناک موت کا شکار ہوئیں۔ کیوں کہ میت ری دات لشکر چھوڑ کر بھاگا تو اِن کے پاس اپنے خواجہ سرا باکی دِس کو بھیجا کہ مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس شاہی حرم سرا میں اس کی دو کنواری بہنیں، جن کی عمر چالیس برس کی تھی رُک سانا اور اِس تا تیرا، اور یونانی جزائر کی دو بیویاں برنیکہ اور مونی مہ نام کی تھیں۔ مونی مہ کی یونانیوں میں بڑی شہرت تھی کہ ایک

زمانے تک بادشاہ کی ترغیب و تحریص کے اثر میں نہ آئی اور پندرہ ہزار اشرفیوں کا ہدیہ بھی اُسے رام نہ کرسکا۔ لیکن آخرکار شادی کی رسم ادا ہوگئی اور اُسے تاج بھیج کر ملکہ کے نام سے سلامی دی گئی تھی۔ بریں ہمہ وہ مغموم رہتی اور اپنے حُسن کو اکثر کوستی تھی جس کی بہ دولت شوہر کی بجائے قیدی بان اور گھر کے رفیقوں کی بجائے خنگیلوں کا پہرا نصیب ہوا۔ اب وطن سے ہزاروں فرسنگ دُور وہ اصلی خوشی سے محروم ہوکر اُس کے صرف خواب دیکھا کرتی تھی۔ جب باگی دس خواجہ سرا آیا اور ان سب سے کہا کہ وہ جس قسم کی موت اپنے لیے کم تکلیف کی اور سہل سمجھیں، وہ اختیار کریں تو مونی مہ نے اپنے سر کا مکٹ اُتارا اور اُس کی ریشمی ڈوری گلے میں ڈال کر لٹک پڑی۔ لیکن ڈوری ذرا سی دیر میں ٹوٹ گئی تو پکاری "ارے کم بخت، سربند، تو میرا یہ ذرا سا کام بھی نہ کرسکا!" پھر تاج کو زمین پر ڈال کر اُس پر تھوک دیا اور اپنا گلا باگی دس کے سامنے کردیا۔ دوسری ملکہ برفی کہ نے ایک زہر اپنے لیے تیار کیا تھا، مگر اُس کی ماں نے بھی جو قریب کھڑی تھی التجا کرکے اُس میں سے کچھ حصہ پی لیا۔ وہ کم زور تھی۔ تھوڑے زہر نے اُس کا کام تمام کردیا لیکن برنی کہ باقی ماندہ پی کر نہ مرسکی اور ایڑیاں رگڑ رہی تھی کہ باگی دس نے عجلت کے باعث اُس کا گلا گھونٹ دیا۔ کنواری بہنوں میں سے ایک نے تو زہر پیتے وقت بھائی کو بہت گالیاں کوسنے دیے لیکن اس تاتیرا نے کوئی سخت اور ملامت کا کلمہ مُونھ سے نہ نکالا بلکہ بھائی کی تعریف کی کہ خود مصیبت میں ہونے

کے باوجود دوسروں کا خیال رکھا اور اس بات کا انتظام کیا کہ وہ سب شرم اور ذلت اٹھائے بغیر دُنیا سے رُخصت ہو جائیں۔

لوکلوس نیک دل اور نرم طبیعت کا آدمی تھا۔ یہ خبریں سُن کر بہت ملول ہوا لیکن میت ری دات اُس کے "تلاودا" پہنچے سے چار دن پہلے تی گرانس شاہ ارمنیہ کے پاس بھاگ گیا تھا لہذا وہ یہاں سے پلٹ کر کاسدای اور تی بادنی علاقوں میں واپس آیا اور اُن کے سب شہر و قلاع فتح کر کے اپنے ایک سردار اپ یوس کو تی گرانس کے پاس بھیجا کہ میت ری داتس کی تحویل کا مطالبہ کرے۔ خود اُس نے شہر امی سوس کا محاصرہ کیا جو اب تک اپنے امیر کامی ماکوس کے زیر قیادت اَڑا ہوا تھا اور اُس کی اعلا انجنیری کی مہارت اور محاصرے کے نشیب و فراز سے جُزی واقفیت کے باعث رومیوں کو بہت پریشان کر رہا تھا۔ اس مزاحمت کا خمیازہ بھی اُسے بُرا بھگتنا پڑا کیوں کہ لوکلوس نے خلافِ توقع دن کے وقت جب کہ سپاہی آرام کرنے چلے جاتے تھے، شہر پر دھاوا بول دیا اور فصیل کے ایک حصے پر قابض ہو گیا۔ کالی ماک نے یہاں مات کھائی تو خود شہر میں آگ لگا دی جس کا محرک یا تو یہ تھا کہ رومی مالِ غنیمت حاصل نہ کرنے پائیں اور یا یہ کہ وہ آسانی سے فرار ہو سکے۔ چناں چہ جو لوگ جہازوں میں بیٹھ کر نکل گئے ان کی حملہ آوروں کو خبر نہ ہوئی البتہ شہر میں آگ بھڑکتے دیکھ کر وہ اُسے لوٹنے پر تیار ہوئے اور لوکلوس نے ہر چند انھیں روکا مگر وہ باز نہ آئے اور خود بھی بہت سی عمارتوں میں آگ لگا کر شہر کی

تباہی میں حصّہ دار ہوئے۔ دوسرے دن لوکلوس یہ بربادی دیکھنے اندر آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ سیلا کی کامیابی کا میں ہمیشہ خواہاں رہا لیکن آج اُس کی خوش قسمتی پر مجھے ایسا رشک آیا کہ کبھی نہ آیا تھا۔ کیوں کہ اُس نے ایتھنز کو بچانا چاہا تو بچا بھی لیا لیکن میری تقدیر دیکھو کہ اس باب میں سیلا کی تقلید کرنی چاہتا ہوں تو ممّوم یوس کی طرح معطل ہو کے رہ جاتا ہوں۔" پھر بھی جس قدر ممکن تھا شہر کو اُس نے تباہی سے بچایا۔ اور قدرت نے بھی اس کی مدد کی کہ بارش آ گئی اور بھڑکتی آگ فرو ہو گئی۔ پھر اُس نے خود اپنی نگرانی میں شکستہ عمارتوں کی مرمت کرائی اور جو لوگ فرار ہو گئے تھے انھیں واپس بُلا کر پھر شہر میں بسایا اور اس کا بیرونی رقبہ بھی کئی میل تک اور وسیع کر دیا۔

واضح رہے کہ یہ شہر اہلِ ایتھنز کی نو آبادی تھا۔ اسی کے عروج اور بحری اقتدار کے زمانے میں اس کی بنیاد پڑی تھی اور حال میں بھی بہت سے ایتھنزی اریس تیون جابر کے جور و تعدی سے تنگ آ کر یہاں آئے اور انھیں شہری حقوق دیے گئے تھے۔ لیکن اس محاصرے میں اُنھیں وطن سے زیادہ مصائب اٹھانے پڑے۔ ان جدید مہاجرین کو لوکلوس نے کپڑے اور دو دو سو درہم دے کر واپس اپنے وطن کو بھجوا دیا۔ اسی جنگ میں رانیون صرفی قید ہوا تھا جسے رومی سردار مورِنا نے لوکلوس سے بہ منّت مانگ لیا اور پھر غلامی سے آزاد کر دیا۔ اگرچہ یہ بات بھی لوکلوس

کی مرضی کے خلاف تھی کہ ایسے فاضل شخص کو پہلے غلام بنایا جائے اور پھر آزاد کیا جائے ۔ کیوں کہ یہ آزادی دینا بھی گویا اُسے اصلی سابقہ آزادی سے محروم کرنا تھا ۔ مگر اور اکثر امور میں بھی مورِنا اپنے سپہ سالار سے ادنا اخلاق ہی کا سردار ثابت ہوا ۔

اب جنگ سے فرصت مل گئی تھی لہٰذا لوکلوس ایشیا (کوچک) کے شہروں کے انتظام اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے پر متوجہ ہوا جس کا ایک مدت سے یہاں فقدان اور نتیجے میں پورا علاقہ عجیب و غریب مظالم و مصائب کی آماج گاہ تھا ۔ اسے سود خوار مہاجن اور مستاجر اس بُری طرح لوٹ رہے تھے کہ غریب آدمی جوان لڑکے اور باکرہ لڑکیاں فروخت کرنے پر مجبور ہوتے تھے ۔ اور بہت سی شہری ریاستوں کو مندروں کے چڑھاوے اور قیمتی تصاویر و تماثیل نیلام کرنی پڑتی تھیں ۔ آخر میں یہ نوبت آتی تھی کہ یہ بدنصیب خود آزادی بیچ کر قرض خواہوں کے غلام ہوجاتے تھے. مگر کیسی کیسی مصیبتیں اٹھانے کے بعد ؟ ، کہ انھیں زیرِ بندوں سے پٹیا جاتا ، جلتی دھوپ میں کھڑا رکھا جاتا اور سردی میں برف پر برہنہ پا ہنکایا جاتا تھا ۔ غرض ایسے ایسے عذاب دیے جاتے تھے کہ غلامی انھیں بڑی راحت اور نجات معلوم ہوتی تھی اس تمام ظلم و تعدی سے لوکلوس نے تھوڑی ہی مدت میں اس علاقے کو آزادی دلا دی ۔ یعنی سب سے پہلے تو حکم دیا کہ کسی حال میں ایک فی صدی سے زیادہ سود نہ لیا جائے دوسرے سود اگر اصل سے بڑھ جائے تو ساقط کر دیا جائے ۔ تیسرے

سب سے مفید قانون یہ نافذ کیا کہ سادہ سود کی صورت میں تو قرض خواہ مقروض سے اس کی ایک چوتھائی آمدنی تک وصول کر سکتا ہے لیکن سود کو اگر اصل کے ساتھ ملا لیا گیا ہے تو اور کسی آمدنی کا حق دار نہ ہوگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ چار سال کے اندر سب قرضے ادا اور سب اراضی اصلی مالکوں کو واپس مل گئیں۔ سیلا نے جب اس علاقے پر بیس ہزار تیلنت جرمانہ کیا تو ملکی قرضہ کم کرا دیا لیکن رومی محصلوں نے سود در سود کی بہ دولت اب اُسے ایک لاکھ بیس ہزار تیلنت پر پہنچا دیا تھا۔ لوکلوس کے نئے قوانین سے ان لوگوں کو بڑا نقصان پہنچا۔ اور چوں کہ ان کا روما میں بڑا اثر تھا اور وہاں کے بعض اعلا حکام اُن کے مقروض تھے، لہٰذا انھوں نے لوکلوس کے خلاف بہت کچھ ہنگامہ برپا کرایا۔ لیکن وہ نہ صرف ان شہروں کا محبوب تھا جن کو اس نے ان آفتوں سے چھڑایا، بلکہ دوسرے صوبے بھی ایشیا والوں کی خوش قسمتی کو سراہتے تھے کہ اُنھیں ایسا والی ملا۔

اب اپ پوس کلودیوس کی سنیے جسے شاہ تی گرانس کے پاس بہ طور قاصد بھیجا گیا تھا۔ لوکلوس کا برادر نسبتی بھی تھا) شاہی رہ نما اسے بڑے چکر کے راستوں سے لے جا رہے تھے یہاں تک کہ اس کے ایک شامی مولا نے سیدھے راستے کا پتا دیا اور وہ اپنے راہ نماؤں کو چھوڑ کر بہت جلد فرات سے عبور کر گیا شہر انطاکیہ میں اسے شاہی حکم ملا کہ وہیں بادشاہ کا، جو ان دنوں فنیقیہ کی مہم پر گیا تھا۔ انتظار کرے۔ مگر اس قیام کے

زمانے میں بھی کلودیوس نے کئی ملوک و اُمرا کو جو با دلِ ناخواستہ
تی گرانس کے مطیع ہو گئے تھے، اپنا طرف دار بنا لیا۔ اور کئی
مفتوحہ ریاستوں نے بھی اس سے خفیہ مراسلت کی جن کو اُس نے
رومیوں کی امداد کا یقین دلایا مگر تاکید کی کہ ابھی اپنی جگہ خاموش
رہیں۔ یاد رہے کہ ارمنیہ کی حکومت یونانیوں کے حق میں
بڑی جابر تھی، خصوصاً موجودہ بادشاہ" جو اپنی فتوحات سے پھُول
کر یہ سمجھنے لگا تھا کہ دنیا کی ساری نعمتیں نہ صرف اس کی ہیں بلکہ اسی
کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس نے ایک معمولی حیثیت سے ترقی کی
تھی۔ کئی ملک فتح کیے اور پارتھیہ کو ایسی شکست دی تھی کہ اُس
سے پہلے کبھی کسی نے نہ دی تھی اور یونانیوں کو سلی شیہ اور
کپادوسیہ کے علاقوں سے لے جاکر بہت بڑی تعداد میں ملک
عراق میں آباد کیا تھا۔ اسی طرح بادیہ نشین عربوں کو اُن کے
وطن سے لایا اور اپنے قریب بسایا کہ اُن کے ذریعے سے تجارت
کی جائے۔ کئی بادشاہ اس کے جلو میں رہتے تھے۔ خصوصاً چار کو
وہ اپنا نوکر اور اپنا محافظ بنا کے ہمیشہ ساتھ رکھتا جو تخت کے
سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے اور سواری کے وقت اس کے
ساتھ غلاموں کی طرح چُست وردی پہن کر پیادہ دوڑتے تھے۔
سب سے بڑھ کر اُن کا دست بستہ دربار میں کھڑے ہونا غلامی
کی نمایاں علامت تھا اور اس کے معنی یہ تھے کہ ان لوگوں نے
آزادی کو بالکل ترک کیا اور تن بدن کو خدمت کرنے کی بجائے اپنے
آقاؤں کی مار کھانے کے لیے تیار کیا ہو۔ لیکن رومی قاصد

اپ یوس کو یہ نمائشی طمطراق دیکھ کر کوئی حیرت یا گھبراہٹ نہیں ہوئی بلکہ بادشاہ کے سامنے پہنچ کر اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میت ری دات کو لوکلوس کے فاتحانہ جلوس کے لیے حوالے کیا جائے ورنہ تی گرانس کے خلاف جنگ چھیڑ دی جائے گی۔ رومی جوان کی اس بے محابا گفتگو پر تی گراں پیچ و تاب کھائے بغیر نہ رہ سکا حال آں کہ باریاب کرتے وقت چہرے پر مصنوعی تبسم اور خوش مزاجی سے پیش آیا تھا۔ اس کی بے چینی گرد و پیش کے درباریوں پر بھی ظاہر ہوگئی۔ کیوں کہ اُس کی حکومت یا جبر و جور کے زمانے یعنی پچیس سال میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے آزادی سے اس کے سامنے تقریر کی تھی۔ بہ ہر حال اس نے اپ یوس کو جواب دیا کہ میت ری دات کا میں ساتھ نہیں چھوڑوں گا اور اگر رومی حملہ کریں گے تو مقابلہ کیا جائے گا۔" اُسے یہ بھی ناگوار گزرا کہ لوکلوس نے اپنے خط میں اسے شاہنشاہ کی بجائے صرف شاہ تحریر کیا تھا چناں چہ جواب میں اس نے بھی لوکلوس کا لقب "امپراطور" نہیں لکھوایا۔ اپ یوس کو بہت سے قیمتی تحائف دیے گئے۔ اس نے لینے سے انکار کیا لیکن جب مکرر بھیجے گئے تو صرف ایک صراحی لے لی تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ اُس نے ناراضی کی وجہ سے انھیں قبول نہیں کیا۔

اس وقت تک تی گرانس نے میت ری دات سے ملاقات نہیں کی تھی ہرچند وہ اس کا قریبی رشتہ دار اور ایک وسیع مملکت کا پناہ گزیں تاج دار تھا۔ بلکہ نظر بندیوں کے طور پر دور ہی دور

ایک غیر صحت بخش دلدلی علاقے میں ذلت کے ساتھ رکھ چھوڑا تھا۔ لیکن اب نمایشی تعظیم و تکریم کے اظہار کے ساتھ اسے طلب کیا اور محل میں تخلیے کی ملاقات کی۔ باہمی رشک و حسد کی شکایتیں رفع دفع کیں اور ناچاقی کا الزام اپنے بعض مصاحبوں کے سر ڈال کر انھیں سزائیں دیں۔ انھی میں ایک یونانی فاضل اور خطیب میت رو دوروس تھا جو اپنی قربت و رسوخ کے باعث میت ری دات کا (منہ بولا) باپ کہلاتا تھا۔ اتفاق سے کچھ دن پہلے وہی تی گرانس کے پاس سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا کہ رومیوں کی جنگ میں مدد کی درخواست کرے۔ تی گرانس نے اُس سے پوچھا کہ تمھاری اس معاملے میں ذاتی رائے کیا ہے؟ تو میت رو دور نے یا تو اپنے بادشاہ کی بدخواہی اور یا تی گرانس کی خیر خواہی سے جواب دیا کہ اگرچہ سفیر کی حیثیت سے میں آپ سے امداد کی درخواست کرتا ہوں لیکن دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ مدد نہ دیں! اب تی گرانس نے یہ قصہ بھی میت ری دانس کو سنایا۔ وہ یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میت رو دوروس کو کوئی سخت نقصان پہنچ جائے گا لیکن یہ اطلاع پاتے ہی میت ری داتس نے اُس کا قصہ پاک کر دیا۔ اگرچہ بعد میں اسے بادشاہ کے کاغذات سے یہ ثابت ہوا کہ وہ پہلے سے اپنے یونانی ندیم سے نفرت کرنے لگا تھا اور اس کی ہلاکت کا حکم لکھ چکا تھا لیکن کچھ شک نہیں کہ اس موقع پر تی گرانس ہی کی گفتگو اس کے قتل کا محرک ہوئی جس پر یہ بادشاہ پشیمان بھی ہوا اور اس کی تجہیز و تکفین بہت شان و شوکت سے کی۔ گویا جس کی زندگی میں دشمنی کی تھی مرنے پر اس کی دوستی کا حق ادا کیا۔

اسی زمانے میں تی گرانس کے دربار کا یونانی خطیب ام فی کراتس
فوت ہوا۔ (جس کا اتھنزی ہونے کی خاطر ذکر کر دینا مناسب ہی)
یہ شخص وطن سے فرار ہوکر دجلے کے کنارے شہر سلیوکیہ میں پہنچا
تو مشہور ہی کہ لوگوں نے اسے وہاں ٹھیرنے اور منطق کی تعلیم دینے
کی درخواست کی۔ اُن کے جواب میں از راہِ تکبر کہنے لگا کہ شیر ماہی
کے لیے اتنی سی طشتری کافی نہیں ہوسکتی! چناں چہ بعد میں تی گرانس
کی ملکہ کل یو پاترا کے پاس چلا آیا جو میت ری دات‌س کی بیٹی تھی۔
یہاں اس پر بعض بدعنوانیوں کا الزام لگایا گیا اور اپنے ہم وطنوں سے
میل جول کی ممانعت کر دی گئی تب اُس نے فاقے کرکے اپنے تئیں
ہلاک کرلیا۔ اس کی تجہیز و تکفین بھی کل یو پاترا کی طرف سے بڑے
تکلف سے کی گئی اور وہیں ایک شہر سافا کے قریب دفن کیا گیا۔

لوکلوس نے امن و عدالت کے قیام کے ساتھ لطف و تفریح
کے اسباب کو بھی فراموش نہیں کیا بلکہ جب وہ اِفی سوس میں مقیم تھا
تو وہاں کی بستیوں کو کھیل تماشے اور کشتیوں کے دنگل دکھا کے خوش
کیا۔ اس کے جواب میں انھوں نے اس کے نام پر لوکلوسی تہوار
منائے جو تمام عزتوں سے بڑھ کر تھے کہ ان سے لوگوں کی سچی محبت
کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی جگہ اپیلوس نے واپس آکر سفارت کا
حال سنایا اور وہ جنگی تیاریوں کے لیے دوبارہ بحرِ اسود کی طرف
گیا جہاں میت ری دات‌س کے حامی سلی سلیہ والوں نے شہر
اِمسوس پر قبضہ جما رکھا تھا۔ جب رومی فوجیں انھیں گھیرنے
وہاں پہنچیں تو انھوں نے بہت سے شہریوں کو قتل کیا اور شہر میں

آگ لگا دی کہ خود رات کو بچ کر نکل جائیں۔ آٹھ ہزار جو پیچھے رہ گئے تھے لوکلوس کی تلوار کا لقمہ بنے۔ پھر شہر کو وہاں کے اصل باشندوں کے حوالے کر کے اس نے رفاہِ عام کی خاص طور پر کوشش کی جس کا بڑا سبب یہ تھا کہ اُس نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سُنا کہ "لوکلوس، آگے بڑھو۔ (بانیٔ شہر) آتولی کوس تم سے ملنے آ رہا ہے" اس خواب کی تعبیر وہ نہیں سمجھ سکا لیکن اسی دن جب وہ سلی سیہ والوں کے تعاقب میں ساحل تک بڑھا تو وہاں اُسے ایک بت پڑا ہوا ملا جسے بھاگئے والے اپنے ساتھ سمندر تک نہیں لے جا سکے تھے۔ اُس وقت کسی نے بتایا کہ یہ آتولی کوس کا بت ہے جو ڈیی ماکوس کا بیٹا تھا اور ڈیی ماکوس وہ شخص ہے جو ہرقل سورما کے ہمراہ جاکر امے زنوں سے لڑا تھا۔ اور جب واپسی میں اس کا جہاز گُم ہو گیا تو وہ چند رفیقوں کے ساتھ اسنوف پہنچا تھا۔ یہ شہر اُن دنوں سیریہ والوں کے قبضے میں تھا اور اساطیر میں انھیں سی روس کی اولاد بتایا گیا ہے جو اپالو دیوتا اور اسوپوس کی بیٹی اسنوف کے بطن سے ہوا تھا۔ غرض یہ قصہ سن کر لوکلوس شہر کی طرف خاص طور سے متوجہ ہوا کیوں کہ اُسے سِیلا کی تنبیہ یاد آئی جس نے اپنی تزک میں نصیحت کی ہے کہ خواب میں جو ہدایت کی جائے اس سے بڑھ کر قابلِ اعتماد کوئی چیز نہیں ہوتی لہذا اُس کے مطابق ضرور عمل کرنا چاہیے۔

جب لوکلوس کو خبر ملی کہ بمبیت ری داتس اور تی گرانس فوجیں لے کر سلی سیہ آ رہی ہیں کہ دو میوں سے پیش تر صوبہ ایشیا میں داخل ہو جائیں تو اُسے حیرت ہوئی کہ ارمنیہ والوں

نے اپنے ہمسائے کی اس وقت کوئی مدد کیوں نہ کی جب کہ وہ خود بڑی قوت اور مملکت کا مالک تھا۔ بہ خلاف اس کے میت ری داتس کی جنگی طاقت کے برباد ہونے اور اس کی جنگ کا خاتمہ ہونے کے اتنے دن بعد وہ ایسے زور شور سے آرہے ہیں کہ گویا مدت کے مرے ہوئے مُردے میں دوبارہ جان ڈال دیں گے۔ اُدھر اس زمانے میں میت ری دات کے فرزند اور بوس فورس کے حاکم مکارس نے اُسے سونے کا تاج نذر کیا جس کی قیمت ایک ہزار اشرفی آنکی گئی، اور رومیوں کی اطاعت قبول کرلی۔ تو بحر اسود کی رہی سہی لڑائی کا بھی گویا خاتمہ ہوگیا اور لوکلوس کو پوری فرصت مل گئی کہ یہاں اپنا نائب مقرر کرکے خود دوسری جنگ کی طرف متوجہ ہو۔ چناں چہ بارہ ہزار پیادہ اور کچھ کم تین ہزار سوار لے کر وہ سست رفتاری سے ان علاقوں میں داخل ہوا جہاں ہر طرف جنگ جُو قومیں آباد تھیں۔ اور ہزار در ہزار سوار فوجیں مقابلے میں لاسکتی تھیں۔ منزلِ مقصود غیر معین اور راستے میں بڑی بڑی ندیاں اور اونچے اونچے پہاڑ تھے جن کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی تھیں۔ رومی سپاہی جن کا نظم پہلے ہی کم زور ہوگیا تھا، بادلِ ناخواستہ بلکہ مخالفانہ انداز سے یہ سفر طے کر رہے تھے اور اسی وجہ سے خود روما میں عوام کے رہ نُما اس کے خلاف چیخ پکار مچا رہے تھے کہ وہ جنگ پر جنگ کیے جاتا ہے جس میں جمہوریہ روما کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ قوم کو خطرے میں ڈال کے ذاتی نفع کماتا اور اپنا جنگی اقتدار قائم رکھنا مقصود ہے۔ آگے چل کر ان لوگوں کو اپنے مقصد میں

کام یابی ہوئی۔ لیکن اس سے پہلے لوکلوس لمبی لمبی منزلیں طے کر کے فرات کے کنارے پہنچ گیا۔ موسم سرما آجانے کے باعث دریا طغیانی پر تھا اور اُسے بڑی فکر ہوئی کہ اگر کشتیاں جمع کر کے پُل بنایا تو بڑی دیر اور دقّت کا سامنا ہوگا۔ بارے شام ہوتے دریا اُترنے لگا اور تمام رات اتنا گھٹا کہ دُور اپنے اصلی کناروں تک چلا گیا اور وہاں کے مقامی باشندوں نے یہ کیفیت دیکھی اور دریا میں جگہ جگہ خشک زمین کی ٹھیکیاں اوپر اُبھر آئیں جن کے درمیان پانی رک کر کھڑا ہو گیا تھا، تو سب آئے اور لوکلوس کے آداب عقیدت بجا لائے جس کے سامنے دریا تک مسکین و مطیع بن گیا اور سہل و سریع راستہ دینے کے لیے پیچھے ہٹ گیا تھا۔ غرض اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی فوج دریا کے پار اتار لایا۔ اور اُدھر پہنچ کر بھی ایک نیک فال یہ دیکھی کہ دی آنا دیوی کے نام پر چُن کی ہوئی ایک گائے از خود آئی اور اسی دیوی سے منسوب چٹان پر کھڑے ہو کر ذبح ہونے کے لیے خود گردن ڈال دی۔ حال آں کہ یہ بچھیا بچھڑے جن کے جسم پر داغ دے کر دیوی کا نشان یعنی ایک مشعل کی شکل بنا دیتے ہیں، جنگل میں چُھٹے پھرتے تھے اور دیوی پر قربانی کے لیے بھی مشکل سے پکڑے جاتے تھے۔ یہ ایرانی دی آنا وہ دیوی تھی جسے فرات پار کے عجمی سب دیوی دیوتاؤں سے زیادہ پوجتے ہیں۔ لوکلوس نے اس گائے کے علاوہ سلامت کے شکریے میں سانڈ فرات پر قربانی چڑھایا اور ایک دن ستا کر پھر منزل بہ منزل سوفین کی طرف چلا۔ راستے میں لوگوں پر خوشی سے فوج کی سربراہی کرتے تھے، اُس نے کوئی سختی

جائز نہ رکھی بلکہ ایک قلعے پر جہاں بہت سا ذخیرہ تھا اس کے لشکری حملہ کرنا چاہتے تھے ، اس نے انھیں روک دیا اور دور سے قلعۂ طارس دکھا کر کہا کہ وہ قلعہ ہی جسے یورش کر کے ہمیں لینا پڑے گا۔ پھر اور منزلیں بڑھا کر وہ دجلے سے پار ہوا اور ملک ارمنیہ کی سرحد میں داخل ہوگیا۔

تی گرانس اس کی آمد سن کر اتنا برہم ہوا کہ پہلے ہرکارے کا جس نے یہ خبر سنائی تھی ، سر قلم کرا دیا تھا۔ پھر دوسروں کو بھی جرات نہ ہوئی کہ اس قسم کی اطلاع دیں۔ چناں چہ بہت دن تک اس کے ملک میں جنگ کے شعلے بھڑکتے رہے اور وہ اپنے مقام پر بیٹھا خوشامدیوں کی باتیں سنتا رہا جو بار بار کہتے تھے کہ لوکلوس اگر ہمارے لشکر گراں کی آمد آمد سن کر ہی افی سوس میں رکا رہے اور صوبۂ ایشیا چھوڑ کر نہ بھاگ جائے تو اسے بڑا جواں مرد سپہ سالار سمجھنا چاہیے۔ حق یہ ہی کہ شرابیں پی کر یا عیش کے زمانے میں دماغ صحیح رہنا فقط غیر معمولی جسم و طبیعت ہی کا کام ہی۔ آخر بادشاہ کے ایک ندیم خاص میت رو بارزن نے ہمت کی اور حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ لیکن اس صاف گوئی کی بھی یہ سزا ملی کہ تین ہزار سوار اور بہت سی پیادہ فوج کے ساتھ لوکلوس کے مقابلے میں اس حکم محکم کے ساتھ بھیجا گیا کہ رومی سپہ سالار کو زندہ پکڑ کر لائے اور اس کی فوج کو پامال کر ڈالے۔ یہ ارمنی لشکر مقابلے میں پہنچا تو رومی اپنے خیمے نصب کر رہے تھے۔ لوکلوس نے ارمنیوں کو روکنے کی غرض سے ایک سردار کو روانہ کیا لیکن

میست رو بارزن اتنا جلد حملہ آور ہوا کہ اُنھیں مقابلہ کرنا پڑا۔ جنگ میں
میست رو بارزن اور اس کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور کچھ بھاگ کھڑے ہوئے
تی گرانس نے یہ سُن کر شہر تی گرانو سرتا جسے خود بڑے پیمانے پر تعمیر کیا تھا، چھوڑ
دیا اور طارس پہنچ کر اپنی فوجیں جمع کیں۔ مگر جاتے ہوئے بھی اس پر مورِنا نے
عقب سے حملہ کیا اور بہت سے آدمی قتل و قید کیے۔ بادشاہ کو بھاری ساز و سامان
چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اور اسی طرح عرب حلیف جو اس کی کمک کو آرہے تھے، اُن کو
سکس تی لیوس نے راستے میں جالیا اور بہت سے آدمی مار ڈالے۔

ان کامیابیوں کے بعد لوکلوس نے بڑھ کر تی گرانو سرتا کا محاصرہ کر لیا۔ اس
میں بہت سے غیر علاقوں کے یونانی اور عجمی آباد تھے جن کے شہروں کو تی گرانس
نے تباہ و تاراج کیا اور ان لوگوں کو جبراً یہاں لے کر آیا تھا۔ یہ بہت دولت مند اور
خوب صورت شہر تھا اور بادشاہ کی دیکھا دیکھی اس کے امیر و غریب سب باشندے اُسے
سجاتے اور اس کی شان بڑھاتے رہے تھے۔ لوکلوس جانتا تھا کہ اپنے بنائے
ہوئے شہر کو بچانے کے لیے تی گرانس ضرور میدان میں آئے گا۔ چناں چہ میست رادانس
کے خط لکھنے اور قاصد بھیج کر منع کرنے کے باوجود وہ میدان میں نکل کر لڑنے پر آمادہ
ہو گیا اور جب میدی اور عرب اور دور دور کے حلیف اور لشکر یہ لشکر روپے کے
لالچ یا فہمایش سے گرد و پیش جمع ہو گئے تو اسلحہ کی جھنکار اور ان وحشیوں کے بلند بانگ
دعاوی نے اس کی ہمت مضبوط کر دی۔ میست ری دانس کے مشورے کی نسبت یہ بدگمانی
کی گئی کہ وہ بادشاہ کی ایک بڑی فتح کی نام وری پانے سے حسد کرتا ہے۔ اُس نے جس قاصد
مسمی ناشیل کو فوج کے ساتھ بھیجا تھا، اسے بھی تی گرانس نے اپنے ساتھ لینا پسند نہیں
کیا اور یہ افسوس کرتا ہوا کہ تمام دو حمی سپہ سالاروں کی بجائے اکیلے لوکلوس سے جنگ
ہو گی، وہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مقابلے میں آپہنچا۔ اس کا غرور کچھ بے جا نہ تھا کیوں کہ

پچاس ہزار سوار جن میں سترہ ہزار زرہ پوش تھے، ڈیڑھ لاکھ مسلح پیادے بیس ہزار تیر و فلاخن انداز اور تیس ہزار سڑک اور پل بنانے اور ضروری خدمات انجام دینے والے جوان فوج میں شامل تھے جن سے اس زبردست لشکر کی شان و قوت اور بھی زیادہ نظر آتی تھی۔ جیسا کہ لوکلوس نے مجلس عمائد کو تحریر کیا اور ان افواج میں بعض باقاعدہ دستے اور صف بستہ پرے بھی تھے مگر باقی بے ترتیب لڑنے آئے تھے۔

جس وقت یہ لشکر طارس سے گزر کر تی گرانو سرتا کے سامنے پہنچا تو محصوروں نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور محاصرہ کرنے والوں کو دھمکیاں دیں کہ وہ ادھر لشکر آپہنچا۔ رومیوں نے باہم مشاورت کی اور ہر چند بعض لوگ چاہتے تھے کہ محاصرہ چھوڑ کر پہلے پوری فوج سے تی گرانس کا مقابلہ کیا جائے لیکن لوکلوس نے مورنا کو چھ ہزار پیادوں کے ساتھ وہیں چھوڑا اور اپنے تیر انداز اور سوار بھی ندی کے کنارے جما کر صرف ۲۴ دستوں سے جن میں کل دس ہزار سپاہی تھے میدان میں آیا جن کی اس لشکر گراں کے سامنے کچھ حقیقت نہ معلوم ہوتی تھی اور وہ واقعی تی گرانس کے مصاحبوں اور مسخروں کی پھبتیوں کا اچھا موضوع تھے۔ چناں چہ خود بادشاہ کو خوش طبعی سوجھی اور اُس نے یہ فقرہ چست کیا کہ یہ لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ سفیر تو نہیں معلوم ہوتے اور کم اتنے ہیں کہ انھیں لشکر کہنا بھی مشکل ہے۔

مقابلے کے وقت بھی جب لوکلوس ندی کا موڑ جلدی طے کرنے کی غرض سے اپنی فوج کو چکر دے کر تیزی سے لے چلا تو تی گرانس سمجھا کہ وہ فرار ہو رہا ہے اور تاشیل سے پکار کر کہا کہ کیوں جی، تم دیکھتے ہو یہ تمھارے اجیت رومی کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟" تاشیل نے جواب دیا ای بادشاہ کاش آپ کے غیر معمولی اقبال سے ایسا ہی ہو لیکن رومی چمکتی ڈھالیں اور کھلے خود اور ایسے اچھے کپڑے پہن کر کوچ نہیں کرتے بلکہ یہ اُن کے دشمن سے بھڑ جانے کی تیاری ہوتی ہے۔" چناں چہ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لوکلوس چکر کھا کے مڑا اور پہلا عقابی پرچم عین سامنے بڑھتا ہوا نظر آیا جس کے ساتھ ساتھ صف بستہ سپاہی چلے آتے

تھے۔ یہ دیکھ کر تی گرانس حیران رہ گیا اور کئی دفعہ گھبرا گھبرا کے پکارا کہ ارے یہ کیا یہ ہم پر حملہ کر رہے ہیں؟ جیسے کوئی متوالا نشے سے ہوشیار ہوتا ہو۔

پھر بڑی گڑ بڑ میں فوجوں نے صف جنگ قائم کی۔ تی گرانس وسط میں تھا۔ میسرے پر اُس کے ادیابنی حلیف اور میمنے پر مسیدی فوجیں تھیں جن کے سامنے مسلح سواروں کا بڑا حصہ تھا۔ بعض سرداروں نے لوکلوس کو ندی پار کرتے وقت مشورہ دیا تھا کہ آج ٹھہر جائے کیوں کہ وہ دن منحوس سمجھا جاتا تھا اور اسی تاریخ کیم بریا والوں سے سی پو نے شکست کھائی اور مارا گیا تھا۔ لیکن لوکلوس نے وہ جواب دیا جو ضرب المثل ہوگیا ہو کہ "میں اسی دن کو رومیوں کے لیے سعد اکبر بنا دوں گا!" یہ اکتوبر کی نومی سے ایک دن پہلے کی تاریخ تھی۔

پھر اُس نے ساتھیوں کو ہمت دلائی اور ندی پار کر کے سب سے پہلے خود دشمن پر حملہ کیا۔ وہ زرہ بکتر پہنے تھے اور اس کی فولادی زرہ کا کنارہ چمک رہا تھا۔ اُس نے تلوار میان سے نکال رکھی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ جلد سے جلد دشمن سے بھڑ جائے اور اُسے دور سے لڑنے کی جس میں ان عجمیوں کو مہارت تھی، مہلت نہ دے۔ پھر یہ دیکھ کر کہ دشمن کے بہترین سپاہی اور مسلح سوار وسط میں جمع ہیں، اس نے اپنے تراکی اور گلیشی رسالے کو حکم دیا کہ غنیم کے بازوؤں پر حملہ کرے۔ اس رسالے کے ہاتھ میں سب سے بڑا ہتھیار اُن کے لمبے لمبے نیزے ہوتے ہیں۔ انھی سے وہ حملہ اور اپنا دفاع کرتے ہیں۔ پھر ایک اونچی کھلی جگہ پر چڑھ کر وہ چلّایا کہ رفیقو! ہم نے مار لیا، دشمن کو مار لیا!

رومی سپاہی اُسے بڑھتے اور بلندی پر چڑھتے دیکھ کر خود بھی تیزی سے بڑھ رہے تھے لیکن زیادہ جانے کی ضرورت نہ پیش کی کیوں کہ خود دشمن کی فوج پہلے تو غل مچاتی آگے بڑھی اور جب رومی برچھیوں میں چھد چھد کر صدہا مارے گئے تو بے حواس ہوکر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور چوں کہ ان کی قطاریں بہت گنجان اور پیوستہ تھیں اس لیے بھاگنے میں ایک دوسرے پر گرے اور بغیر اس کے کہ رومیوں کو کوئی نقصان پہنچا سکیں، ہزاروں قتل ہوئے۔ تی گرانس پہلے چند ساتھیوں کو لے کر فرار ہوا لیکن اپنے بیٹے کو اسی مصیبت میں شریک دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اپنے سر سے تاج اتار کر اُسے دیا اور کہا کہ ہو سکے تو کسی دوسرے راستے سے جان بچا کر نکل جائے۔ مگر اسے تاج سر پر پہننے کی جرات نہ ہوئی اور اپنے سب سے بھروسے کے نوکر کو دے دیا جس نے اسے خود لاکر لوکلوس کے حوالے کیا۔ چناں چہ مالِ غنیمت میں یہ تاج بھی لایا گیا تھا۔

کہتے ہیں ارمن فوج کے ایک لاکھ سے زیادہ پیادے مارے گئے اور سواروں میں سے بہ مشکل چند بچ کے جا سکے۔ بہ حالے کہ رومیوں کے صرف پانچ مقتول اور سو آدمی زخمی ہوئے! اس ترا بو جو دوسرا فلسفی تاریخ نویس ہے، لکھتا ہے کہ ایسے ذلیل غلاموں کے مقابلے میں ہتیار لگاتے بھی" رومیوں کو شرم و عار آتی تھی! لی وی کا قول ہے کہ اتنی غیر مساوی تعداد سے رومی کسی دشمن سے نہیں لڑے تھے۔ کیوں کہ اس جنگ میں وہ ہارنے والوں کا ایک بیسواں حصّہ بھی نہ

تھے! روم کے دانا ترین اور آزمودہ کار فوجی ماہرین بھی لوکلوس
کی بڑی تعریف یہی کرتے تھے کہ اس نے ایسے دو طاقت ور
بادشاہوں کو دو بالکل متضاد طریقوں سے مغلوب کیا: ایک کو تاخیر سے
اور دوسرے کو تعجیل سے۔ یعنی میت ری دات کی فروغ پذیر قوت
کو بہ تدریج اور دیر لگا کر ختم کیا اور تی گرانس کو بہ زورِ عجلت کچل ڈالا
یہ ایسی لاجواب سپہ سالاری کی مثال ہے جس میں تاخیر سے کارگر کامیابی
اور تعجیل سے دیرپا تحفظ کا مقصد حاصل ہو۔

اس آخری جنگ میں میت ری داتس کے بروقت مدد کو نہ پہنچنے
کا بھی ایک سبب یہی تھا کہ وہ سمجھتا تھا لوکلوس پہلے کی طرح توقف
و تامل سے کام لے گا۔ بس وہ اپنی فوج کو اطمینان سے آہستہ آہستہ
لا رہا تھا کہ راستے میں پہلے بھولے بھٹکے ارمن سپاہی نظر پڑے۔ وہ
انھیں دیکھ کر کھٹک گیا تھا کہ ضرور کوئی مصیبت واقع ہوئی کہ پھر مفرور
و مجروح سپاہیوں کے جوق کے جوق ملے اور ان سے شکست کا
حال سن کر وہ تی گرانس کی تلاش میں چلا اور اسے بے یار و مددگار
زبوں و زار حالت میں دیکھ کر کج خلقی سے پیش نہیں آیا بلکہ گھوڑے
سے اتر پڑا اور اپنے مشترکہ نقصان پر غم خواری کی۔ اس کی پاسبانی
کے لیے اپنی فوجِ رکاب اسے دی اور آیندہ کوشش کی ہمت دلائی
چناں چہ پھر دونوں نے مل کر نئی فوج بھرتی کر لی۔ اِدھر شہر
تی گرانوسرتا کے یونانی باشندے عجمیوں سے الگ ہو گئے اور
انھوں نے شہر کو لوکلوس کے حوالے کرنا چاہا۔ چناں چہ وہ شہر میں
داخل ہوا، اور خزانے کے سوا، شہر لوٹنے کی سپاہ کو اجازت

دے دی جس میں لاکھوں اشرفیاں مسکوک اُن کے ہاتھ آئیں۔ ان کی مجموعی قیمت آٹھ ہزار ٹیلنٹ (= تقریباً تین کروڑ روپیہ) تھی۔ اس کے علاوہ آٹھ آٹھ سو درہم بہ طور مالِ غنیمت اس نے اہلِ فوج کو تقسیم کیے۔ نقالوں اور مطربوں سے جنھیں تی گرانس نے اپنے نو تعمیر تماشاگاہ کے لیے دُور دُور سے بلایا تھا، اپنی فتح کے جلسوں میں ناچنے گانے کا کام لیا۔ یونانیوں کو زادِ راہ دے کر اور دوسری قوم کے لوگوں کو بھی جو جبراً گھر چھڑا کر یہاں بسائے گئے تھے، اس نے واپس جانے کی اجازت دی جس نے بہت سی اُجڑی بستیوں کو دوبارہ آباد کر دیا اگرچہ خود یہ شہر ویران ہوگیا۔ پھر انصاف و رحم دلی کی بہ دولت اُسے اور بھی شہرت اور کام یابیاں حاصل ہوئیں جن کا وہ اس لیے بھی آرزومند تھا کہ یہ بغیر سپاہیوں کی مدد کے ذاتی شرافت و فیاضی کا ثمرہ ہوتی ہیں۔ چناں چہ کئی عجمی اقوام اور ریاستوں نے اس کی بلاجنگ اطاعت قبول کر لی۔ گوردی نیہ کا رئیس تی گرانس کے ظلم سے بیزار تھا اور رومی قاصد اپ یوس سے خفیہ وعدہ کر چکا تھا کہ رومیوں سے جا ملے گا مگر اس کا بھید کھل گیا۔ تی گرانس نے اسے قتل کرا دیا تھا۔ لوکلوس نے اسے بھی فراموش نہیں کیا بلکہ اس کے وطن میں جا کر مقتول امیر کی از سرِ نو تجہیز تکفین کی۔ تی گرانس کی شکست میں جو اموالِ غنیمت ہاتھ آئے تھے، انھی سے جنازہ آراستہ کیا اور خود ارتھی میں آگ لگائی۔ مقتول کے ورثہ کو اپنا رفیق اور روما کا حلیف کہہ کر دل دہی کی اور اس کا شان دار مقبرہ بنانے کا حکم دیا۔ اسی امیر (مسمّی زار بئی نوس)

کے محل سے بہت سا سونا چاندی برآمد ہوا اور لاکھوں من غلہ ہاتھ
آیا جسے اس نے اہلِ فوج میں تقسیم کرا دیا اور اس طرح سرکاری روپے
خرچ کیے بغیر جنگ کے مصارف خود جنگ سے پورے کرنے پر
تحسین و آفرین حاصل کی۔

اسی زمانے میں بادشاہ پارتھیہ (= فارس) کی سفارت
لوکلوس کے پاس پہنچی اور اتحاد و وفاق کا پیام لائی۔ اُس نے
اسے خوشی سے قبول کرلیا اور جواب میں اپنے سفیر وہاں بھیجے
مگر اُن کو معلوم ہوا کہ پارتھیہ کا بادشاہ مختلف رائے کا آدمی ہے
اور ساتھ ساتھ تی گرانس سے بھی خفیہ معاملہ کر رہا ہے کہ اگر عراق
حوالے کردیا جائے تو وہ خود ارمنیہ کا معاون ہوجائے گا۔
لوکلوس کو یہ علم ہوا تو اس نے ارادہ کرلیا کہ میت ری دات و
تی گرانس کو چھوڑ کر جو مغلوب ہو چکے ہیں، پارتھیہ سے تیغ آزمائی
کرے اور اس طرح ایک ہی جنگی موج میں اُسے بھی بہالے جائے
کہ دنیا کی تین سب سے بڑی طاقتوں کو مفتوح کرنے کی جاودانی
شہرت اُسے نصیب ہو اور بہترین پہلوانوں کی مثل وہ یکے بعد
دیگرے تین بادشاہوں کو پچھاڑنے کا نام پائے۔ چناں چہ اُس
نے اپنی فوجیں ساحلِ اسود سے یہیں (گوروی نیہ میں) طلب
کیں لیکن وہاں کے رومی سپاہی جو پہلے ہی مضطرب اور بے ضابطہ
ہو رہے تھے اب علانیہ سرکشی پر آمادہ ہوگئے۔ تہدید و ترغیب
کوئی چیز انھیں راہِ راست پر نہ لاسکی اور انھوں نے وہیں
سے گھروں کو چلے دینے کی دھمکیاں دیں۔ ان خبروں نے لوکلوس

کے ساتھی سپاہیوں پر بہت بُرا اثر کیا کہ دولت اور مالِ غنیمت پاکر وہ خود ہی عیش طلب ہوگئے تھے۔ سرتابی کرنے والوں کا انحراف سُن کر انھوں نے بھی کہنا شروع کیا کہ ہم جس قدر خدمت انجام دے چکے ہیں اُس کے عوض میں اب رخصت پانے اور آرام دیے جانے کے مستحق ہیں۔

غرض یہ اور اس سے بھی بدتر کلمات سُن کر لوکلوس نے پارتھیہ پر حملہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور عین گرمی کی شدت میں دوبارہ تی گرانس سے لڑنے روانہ ہوا۔ کوہستان طارس کے اوپر سے گزرنے کے بعد اسے ہرے کھیت نظر آئے تو حیرت ہوئی کہ اس علاقے میں سرد ہواؤں سے موسم سرما کو کس قدر طول ہو جاتا ہی۔ تاہم وہ آگے بڑھے گیا اور دو تین مرتبہ جب ارمنی فوجوں نے مقابلے کی ہمت کی تو انھیں شکست دے کر بھگا دیا۔ اُن کے دیہات میں آگ لگا دی اور تی گرانس کی فوجوں کے واسطے جو رسد فراہم کی گئی تھی اُسے لوٹ کر دشمن کے لیے وہ دشواریاں پیدا کردیں جن کا خود رومیوں کو اندیشہ تھا۔ اس کے اشتعال دینے کے باوجود تی گرانس کو مقابلے میں نکلنے کی جرات نہ ہوئی یہاں تک کہ لوکلوس اور شمال کی طرف چلا اور تی گرانس کے خاص بادشاہی شہر ارتاش تا پر فوج کشی کی جہاں اس کے بیویاں بچے رکھے گئے تھے۔ روایت کی جاتی ہی کہ جب رومیوں نے ان تیوکوس کو شکست دی تو ہنی بال (جو اس کے ہاں پناہ گزیں تھا) ارمنیہ کے بادشاہ ارتاشاس کے پاس آیا اور دوسرے مفید مشوروں کے علاوہ اس مقام پر ایک نیا

اور لائق مثال شہر بنانے کی صلاح دی - یہ جگہ ان دنوں خالی پڑی تھی مگر قدرتی وسائل و مناظر کے اعتبار سے بہت عمدہ تھی۔ بادشاہ نے ہنی بال کے ساتھ اس کا معائنہ کیا اور اس کے خاکے کو پسند کرکے اپنے نام پر یہ عالی شان شہر تعمیر کیا اور اسے ارمنیہ کا پائے تخت بنا لیا۔

جیسا کہ لوکلوس کا خیال تھا، تی گرانس اس شہر کو بغیر مدافعت نہ چھوڑ سکا اور کچھ فاصلے پر ارسانیاس ندی کے کنارے اس نے رومیوں کا راستہ روکا۔ لیکن اس لڑائی میں بھی اس کے ماردی تیر انداز اور ای بری نیزہ بردار جن پر اسے بہت بھروسا تھا کوئی کارنمایاں نہ دکھا سکے اور دُور سے ہی رومی رسالوں سے ہشت مشت کرتے رہے اور پیادہ دستوں کے پہنچتے ہی پھٹ کر دائیں بائیں بھاگ نکلے۔ اس میدان میں جو تین بادشاہ موجود تھے ان میں سب سے زیادہ بُز دلی میت ری داتس نے دکھائی جو رومیوں کے جنگی نعروں کی بھی تاب نہ لایا اور شرمناک طریق پر بھاگ کھڑا ہوا۔ رومیوں نے دُور تک تعاقب کیا اور تمام رات قتل و قید کرتے اور زر و اسباب لوٹتے رہے یہاں تک کہ اکتا گئے۔ لی وی نے لکھا ہو کہ اگرچہ اس جنگ میں پہلی جنگ کے برابر آدمی نہیں مارے گئے۔ نہ اتنے قیدی رومیوں کے ہاتھ آئے لیکن قتل اور اسیر ہونے والے پہلی جنگ کی نسبت زیادہ بڑے مرتبے کے لوگ تھے۔

اس فتح نے لوکلوس کے حوصلے بڑھا دیے اور وہ پورا ملک تسخیر کرنے کے ارادے سے آگے بڑھنے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا کہ

خلافِ توقع موسمِ سرما اور برف و باراں کے طوفان شروع ہو گئے
صاف دنوں میں بھی پالا اور ایسی یخ جمنے لگی کہ گھوڑوں کو پینے
کے لیے پانی میسر نہ آتا تھا اور برف پر چلنے میں اُن کے ٹخنے پھٹے
جاتے تھے۔ راستے میں پہاڑی دروں اور جنگلوں سے گزرنے میں وہ
دن کو برف و شبنم سے بھیگ جاتے اور راتیں بھی نہایت سرد و
مرطوب ہوتی تھیں۔ سپاہی بہت دن تک لوکلوس کے ساتھ چلتے
رہے لیکن پھر اُن میں بددلی بڑھنے لگی۔ پہلے اپنے پنچوں کے ذریعے
انھوں نے سپہ سالار کی منت سماجت کی اور اس کے بعد رات رات
بھر ڈیروں میں غل شور مچانا شروع کیا جو فوج کے بگڑ جانے کی نمایاں
علامت تھی۔ لوکلوس نے بہت سمجھایا کہ کم سے کم اتنے دن صبر
کریں کہ ارمن کارتھیج (قرطاجنہ) پر قبضہ ہو جائے اور دولتِ
رومہ کے سب سے بڑے دشمن یعنی ہنی بال کی یادگار خاک میں ملا
دی جائے لیکن جب کسی طرح اُس کی بات نہ چلی تو وہ انھیں واپس لے
چلا اور طارس کو ایک دوسرے راستے سے عبور کر کے میگ دونیہ
کے گرم و ثمردار علاقے میں آگیا جس کا بڑا شہر عجمیوں میں نسی بیس
اور یونانیوں میں میگ دونی انطاکیہ کہلاتا تھا۔ یہاں کا والی
تی گرانس کا بھائی گوراس اور اس کا مشیر وہی کالی ماکوس تھا
جس کی فنی مہارت شہر امی سوس میں رومیوں کو کافی پریشان
کر چکی تھی۔ بہ ایں ہمہ لوکلوس نے اس کو ہر طرف سے گھیر کر چند
روز میں شہر چھین لیا اور گوراس جس نے اطاعت قبول کر لی تھی
اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا لیکن کالی ماکوس کی جانب التفات

نہ کی حال آں کہ وہ خفیہ دفینوں کا پتہ دینے کے وعدے کر رہا تھا۔ مگر لوکلوس نے اسے طوق و سلاسل میں قید رکھنے کا حکم دیا کہ شہر امی کوس کو آگ لگانے کی سزا دی جائے۔ کیوں کہ اس آتش زنی سے رومی سپہ سالار کا یہ شوق خاک میں مل گیا تھا کہ وہاں کے یونانیوں کو اپنے لطف و عنایت سے ممنون کرے۔

یہاں تک تو تقدیر لوکلوس کا ساتھ دیتی رہی لیکن پھر، جیسے ہوا کا یکایک رخ پلٹ جاتا ہے۔ اس کے سب کام بے نتیجہ اور خلافِ مراد ہونے لگے۔ اس کی ذاتی لیاقت اور استقامت میں بے شبہ فرق نہیں آیا مگر سپاہ کے برگشتہ ہوجانے اور قابو میں نہ آنے سے، نئی کامیابیاں ایک طرف، جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ بھی ہاتھ سے نکل جانے کا خوف پیدا ہوگیا۔ فوج کی بددلی کا ایک سبب تو یہ تھا کہ وہ عام سپاہیوں میں ہر دل عزیزی حاصل کرنے پر مطلق مائل نہ تھا بلکہ ان کے مطالبات ماننے کو اپنی سپہ سالاری میں بے جا مداخلت تصور کرتا تھا، دوسرے اپنے ماتحت سرداروں سے بالکل میل جول نہ رکھتا تھا بلکہ انھیں اپنے مقابلے میں بہت گھٹیا اور ہیچ سمجھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دوسرے عمدہ اوصاف کے ساتھ لوکلوس میں یہ بڑے عیب تھے۔ حال آں کہ اس کی ذاتی وجاہت، اصابتِ رائے اور مجلس یا لشکرگاہ میں فصاحتِ تقریر کا سب کو اعتراف ہے۔ سالوشت لکھتا ہے کہ سپاہی اس جنگ کے شروع ہی سے بددل ہوگئے تھے کیوں کہ پہلے کی ذی کوس اور پھر امی سوس میں انھیں مسلسل دو جاڑے گزارنے پڑے۔ ان کے بعد بھی کئی سرما دشمن کے ملک

میں گزرے یا اگر حلیفوں کے علاقے میں رہے تو بھی ڈیروں میں رہنا پڑا کیوں کہ لوکلوس انھیں ایک دفعہ بھی کسی حلیف یونانی شہر کے اندر نہیں لے گیا۔ فوج کی ناراضی کو وکلائے عوام کی تقریریں اور بھڑکاتی تھیں جو وطن میں برابر یہ الزام لگاتے رہتے تھے کہ لوکلوس ذاتی اقتدار و حکومت کی ہوس میں جنگ کو طول دیے جاتا ہے اور سلیشیہ، ایشیا، بتھی نیہ، پاف لگونیہ، سواحل اسود و ارمنیہ کے وسیع علاقوں پر بلا شرکت مسلط ہو گیا ہے۔ حال میں شاہ تی گرانس کا پائے تخت بھی اُس نے لوٹ لیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ دشمن بادشاہوں کو مطیع کرنے کی بجائے ان کا مال چھیننے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک حاکم عدالت کواِن تیوس نے بھی یہی کلمات کہے اور زیادہ تر اسی کے ایما سے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ لوکلوس کی بجائے کوئی اور شخص والی بنا کر بھیجا جائے اور یہ بھی رائے دی کہ اُس کی فوج کے بہت سے سپاہیوں کو فوجی خدمت سے سبکدوش کیا جائے۔

ان سب مخالفتوں سے بڑھ کر جس شخص نے لوکلوس کو بدنام کیا وہ اس کی بیوی کا بھائی کلودیوس تھا۔ خود اس کی بیوی بدچلن عورت تھی اور کلودیوس کی نسبت یہاں تک شبہ کیا جاتا تھا کہ وہ اپنی بہن سے آشنا ہے۔ یہ شخص بھی لوکلوس کے لشکر میں تھا لیکن اُسے کوئی بڑا عہدہ جس کی وہ امید رکھتا تھا، نہیں دیا گیا۔ کیوں کہ جب کبھی ایسا موقع آیا تو وہ اپنی بدچلنی کے باعث محروم رہا۔ اُس نے فیم بری سپاہیوں میں تملق آمیز باتوں سے بڑی

قبولیت حاصل کر لی تھی کہ یہ لوگ پہلے سے خوشامد درآمد کے عادی تھے۔ یہ وہی سپاہی تھے جنھوں نے فیم بریا کی تحریک و ترغیب سے اپنے قنصل فلاکوس کو قتل کیا اور فیم بریا کو اپنا سردار بنالیا تھا وہ پھر کلودیوس کی باتوں میں آ گئے۔ اور جب اُس نے اُن کا ہوا خواہ بن کر یہ کہنا شروع کیا کہ آخر یہ جنگ اور اس کی شقت و مصائب کبھی ختم ہوں گے یا نہیں؟ اور کیا اُنھیں ساری عمر لڑتے اور دُنیا بھر میں آوارہ گردی کرتے گزر جائے گی اور اس تمام جاں کاہی اور سرفروشی کا انعام صرف یہ ملے گا کہ وہ لوکلوس کی گاڑیوں اور اونٹوں کا پہرہ دیتے رہیں جن پر اس کا سونا اور قیمتی ظروف لدے ہوئے ہوں۔ تو وہ اسے اپنا بڑا ہوا خواہ اور غم خوار سمجھنے لگے اور اُس نے اُن کے مقابلے میں پوم پی کی فوج کے حالات بھی سنائے کہ وہ لوگ آرام سے اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ کبھی ہسپانیہ کے جلاوطنوں کو شکست دی، کبھی اطالیہ کے مفرور غلاموں کو زیر کیا اور اس فوج کشی میں بھی سرسبز علاقوں اور شہروں ہی میں رہے نہ یہ کہ میت رِی دات اور تی گرانس کو شہروں سے نکال کر جنگلوں میں ہنکاتے پھر رہے ہیں؟ پھر کلودیوس کہتا تھا کہ اگر ہمیں ساری عمر جنگ ہی کرنا ہو تو کیوں نہ اپنے جسم و جان کو ایسے سپہ سالار (پوم پی) کی خدمت کے لیے وقف کریں جو سب سے بڑی نام وری اسے سمجھتا ہو کہ اپنے سپاہیوں کو مالا مال کر دے؟

اس قسم کی تعلیم و تلقین تھی جس نے فوج کے دل بگاڑ

دیے اور پھر نہ وہ تی گرانس کے تعاقب میں گئے نہ میت ری داتس
کے مقابلے میں نکلے جو اچانک ارمنیہ سے نکل کر اپنے علاقے میں
واپس آگیا اور مفتوحہ شہروں پر دوبارہ قبضہ جما رہا تھا۔ بلکہ سردی کے
بہانے سے گوردینہ میں خالی بیٹھے انتظار کرتے رہے کہ لوکلوس
کی جگہ پوم پی یا اور کوئی سپہ سالار مقرر ہوکر آتا ہوگا۔ حتیٰ کہ
میت ری دات نے فابیوس کو شکست دی اور تری آریوس
کے خلاف بڑھا تو پھر انھیں ضرور شرم آئی اور لوکلوس کے ساتھ
میدان میں نکلے۔ لیکن تری آریوس نے اس کے پہنچنے کا انتظار نہ کیا
اور خود فتح پانے کی ہوس میں لڑکر سخت شکست کھائی جس میں سات
ہزار سے زیادہ رومی مارے گئے۔ ان میں ڈیڑھ سو یک صدی سردار
اور چوبیس تری بیون تھے۔ اور رومی پڑاؤ تک لُٹ گیا تھا۔ چند
روز بعد لوکلوس وہاں پہنچا اور اس نے تری آریوس کو غضب ناک
سپاہیوں سے بچا کر اپنے پاس چھپا لیا۔ پھر وہ میت ری دات سے
لڑنے چلا کہ تی گرانس کے آنے سے قبل اس کا فیصلہ کردے لیکن
فیم بری سپاہی لشکر چھوڑ کر چل دیے اور کسی حکم کا حوالہ دیا جس نے
انھیں خدمت سے سبک دوش، اور یہاں کے صوبے دوسرے والی
کے تفویض کردیے تھے اور اس طرح لوکلوس کو اب انھیں حکم دینے
کا کوئی اختیار نہ رہا تھا۔ اس موقع پر لوکلوس نے ہر قسم کی بات
اپنی شان کے خلاف برداشت کی اور ایک ایک خیمے میں جا کر
سپاہیوں کی خوشامد کی بلکہ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور داد خواہوں کی
طرح بعضوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیے۔ لیکن انھوں نے اس

کے سلام کے جواب میں مونھ پھیر لیے اور خالی تھیلیاں پھینک پھینک کر کہا کہ خود جاکر دشمن سے لڑو کیوں کہ اس کا نفع بھی تنہا تم کو حاصل ہوتا ہے۔ آخر دوسرے سپاہیوں کے سمجھانے بجھانے سے فیم بری اس حد تک رضامند ہوئے کہ گرمیاں گرمیوں اور اس کی قیادت میں رہیں گے اور اگر اس عرصے میں دشمن سے کوئی مقابلہ نہ ہوا تو پھر الگ ہو جائیں گے۔ لوکلوس کو مجبوراً یہ شرط قبول کرنی پڑی ورنہ سارے ملک پر عجمیوں کا قبضہ ہو جاتا۔ پھر ساتھ بھی رکھا تو اس طرح کہ انھیں کسی حکم کا پابند نہ بنایا اور نہ کبھی جنگ میں لاکر لڑایا بلکہ صرف ان کے لشکر میں ٹھیرے رہنے کو غنیمت سمجھا اگرچہ اس عرصے میں تی گرانس اور میت ری دات پھر فتح کے پرچم اُڑا رہے تھے۔ حال آں کہ کچھ مدت ہی پہلے اس نے مجلس عمائد کو اطلاع دی تھی کہ یہ بادشاہ بالکل مغلوب ہو چکے ہیں، اور اسی بنا پر روما سے ایک انتظامی جماعت بھیجی گئی تھی کہ سواحل اسود کا نظم و نسق درست کرے۔ یہ لوگ یہی سمجھ کر آئے تھے کہ یہ سارا علاقہ پوری طرح لوکلوس کے قبضہ میں ہوگا مگر پہنچے تو معلوم ہوا کہ علاقہ ایک طرف اسے خود اپنی فوج میں بھی کوئی اعتبار و اختیار نہیں رہا ہے۔ سپاہیوں کا تمرد یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ گرمیاں ختم ہوتے ہی وہ لشکر گاہ سے مسلح نکل آئے اور ہوا میں تلواریں چمکاتے اور شور مچاتے ہوئے جدھر جی چاہا چل دیے۔ جو لوگ رہ گئے تھے انھیں پوم پی نے خط بھیج بھیج کر اپنے لشکر میں بلا لیا کہ عوام کی عنایت اور ان کے سرگرموں کی خوشامد کرکے وہی اب ایشیائی

افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا تھا۔ اگرچہ مجلس عمائد اور طبقۂ اُمرا اسے لوکلوس کے ساتھ سخت بے انصافی سمجھتے تھے کہ جب وہ کام یابی سے جنگ ختم کر چکا تو اب اس کی فتوحات کا دوسروں کو مفت میں حصہ دار بنایا گیا اور اُسے سپہ سالاری نہیں، بلکہ اپنی نام وری سے محروم کر دیا گیا۔ اس سے بھی بدتر بات یہ کہ اب وہ کسی کو جنگی خدمات کے صلے میں کوئی انعام یا نالائقی کی سزا دینے کے قابل بھی نہ رہا حتی کہ پوم پی نے حکم دے دیا کہ کوئی شخص اس کے پاس نہ جائے اور اس کے اور انتظامی جماعت کے احکام کی بالکل تعمیل نہ کرے۔ چوں کہ اس وقت پوم پی کی فوجی طاقت زیادہ تھی چار و ناچار اُسی کی لوگوں کو اطاعت کرنی پڑی۔ دونوں طرف کے احباب نے ان میں باہمی مصالحت کی بھی کوشش کی اور موضع گلاتیہ میں وہ ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے، دوستانہ صاحب سلامت کی اور ایک دوسرے کو فتوحات پر مبارک باد بھی دی بلکہ پوم پی کے عصا پر جو پھول بندھے تھے اور گرمی سے کملا گئے تھے، ان کی بجائے لوکلوس کے چوب داروں نے تازہ پھول پیش کیے جسے پوم پی کے دوستوں نے فالِ نیک قرار دیا لوکلوس ہی کے کارنامے پوم پی کی سپہ سالاری کی شہرت کا باعث بنیں گے۔ بہ ایں ہمہ ملاقات کسی باہمی تصفیے پر منتج نہیں ہوئی اور وہ اپنی اپنی جگہ واپس ہوئے تو اور زیادہ غیر دوستانہ جذبات دل میں لیے ہوئے گئے۔ پوم پی نے اس کے سب احکام منسوخ کر دیے اور اس کے سپاہیوں کو اپنے لشکر

میں بلا لیا اور جلوسِ فتح کے لیے صرف سولہ سو ، اور وہ بھی ناراض و بددل سپاہی لوکلوس کے پاس چھوڑے ۔ سپہ سالاری کے ایک وصف کی اس میں کمی تھی جس کا سبب خلقی ہو یا مخالف حالات مگر اسی ایک کے نہ ہونے سے تمام دوسری خوبیاں یعنی عقل و استقامت مستعدی ، عدل پسندی وغیرہ کے باوجود وہ اس حال کو پہنچا ورنہ رومی سلطنت کو فرات کی بجائے مشرقِ اقصا تک وسیع کر دیتا۔ کیوں کہ یہاں کی اقوام کو تی گرانس کی فتوحات نے بے کار کر رکھا تھا اور پارتھیہ نے ابھی تک وہ قوت نہیں دکھائی تھی ، جس کا بعد میں کراسوس کو تجربہ ہوا بلکہ اپنی اندرونی اور سرحدی جنگوں ہی سے اتنی مضمحل ہو رہی تھی کہ ارمنیہ کی دست درازی تک بدلہ نہ لے سکتی تھی ۔ اور ایک پہلو سے دیکھیے تو میرے نزدیک لوکلوس نے رومہ کو خود جس قدر فائدہ پہنچایا ، اس سے زیادہ دوسروں کے واسطے سے نقصان کا بھی سبب ثابت ہوا کیوں کہ پارتھیہ کی سرحدوں سے ارمنی شہروں کی جو دولتِ کثیر اور اموالِ غنیمت جن میں شاہ تی گرانس کا تاج بھی تھا ، وہ لوٹ کر لایا اور اپنے جلوسِ فتح میں ان سب چیزوں کی نمایش کی ، تو اسی کو دیکھ کر کراسوس کے دماغ میں یہ ہوا بھری کہ وہ عجمیوں کو ہیچ پوچ اور نرا مالِ غنیمت سمجھنے لگا اور آخر ان کے علاقے میں گھس کر پارتھی تیر اندازوں کا نشانہ بنا ۔ مگر یہ قصہ ہم آیندہ سنائیں گے ۔

لوکلوس وطن واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اس کے بھائی مارکوس پر سیلا کے بعض احکام کی تعمیل کرنے کی بہ دولت مقدمہ چلایا

جا رہا ہی۔ مگر جب اس میں کام یابی نہ ہوئی تو مدعی (میم لوس) نے جو لوکلوس کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا کہ جنگ کو طول دینے اور خود بہت سا مال حاصل کرنے کے باعث وہ کسی اعزاز کا مستحق نہیں ہی۔ اس کش مکش میں امرا اور معززین کو عوام کی بہت منت سماجت کرنی پڑی اور وہ بڑی مشکل سے جلوسِ فتح کی اجازت دینے پر راضی ہوئے۔ یہ جلوس بھی کچھ بہت طویل یا بہت سے سامان پر مشتمل نہ تھا لیکن فلامی نی ذنگل میں آلات و اسلحہ کی جو وہ مغلوب بادشاہ سے چھین کر لایا تھا، اتنی کثرت تھی کہ لوگ دیکھ کر مرعوب ہوئے بغیر نہ رہے اس کے جلوس میں تھوڑے سے زرہ پوش سوار، دس جنگی رتھیں جن میں آرے لگے ہوئے تھے، بادشاہ کے ساٹھ مصاحب اور عہدہ دار، ایک سو دس برنجی نوک کے جنگی جہاز، شاہ میت ری داتس کا ایک چھ فیٹ اونچا طلائی بت، ایک ڈھال جس میں جواہرات جڑے تھے اور قیمتی ظروف و نقود کی بھری ہوئی کشتیاں لوگ لیے ہوئے چل رہے تھے۔ آٹھ خچروں پر طلائی کرسیاں لدی تھیں اور ڈیڑھ سو سے زیادہ خچر سونے اور چاندی کے ۲۷ لاکھ سکوں سے لدے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی تختیوں پر وہ رقوم بھی لکھی ہوئی ساتھ تھیں جو اس نے بحری جنگ کے لیے پوم پی کو دیں اور خزانۂ عامرہ کو بھیجیں اور ساڑھے نو سو درہم فی کس کے حساب سے اپنے سپاہیوں میں تقسیم کی تھیں۔ پھر یہ جلوس فتح نکالنے کے بعد اہلِ شہر و مضافات کی بڑے تکلف سے دعوت کی اور جلسے دکھائے۔

وطن آنے کے بعد ہی اس نے اپنی پہلی بیوی کلودیہ کو جو

سخت بدچلن شریر عورت تھی، طلاق دی اور کاتو کی بہن سروی لیہ سے شادی کی لیکن اس میں بھی سوائے اس کے کہ بھائیوں کے ساتھ ملوث نہ تھی، اور سب کلودیہ کی خرابیاں موجود تھیں۔ کچھ روز کاتو کے ادب سے وہ اس کی بدچلنی اور ناپاک حرکتوں پر صبر کرتا رہا لیکن آخر کار اسے بھی چھوڑ دیا۔ پھر سب کام چھوڑ کر سرکاری معاملات سے بھی بالکل کنارہ کش ہوگیا حال آں کہ مجلس عمائد کو اس سے بڑے بڑے کاموں کی، خصوصاً پومپی کی دراز دستیاں روکنے اور طبقۂ اُمرا کی کارگر حمایت میں کھڑے ہونے کی توقعات تھیں۔ یہ کسی یا تو اُس کو نظر آگیا کہ مملکت کا نظام بگڑ گیا ہے اور وہ مشکلات میں پھنس گئی ہے، اور یا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے وہ آرام و عیش کی طرف مائل تھا اور جو کچھ عظمت حاصل کرسکتا تھا وہ محنت مشقت سے حاصل کر لینے کے بعد اسی میں عافیت سمجھا کہ سابقہ کام یابی پر قناعت کرے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ اس نے بڑی دانش مندی سے کام لیا اور اُن خطروں سے بچ گیا جن میں ماریوس نے پڑکر زندگی برباد کی تھی۔ جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح ماریوس نے اپنی حاصل کردہ شہرت و اعزاز پر قناعت نہیں کی بلکہ بڑھاپے میں بھی ہوس جاہ واقتدار نے اسے نوجوانوں کے خلاف ایک سیاسی جتھا بنانے پر آمادہ کیا اور طرح طرح کے افسوس ناک کام اور ان سے بھی زیادہ افسوس ناک مصیبتوں میں اسے پھنسا دیا۔ اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر سسرو (کاتی لیس کی سازش کے بعد) اور سسی پو (کارتھیج کی فتوحات کے بعد) اپنی آخر عمر میں ملکی معاملات سے دست کش ہو کر گوشہ نشین ہوجاتے تو ان کے حق میں کہیں

بہتر ہوتا کیوں کہ سرکاری خدمات کا بھی دوسری چیزوں کی طرح ایک مناسب وقت
ہوا کرتا ہے اور پہلوانوں کی طرح ارباب سیاست بھی، جوانی اور قوت کا زمانہ گزر جانے
کے بعد بچھڑ جاتے ہیں۔ بہ خلاف اِس قول کے، پومپی اور کراسوس، لوکلوس کے
عیش و اسراف کا مضحکہ کیا کرتے تھے گویا یہ طرزِ معاشرت بھی اس کے سن و سال کے
لیے اسی قدر ناموزوں تھا جس قدر وطن میں ملکی معاملات کی یا پردیس میں جنگی امور کی انجام دہی کرنا۔
اور اس میں تو شک نہیں کہ لوکلوس کی زندگی بھی قدیم کومیڈی کی طرح ہمیں
ابتدا میں سیاست و جنگ اور آخر میں صرف عیش و طرب اور کھانے اور اُڑانے کے شغلوں
کا تماشا دکھاتی ہے۔ میں اُس کی مختلف عمارات، دیوان خانوں، اور حمّاموں کی تعمیر کو
بھی اسی مد میں رکھتا ہوں اور اسی طرح نادر تصاویر و تماثیل کے جمع کرنے کو جن کی فراہمی
میں وہ بے حساب دولت جو میدانِ جنگ سے سمیٹ کر لایا تھا، بے دریغ خرچ کرتا رہا۔
حتّٰی کہ آج بھی جب کہ سامانِ تعیش کی پہلے سے کہیں زیادہ ترقی ہو چکی ہے، لوکلوس کے
باغ سلطنت بھر میں اپنی زیب و زینت کے اعتبار سے نہایت ممتاز ہیں۔ اُس نے
نیپلز میں جو محل بنایا اس کے گرد پہاڑیاں کاٹ کاٹ کر خندقیں اور مچھلیوں کے
تالاب بنوائے اور وسطِ بحر میں عیش گاہیں تعمیر کی تھیں۔ انھی عمارات کو دیکھ کر رواقی
حکیم توبرو نے اُسے "چغہ پوش زرکسیز" کا خطاب دیا تھا۔ اسی طرح توس کولم
میں اُس نے اعلا درجے کی نشستیں، چمنستان اور ٹہلنے کے سقیفے اور وسیع جھروکے
رہنے کے لیے بنوائے تھے۔ پومپی انھیں دیکھنے آیا اور یہ تنقید کی کہ گرمیوں میں
بے شک یہ مکان بہت آرام کا رہے گا لیکن سردیوں میں یہاں کوئی ٹھیرنے کا
خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا، تو لوکلوس نے مسکرا کر جواب دیا کہ کیا تم مجھے قاز و حواصل
سے بھی زیادہ بے سر و برگ سمجھتے ہو کہ میں تبدیلِ موسم کے ساتھ اپنا مکان نہیں بدل
سکوں گا؟" ایک مرتبہ کسی عہدہ دار نے جو لوگوں کے لیے بڑے اہتمام سے نمائش کی

تیاریاں کر رہا تھا لوکلوس سے پورے طائفے کے لیے کنا ڈیز کے لبادے مانگے۔ اس نے کہا میں مکان میں جاکر دیکھوں گا اور دوسرے دن دریافت کرایا کہ کتنے درکار ہوں گے معلوم ہوا کہ سَو کافی ہوں گے تو اس نے کہلا بھیجا کہ آپ اس سے دُگنے لے جائیے۔ اسی پر ہوریس شاعر نے کہا ہے کہ وہ مکان گھٹیا ہے جس کے اندر، نظر آنے والے سازو سامان سے زیادہ، نادیدہ و ناشنیدہ نوادر نہ موجود ہوں!

لوکلوس کی روزانہ دعوتیں نہ صرف مرصّع ظروف اور بیش بہا خوان پوش اور رقص و سرود، نقل و داستان گوئی کی بہ دولت پُر تکلّف و احتشام نظر آتی تھیں بلکہ ان میں انواع و اقسام کے کھانے اور طبّاخی کے ایسے کمالات کے نمونے ہوتے تھے کہ عوام دیکھ کر دنگ رہ جائیں اور منہ میں پانی بھر لائیں۔ ایک مرتبہ پوم پی بیمار پڑا اور اس کے معالج نے ولایتی بلبل (ترغہ) کا گوشت کھانے کے لیے تجویز کیا تو نوکروں نے کہا کہ گرمی کے موسم میں یہ پرند کہیں نہیں ملتا البتہ لوکلوس کے پروردہ مرغ خانوں سے منگا سکتے ہیں۔ تو پوم پی نے لانے سے منع کیا اور اپنے طبیب سے یہ پُر مغز بات کہی کہ "کیا لوکلوس عیش مشرب نہ ہوتا تو پوم پی زندہ نہ رہ سکتا تھا؟" پھر حکم دیا کہ اور کوئی غذا جو آسانی سے مل سکتی ہو تجویز کی جائے۔ اسی طرح کاتو جو اس کا دوست اور رشتہ دار تھا، اس کی معاشرت اور عادتوں سے اتنا بیزار تھا کہ ایک مرتبہ جب مجلس عمائد میں کسی نوجوان نے اعتدال و کفایت شعاری پر بہت طول طویل تقریر کی تو وہ اٹھا اور کہنے لگا کہ "تم کب تک کراسوس کی طرح روپیہ سمیٹنا، لوکلوس کی طرح عیش اڑانا اور کاتو کی طرح تقریر کرنا چاہتے ہو؟" مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات کہی تو گئی تھی لیکن کاتو نے نہیں کہی تھی۔

لوکلوس کے متعلق جو محاضرات کتابوں میں موجود ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے طرز ماند و بود سے نہ صرف خوش تھا بلکہ اُس پر فخر کرتا تھا۔ چناں چہ ایک دفعہ چند یونانیوں کو جو روم آئے ہوئے تھے اُس نے روزانہ دعوتیں دیں اور وہ

یونانی تہذیب کے صحیح اصول کے مطابق اس مہمان داری سے جہاں اُن کے واسطے اتنا کچھ خرچ روزانہ ہوتا تھا، شرما گئے اور آخر دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا کہ میرے یونانی دستو، بے شک ان تکلفات میں کچھ تمھاری خاطر ہو لیکن زیادہ تر لوکلوس کی خاطر یہ اہتمام ہوتا ہے۔" اسی طرح ایک دن جب دسترخوان پر مہمان نہ تھے اور اُس اکیلے کے واسطے ایک ہی قسم کا کھانا دسترخوان پر لگایا گیا تو اُس نے خانساماں کو بلا کر تنبیہ کی۔ اُس نے عذر کیا کہ میں نے زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں سمجھی کیوں کہ آج اور کوئی کھانے پر نہ تھا۔ تو کہنے لگا "ہائیں۔ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ آج لوکلوس، لوکلوس کے ساتھ کھانا کھائے گا؟" اس لطیفے کا سارے شہر میں چرچا ہو گیا تھا اور اسی کو سُن کر سی سرو اور پومپی نے جو ایک دن اُسے چوک میں گھومتے دیکھا تو صاحب سلامت کے بعد سی سرو نے کہا کہ آج ہم آپ سے ایک نوازش کے خواست گار ہیں۔ وہ لوکلوس کا بے تکلف دوست تھا اور پومپی سے بھی اگرچہ فوج کی قیادت کے بارے میں کچھ کشیدگی ہو گئی تھی تاہم وہ ایک دوسرے سے ملتے اور دوستانہ بات چیت کیا کرتے تھے۔ غرض لوکلوس نے خوشی سے آمادگی ظاہر کی اور پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ سی سرو نے کہا، ہم آج آپ کے ساتھ کھانا کھانا چاہتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہی کھانا جو صرف آپ کے واسطے پکے، کھائیں گے۔ لوکلوس بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ کم سے کم ایک دن کی مہلت دیجیے لیکن انھوں نے نہ مانا، بلکہ یہ بھی کہا کہ آپ اپنے

نوکروں سے بھی کوئی بات نہ کریں۔ اس ڈر سے کہ وہ معمول کے علاوہ اور کچھ پکانے کا حکم نہ دے سکے۔ مگر اس حد تک وہ رضامند ہو گئے کہ لوکلوس اُن کے مواجہ میں نوکروں کو یہ بتا دے کہ کون سے کمرے میں کھانا کھایا جائے گا۔ کیوں کہ اس کے کئی طعام خانے تھے جن میں ایک کا نام "اپالو" تھا اور اسی میں کھانا لگانے کی اُس نے ہدایت کر دی اور اس طرح مہمانوں سے چال کر گیا۔ اس لیے کہ معلوم ہوتا ہی ہر طعام گاہ کے کھانوں کا الگ الگ حساب اور مصارف مقرر تھے اور نوکر اس کا نام سنتے ہی سمجھ لیتے تھے کہ کھانا کس شان اور پیمانے پر تیار کیا جائے گا۔ چناں چہ "اپالو" میں کھانے کا خرچ پچاس ہزار درہم مقرر تھا اور جب اسی پیمانے پر کھانا چنا گیا تو پوم پی اور سی سرو اس کے اخراجاتِ کثیر کو سُن کر جس قدر حیران ہوئے اس سے زیادہ انھیں اتنی جلد ایسی تیاری ہو جانے سے حیرت ہوگئی۔ جس بے باکی اور حقارت سے لوکلوس اپنی دولت کے ساتھ پیش آتا تھا، اسے دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید وہ اسے بھی اسیرِ جنگ اور وحشی سمجھتا ہو۔

لیکن اپنے کتاب خانے کی فراہمی کے واسطے اس نے جو کچھ کیا، وہ ضرور تحسین اور لکھنے کے لائق ہی۔ اس میں منتخب مخطوطات جمع کیے گئے اور ان کے خریدنے میں جو دریا دلی دکھائی اس سے بھی بڑھ کر فیاضی یہ تھی کہ ہر شخص دن رات جب چاہے کتاب خانے میں مطالعہ کرنے یا اس (کے باغ) کی روشوں پر سیر کرنے کے لیے آسکتا تھا۔ خاص کر یونانی لوگ، جو روما

آتے یا یہاں مقیم تھے، وہ سب کام چھوڑ چھوڑ کر خوشی خوشی اس کتاب خانے میں جمع ہوتے اور اسے علم و فن کا مندر سمجھتے تھے۔ خود لوکلوس اکثر دن کا ایک حصہ یہاں گزارتا اور اہلِ علم سے علمی مباحثے اور سیاست دانوں سے جو مشورے کے لیے اس کے پاس آتے، گفتگو کرتا، نظر آتا تھا۔ وہ ہر قسم کے علم و حکمت کا ذوق رکھتا تھا اور ان سب کا بہت اچھا عالم تھا۔ یونانی فلاسفہ میں وہ خصوصیت کے ساتھ اہلِ اکادمی (= فلسفہ ارسطو) کا دل دادہ تھا مگر جدید اکادمی والوں کا قائل نہ تھا جس کے اصول کارنی دس نے مرتب کیے اور ان دنوں حکیم فی لو ان کی تبلیغ و اشاعت کر رہا تھا۔ وہ قدیم اکادمی والوں ہی کا ہم خیال رہا۔ اور اس فلسفے کا اُستاد ان دنوں ایک عالم و فصیح اللسان شخص ان تیوجس (عسقلانی) تھا جسے لوکلوس نے بہت کوشش سے اپنا دوست اور مناظر بنا کے فیلو کے متبعین کے مقابلے میں کھڑا کیا۔ انھی میں سی سرو کا شمار ہے جس نے اپنے مسلک کی حمایت میں نہایت عمدہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس میں "ادراک" کی وکالت لوکلوس کے مونھ سے اور تردید اپنے نام سے کی ہے۔ اس کتاب کا نام بھی لوکلوس رکھا ہے کیوں کہ جیسا اوپر بیان ہوا وہ بڑے دوست اور سیاسیات میں بھی ہم خیال تھے۔ واضح رہے کہ لوکلوس کی امورِ مملکت سے کنارہ کشی فقط اس حد تک تھی کہ وہ سیاسی اقتدار و سرگرمی کی خطرناک کش مکش سے جس میں آئین و قوانین سے بھی تجاوز ہو رہا تھا، الگ ہو گیا اور مجلس عائدین نے پومپی کی روز افزوں قوت کی روک تھام کے لیے

کراسوس اور کاتو کو اپنا سرخیل بنایا تو لوکلوس نے ان میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن جمہوریہ روما کے معاملات میں وہ ایک بے غرض شہری کی طرح حصہ لیتا رہا اور دوستوں کے کہنے سے مجلس عمائد یا جلسۂ عوام میں بھی جب ضرورت ہوتی، شریک ہوتا تھا۔ چنان چہ پوم پی نے ایشیائی بادشاہوں کو شکست دے کر جو صلح نامہ تیار کیا، اسے پوم پی کا غرور توڑنے کے لیے لوکلوس ہی نے منسوخ کر دیا اور اس کی اپنے سپاہیوں میں تقسیم اراضی کی تجویز بھی کاتو کی مدد سے چلنے نہیں دی۔ تب پوم پی نے کراسوس اور سیزر سے اتحاد، بلکہ کہنا چاہیے سازش کر لی اور شہر بھر میں اپنے مسلح سپاہی پھیلا کر جبراً اپنی تجاویز کی منظوری حاصل کی۔ بلکہ کاتو اور لوکلوس کو جلسۂ عام سے نکلوا دیا۔ اس حرکت پر اُمرا ناراض ہوئے تو پوم پی کی جماعت نے ایک شخص وِٹ یوس کو پیش کیا اور یہ بات بنائی کہ ہمیں اندیشہ تھا کہ یہ شخص پوم پی پر قاتلانہ حملہ کرنے والا ہے۔ پھر وِٹ یوس نے مجلس میں اپنے فرضی شرکا کے نام بتائے اور عوام کے جلسے میں لوکلوس کا نام بھی لیا لیکن کسی نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور چند روز کے بعد وٹ یوس کی لاش قید خانے کے باہر پھینکی گئی تو بالکل ہی ظاہر ہو گیا کہ یہ سب پوم پی کے حامیوں کی بناوٹ تھی۔ کیوں کہ وہ وِٹ یوس کی موت کو قدرتی بتلاتے تھے حال آں کہ اس کے جسم پر چوٹوں کے نشان پائے گئے اور صاف کھُل گیا کہ خود سازش کرنے والوں نے اس کو ہلاک کیا ہے۔

یہ رنگ دیکھ کر لوکلوس ملکی معاملات سے اور بھی دور رہنے لگا اور

جب سی سرو کو خارج البلد کیا گیا اور کاتو کو قبرس بھیج دیا گیا تو اس نے قومی معاملات سے بالکل ہی علاحدگی اختیار کر لی۔ یہ بھی مشہور ہی کہ اپنی وفات سے کچھ پہلے اس کی دماغی قوا جواب دینے لگی تھیں۔ نیپوس لکھتا ہی کہ یہ بات کسی علالت یا پیرانہ سالی کی وجہ سے نہیں پیدا ہوئی بلکہ یہ ایک دوا کا اثر تھا جو اس کے مولا کالیس تنیس نے اس غرض سے کھلائی تھی کہ لوکلوس اس پر اور زیادہ مہربان ہو جائے۔ لیکن اگر دوا میں ایسا مفروضہ اثر تھا بھی، تو یہاں اس کا صرف یہ بُرا اثر ہوا کہ لوکلوس کا دماغ ہی بے قابو اور معطل ہو گیا اور خانگی انتظامات بھی اس کے بھائی نے اپنی تحویل میں لے لیے۔

مرنے کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوکلوس انتہائی ملکی اور جنگی اقتدار کی حالت میں فوت ہوا جس کا ہر شخص کو غم ہو۔ جوق جوق لوگ جمع ہوئے اور اس کے جنازے کو سب سے اونچے طبقے کے نوجوان چوک میں لائے اور چاہتے تھے کہ اسے بھی مریخ کے میدان میں جہاں سیلا کی قبر تھی، دفن کریں۔ لیکن چوں کہ پہلے اس کا کوئی خیال نہ تھا اور انتظام ہونے میں بڑی دشواری ہوتی، اس لیے لوکلوس کے بھائی نے ان کی بڑی منت سماجت کی اور اُسے اپنی توس کولم ہی کی جاگیر میں جہاں قبر کا انتظام کیا گیا تھا، دفن کرنے پر رضامند کیا۔ خود یہ بھائی بھی لوکلوس کے بعد زیادہ نہیں جیا اور جس طرح زندگی میں ایک عاشق و شیدا بھائی کی مثل شہرت و پیرانہ سالی، ہر حال میں بھائی کا ساتھ دیتا رہا تھا موت میں بھی، اس کے ساتھ ساتھ رہا۔

لوکلوس اور کی مون کا موازنہ

لوکلوس کی موت کو جو ایسی خوف زدہ تھی کہ روما کے انقلاب عظیم سے کچھ قبل ہی آگئی ، مبارک سمجھنا چاہیے کہ وہ ایک آزاد قومی حکومت میں زندگی پوری کر گیا اگرچہ فساد کا آغاز ہو چکا تھا اور جلد ہی قضا و قدر جمی جمائی حکومت کو خانہ جنگی کے صدموں سے منقلب کرنے والے تھے۔ یہی وہ بات ہے جس میں اور سب پہلوؤں سے زیادہ وہ اور کی مون مماثل ہیں کی مون کی وفات بھی اُس وقت ہوئی جب کہ یونان میں انتہائی خوش حالی تھی اور بدنظمی کا اس میں قدم نہ آیا تھا۔ اگرچہ وہ میدانِ جنگ میں تھا اور نہ معزول کیا گیا، نہ اُس کا دماغ خراب ہوا، نہ اُس نے اپنے معرکوں اور جنگی فتوحات کو آخر میں اس قسم کے عیش و طرب اور رنگ رلیوں سے بدنام کیا کہ اُن تمام محنتوں اور کامیابیوں کا اصلی مقصد یہی عیاشی نظر آتی تھی۔ جیسا کہ افلاطون نے اورفیوس پر طعن کی ہے کہ وہ عالم آخرت کو، اچھی زندگی بسر کرنے کے صلے میں دائمی عیش گاہ بناتا ہے یہ سچ ہے کہ جنگی اور ملکی خدمات انجام دینے کے بعد بڑھاپے میں گوشہ نشین ہو جانا اور آرام و خوشی سے زندگی بسر کرنا یا پُر لطف اور فلسفیانہ کتابوں کا مطالعہ کرنا، نہایت مناسب اور بہترین راحت کا ذریعہ ہے لیکن عیش و مسرت کو غلط رائے سے اعمالِ صالح کی غایت بنانا اور راگ

رنگ کے جلسوں پر جنگ و سپہ سالاری کی تان توڑنا، ذی وقار اکادمی کے شایانِ شان نہیں ہی اور زِنوکراتس کے متبعین کی بجائے ابی قیور کے مشرب والوں کو زیادہ زیب دیتا ہی۔ اسی سلسلہ میں ان دونوں کی زندگی کا یہ عجیب فرق بھی لائق ذکر ہی کہ کی مون کی جوانی بدنامی اور بدچلنی میں گزری اور لوکلوس نہایت ضابط و صالح جوان تھا۔ پس کی مون تعریف و ترجیح کا مستحق ہی کہ آگے چل کر بہتر آدمی ہوگیا۔ بے شبہ یہ اچھی فطرت کی دلیل ہی کہ اس میں شر کا مادّہ گھٹے اور خیر کی صلاحیت ترقی کرتی رہے یہ دونوں دولت مند تھے مگر ہر ایک نے دولت سے مختلف کام لیے۔ کی مون نے ایتھنز کے بالاحصار کی جنوبی فصیل بنائی، اس سے لوکلوس کی نیپلز والی عمارتوں کو جن میں غلام گردشیں اور بحری مناظر کے لیے جھروکے اور آرام خانے بنے تھے، کوئی نسبت نہیں۔ نہ کی مون کی عام اور فیاضانہ مہماں نوازی کا لوکلوس کا پُرتکلف مشرقی دسترخوان مقابلہ کرسکتا ہی۔ اس لیے کہ یہ فقط چند اشخاص کی خوشی کے لیے صرفِ کثیر سے تیار ہوتا تھا اور وہاں معمولی خرچ سے مہمانوں کی تعدادِ کثیر کی مدارات کی جاتی تھی۔ ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمانے کے فرق سے یہ تبدیلی واقع ہوئی۔ اور کسے خبر ہی کہ کی مون بھی آخر میں جنگ و جدال سے کنارہ کش ہوکر خانہ نشینی کی زندگی گزارتا تو بڑھاپے میں ایسا ہی عیش پسند اور فضول خرچ نہ ثابت ہوتا کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ بھی یار باش اور مے گسار تھا اور عورتوں کے ساتھ بدچلنی کا بھی اس پر الزام لگاتے تھے۔ واقعہ یہ ہی کہ کامیاب جدوجہد

سے جو خوشی حاصل ہوتی ہی وہ اونا درجے کی لذتوں کے لیے کوئی جگہ اور وقت نہیں رہنے دیتی اور انھیں بہادر و مستعد اشخاص فراموش کردیا کرتے ہیں۔ پس کیا عجب ہی کہ لوکلوس کی زندگی بھی میدانِ جنگ میں سپہ سالاری کرتے ہوئے ختم ہوتی تو اس کے طعن و تعریض کا نشانہ بننے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن اُن کی ذاتی سیرت کے متعلق اسی قدر لکھنا کافی ہی۔

جنگ کے میدان میں ظاہر ہی کہ دونوں، خشکی اور تری دونوں کی لڑائی میں اعلا درجے کے سپہ سالار تھے۔ لیکن جس طرح دنگل میں زیادہ تعریف اس کی ہوتی ہی جو کشتی اور مُکّے بازی دونوں میں جیت جائے اور اسی کو "غالب اور زیادہ" کا لقب ملتا ہی، اسی طرح کی مون نے ایک ہی روز بری اور بحری معرکہ جیت کر یونان کی آبرو بڑھائی اور وہ دوسرے سپہ سالاروں پر فوقیت کا دعوا کرسکتا ہی۔ پھر لوکلوس کو تو سپہ سالاری قوم کی طرف سے دی گئی تھی اور کی مون خود قوم کے لیے سپہ سالاری لایا۔ اور پہلے نے اگر ایسے دشمن کے علاقے فتح کیے جو اپنے حلیفوں پر حکمرانی کرتا تھا، تو کی مون نے نہ صرف ایرانی حریف پر غلبہ حاصل کیا اور اسے سمندر سے نکال دیا، بلکہ اسپارٹہ سے بھی سیادت چھین لی اور اپنے وطن کو مقتدی کے درجے سے اٹھا کر حلیفوں میں مقتدا کے مرتبے پر پہنچا دیا۔ اگر سپہ سالار کا سب سے بڑا وصف یہ ہی کہ اُس کے سپاہی خوشی خوشی اطاعت کریں تو کی مون کا اپنے اور اپنے حلیفوں کے سپاہیوں میں بھی بڑا احترام تھا لیکن لوکلوس سے اس کے سپاہی نفرت کرتے تھے

اور اُسے چھوڑ چھوڑ کر چل دیے تھے بہ حالے کہ کی موں کے جھنڈے کے نیچے یونانی حلیف تک جمع ہو گئے تھے۔ وہ وطن سے معمولی حلیف کی طرح جنگ پر گیا اور واپس آیا تو سب حلیف اس کے ماتحت تھے۔ اس طرح وہ اپنے وطن کے لیے تین بڑی دشوار خدمتیں انجام دینے میں کام یاب ہوا۔ ایک تو دشمن سے صلح دوسرے اسپارٹہ سے دوستی اور تیسرے حلیفوں پر اقتدار قائم کرنے میں۔ مگر لوکلوس واپس آیا تو جو فوج وطن سے لے کر چلا تھا، وہ بھی اس کے ساتھ نہ تھی۔

(مشرقی) ایشیا کے فتح کرنے اور بڑی بڑی بادشاہیاں تباہ کرنے کے مقصد میں دونوں ناکام رہے۔ لیکن کی موں تو عین سپہ سالاری میں محض قسمت کی ناسازگاری سے فوت ہوگیا اور لوکلوس کی ناکامی کا سبب ہر شخص یہی بتاتا ہے کہ فوج والوں کے ساتھ اس کا سلوک اچھا نہ تھا۔ خواہ لاعلمی کی وجہ سے اور خواہ اس لیے کہ وہ ان کی شکایات رفع کرنے پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عام طور پر لوگ اس سے ناراض ہوگئے۔ مگر اس باب میں کی موں کا حشر بھی کچھ بہت بہتر نہیں ہوا۔ اہلِ وطن نے اس پر بھی مقدمے چلائے اور اسے جلاوطن کرکے چھوڑا کہ بہ قول افلاطون دس برس تک اس کی آواز بھی نہ سُنیں۔ اصل یہ ہے کہ بلند خیال شرفا جاہل عوام کو شاذ و نادر ہی پسند آتے اور قبولیت پاتے ہیں کیوں کہ وہ اِن (عوام) کے فاسد افعال کی اصلاح کرتے ہیں تو انھیں کچھ ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی کمن گر کے اترے جوڑ

ٹھیک بٹھانے اور کس کر پٹی باندھنے سے موچ کھانے والا محسوس کرتا ہی۔ پس عدمِ قبول کے بارے میں شاید یہ دونوں سردار قریب قریب یکساں طور پر بے قصور قرار دیے جا سکتے ہیں۔

جنگی فتوحات میں لوکلوس بہت آگے بڑھا ہوا ہی۔ وہ پہلا رومی ہی جو طارس کے پار فوج لے گیا۔ دجلے کو عبور کیا اور بادشاہوں کے مورچے میں تی گرانوسرتا، کابی را، اسنوف اور نسی بیس کے شاہی قصور و محلات کو آگ لگا دی۔ شمال میں فاسیس ندی تک سارا وسیع علاقہ اس نے فتح کیا۔ مشرق میں مدایہ تک پہنچا اور جنوب میں ملوکِ عرب کے واسطے سے بحر جنوب اور قلزم تک کو زیرِ نگیں لایا۔ اُس نے بادشاہوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ وہ جنگلی جانوروں کی طرح اُس سے بھاگتے اور دشت و کوہ میں جان بچاتے پھرتے تھے اور اس کے ہاتھ پڑنے سے بال بال ہی بچے۔ اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایرانیوں نے کی مون کے بعد بہت جلد دوبارہ سر ابھارا اور یونانیوں پر فوج کشی کی اور مصر میں شکست دے کر اُن کی بہت سی چھاونیاں برباد کر دیں جو گویا اس بات کا ثبوت تھا کہ کی مون اُنھیں کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا سکا۔ بہ خلاف اس کے لوکلوس کے چلے آنے کے بعد بھی تی گرانس اور میت ری داتس کوئی قوت حاصل نہ کر سکے۔

میت ری دات کی جنگی طاقت پچھلی لڑائیوں میں اس درجے خراب خستہ ہو چکی تھی کہ وہ تو ایک دفعہ بھی پوم پی سے میدان میں نکل کر لڑنے کی ہمت نہ کر سکا اور فرار ہو کر بولس فوروس چلا گیا اور مر گیا

ٹی گرانس ہتھیار اور لباس تک اتار کر پوم پی کے سامنے گرا اور اپنا تاج اس کے قدموں میں ڈال دیا جسے پوم پی کا نہیں بلکہ درحقیقت لوکلوس کے غلبے کا اعتراف سمجھنا چاہیے۔ پھر پوم پی کے ہاتھ سے دوبارہ شاہی ماہی مراتب پاکر پھولا نہ سمایا تو یہ بھی ثبوت ہو کہ یہ لوازم شاہی پہلے اس کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ سپہ سالاری کی کامیابی کا اندازہ بھی اس سے کیا جاتا ہو کہ وہ پہلوان کی طرح اپنے حریف کو اتنا مغلوب کردے کہ بعد والے سے بھی وہ لڑنے کے قابل نہ رہے۔

مزید براں، کی مون ایرانیوں کے مقابلے میں آیا تو اُن کی قوت بہت کچھ ٹوٹ چکی تھی اور تمس طاکلیس، پاوسے نیاس اور لیون تی کی دس کے ہاتھوں سے شکست کھاکر حوصلے پست ہوگئے تھے لہٰذا ان لوگوں کے جسموں کو زیر کرنا زیادہ مشکل نہ تھا جن کی روح پہلے سے مغلوب و مرعوب ہو چکی تھی۔ لیکن تی گرانس کے ساتھ لوکلوس کا مقابلہ ہوا تو یہ بادشاہ اس وقت تک کسی سے مغلوب نہ ہوا تھا اور اپنی فتوحات کے جوش میں بھرا ہوا تھا۔ اسی طرح اُن فوجوں کی تعداد کو جنھیں کی مون نے شکستیں دیں لوکلوس کے حریف لشکروں سے کوئی مناسبت نہیں تھی۔ ان سب پہلوؤں پر اچھی طرح غور کیا جائے تو فیصلہ صادر کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہو کہ ان میں بہتر کون تھا۔ مافوق الفطرت امداد بھی دونوں کے شاملِ حال نظر آتی ہو جس نے ایک کو اقدام کی تو دوسرے کو احتراز کی توفیق عنایت کی اور اس طرح گویا دونوں کو دیوتاؤں کی تائید حاصل ہو اور دونوں کی سیرت کے شریف اور ربانی ہونے کا اعلان کیا جاسکتا ہو۔

(۳)

نی کیاس

میری رائے میں کراسوس (رومی) کے مقابلے میں نی کیاس کو پیش کرنا بہت مناسب ہوگا اور پارتھیہ میں رومیوں کو جو ہزیمت ہوئی اس کا مقابلہ صقلیہ کی (یونانی) شکست سے بہ خوبی کیا جا سکے گا۔ لیکن اس جگہ مجھے ناظرین سے یہ عرض کر دینا چاہیے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان واقعات کو لکھنے میں توسی دی دیس سے قلم آزمائی کرتا ہوں جس نے انھیں ایسی درد مندی اور پُر اثر فصاحت سے تحریر کیا ہے کہ تصویر کھینچ دی ہے اور اس کا جواب کوئی دوسرا بلکہ خود وہ بھی تحریر نہیں کر سکتا۔ پڑھنے والے مجھے تی میوس (صقلوی) کی حماقت کا مجرم تصوّر نہ فرمائیں جس نے "تاریخ نگاری میں توسی دی دس سے بڑھ نکلنے اور فی لیس توس کو محض اناڑی ثابت کرنے کی کوشش میں انھی برّی اور بحری معرکوں اور تقریروں کو تفصیل سے نقل کیا ہے، جو ان سابق مورخوں نے کہیں بہتر طریق پر قلم بند کر دیے تھے۔ پندار کے الفاظ میں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی:

"۔ ۔ ۔ لِدِّیہ کے برق رو تانگوں سے،
پیدل دوڑ کر بازی لیا چاہے"

نتیجے میں وہ خود ایک نیم خواندہ طفل مزاج انشا پرداز نظر آنے لگتا ہے اور قدم قدم پر اپنی وہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کا اظہار کرتا ہے۔ اسی عجیب ذوق کی بدولت اُسے یہ جرات ہوئی کہ فی لیس توس کے طرز بیان کی تصحیح اور افلاطون و ارسطو کی مذمت کرے۔ اسلوب نگارش میں کسی دوسرے سے مقابلہ اور مجادلہ کرنا میرے نزدیک نری شیخی اور کم ظرفی کی بات ہے اور پھر جب یہ مقابلہ انشا پردازی کے لاجواب نمونوں سے لیا جائے تو بالکل ہی حماقت ہے۔ نی کیاس کی سوانح عمری میں توسی دید اور فی لیس توس نے جن واقعات کو بیان کیا ہے اور وہ مصائب و آفات میں اس کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالتے ہیں، میں انھیں سرسری طور پر بیان کروں گا تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ میں نے انھیں غفلت سے ترک کردیا، البتہ وہ باتیں جو عام طور پر معلوم نہیں یا دوسروں کی تصانیف میں منتشر پائی جاتی ہیں یا قدیم آثار اور ذخیروں میں ملی ہیں انھیں یک جا کرنے کی کوشش کروں گا اور ان میں بھی بے محل علمی مضامین کی بجائے صرف ایسے اقتباسات پیش کروں گا جن سے نی کیاس کی طبیعت اور فطری میلان کا پتہ چلتا ہے۔

سب سے پہلے میں ارسطو کا قول نقل کرنا چاہتا ہوں جس نے تین یونانیوں کو موروثی حب وطن کے اعتبار سے سب پر فائق بتایا ہے۔ ایک نی کیاس خلف نی کراتوس۔ دوسرے توسی دی دس ابن ملی سیاس اور تیسرے ترامنس پسر

ہاگ نون اگرچہ یہ تیسرا پہلے دو سے کم درجے کا تھا اور اُسے لوگ رؤ در رؤ غیر یونانی نسل کا (کیوسی) کہتے تھے اور کبھی ایک گروہ کبھی دوسرے گروہ میں شامل ہوجانے کے باعث وہ سیاسی اعتبار سے کبھی متلوّن مزاج بوس کن (ہرجائی) کہلانے لگا تھا۔

توسی دی دس مقدم ہی کہ پری کلیس نے عوام کی رضاجوئی کے لیے جو تجاویز کیں اُن کی اُمرا کی طرف سے اُس نے مخالفت کی نی کیاس عمر میں چھوٹا تھا تاہم پری کلیس کی زندگی میں مشہور ہوچلا تھا چنانچہ سپہ سالاری میں اس کا شریک رہا اور کئی دفعہ خود بھی سپہ سالار مقرر ہوا۔ لیکن پری کلیس کی وفات کے بعد وہ بہت جلد اعلا ترین مرتبے کو پہنچ گیا۔ دولت مند اور معزز شہریوں نے اس کی تائید کی کیوں کہ وہ کلیون کی خود پسندی اور سرکشی کے مقابلے میں اسی کو اپنی پشت پناہ بنانا چاہتے تھے۔ اسی کے ساتھ عوام میں اُس کی ہر دل عزیزی باقی تھی اور وہ بھی اس کی ترقی میں مدد دیتے رہے۔ اس میں شک نہیں کہ کلیون اپنی جدوجہد سے عوام میں بڑا رسوخ پاگیا تھا بایں ہمہ اُس کی نخوت و خود پسندی اور طمع اس قدر نمایاں تھی کہ وہ لوگ بھی جن کے فائدے کے لیے اور جن کی تائید حاصل کرنے کی غرض سے وہ کام کرتا تھا، اکثر نی کیاس کا ساتھ دیتے تھے۔ اصل یہ ہی کہ اس کی متانت میں خشونت کی بجائے، لحاظ اور احتیاط کا ایسا رنگ تھا کہ عوام سے مرعوب نظر آتا اور انھیں اپنا بنا لیتا تھا۔

اس میں ایک طبعی جھجک اور جنگ کے وقت ناکامی کا وہم پایا جاتا تھا جسے قسمت کی یاوری نے لوگوں سے چھپائے رکھا کیوں کہ وہ ہر معرکے میں کام یاب ہوتا رہا اور ہمت کی کمی کی حسن تقدیر سے تلافی ہوگئی۔ ادھر سیاسی زندگی میں اس کا الزام لگانے والوں سے ڈرنا، ایک جمہوری حکومت کے شہری کا بہت اچھا وصف سمجھا گیا اور عوام جو اپنے کو ذلیل سمجھنے والوں سے خائف تھے اُس کے خوشی سے مددگار بن گئے کہ وہ خود اُن سے خائف نظر آتا تھا۔ غرض اُسے اُن پر بڑا اقتدار حاصل ہوگیا۔ اعلا طبقے کے لوگ اگر عوام کی تحقیر نہ کریں تو اسی کو یہ غریب اپنی بڑی قدردانی سمجھتے ہیں۔

پری کلیس قومی ریاست پر خالص نیکی اور عقل کی قوت سے حکومت کرتا تھا اور اسے عوام سے سخن سازی اور بہانے کرنے کی حاجت نہ تھی۔ نی کیاس کو یہ اوصاف حاصل نہ تھے۔ لہذا ہر دل عزیزی کے لیے وہ اپنی کثیر دولت سے کام لیتا تھا۔ کلیون کی سی ظرافت اور ذہانت بھی اس میں نہ تھی کہ اہلِ شہر کو اپنی تقریروں سے ہنساتا، خوش کرتا رہے۔ ان کے عوض میں وہ کھیل تماشوں سے انھیں اپنا بناتا تھا اور حق یہ ہے کہ جس شان کے جلسے اور نمائشیں اُس نے لوگوں کو دکھائیں اتنے وسیع پیمانے پر نہ پہلے کسی نے منعقد کی تھیں نہ معاصرین میں کسی نے دکھائیں۔ اُس کے مذہبی چڑھاووں میں سے منروا کی مورت ہمارے زمانے تک قلعے میں موجود تھی اگرچہ اس پر جو سونا چڑھا ہوا تھا، وہ اتار لیا گیا تھا۔ اسی طرح ایک بُرجی بھی باکوس کے مندر میں

انعامی تپائیوں کے نیچے اُس کی بنائی ہوئی موجود تھی ۔ یہ تپائیاں
کھیل تماشوں میں جیتنے والے چڑھایا کرتے تھے اور نی کیاس نے
بارہا یہ انعام حاصل کیا اور کبھی مقابلے میں نہیں ہارا ۔ کہتے ہیں اسی
قسم کے ایک موقع پر اُس کا ایک غلام، باکوس کا بھیس بھر کر
تماشا گاہ میں آیا ۔ اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ نکلی تھی اور ایسا
قبول صورت اور موزوں قامت تھا کہ شہر والے دیکھ کر بہت خوش
ہوئے اور دیر تک واہ وا کے نعرے لگاتے رہے ۔ اس پر
نی کیاس کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ایسے شخص کو جو دیوتا کا بہروپ
بھرنے کی وجہ سے مقدس ہوگیا ہو ، غلامی میں رکھنا دین داری کے
خلاف ہو ۔ چناں چہ اُس نے وہیں اُس نوجوان کو آزاد کر دیا ۔
دِلوس کے مندر میں بھی اُس نے جو مذہبی کام کیے وہ اس
کی دین داری کی شان دار یادگار ہیں لوگوں نے تحریر کیے ہیں اس
جزیرے پر پہلے شہر شہر کے سنگیت بلا ترتیب آتے تھے اور ساحل
کے لوگ تقاضے کرتے تھے کہ بھجن گاؤ تو وہ کشتیوں سے کپڑے
بدل بدل کر بہت جلد اُترتے اور اسی کے ساتھ گانا شروع کر دیتے
تھے جس سے بڑی گڑبڑ مچ جاتی تھی ۔ نی کیاس جب ایتھنز کی
منڈلی لے کر گیا تو اُس نے بھجنیوں اور نذر و نیاز کے سامان کو
جزیرے کے قریب رِھنا پر اتار دیا اور اس مقام سے جزیرے
کے ساحل تک ڈالنے کی غرض سے ایک تختہ پُل بنوا کر لایا جس
کو طرح طرح کے رنگ اور پھولوں سے آراستہ کیا گیا ۔ یہ پُل رات
کے وقت رِھنا سے دلوس کے ساحل تک جو قریب ہی تھا ،

جما دیا گیا اور علی الصباح وہ جلوس بنا کے بھجن گوا تا ہوا اپنی منڈلی کو دیوتا کے مندر تک لایا۔ پھر بڑی شان شوکت سے قربانی کی رسم ادا کرنے کے بعد اس نے ایک پیتل کا درخت دیوتا کو چڑھایا اور دس ہزار درہم میں ایک قطعۂ زمین خرید کر یہ درخت اُس میں نصب کردیا۔ اسی وقف زمین کی آمدنی سے دلوس کے باشندے قربانیاں اور دعوت کرتے اور نی کیاس کے واسطے دیوتا سے دعائیں مانگتے تھے۔ اسی مطلب کا ایک کتبہ بھی اس نے منار پر کندہ کرادیا تھا۔ بعد میں یہ پتیل کا درخت آندھی کے جھکڑ سے ٹوٹ کر اُس بڑے بُت پر گرا جسے ناک سوس والوں نے مندر کو چڑھایا تھا اور بُت کو زمین پر گرا دیا۔

ممکن ہی یہ سب باتیں خود نمائی اور عوام سے تحسین و آفرین حاصل کرنے کے لیے ہوں مگر اس کے اور حالات و عادات سے بھی اندازہ ہوتا ہی کہ ان نمائشی کاموں میں اتنا رُپیہ خرچ کرنا واقعی مذہبیت کی بنا پر تھا۔ کیوں کہ اس میں شک نہیں کہ وہ آسمانی قوتوں سے بہت ڈرتا تھا اور توسی دی دس نے بیان کیا ہی کہ اسے رمل اور فال وغیرہ چیزوں سے بڑا شغف تھا۔ پاسی فون ڈراما نویس کے ایک مکالمے میں مذکور ہی کہ وہ روزانہ دیوتاؤں کے کے نام قربانیاں کرتا اور ایک فال گو اس کے مکان میں رہتا تھا، جس سے، وہ کہتا تو یہ تھا کہ ملکی معاملات میں مشورہ کرتا ہوں لیکن حقیقت میں زیادہ تر اپنے ذاتی معاملات خصوصاً چاندی کی کانوں کی نسبت فالیں نکلواتا رہتا تھا۔ سبب یہ کہ لاوریوم

یں اُس کے بیش قیمت کارخانے تھے جن کے کاروبار میں جوکھوں بھی رہتا تھا۔ وہیں اس نے غلاموں کی فوج کی فوج پال رکھی تھی اور اُس کی دولت بہت کچھ چاندی پر مشتمل تھی۔ اس دولت مندی کے باعث بہت سے سائل اور اہلِ غرض اُسے لپٹے رہتے تھے۔ وہ مستحقین کو جس طرح روپیہ دیتا اسی طرح اُن لوگوں کا بھی مُوںھ بھرتا تھا جو فتنہ پردازی کر سکتے تھے۔ گویا اُس کی بزدلی، بدمعاشوں کی اور مروّت، بھلے آدمیوں کی آمدنی کا وسیلہ تھی۔ اس بات کی شہادت مزاحیہ اشعار میں بھی ملتی ہے۔ مثلاً تلی کی دیس ڈراما نویس ایک مخبر کی نسبت لکھتا ہے کہ :-

"چاریکلس نے جو ماں کے پیٹ سے روپے کی تھیلی لیے پیدا ہوا ہے، اس شخص کو ایک اشرفی دی۔ اور نی کیاس نے چار۔ اس کی وجہ بھی مجھے معلوم ہے۔ مگر نی کیاس شریف آدمی ہے اس لیے میں بتاؤں گا نہیں!"

اسی طرح یوپولیس اپنے ناٹک "ماری کاس" میں ایک مخبر کو کسی غریب، سیدھے اور شریف آدمی پر حملہ کرتا دکھاتا ہے اور کہتا ہے :

"کیوں جی، تم نی کیاس سے کب ملے تھے؟

جواب :- میں نے ابھی اسے گلی سے گزرتے دیکھا"

سمجھے یہ (مخبر) ابھی اُس سے ملا اور اقرار بھی کرتا ہے۔ پھر کیا شبہ ہے کہ سازش میں

دونوں شریک ہیں - ہاں، ہاں - بھائیو!
نی کیاس اس کام میں شریک کر لیا گیا ہی
تو تو
کر لیا گیا ہی، بے وقوفو - ورنہ ایسا شریف
آدمی کوئی بُرائی کس طرح کر سکتا تھا اور کیوں
کرتا؟"

کلیون اپنے ناٹک "ارس توفان" میں دھمکی دیتا ہی کہ:-
"میں سب تقریر کرنے والوں سے اونچا چیخوں گا
اور نی کیاس کو مبہوت کر دوں گا۔"

فری نی کوس نے بھی اُس کی کم ہمتی اور آسانی سے دھمکی میں آجانے کا اشارہ کیا ہی اور کسی معزز شخص کی تعریف میں لکھا ہی کہ ؎

وہ نی کیاس نہیں جو قدم قدم پہ ڈرے!

وہ اس قدر لیے دیے رہتا اور مخبری کا ایسا وہم کرتا تھا کہ کسی کے ہاں کھانا کھانے نہ جاتا نہ اپنے دوستوں سے کھل کر بات کرتا اور نہ اس قسم کی تفریح کے لیے کوئی وقت نکالتا تھا۔ اپنی سپہ سالاری کے زمانے میں رات گئے تک دفتر میں رہتا اور ایوانِ مجلس میں صبح سب سے پہلے آتا اور سب کے بعد جاتا تھا۔ سرکاری کام نہ ہو تو اُس تک جانا اور بات چیت کرنا مشکل ہوتا کیوں کہ وہ دروازے بند کیے اپنے گھر کے اندر رہتا۔ اگر کوئی شخص دروازے پر آجائے تو بھی اُس

کے رفیق عذر معذرت کرتے کہ نی کیاس بہت مصروف ہے، معافی چاہتا ہے - گویا گھر میں بھی وہ سرکاری کاروبار کرتا رہتا تھا۔ اس کی طرف سے ایسی معذرت زیادہ تر ہای رو کیا کرتا تھا جس نے اس گھرانے میں تربیت پائی اور نی کیاس نے اسے نوشت وخواند اور موسیقی کی تعلیم دی تھی - وہ اپنے آپ کو دیونی سیوس عرف کال کوس کا فرزند کہتا تھا، جس کی بعض نظمیں ابھی تک محفوظ ہیں اور جو آباد کاروں کو لے کر اطالیہ گیا اور توری شہر کی بنا ڈالی ہای رو ہی رسالوں اور نی کیاس کے درمیان پیام سلام کرتا اور وہی لوگوں کو یقین دلاتا تھا کہ نی کیاس ملکی مخصوں میں شبانہ روز مبتلا رہتا اور بڑی مشقت و تکلیف کی زندگی گزارتا ہے - ہای رو بیان کرتا کہ وہ حمام میں ہو یا دسترخوان پر، سرکاری کام برابر اس کے پاس آتے رہتے ہیں - قومی خیر و فلاح کا شغف اور اپنی ذات سے بے پروائی کی بہ دولت وہ اس وقت تک بستر پر نہیں جاتا جب کہ لوگ پہلی نیند لے چکتے ہیں - نتیجہ یہ کہ صحت خراب ہوگئی اور جسم کا انتظام ٹھیک نہیں رہا - دوستوں تک سے خوش مزاجی سے بات کرنے کی صلاحیت نہیں رہی اور قوم کی خدمت میں اس نے نہ صرف اپنا روپیہ بلکہ دوستی بھی نثار کردی حال آں کہ دوسرے لوگ سرکاری کاموں میں نئے نئے دوست اور دولت پیدا کرتے ہیں - ہلکے ہلکے کام انجام دیتے اور حکومت کو تفنن سمجھتے ہیں " اور اس میں شک

نہیں کہ نی کیاس کا طریق زندگی کچھ اس قسم کا تھا۔ جسے
اگاممنون کے ان الفاظ کا مصداق کہہ سکتے ہیں ؎

دو روزہ شان شوکت، زندگی پر جس کی حاکم ہے
وہی سلطان خود اپنی رعایا کا بھی خادم ہے

نی کیاس کا مشاہدہ تھا کہ عوام الناس لائق اور خوش بیان افراد کی قابلیت
سے وقت پڑے پر کام تو لیتے ہیں لیکن اس قابلیت سے حسد بھی رکھتے ہیں اور
ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو ان قابل افراد کا سر نیچا کریں اور اُن کی
نام وری میں داغ لگائیں جیسا کہ پری کلیس کے ساتھ انھوں نے کیا یا داموں کو
جلاوطن کر کے چھوڑا۔ سب سے بدتر مثال پاکس کی تھی کہ لس بوس کی فتح کے بعد
لوگوں نے اسی سے اتنا سخت مواخذہ کیا کہ عین عدالت میں اپنا بیان دینے کے
بعد اس نے تلوار کھینچی اور خود مار کر مر گیا۔ یہی باتیں تھیں جن کو سوچ سوچ کر نی کیاس
مشکل اور طویل مہمات اپنے ذمے لینے سے انکار کر دیتا تھا۔ بلکہ سپہ سالاری بھی ایسی
قبول کرتا جس میں کام یابی سہل اور یقینی ہو اور جب حسب توقع
اکثر کام یاب ہو جاتا تو حاسدوں سے بچنے کے لیے وہ اپنی
لیاقت یا ہمت کی بجائے ساری کام یابی خدائی قوتوں سے
منسوب کرتا اور تقدیر کا شکر گزار ہوتا تھا۔ واقعات سے بھی
اس کے عقیدے کی تصدیق ہوئی کیوں کہ اسی زمانے میں
اہل ایتھنز کو کئی شکستیں نصیب ہوئیں۔ اگرچہ نی کیاس ان
معرکوں میں شریک نہ تھا بلکہ تھریس میں وہ اہل کال کی دس
کے مقابلے میں فرار ہوئے تو ان کے سپہ سالار کال یادس اور
زنوفون تھے اور ائولیہ میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا تو وہاں

ان کا سردار دِموس تینیس تھا۔ دل یوم میں جہاں ایک ہزار شہری مارے گئے، قیادت ہی پوکراتس کے ہاتھ میں تھی اور شہر میں وبا پھیلی تو اس کا الزام پری کلیس کے سر گیا جس نے جنگ جاری رکھنے کے لیے شہر پناہ کے اندر دیہات والوں کو بھی بھر لیا تھا اور مقام اور معاشرت کی تبدیلی سے ان میں متعدی امراض پیدا ہوئے۔ نی کیاس ان سب الزامات سے صاف بچا رہا۔ اس کی قیادت میں جزیرہ کی تھرا تسخیر ہوا جہاں اسپارٹہ کے لوگ آبسے تھے اور جو لاکونیہ پر حملہ کرنے کے لیے بہت موقع کی جگہ تھی۔ اسی طرح تھریس میں کئی مقام جو باغی ہو گئے تھے، اس نے فتح کیے یا دوبارہ مطیع ہو گئے۔ میگاریہ والوں کو اس نے محصور کر کے جزیرہ می نوآ پر قبضہ کیا اور تھوڑے ہی دن بعد بڑھ کر نی سیہ کو لے لیا۔ وہیں سے کورنتھہ کے علاقے پر یلغار کی اور اہل کورنتھہ کو لڑائی میں شکست دی۔ یہاں سے اپنی لاشوں کو لے جاتے وقت غلطی سے دو اتھینزی مقتول میدان میں پڑے رہ گئے اور جب نی کیاس کو اس کا علم ہوا تو وہ بیڑے میں جاتے جاتے رُک گیا۔ اور دشمن کے پاس قاصد بھیج کر ان دو لاشوں کے اٹھانے کی اجازت طلب کی حالانکہ رواج اور قانون کی رو سے جو فریق ایسی درخواست کرے وہ گویا فتح کے دعوے سے دست بردار ہوتا ہے اور نہ میدانِ جنگ کا مالک سمجھا جا سکتا ہے نہ نشان فتح نصب کرنے کا اسے حق باقی رہتا ہے۔ مگر نی کیاس نے فتح اور نام وری سے دست بردار

ہونا قبول کیا اور اپنی دو لاشیں بلا دفن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ پھر لاکونیہ کے تمام ساحل بحر پر گشت لگا کر جہاں کہیں اسپارٹہ والے مقابلے میں آئے انہیں اس نے پسپا کیا اور تھی دیہ پر قبضہ کر کے وہاں کے اجنبی سپاہیوں کو قید کر کے ایتھنز لایا کہ یہی اجنبی لوگ پہلے اس بستی پر قابض ہو گئے تھے۔

جب دِموس تھینیس نے پی لوس کو قلعہ بند کیا اور اسپارٹہ کی بری اور بحری فوج جو مقابلے میں آئی تھی، اس کے چار سو سپاہی سفاک تریہ کے جزیرے میں پڑے رہ گئے تو اہل ایتھنز کو انھیں قیدی بنانا مفت کا انعام نظر آیا اور حقیقت میں یہ بڑی اچھی غنیمت ہوتی مگر اس جزیرے کا محاصرہ کچھ آسان کام نہ تھا کیونکہ اس کے بعض نا کے ایسے تھے کہ وہاں پانی نہ تھا اور ان تک بحری راستے احتیاج لے جانا؛ گرمیوں میں تو بہت طول الل اور خرچ طلب اور جاڑوں میں مخدوش ہوتا، لہذا وہ اس مہم سے گھبرا گئے اور پچھتائے کہ اسپارٹہ نے صلح کے لیے جو سفارت بھیجی تھی اسے ناحق مسترد کیا۔ صلح کی نی کیاس نے تائید کی تھی مگر کلیون جو اس سے بڑی کد رکھتا تھا، محض اس کی مخالفت میں اس تجویز کے خلاف ہو گیا اور اسی کی ترغیب سے لوگوں نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔

غرض اب جو محاصرے نے طول کھینچا اور انھیں اپنی فوج کی سخت مشکلات کا علم ہوا تو وہ کلیون سے بگڑ گئے مگر اس نے یہ الزام نی کیاس پر عائد کیا اور کہا کہ محض اس کی نرمی اور بزدلی کے باعث محصورین ابھی تک قید سے بچ رہے ہیں۔ اگر میں

سپہ سالار ہوتا تو وہ اتنی مدت تک مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔" لوگوں نے کہا کہ ایسا ہی تو اب ایک دستہ فوج لے کر کیوں نہیں چلے جاتے؟ ادھر نی کیاس نے کھڑے ہوکر اپنی سپہ سالاری سے اس کے حق میں استعفا دیا اور کہا کہ پی لوس کے لشکر سے جتنی فوج چاہو، لے جاؤ اور دور سے بیٹھے باتیں بنانے کی بجائے قوم کے لیے کچھ کام کر کے دکھاؤ۔ کلیون اوّل اس تجویز کو سن کر گھبرایا اور بچنے کی فکر میں تھا، لیکن شہریوں نے تقاضا کیا اور نی کیاس نے بہت طعنے دیے تو اُسے بھی جوش آگیا اور شوقِ نام وری میں یہ مہم اپنے ہاتھ میں لی بلکہ دعوا کیا کہ جہاز میں سوار ہوکر جانے کے بعد بیس دن کے اندر یا دشمنوں کو اسی جگہ ہلاک کر دوں گا اور یا انھیں گرفتار کر کے ایتھنز لے آؤں گا۔" یہ سُن کر شہر والے یقین کرنے کی بجائے مذاق اڑانے لگے کیوں کہ پہلے بھی وہ اس قسم کی ڈینگیں مار چکا تھا اور لوگ اس کا مزا لیتے تھے۔ مثلاً ایک دفعہ جلسے میں لوگ جمع ہوئے اور اس کا دیر تک انتظار کرتے رہے تو آخر میں وہ سہرا باندھے ہوئے آیا اور کہنے لگا کہ آج کا جلسہ ملتوی کر دیجیے کیوں کہ آج مجھے فرصت نہیں ہے۔ میں نے دیوتاؤں کی قربانیاں کی ہیں اور کچھ پردیسی مہمانوں کی ضیافت کرنے والا ہوں۔" اس پر لوگ ہنسنے لگے اور جلسہ ملتوی کر دیا لیکن اس موقع پر تقدیر نے اس کا ساتھ دیا اور دِموس تھنیس کی معیت میں اس نے مہم کا اس خوبی سے انتظام کیا کہ فی الواقع اسی مدت کے اندر جس کا دعوا کیا تھا وہ دشمن کے بقیۃ السیف

سپاہیوں کو قیدی بنا کے ایتھنز لے آیا۔

اس واقعے سے نی کیاس کی بڑی بدنامی ہوئی۔ کیوں کہ یہ محض سپر انداز ہونا نہ تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ذلت اور شرم کی بات ہوئی کہ بزدلی سے اپنا عہدہ از خود چھوڑا اور حریف کو ایک بہادری کا کام انجام دینے کا خود موقع بہم پہنچایا۔ ارِیس توفانس نے اسی پر اپنی نظم "طیور" میں مضحکہ کیا ہے۔ کہ ؎

بستر پہ جا کے یا تو اب آرام کیجیے
یا نی کیاس نے جو کیا، کام کیجیے

اور "مزارعین" میں لکھا ہے کہ :۔

میں تو اب کھیتی کروں گا بھائیو
میں تو گھر پر ہی مروں گا بھائیو
اپنا عہدہ، شہر کا اپنا قیام
چھوڑ دینے کے عوض میں دوں گا دام
دام کافی، یعنی درہم دو ہزار
میری جانب سے تمھیں دیں گے وہ یار
ترکِ عہدہ کے عوض میں جن کے پاس
اتنے درہم رکھ چکا ہے نی کیاس

علاوہ ازیں، کلیون کی شہرت و اقتدار میں اضافہ کر دینے کے باعث اُس نے شہر کو بھی آفت میں مبتلا کیا۔ کیوں کہ اس کامیابی کے بعد ہی کلیون بڑی ..... لینے لگا اور اُس نے

وہ ضد اور خودرائی کی حرکتیں کیں جن سے بہت بُرے نتیجے برآمد ہوئے۔ ازیں جملہ ایک یہ کہ سب سے پہلے اسی (اکلیون) نے عام جلسوں میں تقریر کے آداب و متانت کا خاتمہ کیا۔ وہ پہلا شخص ہی جس نے تقریروں میں چیخنا چلّانا، چغہ کھول کر دامن اچھالنا ران پر ہاتھ مارنا اور (ممبر یا چبوترے پر) ادھر سے اُدھر دوڑتے پھرنا شروع کیا اور جب ریاست کے کارپرداز یہ حرکتیں کرنے لگے تو وہ اتنے بے باک اور نامہذّب ہو گئے کہ خود ریاست میں بدتمیزی کا طوفان مچ گیا۔

الکی بیادس کے میدان میں آنے کا بھی یہی زمانہ ہی۔ یہ عام پسند نوجوان سردار کلیون کے برابر بے قابو مزاج کا نہ تھا لیکن مصر کی زرخیز زمین کی طرح "جس میں اچھے سے اچھے اور زہریلے سے زہریلے دونوں قسم کے پودے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں" الکی بیاد کی فطرت بھی نیک و بد ہر قسم کے خیالات کی زمین تھی اور اسے طرح طرح کی بدعتوں پر ابھارتی رہتی تھی۔ غرض، نی کیاس نے ایک مرتبہ کلیون کو ہاتھ سے نکل جانے دیا تو پھر وہ شہر میں پورا امن و سکون قائم کرنے کا موقع نہ پاسکا۔ بلکہ معاملات رُوبراہ ہونے لگے تو بھی الکی بیاد کے حوصلوں کی بے اعتدالی اور ناعاقبت اندیشی کی بہ دولت پھر ان میں ابتری پھیل گئی اور دوبارہ پہلے سے بھی بدتر جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ان واقعات کی سرگزشت یوں ہی کہ پہلے جن لوگوں نے صلح میں سب سے زیادہ رخنہ ڈالا وہ کلیون اور براسی دس تھے۔ جنگ میں پہلے کے جوہر کھلے اور

دوسرے کی حرمزدگی پر پردہ پڑ گیا۔ کلیون کو بہادری کے جیسے بڑے کام کرنے کا موقع ملا اتنی ہی بڑی بدمعاشیاں کرنے کی براسی دس کو گنجایش ہاتھ لگی۔ آخر یہ دونوں ایک معرکے میں جو ام فی پولیس کے قریب ہوا، مارے گئے۔ نی کیاس نے دیکھا کہ اسپارٹہ والے مدت سے صلح کے خواہش مند ہیں اور اہلِ ایتھنز کو بھی اب فتح کا یقین نہیں رہا تو ان دونوں کو لڑائی سے بددل پاکر اُس نے عین وقت پر ان دونوں میں صلح و دوستی کی کوشش کی کہ یونان کی دوسری ریاستیں بھی جنگ کی آفات اور مصائب سے بچیں اور خود اس کا نام نیک اور کام یاب تدبّر ہمیشہ یادگار رہے۔ اسے معلوم ہوا کہ خوش حال، اور سن رسیدہ افراد، نیز مزارع اور زمین دار عام طور پر صلح پر مائل ہیں اور جب اپنی گفتگو اور بحث مباحثے سے اُس نے اوروں کا جوشِ جنگ بھی ٹھنڈا کر دیا تو اہلِ اسپارٹہ کو صلح کی سلسلہ جنبانی کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ بھی نی کیاس پر بھروسا کرتے تھے کیوں کہ مزاج میں اعتدال و انصاف کے علاوہ پی لوس میں جو اسپارٹی قیدی پکڑے گئے تھے، اُن کی قید کے زمانے میں وہ بڑی مہربانی اور نگہ داشت کرتا رہا کہ اُن کی مصیبت کا بوجھ کسی حد تک ہلکا ہو جائے۔

ایتھنز اور اسپارٹہ میں ایک سال کی ہنگامی صلح پہلے ہی قرار پا چکی تھی اور اس مدت میں وہ ایک دوسرے سے ملتے اور امن و سلامتی اور دوست احباب کی بے روک ملاقات کی نعمتوں

سے بہرہ یاب ہو چکے تھے اور طبعاً جنگ و خوں ریزی ختم کرنے کے آرزومند تھے۔ وہ اپنے سنگیتوں سے اس قسم کے گیت سُن سُن کر خوش ہوتے تھے کہ

میں رکھ دوں گا اب اپنا بھالا
مکڑیاں تنیں گی اُس پر جالا

اور ایسی ایسی کہاوتیں کہ "امن کے زمانے میں جو سوتا ہے، اسے کوے بیدار کرتے ہیں نہ کہ ڈھولنے" پس انھوں نے ایسے فال گو رمالوں وغیرہ کی بھی کچھ نہ سُنی جو حکم لگاتے تھے کہ یہ جنگ تین گُنے نو سال تک چلے گی۔ بلکہ تمام مسائل پر بحث و گفتگو کے بعد صلح کر لی۔ بہت سے لوگوں کو تو یہ معلوم ہوا گویا ان کی ساری مصیبتوں کا خاتمہ ہوگیا۔ نی کیاس کا نام ہر شخص کی زبان پر تھا کہ وہ ضرور دیوتاؤں کا محبوب اور اپنی نیکی اور عبادت گزاری کی بہ دولت مامور ہوا ہے کہ سب سے اچھی اور بڑی نعمت اُسی کے نام سے موسوم ہو۔ کیوں کہ جس طرح جنگ کو وہ پریکلیس کا کام سمجھتے تھے اسی طرح صلح کو نی کیاس کا۔ پہلے نے تو خفیف اسباب پر معلوم ہوتا تھا کہ یونانیوں کو سخت مصیبتوں میں پھنسا دیا اور اس کے مقابلے میں نی کیاس کی تلقین یہ تھی کہ ایک دوسرے کو جو نقصان پہنچایا اور بُرائی کی اُسے فراموش کردیں اور دوبارہ دوست ہوجائیں۔ اسی وجہ سے یہ صلح آج تک صلح نامۂ نی کیاس کہلاتی ہے۔

صلح کی شرطیں یہ تھیں کہ فریقین سب قلعوں، شہروں اور

قیدیوں کو جو اُن کے قبضے میں تھے، واپس کر دیں گے۔ قرعہ ڈال کر فیصلہ کیا جائے گا کہ اپنے مفتوحہ قلعے وغیرہ پہلے کون چھوڑے۔ اس موقع پر، تھیوفراس توس کا بیان ہے کہ نی کیاس نے کچھ رُپیہ دے کر اہلِ اسپارٹہ کے نام قرعہ نکلوایا۔ پھر جب کورنتھ و بیوشیہ نے صلح کی شرطیں پسند نہ کیں اور دوبارہ جنگ کی نوبت پہنچتی دیکھی تو ایتھنز و اسپارٹہ میں جنگ و دفاع کا معاہدہ کر لینے کی تحریک کی تاکہ دوسری ریاستیں مرعوب اور اِن دو کے باہمی تعلقات اور مستحکم ہو جائیں لیکن ابھی یہ معاملات طے ہو رہے تھے کہ الکی بیاد نے ان میں کھنڈت ڈالنی شروع کی۔ وہ طبعاً امن و سکون کا شائق نہ تھا۔ دوسرے اسپارٹہ والے نی کیاس کی تعظیم و تکریم کرتے اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آتے رہے اس نے اُسے اور بھی مشتعل کیا اور اگرچہ وہ شروع سے صلح کی مخالفت کرتا رہا اور کام یاب نہ ہو سکا تھا۔ لیکن اب جو اسپارٹہ والوں نے بعض قلعے حوالے کرنے اور یا حسب قرارداد منہدم کرنے میں دیر لگائی اور اہلِ ایتھنز اُن کی بعض باتوں سے مکدّر ہوئی تو الکی بیاد کو خوب موقع ملا اور اُس نے اپنے ہم وطنوں کو اسپارٹہ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا حتےٰ کہ ارگوس کے قاصد بلوائے کہ ایتھنز کے ساتھ اس ریاست کا اتحاد کر لیا جائے۔ اسی اثنا میں اسپارٹہ کے سفیر پورے اختیارات کے ساتھ ایتھنز پہنچے اور مجلس منتظمہ سے ابتدائی گفتگو میں اُن کی شرطیں ایسی غالب معلوم ہوئیں کہ الکی بیاد کو یقین ہو گیا کہ مجلسِ عوام بھی ان کو قبول کر لے گی تب وہ بالا بالا سفیروں سے ملا اور بہ حلف اپنی امداد کا یقین دلایا

بہ شرطے کہ وہ اس بات کا اظہار نہ کریں کہ پورے اختیارات کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ اور جب وہ اس کے چکمے میں آ گئے اور مجلسِ عوام میں بھی انھوں نے اختیاراتِ صلح رکھنے سے انکار کیا تو الکی بیاد جس نے ان کا باضابطہ تعارف اور خود ہی یہ سوال کیا تھا، ایک دفعہ ہی بدل گیا اور مجلسِ منتظمہ کی طرف پلٹ کر بولا کہ اِن لوگوں نے آپ سے کیا کہا تھا، اس کی گواہی دیجیے۔ پھر عوام سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ ایسے حضرات سے جو کبھی کچھ کہتے ہیں، کبھی کچھ اور جن کی دروغ گوئی ثابت ہو' معاملہ کرنے میں ہوشیار رہیں۔ اس پر وہ سفیر بہت کھسیائے گئے اور نی کیاس بھی حیران رہ گیا کہ اب کیا کرے؟ چناں چہ مجلس نے ارگوس کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی قرار داد منظور کی۔ لیکن اسی وقت ایک زلزلہ آ گیا جس سے مجلس برخواست ہوئی اور نی کیاس کو موقع ملا کہ دوسرے دن ارگوس والی قرار داد کو ملتوی اور بہت غل شور کے بعد خود اپنے کو اسپارٹہ بھیجنے کی تجویز منظور کرا دے۔ جس سے امید تھی کہ سب معاملات رُوبراہ ہو جائیں گے۔

جب وہ اسپارٹہ پہنچا تو وہاں والوں نے اُسے اپنا حامی اور نیک آدمی سمجھ کر اچھا برتاؤ کیا لیکن ایتھنز کے حریف بیوشیہ کے بھی وہاں بہت سے طرف دار تھے۔ اس گروہ نے نی کیاس کی کوئی بات نہ چلنے دی اور اسے خالی ہاتھ واپس جانا پڑا۔ یہاں کی ذلت و تحقیر کے علاوہ اسے اپنے اہلِ وطن کی جانب سے زیادہ اندیشہ تھا کہ وہ کس قدر بگڑیں گے اور پشیمان ہوں گے کہ انھوں

نے نی کیاس کی تحریک و ترغیب سے پی سوس کے قیدیوں کو رہا
کیا تھا جس میں بہت سے اسپارٹہ کے عالی خاندان لوگ تھے
اور ان کے عزیز و اقارب وہاں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے
بہ ایں ہمہ ایتھنز والوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی
البتہ الکی بیادس کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا اور اسپارٹہ کی مخالف
ریاستوں کو اپنے اتحاد میں شامل کرلیا۔ اس کے ساتھ پی سوس میں
قزاقوں کو بھیجا کہ لاکونیہ کے ساحل پر لوٹ مار مچائیں اور اس
طرح جنگ کے شرارے پھر بھڑکنے لگے۔

لیکن اب نی کیاس اور الکی بیادس کی دشمنی بڑھتی جاتی تھی
اور فتوئے عام کا وقت بھی قریب آگیا تھا جس میں لوگ وقتاً
فوقتاً ٹھیکرے پر نام لکھ کر ایسے افراد کو دس برس کے لیے
خارج البلد کردیا کرتے تھے جو اپنی دولت یا ہردل عزیزی کے
باعث سب میں محسود یا مشکوک ہوگیا ہو۔ اور ان دونوں کو ڈر ہوا
کہ نزلہ انھی میں سے کسی ایک پر گرے گا کیوں کہ عوام الکی بیادس
کی زندگی سے نفرت کرتے تھے اور اس کی اولوالعزمی اور بے باکی
سے ڈرتے رہتے تھے جیسا کہ اُس کی سیرت میں ہم بیان کرچکے ہیں
بہ خلاف اس کے نی کیاس کی کم آمیزی اور سب سے الگ رہنے کی
عادتیں، اُسے مطعون کرتی تھیں کہ وہ عام شہری بلکہ ایک متمدن
انسان کی عادتوں سے مختلف تھیں۔ اُس کی دولت مندی بھی رشک
و حسد کا موجب تھی اور اُس نے اہل وطن کو کئی بار ان کے منشاء کے
مطابق عمل کرنے سے روکا اور قومی مصلحت کے خلاف کام

کرنے نہیں دیا تھا پس وہ بھی لوگوں کی مخالفت کا نشانہ بنا۔

سچ پوچھیے تو یہ جنگ کے شوقین جوانوں اور امن کے جویا بوڑھوں کی کشاکش تھی۔ امن پسند لوگ الکی بیادس کو نکلوانا چاہتے تھے اور جنگ خواہ نی کیاس کے اخراج کی فکر میں تھے۔ لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے کہ ع:

خانہ جنگی میں رذالے بھی اُبھر آتے ہیں

ایتھنز میں بھی ایسا واقعہ ہوا کہ ان گروہوں کے باہمی مناقشے میں ایک نہایت پاجی اور بدمعاش آدمی مسمی ہی پربولوس (باشندہ پری توودہ) کو خوب نمایاں ہونے کا موقع مل گیا۔ وہ کسی اقتدار کے باعث متمرد نہیں ہوا بلکہ کہنا چاہیے کہ تمرد کے زور سے اقتدار پا گیا اور شہر میں اپنی عزت کی وجہ سے اُس کی ذلت کا موجب ہوا۔ اس وقت اُسے اپنے اخراج کا کچھ خطرہ نہ تھا اور حقیقت میں وہ تو غلاموں کی سولی پر لٹکائے جانے کا مستحق تھا۔ مگر اسے یہ امید تھی کہ اگر ان دو میں سے ایک نکال دیا گیا تو وہ دوسرے کا مقابلہ کر سکے گا، لہٰذا اُن کے جھگڑے پر علانیہ خوش ہوتا اور عوام کو دونوں کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔ نی کیاس اور الکی بیادس نے اُس کی یہ دشمنی دیکھی تو خفیہ طور پر متفق ہو گئے اور باہمی کوشش سے اُن کی یہ تدبیر چل گئی کہ بجائے اُن کے اخراج کا ٹھیکرا ہی پربول کے خلاف پڑا۔ جب فتنۂ عام کا یہ نتیجہ برآمد ہوا تو لوگ اوّل اوّل خوب ہنسے مگر بعد میں انھوں نے اسے بھی اپنی ہتک محسوس کیا کہ ایک ایسے آئین سے اتنا ذلیل کام لیا جائے

کیوں کہ سزا بھی ایک خاص وقار کی حامل ہوتی ہی اور اس اخراج کے مناسب توسی دیدیز، اریس تی ید جیسے نامی گرامی لوگ ہو سکتے تھے نہ کہ ایسا نفر، جس کے حق میں یہ سزا الٹی ناموری کا باعث ہوئی اور جب اس کی بدمعاشی کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو بہترین اشخاص کے ساتھ کیا جاتا تھا تو اسے فخر کرنے کا موقع مل گیا۔ چناں چہ ظریف شاعر قلاتو اس باب میں لکھتا ہی کہ:۔

وہ سزا کا مستحق تھا، نہیں اس میں شبہہ کوئی
مگر اس کی، یہ تو کہیے کہ سزا بھی مستحق تھی!
کوئی ان ذلیل سفلوں کے لیے ہمیں دیا تھا
یہ سفال اتھینہ نے جسے ہم نے اس پہ پھینکا؟

اور حقیقت میں پھر انھوں نے کسی کو یہ سفالی سزا نہیں دی۔ ہی پارکوس جو اس نام کے جابر کا عزیز تھا، پہلا اور ہی پربول آخری شخص تھا جسے اس طرح عام فتوے سے خارج البلد کیا گیا۔

تقدیر کی نسبت کوئی رائے نہیں دی جا سکتی اور نہ اس کے متعلق یقین دلانے میں کوئی دلیل کام آتی ہی۔ اب اگر نی کیاس اپنے حریف الکی بیادیس کے ساتھ جوکھوں میں پڑتا تو یا اس کا حریف خارج البلد اور خود وہ محفوظ ہو جاتا اور یا وہ نکال دیا جاتا تو اس صورت میں بھی اس کی سپہ سالاری پر کوئی حرف نہ آتا اور وہ اس مصیبت کبرا سے بچ جاتا جو آیندہ اسے نصیب ہوئی۔ یہاں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس بات کا علم ہی کہ تھیوفراس توس نے اس مقابلے میں الکی بیاد کا حریف نی کیاس کی بجائے فیاش

کو بتایا ہی لیکن یہ روایت اکثر مصنفوں کے بیان کے خلاف ہی۔
بہ ہر حال اس میں تو شک نہیں کہ جب ای جس تی اور لیون تی قاصد آئے اور ایتھنز والوں سے صقلیہ مہم بھیجنے پر اصرار کیا تو الکی بیاد کی مخالفت نی کیاس ہی نے کی مگر الکی بیاد کے آگے کچھ پیش نہ چلی جس نے لوگوں کو جمع ہونے سے پہلے لیسے سبز باغ دکھائے اور وہ وہ تقریریں کیں کہ ان کے دماغ میں اور ہی خیالات سما گئے اور قوت فیصلہ ہی صحیح نہ رہی۔ حتے کہ وہاں کے جوان کھیل تفریح کے وقت اور بوڑھے اپنے کارخانوں میں تختوں پر بیٹھے صقلیہ ہی کے نقشے کھینچتے اور اسی کے سواحل و بنادر اور افریقہ کی جانب جزائر کی شکلیں بناتے رہتے تھے۔ کیوں کہ وہ جنگ کا آخری مقصد صقلیہ کے فتح کرنا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے اپنی چھاونی اور پہلا مقام بنا کر قرطاجنہ اور افریقہ پر فوج کشی کرنا چاہتے تھے جہاں سے سمندر ہرقل کے ستونوں (بہ جبل الطارق) تک پہنچ جائیں۔ اس حال میں نی کیاس کی بہت کم لوگوں نے تائید کی اور وہ بھی زیادہ باثر نہ تھے اس لیے کہ دولت مند افراد اس خوف سے خاموش رہے کہ کہیں ان پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بیڑے کی تیاری اور قومی مہم کے مصارف میں روپیہ لگانے سے بچتے ہیں بہ ایں ہمہ نی کیاس نے مخالفت سے ہاتھ نہیں اٹھایا اور جنگ کا فیصلہ اور سپہ سالاروں کا تقرر ہونے کے بعد بھی جب دوسرا اجلاس ہوا تو کھڑے ہو کر انھیں باز رکھنے کی کوشش کی اور الکی بیاد کو الزام دیا کہ وہ محض ذاتی شہرت اور دولت کی ہوس میں اہلِ وطن

کو بیرونی خطرات اور مشکلات میں مبتلا کرنا چاہتا ہی۔ لیکن پھر کوئی اثر نہ ہوا۔ قوم نے اُس کو اور الکی بیادِ ، لاماکوس کو سپہ سالار نامزد کیا اور اُس کی تجربہ کاری اور حزم و احتیاط کو الکی بیاد کی دلیری اور لاماکوس کی اثر پذیر طبیعت کے ساتھ شامل کرنا کافی سمجھا کہ ایسی شرائت کے بعد پھر کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ آخر نی کیاس کو بھی ماننا پڑا اور ادھر دِموس تِنِیس جو عوام پسند سرگروہوں میں اس مہم پر سب سے زیادہ زور دیتا تھا، جلسے میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں اب نی کیاس کا مُونھ بند کردوں گا کہ مزید حیل حُجّت نہ کرنے پائے۔ پھر تحریک پیش کی کہ ان سپہ سالاروں کو ملک میں اور بیرونِ مُلک کامل اختیارات دیے جائیں کہ وہ جب چاہیں حکم دیں اور جو مناسب سمجھیں کارروائی کریں۔ یہ تحریک بھی لوگوں نے منظور کی۔

مگر کہتے ہیں مذہبی پیشوا اس مہم کے دل سے مخالف تھے۔ اُن کے توڑ کے لیے الکی بیادِ اور اس کے ہم خیال رمالوں نے بعض پرانی پیش گوئیوں کی یہ تعبیر دی کہ صقلیہ میں ایتھنز والے بڑا نام پائیں گے" اور امون دیوتا کے مندر سے قاصد کاہنوں کا یہ جواب لائے کہ ایتھنز والے بیرا کیوزیوں کو لے لیں گے! دوسری طرف جو لوگ بعض ایسے احکام نجوم سے آگاہ تھے جن میں خلاف پیش گوئی کی گئی تھی، خاموش ہو رہے کہ لوگ انھیں بدفالی کرنے کا الزام نہ دیں۔ اس واسطے کہ بعض بُرے شگون اور ہرمس دیوتا کی ساری مورتوں کے ایک رات میں اعضا ٹوٹ جانے یا توڑے جانے کے باوجود وہ مہم لے جانے سے باز نہ آئے۔ بارہ دیوتاؤں کے مندر میں ایک شخص یکایک اُچھلا اور اُس

جنگی ساز وسامان اور طمطراق کا یہ انجام نہ ہو کہ عین دھوم دھام کے وقت اُس پر مصیبت پڑے اور وہ خاک میں مل جائے۔

نی کیاس نے اس مہم کی مخالفت کر کے اپنی بے غرضی اور استقامت رائے کا ثبوت دیا کہ نہ فتح و ملک گیری کی امیدوں سے اس کا دماغ خراب ہوا نہ اعلا سپہ سالار بنائے جانے کے اعزاز نے اُس کی رائے پر کوئی اثر ڈالا۔ لیکن جب اُس کی تمام کوشش و فہمایش اُنھیں جنگ سے باز نہ رکھ سکی اور نہ انھوں نے اسے سپہ سالاری سے دست بردار ہونے کی اجازت دی بلکہ کہنا چاہیے کہ جبراً کندھوں پر اٹھا کر اسے سپہ سالاری کی کرسی پر لا بٹھایا تو پھر فرض شناسی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ سب اعتراض و احتیاط کو بالائے طاق رکھ دے اور بچوں کی طرح مڑ مڑ کر جہاز پر سے ساحل کو نہ دیکھے اور بار بار یہ بات نہ سوچے اور نہ دُہرائے کہ اُس کی رائے کو کسی معقول دلیل سے مسترد نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ ان باتوں سے ساتھی سرداروں کی ہمت پست اور جوش ٹھنڈا ہوا جاتا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جوش و قوت سے دشمن تک پہنچے اور جلد لڑ کر قسمت آزمائی کرنے کی بجائے جب لاماکوس نے براہ راست سیراکیوز پہنچ کر دشمن سے اُس کی شہر پناہ کے سامنے لڑنے کا مشورہ دیا اور الکی بیادس نے صقلیہ کے دوسرے شہروں سے اتحاد کر کے فوج کشی کی رائے پیش کی تو نی کیاس نے دونوں کی نہیں مانی اور اصرار کیا کہ جزیرے کے گرد چکر لگا کے ہمیں صرف اپنی بحری طاقت کا مظاہرہ کرنا اور شہر اجیس تیہ کو تھوڑی سی کمک پہنچا کر ایتھنز واپس ہو جانا

نے پلٹ کر پتھر سے اپنی صورت مسخ کر لی۔ اسی طرح ڈلفی کے مندر میں ایتھنز والوں نے ایرانیوں کے مالِ غنیمت سے پیتل کا ایک درخت بنا کر چڑھایا تھا، اُس پر منروا کا طلائی پتلا اور سونے کا ایک پھل بھی جڑا ہوا تھا۔ کئی دن کوّوں نے اس کے ٹھونگیں ماریں اور یہ پھل توڑ کر گرا دیا لیکن ان خبروں کو سُن کر بھی ایتھنز والوں نے یہی کہا کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ سیراکیوز والوں نے اہلِ ڈلفی کو رشوت دی ہے اور وہ یہ خبریں گھڑ گھڑ کے ہمیں ڈرانا چاہتے ہیں۔" ممکن ہے انھی شگونوں کو دیکھ کر یا عقلی قرائن سے مہم کی ناکامی کا یقین کر کے مِٹون نجومی نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا ہو۔ اس نے اپنے گھر کو خود آگ لگائی اور دوسرے دن مجلس میں آکر درخواست کی کہ میرے بیٹے کو جو مہم کے ایک جہاز کا کپتان مقرر ہوا تھا، جنگ کی خدمت سے معاف کر دیا جائے۔ حکیم سقراط کو بھی روحانی طور پر، منفرد علامات سے، یہ ادراک ہوا تھا کہ اس مہم کا انجام ریاست کی تباہی ہوگا اور اس نے اپنے خاص خاص دوست آشناؤں کو آگاہ کر دیا تھا جنھوں نے اس بات کا دوسروں سے بھی تذکرہ کیا۔ پھر، ایک گروہ کو اس لیے بھی تشویش ہوئی کہ ایتھنزی بیڑا انھی تاریخوں میں چلنے والا تھا جن میں عورتیں ادونیس کی موت کا تہوار مناتی ہیں۔ اس موقع پر جگہ جگہ مصنوعی مُردوں کے تابوت نکالے جاتے تھے اور لوگ روتے اور نوحے کرتے ہوئے انھیں اٹھا کر چلتے تھے۔ عورتیں سینہ کوبی کرتی ہوئی ساتھ ہوتی تھیں۔ پس جو لوگ ایسی باتوں کا وہم کرتے ہیں سخت متردد تھے کہ کہیں اس سارے

چاہیے، جس نے تمام اہل لشکر کے ولولے سرد کر دیے۔ ادھر الکی بیادیس پر ایتھنز میں مقدمہ قائم ہوا اور اس کی باز طلبی کے بعد نی کیاس گویا اکیلا ہی سیاہ و سفید کا مالک ہوگیا۔ اگرچہ لاماکوس بھی سپہ سالار تھا مگر اسے برائے نام سمجھنا چاہیے۔ اور اب فضول پڑے پھرنے اور سوچ بچار کرتے رہنے کے باعث اُس کے ساتھیوں کی امنگیں تو سب دھیمی پڑ گئیں اور اُدھر دشمنوں میں اُن کی آمد سے جو خوف و پریشانی پھیلی تھی وہ رفتہ رفتہ دُور ہوگئی۔

الکی بیادس کے واپس جانے سے قبل وہ ایک دفعہ سیراکیوز کے سامنے تک پہنچے اور ساٹھ جنگی جہازوں میں سے پچاس کو بندرگاہ میں صف بستہ ٹھیرایا اور دس جہاز گشت لگاتے اور ایک نقیب کے ذریعے پکار پکار کے یہ کہتے پھرے کہ شہر کے اندر جو لیونتینہ والے (بہ طور حلیف) موجود ہیں وہ اپنے وطن کو واپس چلے جائیں۔ انھی جہازوں نے دشمن کی ایک کشتی کو بھی گرفتار کیا جس میں چند تختیوں پر تمام اہل سیراکیوز کی بہ ترتیب قبائل فہرست درج تھی۔ یہ تختیاں شہر کے باہر عطارد کے مندر میں رہتی تھیں لیکن اب جنگ کے لیے جوانوں کو طلب کرنے کی غرض سے منگالی گئی تھیں۔ جب یہ پکڑی گئیں اور ایتھنز کے سرداروں کے سامنے آئیں تو رمالوں کو وہم ہوا کہ کہیں اُس پیش گوئی کا کہ " اہل ایتھنز تمام سیراکیوز والوں کو لے لیں گے " یہی مطلب تو نہیں تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا حکم ایک اور موقع پر پورا ہوا تھا جب کہ کالی پس نے دِلیون کو قتل کر کے سیراکیوز پر قبضہ حاصل کیا۔ القصہ اسی واقعے

کے بعد الکی بیاد تو واپس ہوا اور فوج کا سارا اختیار نی کیاس کے ہاتھ آگیا۔ لاماکوس ذاتی طور پہ بہت دلیر اور ایمان دار سپاہی تھا لیکن اُس کی غربت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کبھی سپہ سالار مقرر ہوتا تو فوجی اخراجات میں اپنے لباس اور جوتوں تک کا خرچ بھی محسوب کرتا تھا۔ بہ خلاف اس کے نی کیاس کا اپنی دولت مندی اور دوسرے اسباب سے بھی بہت لحاظ کیا جاتا تھا۔ چناں چہ یہ قصہ مشہور ہے ایک دفعہ مجلس شوریٰ میں اُس نے سفوکلیس (شاعر) سے کہا کہ تم سب سے بڑے ہو پہلے تم اپنی رائے دو۔ تو اُس نے جواب دیا کہ "میں سن رسیدہ ہوں لیکن بڑے آپ ہیں"۔ لاماکوس بھی اگرچہ جنگی مسائل کو بہتر جانتا تھا، اس سے بہت دب گیا اور اسے اپنی من مانی کارروائیاں کرنے سے باز نہ رکھ سکا حالاں کہ اس کا خطرے سے بچ بچ کر چلنا اور دُور دُور رہنا، دشمن کو دلیر بنا رہا تھا اور جب اُس نے ایک بہت ہی معمولی قلعے ھیبلا پر حملہ کیا اور پھر بغیر تسخیر کیے خود ہٹ گیا تو وہ اسے بالکل ہی حقیر سمجھنے لگے۔ آخر بغیر کوئی کام کیے وہ کتانا میں پسپا ہوگیا البتہ ھی کارا جو ایک غیر ملکی گھٹیا سی بستی تھی، اُسے ضرور منہدم کرگیا اور مشہور ہے کہ یہیں کے اسیروں میں لائیس نامی رنڈی فروخت ہوئی۔ وہ اُس وقت بہت کم عمر تھی اور بعد میں پلوپونی سس لائی گئی۔

جب گرمیاں گزر گئیں اور اہلِ سیراکیوز یہاں تک جری ہوگئے کہ خود نکل نکل کر یونانیوں پر حملے کرنے اور ان کے پڑاؤ تک آکے انھیں چڑانے لگے کہ تم لیونتی نہ کو آزادی

لانے آئے ہو یا کتانا والوں کے پاس رہ پڑو گے؟ تو بڑی میل رحمت کے بعد نی کیاس نے سیراکیوز پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اُس نے ایک شخص کو تیار کیا کہ وہ سیراکیوز جائے اور وہاں والوں کا دوست بن کر انھیں یہ خبر دے کہ ایتھنزی پڑاؤ فلاں دن خالی ہوگا اور ایتھنز کے اکثر سپاہی کتانا کے اندر مقیم ہوں گے اگر سیراکیوزی پوری فوج سے حملہ کریں تو ان کا پڑاؤ بھی لوٹ سکتے ہیں اور شہر کے اندر گھس کر اُن کے مخزن پر بھی قبضہ کر سکتے ہیں کیوں کہ خود کتانا میں بہت سے شہری دل سے سیراکیوز کے طرف دار ہیں، ان کو آتے دیکھ کر خود شہر کا ایک پھاٹک کھول دیں گے اور حملہ آوروں کے ساتھ مل جائیں گے۔ یہ چال کام یاب ہوئی اور حقیقت میں ساری جنگ میں نی کیاس نے کوئی کارگر تدبیر کی تو وہ یہی تھی کہ سیراکیوز کی تمام فوجوں کو اِدھر بُلا کے خود کتانا سے کوچ کیا اور اُن کی بندرگاہ میں بہترین مقام پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں دشمن کے ہتھیار ایتھنزیوں کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے اور جو ذرائع اور اسلحہ ایتھنز کے پاس تھے، وہ اُن سے خوب کام لے سکتا تھا۔

غرض جب سیراکیوزی فوجیں کتانا سے واپس ہوئیں تو شہر کے دروازوں کے سامنے نی کیاس نے سرعت سے بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور انھیں شکست دی اگرچہ اُن کے گھوڑوں نے تعاقب میں رکاوٹ ڈالی اور وہ زیادہ سپاہی قتل نہ کر سکے۔ لیکن جب نی کیاس نے ندی کے پُل توڑ دیے تو دشمن کے سپہ سالاروں کو یہ فقرے کسنے اور اپنے سپاہیوں کا دل بڑھانے کا موقع ملا کہ

نی کیاس تو معلوم ہوتا ہو لڑنے نہیں آیا بلکہ لڑنے سے بچنے کے لیے آیا ہو۔ تاہم لوگوں میں پریشانی اور ہراس پھیل گیا تھا اور پندرہ سپہ سالاروں کے علاوہ انھوں نے تین اور سردار منتخب کیے اور ان کی کامل اطاعت کے حلف اٹھائے۔

شہر کے باہر عطارد کا بڑا مندر تھا اور اس میں سونے چاندی کے قیمتی ساز و سامان پر ایتھنزی ہاتھ مارنا چاہتے تھے مگر نی کیاس ان کو روکتا رہا یہاں تک کہ سیراکیوز کا ایک دستہ فوج وہاں پہنچ گیا اور حملہ آوروں کے لوٹ مار کرنے کا موقع نکل گیا۔ اصل میں نی کیاس نہ چاہتا تھا کہ اس گناہ میں شریک ہو جس سے حکومت کو تو کوئی فائدہ نہ ہوتا صرف سپاہیوں کی جیبیں بھر جاتیں۔

پھر وہ ناکسوس چلا گیا۔ وہیں جاڑے گزارے اور اتنی بڑی فوج رکھنے کا فضول خرچ اٹھاتا رہا۔ سوائے بعض معمولی تادیبی مہموں کے جو سرکشی کرنے والے مقامی باشندوں کے خلاف بھیجی گئیں اور کوئی کام اس نے نہ کیا۔ اہلِ سیراکیوز کی پھر ہمت بڑھی اور انھوں نے آس پاس کا علاقہ تاراج کر کے کتانا کے پڑاؤ میں آگ لگا دی۔ اس کا الزام سب نے نی کیاس کو دیا کہ وہ اپنے سوچ بچار ہی میں پڑا رہتا ہو اور فضول مصلحت اندیشی اور احتیاط میں کام کا وقت گنوا دیتا ہو لیکن حق یہ ہو کہ جنگ سے پہلے ہچر مچر کرنے اور دیر لگانے کے بعد جب کبھی وہ کام کرتا تو پھر اس میں کوئی سستی اور کوتاہی نہ دکھاتا تھا۔ چناں چہ دوبارہ وہ لڑنے چلا تو ایسی عجلت اور خوبی سے اپنی فوج چڑھا کر لایا کہ غنیم کو خبر بھی نہ

ہونے پائی اور تھاپ سوس پر لنگر ڈال کر یکایک اپی پول پر جا پڑا
شہر کی مدد کو چیدہ جوانوں کی جو فوج آئی تھی اُسے شکست دی اور
تین سو سپاہی قید کیے ۔ اُن کا رسالہ بہادری میں مشہور تھا ، اُسے بھی
مار کر بھگا دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پورے شہر سیراکیوز کے گرد
ایک حصار اتنی جلد بنوا دیا کہ شہر والے حیران رہ گئے اور خود یونانیوں
کو یقین نہ آیا ۔ کیوں کہ سیراکیوز ایتھنز سے کم وسیع شہر نہ تھا
اور اس کے گرد ناہموار زمین اور سمندر کا پانی آجانے سے دل دل تھی
تھی ۔ اور یہ سب کام اتنی جلد اور ایسے شخص کے ہاتھوں انجام پایا
جسے ایک پتھر جمانا بھی دو بھر تھا ۔ میں ایسے سپہ سالار اور اُس کے
سپاہیوں کو آفریں کہتا ہوں ۔ یوری پی دس شاعر نے یونانیوں کی
ہزیمت کے بعد جو مرثیہ لکھا اس میں آٹھ معرکے جیتنے کا ذکر کیا ہے
حال آں کہ اُن کی فتوحات کا شمار آٹھ سے بھی زیادہ تھا اور صرف
قضا و قدر ہی کے مخالف ہو جانے سے وہ انتہائی عظمت و عروج
کے زینے چڑھتے چڑھتے رُک گئے ۔ نی کیاس سخت بیماری کے باوجود
اکثر معرکوں میں خود شریک رہا اور اپنے جسم کو اذیت میں ڈالتا رہا ۔ لیکن
ایک بار جب مرض کی شدت تھی وہ چند نوکروں کے ساتھ اپنے ڈیرے
میں پڑا رہا اور لاماکوس نے فوج کی قیادت کی ۔ ایتھنزی جو حصار
بنا رہے تھے اسے روکنے کی غرض سے سیراکیوز والوں نے بیچ میں
ایک سیدھی فصیل بنانی شروع کی تھی ۔ یہیں یہ معرکہ ہوا جس میں
لاماکوس اپنے سپاہیوں سے الگ ہو گیا اور دشمن کے ایک دستے
نے اس پر حملہ کر دیا ۔ ان میں کالی کراتس جس کی شجاعت اور

سپہ گری مشہور تھی، آگے آگے تھا۔ اُس نے ٹوک کر لاماکوس کو مقابلے پر بُلایا اور کاری زخم پہنچایا۔ باوجود اس کے لاماکوس نے بھی ایسا وار کیا کہ وہ دونوں ایک ساتھ مر کر گرے۔ سیراکیوزی لاماکوس کی لاش اور ہتیار لے گئے اور پھر پوری قوت سے اتھنزی حصار پر حملہ کیا۔ نی کیاس نے اس علالت کی حالت میں خطرے کا اندازہ کر کے حکم دیا کہ لکڑی اور سامان جو باڑ بنانے کے لیے جمع تھا، ان سب میں آگ لگا دی جائے۔ اسی نے اُن کو بڑھنے سے روکا اور نی کیاس اور اتھنزی حصار کو بچا لیا۔

اب نی کیاس اکیلا سپہ سالار رہ گیا۔ فتح کی امیدیں اور قوی نظر آنے لگیں۔ بہت سی بستیوں کے قاصد اُن سے اتحاد کرنے آنے اور ہر ساحل سے سامانِ رسد لد لد کر اُن کے پڑاؤ میں پہنچنے لگا۔ کیوں کہ دُنیا جیتنے والوں کا ساتھ دیتی ہو۔ خود سیراکیوز والوں کو مایوسی ہونے لگی اور اُنھوں نے ہتیار ڈالنے کی بعض شرطیں بھی پیش کیں۔ حتیٰ کہ جی لی پوس جو اسپارٹہ سے اُن کی مدد کے لیے بیڑا لا رہا تھا، اُس نے رستے میں سیراکیوز کی زبوں حالی سُنی اور پھر محض اس خیال سے اپنا سفر جاری رکھا کہ صقلیہ ہاتھ سے نکل گئی تو اطالیہ کے شہروں ہی کو اتھنز والوں سے بچانے کی کوشش کرے گا۔ عام شہرت ہوگئی تھی کہ اتھنزیوں کے مقابلے میں کوئی نہیں ٹھیر سکتا اور ان کے سردار پر ذاتی لیاقت اور اقبال مندی دونوں اعتبار سے کوئی غالب نہیں آسکتا۔

اُدھر غلبے اور کامیابی نے نی کیاس کی بھی ہمت بہت بڑھا

دی اور سیراکوذ میں اندر ہی اندر قبولِ اطاعت کی تحریک کی خبر سُن کر وہ اتنا مطمئن ہوگیا کہ جی لی پوس کے آنے اور اُس کی نگرانی رکھنے کی کوئی کوشش نہ کی حتیٰ کہ وہ بہت دُور کسی گم نام جگہ لنگرانداز ہوا اور اچھی خاصی جمعیت بھی جمع کرلی مگر سیراکیوز والوں کو اطلاع نہ ہوئی اور انھوں نے مجلسِ عام منعقد کی کہ صلح کی شرطیں طے کریں اور بعض اس فکر میں تھے کہ جو کچھ ہو سکے سامان لے کر شہر سے نکل جائیں قبل اس کے کہ پورا شہر حصار کے اندر بند ہوجائے، جس کی تکمیل میں اب تھوڑی ہی کسر رہ گئی تھی۔ تعمیر کا سب مصالحہ بھی لکیر پر مہیا ہوچکا تھا۔ لیکن عین اسی نازک وقت پر کورنتھہ سے گون گی لوس ایک جہاز میں اُن کے پاس پہنچا اور جی لی پوس نیز امدادی جہازوں کے جلد پہنچنے کی خوش خبری سُنائی اور اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات کا اعتبار کرتے جی لی پوس کے تیز رَو ہرکارے پہنچے اور اس کے استقبال کو چلنے کے لیے کہا۔ اب اُن کی ہمت بندھی اور پھر مسلح ہو گئے۔ جی لی پوس نے آتے ہی صفِ جنگ مرتب کی اور ادھر سے نی کیاس بھی لڑنے کے لیے نکلا۔ مگر جی لی پوس نے اپنے ہتیار ایتھنزیوں کے سامنے جمع کرکے پہلے ایک قاصد بھیجا کہ اُن سے کہہ دے ہم تم کو صقلیہ سے بہ خیر و سلامت نکل جانے کی مہلت دیں گے۔ نی کیاس نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا مگر بعض ایتھنزی سپاہی ہنسنے لگے کہ کیا ایک مٹا کوٹ اور اسپارٹی عصا آجانے سے سیراکیوز کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ وہ ہمیں خاطر میں نہیں لاتا۔ حال آں کہ ہم اسپارٹہ کے تین سو قیدی پکڑ کے چھوڑ چکے ہیں جن میں سے ہر ایک جی لی پوس سے زیادہ لمبے بال اور بڑے

ہٹ والا تھا۔ تی سیوس نے لکھا ہو کہ خود سیراکیوز والوں کی نظر میں وہ زیادہ نہیں جچا اور شروع میں تو وہ اس کے چوب اور لمبے بالوں کا مضحکہ کرتے تھے اور بعد میں اُس کی طمع اور دنائت پر نام دھرنے لگے لیکن یہی مصنف اقرار کرتا ہو کہ جس طرح اُلّو کو پرواز کرتے دیکھ کر لوگ جمع ہوجاتے ہیں اسی طرح جی لی پوس کے وہاں نمودار ہوتے ہی صدہا آدمی جنگ میں حصہ لینے آ گئے۔ اور یہ آخری بات زیادہ صحیح ہو کیوں کہ اُس کی چوب اور چُغے میں لوگوں کو اسپارٹہ کی چھاپ اور پشت پناہی نظر آتی تھی، پس وہ جوق جوق اُس کے گرد جمع ہوگئے۔ توسی دی دس نے وثوق سے لکھا ہو کہ آیندہ جنگ میں جو کچھ کیا تنہا اسی جی لی پوس کا کارنامہ تھا اور فی لیس توس جو سیراکیوز کا باشندہ اور ان واقعات کا عینی مشاہد ہو، اس بیان کی تائید کرتا ہو۔

تاہم پہلے معرکے میں ایتھنز والے زور رہے۔ سیراکیوز کے کچھ سپاہی مارے گئے۔ انھی میں گون گی لوس کورنتھی بھی تھا۔ لیکن دوسرے دن جی لی پوس نے دکھادیا کہ ایک تجربہ کار آدمی کیسا ہوتا ہو۔ کیوں کہ انھی ہتیاروں، انھی سواروں سے اس مقام پر ذرا مختلف طریق پر کام لے کر اس نے اہلِ ایتھنز کو مغلوب کیا اور جب وہ پڑاؤ کی طرف بھاگ گئے تو فوراً اہلِ سیراکیوز کو انھی کے عمارتی مصالحے سے ایک جوابی دیوار بنانے پر لگا دیا کہ اُن کا حصار بیچ میں سے ٹوٹ جائے اور پھر وہ میدان میں جیت جائیں تو بھی نہ حصار کی تکمیل کر سکیں اور نہ محصورین کا کچھ بگاڑ سکیں۔ اسی نے اہلِ سیراکیوز کی ہمت مضبوط کی۔ وہ پھر اپنے جہازوں

سے کام لینے اور ہر طرف حریف پر چھاپے مارنے لگے۔ چناں چہ بہت سے قیدی پکڑ لائے اور اُدھر جی لی پوس صقلیہ کی بستیوں میں خود گیا اور وہاں کے باشندوں کو مدد پر ابھارا۔ اور اس کی بات بے اثر نہیں رہی بلکہ بہت سے لوگ اُس کے ساتھ ہو گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر نی کیاس نے پھر اپنے سابقہ خیالات کی طرف عود کیا اور مایوس ہوکر ایتھنز خط لکھا کہ یا دوسری فوج بھیجیں یا اس کو واپس بلائیں اور بہر حال، خود اُسے اپنی علالت کے باعث عہدے سے سبک دوش کریں۔

خود ایتھنزی پہلے سے کمک بھیجنے کا ارادہ کر رہے تھے لیکن نی کیاس کی فتح پر فتح سے انھیں کچھ ایسا حسد ہوا کہ اب تک کوئی امدادی فوج نہیں بھیجی تھی۔ اس کی صدائے استمداد پر سب کو جلد مدد بھیجنے کا خیال ہوا۔ پہلے یوری مِدون رُپیہ لے کر صقلیہ آیا اور اعلان کیا کہ یونی دموس اور مناندر جو نی کیاس کے ماتحت سردار تھے، اب اُس کے شریک عہدہ ہوں گے اور آئندہ موسم بہار میں دموس تھنیس بڑا بیڑا لے کر پہنچ جائے گا۔ اس عرصے میں نی کیاس پر خشکی اور تری دونوں طرف سے تیز تیز حملے ہو رہے تھے۔ بحری معرکوں میں اوّل اوّل وہ نقصان میں رہا لیکن آخر میں اُس نے دشمن کو پسپا کیا اور اُس کے کئی جہاز غرق کر دیے۔ مگر خشکی پر وہ بر وقت اپنے سپاہیوں کو مدد نہ پہنچا سکا۔ چناں چہ پلیم می دیوم پر جی لی پوس نے چھاپا مارا، جہاں بہت سا رُپیہ اور بحری ذخیرے جمع تھے۔ یہ سب اس کے ہاتھ پڑے اور صدہا ایتھنزی قتل و اسیر

ہوگئے۔ اس مقام کے نکل جانے سے فوج کو رسد پہنچانے میں
بڑی دقت پیدا ہوگئی کہ اب اس قلعے کی کمیں گاہ سے دشمن اس کے
جہازوں پر بہ آسانی حملے کر سکتا تھا۔ دوسرے سیراکیوز والوں کو
یہ یقین ہوگیا کہ اُن کے بیڑے کو کمزوری کی وجہ سے شکست نہیں ہوئی
بلکہ اس کا باعث بدنظمی تھی۔ پس اُن کے سب کاری گر اور بحری
سپاہی جُٹ گئے کہ دوبارہ بحری جنگ کریں اور دشمن کو اب کے شکست
فاش دیں۔ نی کیاس بحری جنگ کا بالکل خواہاں نہ تھا بلکہ کہتا تھا کہ
جب دِموس تینس ایک بڑا بیڑا لے کر بہت جلد آنے والا ہی اور
اسلحہ اور تعداد میں ہمارے جہاز کم ہیں، تو اس حالت میں دشمن سے
لڑنا بالکل بے وقوفی کی بات ہی۔ لیکن یوتی دموس اور منان در نئے
نئے سپہ سالار بنے تھے۔ وہ اپنی بہادری اور نی کیاس پر فوقیت
دکھلانے کے لیے بے قرار تھے کہ دموس تن کے پہنچنے سے پہلے کوئی
بڑا معرکہ سر کریں۔ انھوں نے ایتھنز کی عزت و وقار کا حوالہ دیا کہ اگر
ہم حریف کے ٹوکنے پر مقابلہ نہ کریں تو وطن کی شہرت پر حرف
آجائے گا۔ غرض نی کیاس کو لڑنے پر مجبور کیا اور شکست کھائی جس
میں بہت سے ایتھنزی مارے گئے اور نی کیاس کو سخت ملال ہوا
کہ پہلے تو وہ تنہا سپہ سالاری میں محسود ہونے سے نقصان میں تھا اور
اب شریکوں کی بہ دولت یہ ناکامی نصیب ہوئی۔

لیکن اب دموس تینس اپنا شان دار بیڑا لے کر بندرگاہ میں
آ پہنچا جسے دیکھ کر دشمن کے ہوش بجا نہیں رہے۔ بیڑے میں
تہتر جنگی جہاز، پانچ ہزار سپاہی اور تین ہزار سے کم بان اور فلاخن انداز

اور تیر کمان والے تھے۔ اسلحہ کی چمک دمک، جہازوں کے جھنڈوں کا ہوا میں لہرانا، شہنائی کے تال سم پر پتوار کا چلنا اور ہر قسم کے جنگی ماہی مراتب دشمنوں کو سہمانے کے لیے جمع تھے۔ یقین ہوتا تھا کہ اہل سیراکیوز پھر ہراساں ہو گئے ہوں گے اور انھیں نظر آنے لگا ہوگا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں رہی۔ ہم بے کار محنت کر رہے ہیں اور بلا مقصد ہلاک ہو رہے ہیں۔ مگر کمک آنے کے بعد نی کیاس کی خوشی زیادہ دیر نہ رہ سکی۔ دموس تینیں نے پہلی ہی ملاقات میں مشورہ دیا کہ ہمیں بلا تامل پوری قوت سے سیراکیوز پر حملہ کر دینا چاہیے اور یا اُسے جلد فتح کر لینا چاہیے اور یا واپس ایتھنز روانہ ہو جانا چاہیے۔ اُس کی عجالت اور دلیری سے نی کیاس حیران بھی ہوا پریشان بھی۔ اور سمجھانے لگا کہ ہمیں اس طرح خطرے میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں کیوں کہ جتنی دیر لگے گی اتنا ہی دشمن کا حال خراب ہوتا جائے گا۔ نہ اُس کا روپیہ زیادہ دن کفایت کر سکے گا نہ اُس کے حلیف متحد رہ سکیں گے۔ احتیاج انھیں مجبور کر دے گی کہ پھر صلح کی گفتگو شروع کریں جیسے پہلے کی تھی۔ اصل یہ ہے کہ سیراکیوز والوں میں سے کئی آدمی نی کیاس کے ساتھ خفیہ مراسلت کر رہے تھے کہ اگر وہ جما رہا تو لوگ صلح کی درخواست کریں گے۔ کیوں کہ ابھی سے وہ جنگ کی طوالت اور جی لی پوس کی قیادت دونوں سے تھک چکے ہیں۔ اگر احتیاج نے ذرا بھی اور ستایا تو وہ لڑائی سے بالکل ہاتھ اٹھا لیں گے۔

نی کیاس دل ہی دل میں ان سب مصالح کو سوچتا تھا مگر

ساتھیوں پر صاف صاف اظہار نہیں کرتا تھا جس سے وہ اس کی باتوں کو بزدلی پر محمول کرتے تھے اور اس کی سابقہ تاخیر و تذبذب کی روش کو یاد دلاتے تھے کہ اگر پہلے ہی ہم فوراً حملہ کردیتے تو لڑائی اس قدر طول نہ کھینچتی اور ہمارے اسلحہ کو زنگ نہ لگنے پاتا۔ غرض کہ اب کے وہ اُس کی احتیاط و دور اندیشی کو محض بے کار سمجھے اور سب نے دموس تن کی تائید کرکے نی کیاس کو بھی اسی رائے کے قبول کرنے پر مجبور کردیا۔ چناں چہ دموس تینس نے بڑی فوج سے رات کے وقت قلعہ اپی پولہ پر حملہ کیا اور دشمن کے بہت سے سپاہی قتل کیے۔ بقیۃ السیف ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور دموس تن بھی ان کے تعاقب میں بڑھے چلا گیا یہاں تک کہ اس کا مقابلہ بیوشیہ والوں سے ہوا (جو سیراکیوز کے حلیف بن کر آئے تھے) اور انھوں نے نعرے لگا کر خود ایتھنزوالوں پر برچھیوں سے حملہ کیا اور اتنے آدمی مار کر گرا دیے کہ ساری ایتھنزی سپاہ میں ہراس اور ابتری پھیل گئی۔ بھاگنے والے خود اپنی فوج سے جا ٹکرائے جو کشتیوں سے اُتر اُتر کر لڑنے آرہی تھی اور اندھیرے میں آپس ہی میں لڑ کر بہت سے مارے گئے۔ ڈوبتا ہوا چاند ایتھنزی سپاہ کی پشت پر تھا اور اس لیے خود اُن کے سائے اُن کی تعداد اور چمکتے ہوئے اسلحہ کو چھپا دیتے تھے۔ بہ خلاف اس کے دشمن کی ڈھال تلوار کی چمک اُسے اصل تعداد سے کہیں زیادہ دکھائی دیتی تھی۔ ان سب اسباب نے ان میں سخت سراسیمگی پیدا کی اور آخر دبتے دبتے انھوں نے پیٹھ دکھائی

اور پہاڑی زمین پر سے گرتے پڑتے، دشمن اور خود دوستوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے اس بُری طرح فرار ہوئے کہ بہت کم جان سلامت لے کر اپنے پڑاؤ تک پہنچے۔ اور صدہا جو بھٹک رہے تھے صبح کو دشمن کے رسالے کا شکار بنے۔ اس طرح مقتولوں کی مجموعی تعداد دو ہزار تھی۔

یہ ہزیمت نی کیاس کے نزدیک خلافِ توقع نہ تھی اور اس کا تمام الزام اس نے دموس تن کے بے جا تہوّر کو دیا۔ لیکن دموس تن نے معافی مانگ کر اب اصرار کیا کہ ہمیں وطن کو واپس چل دینا چاہیے کیوں کہ مزید امداد کے آنے کی امید نہیں اور جو فوج موجود ہے اس سے فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور کم سے کم وہ جگہ جہاں ان کا پڑاؤ تھا اور پہلے سے بیماری کا گھر سمجھی جاتی تھی، قطعی چھوڑ دینے کے لائق تھی خاص کر اس زمانے میں کہ موسم سرما سر پر آگیا تھا اور لشکر میں بہت سے لوگ بیمار اور سبھی بددل ہو رہے تھے۔

نی کیاس کو فراری اور گھر واپسی کی تجویز سن کر رنج تھا۔ یہ بات نہیں کہ وہ سیراکیوز والوں سے اندیشہ مند نہ تھا مگر اہلِ ایتھنز اور ان کے مواخذے اور فیصلے سے اور بھی زیادہ ڈرتا تھا۔ تجویز بالا کے جواب میں اُس نے کہا کہ مجھے یہاں رہنے میں کچھ خطرہ نہیں اور اگر ہو بھی تو اپنے ہم وطنوں کے ہاتھ سے مارے جانے کی نسبت مجھے دشمن کی تلوار سے مارا جانا زیادہ قبول ہے۔ گویا اُس کی رائے وہ نہ تھی جو بابی زنطہ کے لیو سے منسوب کی جاتی ہے جس نے

اپنے اہلِ وطن سے کہا تھا کہ مجھے تمھارے ساتھ مرنے سے تمھارے ہاتھ سے ہلاک ہونا زیادہ پسند ہو۔" غرض اوّل اوّل وہ پڑاؤ چھوڑنے کے خلاف تھا اور دموس تینیس جسے ابھی اتنی بڑی زک پہنچی تھی زیادہ زور نہ دے سکا۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ نی کیاس کی سیراکیوزیوں سے جو خُفیہ مراسلت ہوتی رہی اس کی بنا پر وہ ہٹنا مصلحت نہیں سمجھتا۔ لیکن اُدھر تو محصورین کی مدد کو مزید فوجیں پہنچ گئیں اور اِدھر یونانی پڑاؤ پر بیماری زیادہ بڑھی لہذا نی کیاس کو بھی پسپائی کی تجویز ماننی پڑی اور اُس نے سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ کوچ کی تیاری کریں۔

جب سب تیاریاں ہوگئیں اور دشمن کو ان کے ارادے کی مطلق خبر نہ ہونے پائی، اور اُسے ایسی پس پائی کی توقع بھی نہ تھی تو اسی رات چاند گہن میں آگیا جس نے نی کیاس اور دوسرے ایتھنزیوں کو بہت خوف زدہ کر دیا جو ناتجربہ کاری یا اوہام پرستی کے باعث ایسے حادثات سے ڈر جاتے تھے۔ قمری مہینے کے آخر میں، چاند کے بیچ میں آجانے کی وجہ سے سورج کے گہنانے کی وجہ تو عام طور پر لوگ جان گئے تھے لیکن پورے چاند کے یکایک بے نور ہوجانے اور اس سے طرح طرح کے رنگ نکلنے کی وجہ معلوم کرنا آسان بات نہ تھی لہذا اسے انھوں نے بدفالی اور کسی آنے والی مصیبت کی علامت قرار دیا۔ اصل یہ ہو کہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ وضاحت و وثوق سے جس نے چاند کی روشنی اور خسوف پر لکھا، وہ انکساغورس تھا۔ اُن دنوں اُس کا زمانہ قریب کا تھا اور اس کی دلیلیں عام طور پر

مشہور نہ تھیں۔ بلکہ خاص خاص لوگوں ہی کے علم میں آئی تھیں اور وہ انھیں بتانے میں بھی احتیاط و راز داری سے کام لیتے تھے کیوں کہ عوام ایسے طبیعی فلاسفے کو عقلی تکّے چلانے والا کہتے تھے اور آسمانی حوادث پر اُن کی رائے زنی کے روادار نہ تھے اُن کے نزدیک بے عقل و بے ارادہ قوتوں سے یہ حوادث منسوب کرنا اور اُن کے طبیعی اسباب بتانا گویا خدائی طاقت کو نظر انداز کرنا یا اُس کی وقعت گھٹانا تھا۔ چناں چہ پروتاغورس کو جلاوطنی کی سزا ملی اور انکساغورس قید میں ڈالا گیا جسے پری کلیس بڑی مشکل سے رہائی دلاسکا۔ پھر سقراط کو، اگرچہ وہ ایسے علوم سے کچھ واسطہ نہ رکھتا تھا، فلسفے کی وجہ سے سزائے موت ملی۔ البتہ جب ایک مدّت کے بعد حکیم افلاطون کی ذاتی شہرت نے اُن کی شہرت کو چمکایا اور فطری اسباب کو اُس نے بہتر خدائی اصول سے وابستہ ثابت کیا تو اس قسم کی حکمت سے لوگوں کی بدگمانی اور ان علوم کی فضیحت و رسوائی دور ہوئی اور وہ عام طور پر شائع ہونے لگے۔ یہی سبب ہے کہ افلاطون کا ندیم دیون جب سیراکیوز کے حاکم جابر دیونی سیوس کے خلاف یونان کے مغربی ساحل سے جہاز پر چلا تو چاند گہن ہونے سے مطلق اندیشہ مند نہ ہوا بلکہ اپنی مہم پر روانہ ہوا اور دشمن کو شکست دے کر سیراکیوز سے نکال باہر کیا۔ اتفاق سے نی کیاس کے پاس اُن دنوں کوئی اچھا معتبر بھی نہ تھا اور اُس کا مُنجّم جو اُس کے اوہام کا ازالہ کرتا رہتا تھا، ستھی اس اتیپ پید بھی کچھ روز قبل فوت ہوگیا تھا۔ پھر ایسا خسوف تو بہ قول فیلوکورس کے بھاگنے والوں کے حق میں فال نیک

سمجھا جانا چاہیے کہ جو کام چُھپا کر کرنے کے ہوں، تاریکی اُن کی مساعد اور اُجالا نامساعد ہی۔ ایک مصنف نے یہ بھی لکھا ہو کہ چاند سورج سے جو لوگ شگون لیتے تھے، وہ اس کے مطابق تین دن سے زیادہ عمل نہیں کرتے تھے۔ مگر اس موقع پر نی کیاس نے اپنا سفر پورے ایک چاند تک کے لیے ملتوی کر دیا گویا یہ بھی نہیں دیکھا کہ تھوڑی دیر بعد چاند گہن سے نکل آیا اور پھر صاف روشن نظر آنے لگا۔

اب نی کیاس نے ایک معنی کر سب باتوں کی فکر چھوڑ دی اور سارا وقت نذر نیاز میں صرف کرنے لگا یہاں تک کہ دشمن اپنی پیادہ فوج لے کر آچڑھا اور اُن کے قلعے اور پڑاؤ ہر طرف سے گھیر لیے۔ اور بندرگاہ کے چاروں طرف اپنے جنگی جہازوں کا حلقہ قائم کر لیا۔ ان کے آدمی بلکہ لڑکے تک ماہی گیری کشتیوں میں چڑھ چڑھ کر آتے اور اتھنزیوں کو للکارتے تھے۔ چناں چہ ایک شریف زادہ ہراکلید نامی ایک روز دُور تک بڑھ آیا اور جب کسی اتھنزی جہاز نے اُس کا پیچھا کیا اور قریب تھا کہ پکڑ لے تو اس نوجوان کا چچا مدد کے لیے اپنے دس جہاز لے کر دوڑا اور دوسرے سیراکیوزی جہاز بھی حرکت میں آئے۔ اُدھر سے اتھنزی بڑھے اور ان میں سخت جھڑپ ہوگئی اس معرکے میں یوری مدون مارا گیا اور اتھنزی بیڑے کو شکست ہوئی۔ آخر اتھنزی سپاہ سے صبر نہ ہوسکا اور انھوں نے اپنے سرداروں کی جان کھانی شروع کی کہ خشکی کے راستے واپس روانہ ہوں کیوں کہ دشمن نے پچھلی کام یابی کے بعد بندرگاہ کی پوری طرح ناکہ بندی کر لی تھی۔ نی کیاس کو اپنا بیڑا جس میں دو سو سے کم جہاز نہ ہوں گے،

چھوڑنا بہت ذلّت کی بات معلوم ہوئی۔ لہٰذا اُس نے بہترین سپاہی اور تیرانداز اُن میں سوار کردیے اور باقی فوج کو لے کر ساحل کی طرف ہٹ آیا۔ اہلِ سیراکیوز اُن کے پڑاؤ پر قابض ہوگئے اور بہت دن بعد ہرقل کے مندر پر بھی ان کا قبضہ بحال ہوا اور انھوں نے وہاں پہنچ کر بھینٹ چڑھائی۔ قربانی دیکھ کر اُن کے پروہتوں نے آیندہ فتح کی خوش خبری سنائی۔ بہ شرطے کہ وہ پیش دستی نہ کریں اور صرف اپنے بچاؤ میں لڑیں۔

اب اہلِ سیراکیوز پورے اعتماد کے ساتھ لڑنے چلے اور شہر کے سامنے وہ خوف ناک بحری معرکہ واقع ہوا جس میں فریقین بڑے جوش و خروش سے لڑے اور دیکھنے والوں میں بھی عجب طرح کا جوش پیدا ہوا کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ کیوں کہ وہ پوری لڑائی اور اُس کے ہر نشیب و فراز اور ناگہانی تغیّرات کو لڑنے والوں سے بھی زیادہ صاف اور اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔ جنگ میں ایتھنزیوں کو خود اپنے ساز و سامان سے زیادہ نقصان پہنچا بہ نسبت اُس کے جو دشمن کے ہاتھ سے اٹھانا پڑا۔ سبب یہ کہ مقابلہ ہلکے اور تیز رَو جہازوں سے تھا جب کہ خود اُن کے جہاز بھاری اور ذخیروں سے لدے پھندے تھے۔ پھر دشمن کی طرف سے سنگ باری ہوئی جو کہیں نہ کہیں گر کر نقصان پہنچاتے تھے۔ بہ خلاف اس کے کہ وہ جواب میں تیر چلا رہے تھے جو سمندر کے تموّج سے صحیح نشانے پر نہ لگتے تھے۔ اس نکتے کو اہلِ سیراکیوز نے کورنتھی ناخدا اریس تون سے سیکھا تھا جو اسی معرکے میں بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا جب کہ

فتح کا سیراکیوز کے حق میں اعلان ہوگیا تھا۔

سخت نقصانِ جان کے علاوہ اس جنگ نے ایتھنزیوں کا بحری راستہ منقطع کر دیا اور بہت سے جہازوں کو جسے دشمن آنکھوں کے سامنے اپنے ساتھ باندھ کر گھسیٹ لے گیا، وہ جانے سے بچا نہ سکے اور نہ اپنے مقتولوں کو دفن کرنے کی انھوں نے مہلت طلب کی کیوں کہ اس سے زیادہ مصیبت تو یہ تھی کہ وہ اپنے زخمی اور بیماروں کو یہیں چھوڑ جانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور انھیں خود اپنا انجام بھی یہی ہونا نظر آتا تھا۔

وہ اس رات کو نکل جانا چاہتے تھے اور سیراکیوز والے نذر نیاز اور فتح کی خوشیاں نیز اس روز ایک تہوار منانے میں ایسے مصروف تھے کہ جی لی پوس کو امید نہ تھی کہ وہ اس دن لڑنے پر تیار ہوں گے مگر نی کیاس ایک دشمن سردار کے چکمے میں آگیا اور شب خون کے خوف سے دو دن وہیں ٹھیرا رہا جس کے بعد حریفوں نے تمام درے اور ندیوں کے گھاٹ روک لیے اور سارے میدانی علاقے میں اس طرح اپنا رسالہ پھیلایا کہ ایتھنزیوں کو بغیر جنگ کیے پسپا ہونا بھی ناممکن ہوگیا۔ ان مصائب اور سامانِ مایحتاج کی کمی نے اُن کے دل توڑ دیے اور ہر طرف نالہ و بُکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ان رنج دہ مناظر میں بھی سب سے بڑھ کر غم ناک منظر خود نی کیاس بن گیا تھا جو اپنی بیماری کی تکلیف میں مبتلا اور تمام ضروری اسباب اور مایحتاج سے، اوروں سے بھی زیادہ محروم رہ گیا تھا۔ حال آں کہ سب سے زیادہ ضرورت مند تھا۔ اور بہ ایں ہمہ علالت، خود جملہ تکالیف و شدائد کو تن درستوں سے زیادہ صبر و

استقامت کے ساتھ برداشت کر رہا تھا۔ اور یہ سب اپنی زندگی کی خاطر نہیں بلکہ صریحاً اپنے سپاہیوں کے لیے، کہ وہ بالکل ہی مایوس نہ ہو جائیں۔ دوسرے لوگ جو روتے اور ماتم کرتے تھے وہ مصیبت پر غم اور آئندہ کے خوف کی وجہ سے۔ مگر نی کیاس کو رونا آتا تھا تو اس خیال سے کہ مہم کس شان و شوکت اور کیسی کیسی امیدوں سے چلی تھی اور اب کس ذلت اور ہزیمت سے دو چار ہوئی۔ اُس کے بیمار و نزار جسم کو دیکھنے ہی سے نہیں بلکہ یہ بات یاد کرنے سے بھی کہ وہ اُن کو یہ مہم لے جانے سے کس کس طرح روکتا اور کیا کیا دلیلیں دیتا رہا، ایتھنزی سپاہیوں کا یہ احساس اور زیادہ ہو جاتا تھا کہ وہ کس قدر بے گناہ اور بے خطا خود اُن کے کیے کا عذاب بھگت رہا ہے۔ پھر وہ سوچتے تھے کہ جب ایسا مذہبی آدمی جو دیوتاؤں کی خوشنودی کے واسطے تمام عمر نذر نیاز اور عبادت گزاری کرتا رہا، فوج کے بدترین اور مجرم ترین سپاہی سے کچھ بہتر حال میں نہیں ہے، تو دیوتاؤں پر سے بھی ان کا عقیدہ ہٹ جاتا تھا۔

مگر نی کیاس جہاں تک ممکن تھا اپنے چہرے، رفتار گفتار اور آواز سے اپنی مایوسی کا اظہار نہ ہونے دیتا تھا۔ اور اس مصیبت ناک پسپائی میں آٹھ روز تک اُس نے فوج کا نظام قائم رکھا یہ جانتے کہ دشمن خود اس کو تیروں کا نشانہ بناتا تھا اور اُس نے آٹھ زخم کھائے تھے۔ یہاں تک کہ دموس تینس اور اس کا دستہ گھر کر قید ہو گیا۔ دموس تینس نے تلوار کھینچ کر اپنے مار لی مگر صرف زخم آیا اور خودکشی سے قبل دشمن کے آدمیوں نے دوڑ کر آ سے

گرفتار کر لیا۔ یہ خبر سیراکیوز کے سپاہیوں نے نی کیاس کو سنائی اور جب اُس نے کچھ سوار بھیج کر اس دستے کی شکست کی تصدیق کر لی تو آمادہ ہوا کہ جی لی پوس کے پاس جا کر صلح کی گفتگو کرے اور تاوان کی کفالت میں اپنے آدمی دے کر اتھنزیوں کے صقلیہ سے جانے کی راہ نکالے۔ مگر دشمن کی فوج نے اُسے اُدھر جانے کی اجازت نہ دی اور برابر گالیاں دیتے اور اُن بے دست و پا ہٹنے والوں پر حملے کرتے رہے۔ پھر بھی نی کیاس ایک رات اور دوسرے دن لڑتا اور زخم کھاتا ہوا فوج کو اسی نارو س ندی تک ہٹا لایا۔ مگر یہاں دشمن کے مقابلے میں بہت سے سپاہی پسپا ہو کر اور بہت سے پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر خود سر کے بل پانی میں گر رہے اور عین اس وقت جب کہ وہ پانی پی رہے تھے، دشمن کے سپاہیوں نے اُن کے سر قلم کیے۔ یہی جگہ سب سے زیادہ دردناک مسلخ بنی جہاں بے حساب اتھنزی کھیت رہے۔ حتیٰ کہ نی کیاس نے جی لی پوس کے سامنے گر گرا التجا کی کہ "اے جی لی پوس، رحم کرو۔ فتح سے تمھارا دل پسیج جانا چاہیے۔ میری خاطر نہیں۔ کیوں کہ میری قسمت میں معلوم ہوتا ہے یہی لکھا تھا کہ نام وری اور فتوحات کا انجام یہ ہوگا۔ بلکہ دوسرے اتھنزیوں کی خاطر سے۔ کیوں کہ تم جانتے ہو جنگ کے نشیب و فراز سب کے لیے ہوا کرتے ہیں اور جب اتھنزیوں کا غلبہ تھا تو انھوں نے تمھارے ساتھ اعتدال اور نرمی کا برتاؤ کیا تھا۔"

نی کیاس کو اس طرح دیکھ کر اور یہ الفاظ سُن کر جی لی پوس پریشان سا ہو گیا کیوں کہ اُسے احساس تھا کہ نی کیاس گزشتہ جنگ اور

گفتگوئے صلح میں اسپارٹہ کی حمایت کرتا رہا ہو اور یہ بھی اُس نے سوچا کہ اگر ایتھنز کے سپہ سالار کو زندہ اسپارٹہ لے جائے تو یہ خود اس کی بڑی نام وری کا باعث ہوگا۔ پس اُس نے نی کیاس کو عزت حُرمت سے اٹھایا اور تسلی تشفی کی باتیں کیں ایتھنزیوں کے قتل سے ہاتھ روک لینے کا بھی اسی وقت حکم دے دیا۔ مگر جب تک یہ دوسرے سرداروں سپاہیوں تک پہنچے بہت سے آدمی تلوار کے گھاٹ اُتارے جا چکے تھے اور مقتولوں کی تعداد قیدیوں سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر ان میں سے ایک معقول تعداد کو سیراکیوزی منفرداً میدان سے لے گئے۔ باقی ماندہ جلدی سے ایک جگہ جمع کیے گئے اور ان کے ہتھیار ندی کے کنارے بڑے چھوٹے درختوں پر لٹکا دیے گئے۔ اس کے بعد جیتنے والے بڑی دھوم دھام سے سہرے باندھے، گھوڑے سجائے شہر میں داخل ہوئے۔ دشمن کے گھوڑوں کی دُم اور ایال بہت باریک کاٹ دی گئی اور یہ بھی علامت تھی کہ اس سب سے زبردست معرکے میں جو یونانیوں کا یونانیوں سے ہوا اور اس میں انتہائی شجاعت و جاں بازی کے کرشمے دکھائے گئے، فتح سیراکیوزیوں کو حاصل ہوئی۔

پھر اہلِ شہر اور حلیفوں کے جلسۂ عام میں عوام کے سرگروہ یوری کلیس نے تحریک پیش کی کہ نی کیاس کی گرفتاری کا دن تعطیل اور نذر نیاز کا دن قرار دیا جائے اور اس دن سب کام موقوف رہیں اور ندی کے نام پر اسے اسی ناروسی تہوار موسوم کیا جائے۔ یہ کارنیوس مہینے کی جسے ایتھنز والے مِتاجیت نیوُن کہتے تھے چھبیسویں تاریخ تھی

دوسری تحریک یہ تھی کہ اتھنزیوں کے نوکر اور یونانی حلیف تو غلام بنا کر بیچ دیے جائیں مگر خود اتھنزی اور ان کے صقلیہ کے امدادی سپاہیوں سے کان کنی کی مشقت کرائی جائے بجز سپہ سالاروں کے جو قتل کر دیے جائیں۔ شہر والوں نے بھی اس کی تائید کی اور جب ہرموکراتس نے کہا کہ فتح سے اچھی طرح کام لینا فتح حاصل کرنے سے بھی بہتر ہی تو اُس کے خلاف بڑا شور بلند ہوا۔ اسی طرح جی لی پوس نے ان کو اپنے ساتھ اسپارٹہ لے جانے کی تجویز کی تو اُنھوں نے لے کھری کھری سنائیں۔ اصل یہ ہی کہ فتح سے قبل ہی وہ اس کی نخوت اور سخت گیری سے دل برداشتہ ہو چکے تھے اور لالچی اور خسیس سمجھنے لگے تھے۔ عجب نہیں کہ یہ اوصاف اسے اپنے باپ کل یان درید سے ورثے میں ملے ہوں جو رشوت ستانی کے جرم میں خارج البلد کیا گیا تھا۔ لی سان در نے جو رُپیہ اُس کی تحویل میں بھیجا اس میں سے تیس ٹیلنٹ کا غبن کیا اور پکڑے جانے پر مونھ چھپا کر اسپارٹہ بھاگا تھا جیسا کہ تفصیل سے لی سان در کی سوانح میں درج ہی۔

تی میوس مؤرخ کا بیان ہی کہ نی کیاس اور دموس تن سیراکیوز والوں کے حکم سے قتل نہیں کیے گئے جیسا کہ توسی دی دس اور فی لیس توس نے لکھا ہی۔ بلکہ پنچایت ختم نہیں ہوئی تھی کہ ہرموکراتس نے ان کو پیام بھیجا اور بعض پہرہ داروں کی چشم پوشی سے اُنھوں نے خودکشی کر لی۔ بہرحال ان کی لاشیں شہر کے دروازے پر پھینک دی گئیں کہ سب لوگ مشاہدہ کر لیں۔ اور میں نے سنا ہی کہ سیراکیوز کے مندر میں ابھی تک ایک ڈھال نی کیاس کی بتائی جاتی ہی جس پر سنہری اور قرمزی کام بہت عجیب بنا ہوا ہی۔

باقی ماندہ ایتھنزیوں میں سے اکثر کان کنی کی زحمت، بُری خوراک اور بیماری کا شکار ہوئے کیوں کہ انھیں صرف ایک پیالہ جَو اور نصف پیالہ پانی دیا جاتا تھا۔ البتہ بہت سے ایسے تھے جنھیں خفیہ طور پر لوگ نکال لے گئے یا نوکر بنا کر بہ طور غلام بک گئے۔ ان بکنے والوں کی پیشانی پر گھوڑے کی تصویر داغ دی جاتی تھی۔ ان سب ذلتوں اور غلامی کے باوجود اُن کی تمیزداری اور سلیقہ مندی ضرور کارآمد ثابت ہوئی اور وہ یا تو جلد آزاد کر دیے جاتے تھے اور یا اپنے مالکوں میں رفتہ رفتہ عزت حاصل کر لیتے تھے۔ کئی ایتھنزی ایسے بھی تھے جو یوری پی ڈِس (= یوری پی ڈِس) شاعر کی بہ دولت سلامت رہے کہ اہل صقلیہ میں اس کی شاعری اتنی مقبول تھی کہ خود یونانی آبادکاروں میں بھی اُس کی اتنی قدر نہ تھی۔ جب کوئی مسافر آتا اور اُس کا تازہ کلام لاتا تو وہ بڑے شوق سے اسے دوسروں کو سنایا کرتے تھے۔ چناں چہ اِن ایتھنزی قیدیوں میں سے جو لوگ ایک مدت بعد اپنے وطن واپس پہنچ سکے انھوں نے یوری پی ڈس کے پاس جاکر اُس کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ ہمیں تمھارا جو کلام یاد تھا، اُسے پڑھانے کی وجہ سے غلامی سے نجات ملی۔ بعض ایسے بھی تھے کہ جنگ میں بھٹک جانے کے بعد انھوں نے اُس کے گیت سُنائے تو لوگوں نے اُن کی گوشت اور شراب سے مہمانی کی۔ ان قصوں پر تعجب نہ کرنا چاہیئے کیوں کہ مشہور ہو کہ ایک یونانی (کاونوس کا) جہاز بحری قزاقوں سے بچ کر بھاگا اور صقلیہ کی کسی بندرگاہ میں پناہ لینے آیا تو وہاں والوں نے انکار کیا اور اسے واپس دھکیل رہے تھے کہ کسی نے سوال کیا کہ تمھیں یوری پیڈ

کے شعر بھی یاد ہیں ؟ اور جب پناہ گزینوں نے کہا کہ یاد ہیں تو انھوں نے جہاز کو بندرگاہ میں لانے کی اجازت دے دی۔

سب سے پہلے اس ہزیمت کی خبر ایتھنز پہنچی تو راوی کی کم حیثیتی کی بنا پر وہاں کے لوگوں کو یقین نہ آیا۔ یہ نووارد پی ریوس کی بندرگاہ میں کسی حجام کی دُکان میں گیا اور وہاں صقلیہ کی جنگ کے حالات اس طرح بیان کرنے لگا گویا وہ اس خبر کو پہلے سے سُن چکے ہوں گے۔ حجّام نے جب یہ روایت سُنی تو سیدھا شہر کی طرف دوڑا اور پہلے وہاں کے حاکموں کو اطلاّع دی اور پھر چوک میں لوگوں سے کہا۔ لوگوں میں یہ سُن کر طبعاً سخت ہراس اور دہشت پھیل گئی اور حکّام نے فوراً عام جلسہ کرکے نووارد راوی کو بلوایا اور اس سے جرح کی کہ اُسے یہ خبریں کس طرح معلوم ہوئیں۔ وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکا تو اُسے جھوٹی خبریں اُڑانے اور لوگوں کو پریشان کرنے کی سزا میں پہیّے میں باندھ کر سخت ایذا دی گئی اور وہ دیر تک یہی عذاب پاتا رہا یہاں تک کہ دوسرے قاصد پہنچے اور انھوں نے جملہ مصائب کی تفصیل بیان کی۔ گویا جس انجام کی خود نِ کیاس نے پیش گوئی کی تھی جب وہی وقوع میں آیا تو لوگوں کو اس وقت بھی یقین کرنا دشوار ہوا۔

کراسوس

مرقس کراسوس کا باپ احتساب کے عہدے پر فائز اور ایک جلوس فتح کا اعزاز پا چکا تھا۔ کراسوس اپنے دو بھائیوں کے ساتھ ایک چھوٹے سے مکان میں پڑھتا اور ان بھائیوں کی شادی کے بعد بھی ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتا تھا۔ عجب نہیں کہ آیندہ زندگی میں اس کی کم خوراکی اور اعتدال کا یہ بھی ایک سبب ہو۔ ایک بھائی کی وفات ہوئی تو اس کی بیوہ سے کراسوس نے شادی کرلی اور اس کی اولاد اسی بیوی سے ہوئی۔ چال چلن کے معاملے میں اس کی زندگی اپنے معاصرین میں سب سے باقاعدہ مانی جاتی ہے اگرچہ آگے چل کر لوگوں کو شبہ ہوا تھا کہ وہ ایک مقدس کواری لی کی نیہ سے بہت مانوس ہے۔ مگر لی کی نیہ پر کسی پلوتی نوس نام کے آدمی نے مقدمہ چلایا تو وہ الزام سے بری قرار پائی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ کراسوس اس عورت کی نفیس جائے داد کو جو مضافات میں تھی، بہت کم داموں پر خریدنا چاہتا تھا اور اسی لیے بار بار ترغیب دینے کو اس کے پاس جاتا رہتا تھا جس سے لوگوں کو بدگمانی ہوئی لیکن پھر اس الزام سے اس کی طماعی ہی نے اسے بچایا اور مقدمے سے نجات پانے کے بعد بھی وہ اس خاتون کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ وہ جائے داد

حاصل کر لی۔

لوگ کہا کرتے کہ کراسوس کی ساری خوبیوں کو اس کے ایک عیب یعنی طمع نے داغ دار کر دیا ہی۔ اور حقیقت میں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں اور کوئی عیب سوائے طمع کے نہیں ہی حال آں کہ دراصل دوسرے بُرے میلان اس نمایاں عیب نے چھپا رکھے تھے۔ اُس کی بے جا طمع کا ثبوت اُس کی وسیع املاک تھیں اور جس طرح وہ حاصل کی گئیں۔ کیوں کہ ابتدا میں اُس کی ساری مالیت کا اندازہ تین سو تیلنت کیا جاتا تھا اور آگے چل کر گو کہ اُس نے اپنی ملکیت کا دسواں حصہ ہرقل کے نام وقف کیا اور بڑے پیمانے پر اہلِ شہر کی ضیافت کی بلکہ ہر شہری کو اتنا غلّہ دیا کہ تین مہینے تک کافی ہو، پھر بھی جب پارتھیہ کی مہم پر جانے سے قبل حساب کیا تو اس کا اثاثہ سات ہزار ایک سو تیلنت سے کم کا نہ نکلا۔ اور اگر ہم اسے سچ بات کہ کر بدنام کریں تو واقعہ ہی کہ یہ ساری جمع جتھا ظلم و جبر کی کمائی اور قومی مصائب سے فائدہ اٹھا کر حاصل کی گئی تھی۔ جس وقت سِیلا نے جبراً شہر پر قبضہ کیا اور صدہا آدمیوں کو مار کر ان کا اسباب اور املاک بہ طورِ مالِ غنیمت فروخت کرائی تو اُس کی خواہش تھی کہ دوسرے معززین بھی اس مال کے خریدار بن کر اس جرم و ظلم میں اُس کے شریک ہوں۔ اس وقت کراسوس نے اس لوٹ مار میں حصّہ لینے اور رُپیہ دینے میں کچھ کمی نہیں کی۔ اس کے علاوہ جب اُس نے دیکھا کہ شہر کے مکانات ایسے بنے ہیں کہ ان میں اکثر آگ لگ جاتی ہی اور وہ اپنی بلندی اور قریب قریب ہونے کی وجہ سے گرتے رہتے ہیں تو اُس نے پانچ سو سے زیادہ غلام جو معمار و بنّاء تھے

خریدے اور پھر جس مکان میں آگ لگتی اُسے اور برابر والے مکانوں کو جن کے مالک فوری خطرے کی وجہ سے برائے نام قیمت پر انھیں فروخت کر دیتے تھے، باقاعدہ خریدنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ شہر روما کا بڑا حصّہ کسی نہ کسی وقت اُس کی ملکیت میں ضرور رہا۔ مگر اتنے کاری گر اپنے پاس رکھنے کے باوجود وہ اپنے مکان کے سوا اور کوئی عمارت نہیں بنواتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جسے یہ شوق ہوا اُسے جلد تباہ کرنے کے لیے اور کسی دشمن کی بھی ضرورت نہیں ہوگی"۔ اسی طرح چاندی کی کانیں اور زرخیز اراضی اور ان میں کام کرنے والے رکھنے کے باوجود، اُس کو کہیں زیادہ توجّہ غلاموں کی طرف تھی جن کی فوج کی فوج اور ان میں طرح طرح کے کاری گر، اُستاد اور کاتب، زرگر اور بکاول و خان ساماں وغیرہ اُس نے جمع کر رکھے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کی خود نگرانی کرتا اور خود بھی انھیں تعلیم دیا کرتا تھا اور آقا کا بڑا فرض ہی یہ سمجھتا تھا کہ ملازموں کی جو خانہ داری کے زندہ آلات ہیں دیکھ بھال رکھی جائے۔ اس کا یہ قول بے شک حق بہ جانب تھا کہ نوکروں کا کام ہی ہر چیز کی خبر رکھیں اور آقا کا کام ہو کہ وہ اُن کی خبر رکھے۔ کیوں کہ بے جان چیزوں کو ٹھیک برتنے کا نتیجہ اگر مالی نفع ہوتا ہو تو انسانوں سے صحیح برتاؤ ایک مفید اصولِ زندگی کے مُرادف ہو۔ البتہ اس کا یہ قول کہ کوئی شخص دولت مند نہیں کہلا سکتا جب کہ اپنے ذاتی خرچ سے پوری فوج کو مہیّا نہ رکھ سکے، غلط رائی کی بات ہو۔ جنگ کا خرچ جیسا کہ ارکی داموس نے کہا ہو راتب کی طرح مقررِ نہیں ہوتا اور اسی لیے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فوج کے واسطے کتنی دولت درکار ہو گی۔ چناں چہ ماریوس کو بھی اس کا تجربہ ہوا کہ جب

اُس نے فوج کے ہر سپاہی کو چودہ[14] ایکڑ زمین تقسیم کی تو بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ اور زیادہ چاہتے ہیں تب وہ کہنے لگا: "خدا نہ کرے کہ کوئی دو ہی اُتنی کو جو اُسے زندہ اور تن درست رکھ سکتی ہے، ناکافی خیال کرے"۔

دولت مندی کے ساتھ کراسوس کو مہمان نوازی کا بڑا شوق تھا اور پردیسی مسافروں کے لیے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ دوست آشنا کو بھی وہ بلا سود روپیہ قرض دیتا تھا مگر ادائی کے مقررہ وقت میں کوئی رعایت نہ ہوتی تھی چناں چہ یہ مہربانی بعض اوقات سودی قرضے سے زیادہ ناگوار گزرتی تھی۔ اس کی ضیافتیں عموماً سادہ اور عام شہریوں کی مثل ہوتی تھیں۔ بے تکلف اور معمولی لوگ شریک طعام ہوتے اور خوش مذاقی اور اخلاص اُن کو پُرتکلف کھانوں سے زیادہ بامزا بنا دیتے تھے۔ علم و فن میں اُسے خطابت کی طرف زیادہ توجہ تھی اور وہ جو زیادہ لوگوں کے کام آ سکیں۔ وہ دوصلہ کے بہترین مقرروں میں شمار ہوتا تھا اور اپنی محنت اور ریاض کی بہ دولت اُن فصحا سے بازی لے گیا تھا جو خطابت کی قدرتی صلاحیت رکھتے تھے۔ کسی مقابلے میں خواہ کیسا ہی گھٹیا اور معمولی کیوں نہ ہو وہ تیاری کیے بغیر نہ آتا تھا اور کئی دفعہ جب پوم پی، سیزر اور سی سرو بھی کھڑے نہ ہوتے تھے کراسوس اُٹھتا اور معاملات کو حسب دل خواہ طے کرا دیتا جس نے لوگوں میں اسے نہایت ہر دل عزیز بنا دیا اور سب سمجھنے لگے کہ وہ وقت پر کام آنے والا اور بہت محنتی اور ہوش مند آدمی ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو

اس کا اخلاق اور بے تکلف سب بڑے صاحب سلامت میں سبقت کرنا بہت پسند آتا تھا۔ کیوں کہ کراسوس غریب سے غریب آدمی سے بھی ملتا تو محبت سے اس کا نام لے کر سلام کا جواب دیتا تھا۔ اس کی تاریخ دانی مسلم تھی اور حکیم ارسطو کے فلسفے سے بھی خوب واقف تھا جس کی تعلیم الکزانڈر نامی ایک شخص نے اُسے دی تھی۔ یہ بہت ہی شریف و منکسر مزاج آدمی ہوگا اور نہیں کہہ سکتے کہ کراسوس کی نوکری کرتے وقت زیادہ غریب تھا یا زمانۂ ملازمت میں زیادہ غریب رہا؟ مثال کے طور پر، کہا جاتا ہے کہ سفر میں کراسوس کے ساتھ وہی ایک رفیق ہوتا تھا اور اُسے سفر کے لیے ایک چُغہ مل جاتا تھا مگر واپسی پر یہ بھی واپس لے لیا جاتا تھا۔ وہ بے چارہ اس درجہ بے زبان اور صابر تھا حال آں کہ جس فلسفے کی اقتدا کرتا تھا اس میں بھی غریبی بے پروائی کی چیز نہ تھی۔ مگر اس باب میں ہم آگے لکھیں گے۔

جب سینا اور ماریوس کو اقتدار حاصل ہوا تو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ وہ ملک کی بھلائی کے لیے نہیں آئے بلکہ طبقۂ اشراف کی کامل تباہی کے درپے ہیں۔ چناں چہ جس قدر ممتاز اشخاص کو بس چل سکا، انھوں نے قتل کر دیا۔ انھی میں کراسوس کا باپ اور بھائی بھی تھے۔ وہ خود اتنا کم عُمر تھا کہ اس وقت خطرے سے بچ گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ یہ ظالم جابر اس کی فکر میں ہیں اور ہر طرف سے گھیرتے اور کھدیڑتے رہتے ہیں وہ تین رفیق اور دس نوکر ساتھ لے کر ھسپانیہ کو بھاگا جہاں اس کا باپ میرِ عدل رہ چکا تھا اور خود اس کے بہت سے دوست آشنا

ہو گئے تھے۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ لوگ ماریوس کی دہشت
سے ایسے لرزہ براندام ہیں گویا وہ اُن کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔
پس کراسوس نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا بلکہ لبِ ساحل ایک غار
میں چھپ رہا۔ یہ وی بیوس پاکیانوس کی زمین تھی۔ کراسوس
نے اپنا نوکر بھیج کر اُسے اپنے حال سے اطلاع دی کیوں کہ اب
آذوقہ بھی ختم ہونے پر آ رہا تھا۔ پاکیانوس اس کے بچ کر نکل آنے
کی خبر سُن کر خوش ہوا اور ساتھیوں کی تعداد اور مقام کا ٹھیک پتا
دریافت کرنے کے بعد خود تو وہاں نہیں گیا مگر اپنے خان ساماں کو حکم
دیا کہ اتنے آدمیوں کا کھانا کافی مقدار میں تیار کر کے فلاں جگہ پتھر
پر رکھ آیا کرے اور وعدہ کیا کہ اگر یہ کام ٹھیک ٹھیک انجام دیتا
رہے گا تو اُسے آزادی دے دی جائے گی لیکن اگر اس میں فرق
آیا یا تجسّس کیا تو جان سے مار دیا جائے گا۔ وہ غار سمندر سے
زیادہ دُور نہیں ہے اور معمولی کراڑوں سے ہو کر وہاں تک پہنچتے ہیں۔
باہر سے اس کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن اندر ایک وسیع چھت سی
بن گئی ہے اور اس میں یکے بعد دیگرے کئی کمرے ہیں جن کو
دراڑوں سے دن بھر ہوا اور روشنی پہنچتی رہتی ہے اور موسم بہار میں
غار کی تمام رطوبت صاف ہو جاتی ہے۔ کراڑوں کے دامن میں
صاف و شیریں پانی کا چشمہ بہتا ہے اور اس طرح وہاں روشنی
اور پانی کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

جب تک کراسوس یہاں رہا، خان ساماں کھانے پینے کی
چیزیں لاتا رہا مگر اُس نے انھیں کبھی نہیں دیکھا اور نہ اصل حال

سے خبردار ہوا۔ البتہ یہ لوگ اندر سے اُسے دیکھتے اور مقررہ وقت پر اس کے منتظر رہتے تھے۔ اور انھیں جو سامان بھیجا جاتا تھا، وہ محض قوت لایموت نہیں بلکہ وافر اور مزے سے رہنے کے قابل ہوتا تھا کیوں کہ پاکیانوس اُس کی پوری طرح خاطر مدارات کرنی چاہتا تھا صرف مایحتاج کا فراہم کرنا، دفع الوقتی ہوتی نہ کہ دلی دوستی۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ وہ دو ملوں کو اپنے ساتھ لاکر اُس نے وہ جگہ دکھائی اور اندر جانے کی ہدایت کی۔ گراسوٗس اور اُس کے رفیق گھبرائے کہ کہیں اُن کی مخبری کے لیے یہ عورتیں نہ آئی ہوں مگر اُنھوں نے جواب میں بتایا کہ وہ اُن میاں کی خدمت کرنے آئی ہیں جو اس غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ تب گراسوس کو معلوم ہوا کہ یہ بھی پاکیانوس کی عنایت اور خاطر داری ہی اور اُس نے اُنھیں غار میں اپنے پاس رکھ لیا۔ کبھی کبھی وہ ان کو اپنے میزبان کے پاس بھیج کر اپنی خیریت بھی کہلا بھیجتا تھا۔ مصنف فنیس تلا لکھتا ہی کہ میں نے ان عورتوں میں ایک کو دیکھا تھا۔ وہ بہت بُڑھیا ہوگئی تھی اور اکثر اس غار کی سرگزشت خوشی خوشی سُنایا کرتی تھی۔

گراسوٗس آٹھ مہینے تک اسی طرح چھپا رہا۔ یہاں تک کہ سینا کے مرنے کی خبر آئی اور اُس نے اپنے کو ظاہر کیا۔ لوگ جوق در جوق اُس کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان میں سے ڈھائی ہزار جوان چُن کر وہ کئی شہروں میں گیا اور ملاگا کو تاراج بھی کیا اگرچہ اس عام روایت کی خود وہ ہمیشہ تردید کیا کرتا تھا۔ پھر جہاز میں بیٹھ کر افریقیہ پہنچا اور کچھ روز مِتی نوس کے پاس رہ کر جب اُس سے نہ بنی تو

سِیلا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے کراسوس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دوسرے امیرزادوں میں فوج کی بھرتی کے لیے حلقے تقسیم کیے تو مارسیہ کا علاقہ کراسوس کے نام نکلا۔ اس تک پہنچنے میں دشمن کے علاقے سے گزرنا پڑتا تھا اس لیے کراسوس نے چاہا کہ اُسے کوئی بدرقہ دیا جائے۔ سِیلا نے تنک کر کہا "میں تمھارے باپ، بھائی عزیز اقربا کو جو بے گناہ مارے گئے، اور انھی کا انتقام ہمیں لینا ہے تمھارے بدرقے میں دیتا ہوں!" کراسوس کو کچھ جواب نہ بن پڑا اور وہ چپ چاپ چل دیا۔ پھر دشمن کے علاقے سے دلیرانہ گزر کر اس نے مارسیہ میں معقول فوج فراہم کی اور سِیلا کی تمام لڑائیوں میں بڑی ہمت و مستعدی سے حصّہ لیتا رہا۔ اسی زمانے میں اس کے اور پومپی کے درمیان شہرت و نام وری میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوا، کیوں کہ گو پومپی عمر میں چھوٹا اور ایک ایسے باپ کا بیٹا تھا، جس سے لوگ سخت نفرت کرتے تھے، تاہم اِن معرکوں میں اُس نے بڑا نام پایا اور ایسی عظمت حاصل کی کہ خود سِیلا اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا اور ٹوپی اُتار کر اُسے سلام کرتا اور "امپراطور" (یعنی امیر) کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا۔ حال آں کہ ایسی تعظیم تکریم وہ برابر والے تو کیا اپنے بڑوں کی بھی شاذ و نادر ہی کرتا تھا۔ غرض، یہ دیکھ کر کراسوس بہت جلتا اور رشک کھاتا تھا مگر حق یہ ہے کہ اُسے پومپی پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی۔ اوّل تو وہ اتنا آزمودہ کار نہ تھا دوسرے خسّت و طمع کے دو عیب اس کی شہرت کو داغ لگاتے رہتے تھے۔ تودرتیبہ کی تسخیر کے بعد وہاں کا سب مال

اسباب لوٹ کر اس نے خود لے لیا جس کی شکایت سیلا تک پہنچی۔ اور اگرچہ خاص روما کے سامنے جو معرکۂ عظیم واقع ہوا اس میں سیلا کے سخت شکست کھانے کے باوجود کراسوس نے میمنے پر نمایاں فتح حاصل کی لیکن جب شہر پر قبضہ اور قتل و نہب کا بازار گرم ہوا تو جائے دادیں سستی بلکہ برائے نام قیمت پر خرید خرید کر اور نیز اپنے انعام و معافی کے مطالبوں سے وہ پھر بہت بدنام ہوگیا۔ حتیٰ کہ اپنے فائدے کی خاطر اس نے خاندان بروتین کے بعض افراد کو بھی سیلا کے بغیر حکم گردن زدنی قرار دے دیا جس کے بعد سیلا نے پھر اس پر کبھی بھروسا نہیں کیا۔ لطف یہ ہے کہ جس طرح وہ عیاری سے دوسروں کو خوشامد کے جال میں پھانس لینے میں کمال رکھتا تھا اسی طرح خود بھی خوشامد کے فریب میں جلد پھنس جاتا تھا اور دوسرے یہ کہ خود سب سے زیادہ حریص و طامع ہونے کے باوجود اکثر ان لوگوں کی جو اس بیماری میں مبتلا تھے مذمت کرتا رہتا تھا۔

کراسوس مجلس اعیان تک بھی نہ پہنچ سکا تھا کہ پومپی کو جلوس فتح کی عزت حاصل ہوئی اور "ماج نوس" یعنی "اعظم" کا خطاب مل گیا۔ اس پر کراسوس دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا تھا۔ چناں چہ ایک دفعہ جب کسی نے کہا کہ پومپی اعظم آرہا ہے، تو کراسوس ہنس کر پوچھنے لگا "وہ کتنا بڑا ہوگیا ہے؟" پھر جنگ آزمائی میں اس کی برابری کرنے کی قوت نہ دیکھی تو کراسوس انتظامی اور شہری امور کی طرف متوجہ ہوگیا اور اپنی

تقریر و وکالت، لوگوں کے ساتھ مہربانی اور قرضے دے کر اُس نے رفتہ رفتہ وہی عزت و اقتدار حاصل کرلیا جو پومپی کو جنگی مہمات کی بدولت ہاتھ آیا تھا۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ پومپی جب وطن سے غیر حاضر ہوتا تو جنگ میں نام وری کی وجہ سے رومہ میں اس کے بہت سے حامی اور ہوا خواہ پیدا ہو جاتے تھے لیکن جب وہ شہر میں ہوتا تو اکثر کراسوس کے برابر کامیاب نہ ہوتا تھا جس کا سبب یہ کہ وہ ایک خود پسند، نک چڑھا آدمی تھا۔ مجمع سے گھبراتا اور پبلک میں بہت کم آتا تھا اور ایسے ضرورت مندوں کی مدد کرنے میں جو آیندہ اُس کے کام آئیں، بُخل کرتا تھا۔ بہ خلاف اس کے کراسوس ہر وقت ہر شخص کی دوستی کے لیے حاضر اور ہمیشہ دوسروں ہی کے کام کرتا رہتا تھا۔ اور یہ حُسنِ اخلاق اور بے تکلفی پومپی کی پابندیٔ آداب سے بازی جیت لیتی تھی۔ تقریر کی فصاحت اور ذاتی وجاہت اور خوب رُوی میں دونوں یکساں اچھے تھے۔ با ایں ہمہ کراسوس کا جذبۂ رقابت کبھی عناد و عداوت کی حد تک نہیں بڑھا۔ پومپی نیز سیزر کو اُس پر ترجیح دی جاتی تو اُسے ناگوار ضرور گزرتا تھا لیکن اس ناگواری میں کبھی کینہ وری کی آمیزش نہیں ہوئی اگرچہ ایک مرتبہ سیزر بحری قزاقوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا تو پکارا کہ "او ہو، کراسوس، تم میری گرفتاری کی خبر سُن کر کیسے خوش ہوئے ہو گے؟" لیکن بعد میں بھی اُن کے تعلقات دوستانہ رہے اور سیزر ہسپانیہ کا حاکمِ عدالت مقرر ہو کر جانے لگا، اور قرض خواہوں نے اُسے

گھیر لیا اور اسباب کی گاڑیاں روک لیں تو کراسوس ہی نے اُس کی ضامنی دی۔ مجموعی طور پر اُن دنوں رومہ میں تین سیاسی جماعتیں بن گئی تھیں۔ جن میں اعتدال پسند تو پومپی کے ساتھ تھے، بے چین اور گرم طبائع بلند ہمت سیزر کی طرف دار تھیں اور تیسری جماعت کراسوس کی تھی جو ان دونوں کے بیچ بیچ رہتا تھا۔ (واضح رہے کہ گو کاتو کی شہرت بھی کسی سے کم نہ تھی مگر اس کا اثر [illegible] نہیں تھا۔ لوگ اُس کے مدّاح تھے مگر پیروی نہیں کرتے تھے۔) وہ (کراسوس) کبھی پومپی کے ساتھ ہو جاتا اور کبھی سی زر کی ہاں میں ہاں ملاتا۔ اسے اپنے فائدے کے سامنے نہ دوستوں کی دوستی چھوڑنے میں تامّل تھا نہ پچھلی مخالفت بھول جانے میں دیر لگتی تھی۔ نہ وہ کسی کا پکّا دوست تھا، نہ جانی دشمن۔ اسی لیے لوگ اسے عزیز رکھتے تھے اور اتنا ہی اس سے ڈرتے بھی تھے۔ اُن دنوں سی کی نوس بڑا شورہ پشت آدمی تھا اور امیر وزیر سب کو پریشان کرتا رہتا تھا۔ کسی نے پوچھا کیوں صاحب، آپ نے کراسوس کو کیسے چھوڑ رکھا ہی؟ کی سی نوس نے جواب دیا "اس کے سینگوں پر تو گھاس بندھی ہی"۔ مطلب یہ کہ وہ مرکھنا بیل ہی۔ جن کے سینگوں پر اُن دنوں سوکھی گھاس باندھ دیتے تھے کہ لوگ ہوشیار رہیں۔

اسی زمانے میں غلام پہلوانوں کی وہ بغاوت برپا ہوئی جو "جنگ سپارتاکوس" کہلاتی ہی اور جس نے اطالیہ میں بڑی تباہی پھیلائی۔ اصل میں ایک شخص مسمّیٰ باتیاتس نے شہر کاپوا

میں بہت سے کشتی گیر تیار کیے جو زیادہ تر غالیہ و تراکیہ کے غلام تھے اور انھیں آپس میں یا درندوں سے کشتی لڑنے کے لیے سدھایا جاتا تھا۔ اپنے ظالم آقا کی سختیوں سے تنگ آکر ان میں سے دو سو نے نکل بھاگنے کا منصوبہ باندھا۔ آقا کو پتا چل گیا اور ان میں سے صرف اٹھتّر ایک نان بائی کی دکان سے نکل کر شہر میں پہنچے۔ راستے میں چند چھکڑے ملے جن پر پہلوانوں کے ہتیار کسی دوسری جگہ بھیجے جا رہے تھے۔ مفرور غلاموں نے انھی سے خود کو مسلّح کیا اور ایک محفوظ جگہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں انھوں نے تین سردار منتخب کیے جن میں صدر سپارتاکوس کو بنایا جو تراکیہ کے ایک بدوی قبیلے کا آدمی تھا۔ نہایت حوصلہ مند اور بہادر۔ اسی کے ساتھ فراست و تہذیب میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر اور اپنے وطن والوں کی نسبت یونانیوں سے زیادہ مماثل تھا۔ رومہ میں بکنے آیا تو اس کی نسبت یہ قصہ بھی مشہور تھا کہ سوتے میں ایک دفعہ ایک سانپ اس کے چہرے پر گنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور اس کی بیوی نے (جو اسی دیس کی تھی اور اس کے سر پر باکوس دیوتا آتا اور جذب کی حالت میں وہ غیب کی باتیں سنایا کرتی تھی) یہ پیش گوئی کی کہ سانپ کا اس طرح بیٹھنا علامت ہے کہ سپارتاکوس کو بہت بڑی قوت حاصل ہوگی مگر کسی خوشگوار طریقے سے حاصل نہ ہوگی۔

الغصہ پہلے تو انھوں نے کاپوا والوں کو جو ان سے لڑنے آئے شکست دی۔ پھر باقاعدہ سپاہیوں کے ہتیار چھین کر اپنے پہلوانی اسلحہ پھینک دیے کہ یہ ذلّت اور بربریت کا نشان ہیں۔

روم سے کلودیوس تین ہزار سپاہی لے کر آیا اور انھیں ایک پہاڑ میں گھیر لیا جس کے اندر جانے کا صرف ایک تنگ راستہ تھا۔ ہر طرف سلامی دار چٹانیں کھڑی تھیں اور محاصرین سمجھتے تھے کہ وہ کسی طرح نکل کر نہ بچ سکیں گے۔ مگر پہاڑ کی چوٹی پر انگور کی خودرو بیلیں تھیں انھیں کو بل دے کر غلاموں نے مضبوط زینے تیار کیے اور ایک شخص کو اوپر چھوڑ کر سب نیچے اتر آئے۔ جو اوپر رہ گیا تھا اس نے سب ہتیار نیچے اُتارے اور پھر خود بھی صحیح سلامت اُتر گیا۔ رومیوں کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی اور غلاموں نے پشت پر آکے چھاپا مارا اور ان کا پڑاؤ چھین لیا۔ کچھ گوالے اور چرواہے جو اچھے سبک پا اور جان دار تھے، وہ بھی باغیوں سے مل گئے اور پوری طرح مسلح کردیے گئے۔ کچھ لوگوں کو ہلکے ہتیار دے کر انھوں نے جاسوسی اور پیام رسانی کا کام لیا۔ اب دوسرا میر عدل واری نوس مقابلے کے لیے بھیجا گیا اور اس کے فوجی سردار کو بھی باغیوں نے لڑکر بھگا دیا پھر کوسی نیوس دو ہزار سپاہی کی کمک لے کر پہنچا مگر پہلے تو نہاتے میں گرفتار ہوجانے سے بال بال بچا اور پھر سپارتاکوس نے تعاقب کرکے اس کا پڑاؤ چھین لیا اور بے شمار رومیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ کوسی نیوس بھی اسی معرکے میں مارا گیا۔ جب آیندہ کئی معرکوں میں بھی میر عدل کو شکست ہوئی اور ایک دفعہ اس کا گھوڑا تک چھن گیا تو واقعی سپارتاکوس خوفناک اور باعظمت شخص ہوگیا لیکن وہ خوب سمجھتا تھا کہ پوری سلطنت کی طاقت سے مقابلہ ممکن نہیں ہے لہٰذا دانش مندی سے کوہستان الپس کی طرف اپنی فوج کو لے چلا کہ جب اسے پار کرلے

تو پھر تراکیہ اور غالیہ کے غلاموں کو اپنے اپنے گھر بھیج دے۔ مگر اب ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی اور وہ کامیابیوں سے ایسے پھول گئے تھے کہ اس کا کہنا نہ سنا اور اطالیہ میں ہر طرف پھیل گئے اور لوٹ مار مچادی۔ رومی عمائد پہلے تو بغاوت اور باغی دونوں کو ذلیل جان کر ہی ناراض ہو رہے تھے مگر اب انھیں فی الواقع خوف پیدا ہوا اور انھوں نے دونوں قنصلوں کو روانہ کیا گویا کوئی بڑی مہم درپیش ہو۔ جبل یوس قنصل نے ایک جرمن دستے پر چھاپا مارا جو سپارتاکوس کے لشکر سے جدا ہو گئے تھے اور اپنی قوت کے غرور میں رومیوں کو ہیچ سمجھنے لگے تھے۔ ان میں سے ہر شخص کو اس نے کاٹ دیا لیکن جب سپارتاکوس کو گھیرنے کی کوشش کی تو اس نے میدان میں نکل کر شکست دی اور جبل یوس کا سارا ساز و مان چھین لیا۔ پو ندی کے اوپر کے علاقے میں ان دنوں کاسیوس حاکم عدالت تھا۔ وہ دس ہزار سپاہی لے کر لڑنے آیا تو اُسے شکست ہوئی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ وہ خود بڑی مشکل سے جان سلامت لے جا سکا۔ مجلس کو یہ معلوم کر کے قنصلوں سے ناخوش ہوئی۔ اس نے حکم دیا کہ اب وہ کوئی دخل نہ دیں اور کراسوس کو سپہ سالارِ جنگ مقرر کیا جس کے ساتھ بہت سے اُمرا اپنی خوشی سے لڑنے گئے۔ بعض دوستوں کی خاطر اور بعض اعزاز حاصل کرنے۔ وہ لشکر لے کر پی کنوم پر ٹھیرا اور اس توقع پر کہ سپارتاکوس ادھر بڑھے گا اپنے سردار مومیوس کو دو دستے دے کر خبر لانے بھیجا اور تاکید کر دی کہ ہرگز جنگ نہ کرے۔ لیکن مومیو نے پہلا موقع آتے ہی حملہ کر دیا اور بُری طرح شکست کھائی۔ بہت سے آدمی

مارے گئے اور بہت سے ہتیار پھینک کر بھاگے تب جان بچی۔ کراسوس نے موم یوس کو سخت تنبیہ کی اور مفرور سپاہیوں کو اس شرط پر دوبارہ ہتیار دیے کہ وہ ضامن پیش کریں کہ آیندہ ہتیار نہیں جدا کریں گے۔ پھر سب سے پہلے جو پان سو سپاہی بھاگے تھے ان کو دس دس کی پچاس ٹولیوں میں تقسیم کیا اور ہر ٹولی میں سے قرعہ ڈال کر ایک کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ عُشر کُشی قدیم روما کی ایک سزا تھی جس میں شدید ایذا اور عقوبتوں کے بعد قتل اور پورے لشکر کے مواجہ میں مجرم کو ذلیل و رُسوا بھی کرتے ہیں۔ فوج کی اس طرح اصلاح اور دوبارہ انھیں ہتیار دینے کے بعد وہ آگے بڑھا۔ مگر سپارتاکوس لوکانیہ میں سمندر کی طرف ہٹا اور اس فکر میں تھا کہ سمندر کے راستے صقلیہ میں دو ہزار آدمی اُتار دے اور وہاں کے غلاموں میں دوبارہ شورش کی آگ بھڑکا دے۔ ان کی بغاوت تھوڑی ہی مدت پہلے فرو کی گئی تھی اور اس کو بھڑکانے کے لیے ذرا ہوا دینے کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ مگر بحری قزاقوں نے اُسے صقلیہ پہنچانے کا معاملہ کرنے اور بیعانہ لے لینے کے باوجود فریب کھیلا اور اپنے جہاز لے کر چل دیے۔ تب وہ ساحل سے ہٹ کر رِجیوم کے چھوٹے سے جزیرہ نُما میں چلا آیا اور یہیں کراسوس نے اُسے گھیرنے کی تدبیر کی۔ یعنی خاکنائے کو سمندر سے سمندر تک ایک خندق کھود کر ملا دیا جو تین سو فرلانگ لمبی، پندرہ فیٹ چوڑی اور اسی قدر گہری تھی۔ پھر خندق پر ایک اونچی اور مضبوط فصیل تعمیر کرنی شروع کی کہ اُس کے سپاہی خالی نہ رہیں اور دشمن کو گھوڑے چرانے کی جگہ نہ مل سکے۔ یہ کام امید

سے بڑھ کر جلد اتمام کو پہنچا اور سپارٹاکوس نے جو پہلے اسے فضول سمجھتا تھا، رسد کی کمی ہو جانے سے مقام بدلنا چاہا تو اپنے کو دیوار سے گھرا پایا۔ تب ایک رات برف باری کے طوفان سے فائدہ اُٹھا کر خندق کو ایک جگہ سے اس نے مٹی اور درخت کی ٹہنیوں سے پاٹا اور اپنی ایک تہائی فوج نکال کر لے گیا۔

پہلے تو کراسوس گھبرایا تھا کہ کہیں وہ روما پر فوج کشی نہ کرے لیکن پھر یہ دیکھ کر مطمئن ہو گیا کہ اس کے بہت سے جوان اُس کی حکم عدولی کر کے لوکانی جھیل کے کنارے خیمہ زن ہیں۔ یہ وہ جھیل ہے جس کا پانی کبھی میٹھا اور کبھی اتنا کھاری ہو جاتا ہے کہ پی نہیں سکتے۔ غرض اس گروہ کو کراسوس نے جھیل سے تو مار بھگایا مگر سپارٹاکوس کے آجانے سے وہ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکا۔ البتہ اب وہ اس پر پچھتایا کہ مجلس کو کیوں لکھا تھا کہ پومپی کو اسپین سے اور لوکلوس کو تراکیہ سے مدد کے لیے طلب کریں کیوں کہ پھر فتح بھی انھی کے نام لکھی جانے کا یقین تھا۔ اسی خیال سے کراسوس نے ٹھان لی کہ مدد پہنچنے سے پہلے باغیوں کا قلع قمع کر دے اور پہلے دو سرداروں کو چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ آگے بھیجا اور جب دشمن کو اُن کے آنے کی خبر ہوئی اور وہ سخت خطرے میں پھنس گئے تو خود بھی شریک جنگ ہوا یہاں بڑی خوں ریز لڑائی ہوئی۔ بارہ ہزار تین سو باغی جن کو اُس نے قتل کیا ان میں سے صرف دو کے پیٹھ پر زخم تھے ورنہ سب مردانہ وار اپنی صفوں میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ سپارٹاکوس شکست کھا کر پتی لیا کے پہاڑوں میں ہٹ گیا تھا لیکن جب رومی سردار

اس کروفا نے تعاقب کر کے اسے جا لیا تو اس نے پلٹ کر ایسا حملہ کیا کہ پیچھا کرنے والے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کروفا کو جو زخمی ہو گیا تھا، بڑی مشکل سے بچا کر لا سکے۔ مگر اس آخری فتح نے غلاموں کا دماغ ایسا خراب کیا کہ انھوں نے اپنے سرداروں کو پھر لڑنے پر مجبور کیا اور ننگی تلوار سے دھمکا دھمکا کر دوبارہ لوکانیہ کی طرف سے چلنے کو کہا جو کراسوس کے حسب مُراد بات تھی۔ کیوں کہ پوم پی کے قریب آنے کی خبر پہنچ گئی تھی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ اب وہ بہت جلد دشمن کو لڑنے پر مجبور اور جنگ کا خاتمہ کر دے گا اور اس فتح کا سہرا بھی اسی کے سر رہے گا۔ نظر بریں، کراسوس کو فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی عجلت تھی اور اس نے دشمن کے بہت قریب پڑاؤ ڈالا اور اس کے لشکر کے گرد مورچے بنانا شروع کیے سپارتاکوس نے بھی اندازہ کر لیا کہ لڑائی کیے بغیر چارہ نہیں ہے لہٰذا پورے لشکر کو میدان میں جما یا اور اپنے گھوڑے کی گردن یہ کہہ کر تلوار سے قلم کر دی کہ اگر جیتے تو دشمن کے بہتیرے گھوڑے مل جائیں گے اور لڑائی ہر گئی تو پھر مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔ پھر وہ سیدھا کراسوس کی طرف چلا اور لڑتا، زخم کھاتا قریب تک آ پہنچا۔ کراسوس تک اس کا ہاتھ نہ پہنچ سکا مگر دو یک صدی سرداروں کو اس نے مار گرایا اور پھر جب خود اُس کے ساتھ والے اُسے چھوڑ گئے تو بھی تنہا پانو جما کر لڑتا رہا یہاں تک کہ رومیوں نے اُس کے ٹکڑے اُڑا دیے۔

اس طرح یہ لڑائی سر ہوئی اور کراسوس نے عمدہ سپہ سالاری دکھانے کے علاوہ خود کو بھی خطرے میں ڈالا۔ بہ ایں ہمہ جنگ کی

کام یابی میں پوم پی کو بڑا حصہ مل گیا، کیوں کہ وہ فراری باغیوں سے دو چار ہوا اور ان کو قتل کر کے اس نے مجلس کو لکھا کہ بے شک کراسوس نے غلاموں کو میدان میں شکست دی مگر لڑائی کا خاتمہ میں نے کیا۔ پھر پوم پی کو تو ھسپانیہ کی فتوحات کے صلے میں جلوس فتح کا اعزاز حاصل ہوا مگر کراسوس یہ دعوا نہ کر سکا اور پیادہ جلوس اور ادنا اعزاز پر جسے "اووئیشن" کہتے تھے، قناعت کر لی۔ لوگوں نے اس پر نام دھرے کہ ایسے گھٹیا اعزاز کو قبول کرنا، خود اس کی دنائت کا ثبوت ہے، جلوس فتح اور اس دوسرے اعزاز میں جو فرق ہے، اور نیز وجہ تسمیہ ہم نے مارسیلوس کی سوانح میں بیان کر دی ہے۔

اس کے بعد ہی پوم پی کو قنصلی کی دعوت دی گئی اور کراسوس نے جو اس کے شریک عہدہ ہونے کی امید رکھتا تھا، خود اس سے مدد مانگنے میں بھی عار نہ کیا۔ پوم پی نے اسے ممنون بنانے کے لیے خوشی سے اس کی تائید کی اور اپنی عام تقریروں میں لوگوں سے کہا کہ وہ جتنا اپنے تقرر پر احسان مند ہوا اسی قدر کراسوس کے مقرر کیے جانے پر ان کا شکر گزار ہوگا۔ لیکن عہدے پر آنے کے بعد یہ دوستی زیادہ دن قائم نہیں رہی اور بات بات میں اس کا جھگڑا اور اختلاف رائے ہونے لگا۔ چناں چہ تمام سال وہ اسی طرح جھگڑتے رہے اور ملک کا کوئی اہم کام انجام نہ دے سکے بجز اس کے کہ کراسوس نے بڑے پیمانے پر ہرقل سورما کے نام کی قربانیاں کیں اور دس ہزار میزوں پر لوگوں کو دعوت کھلائی اور ہر شخص کو تین تین مہینے کا غلہ دیا۔ عہدے کی مدت ختم ہونے کے قریب یہ جلسہ عام میں رخصتی تقریر

کر رہے تھے کہ ایک رومی شہ سوار جو مضافات کا زمین دار تھا، ممبر پر چڑھا اور لوگوں سے کہا کہ مجھ سے عطارد دیوتا نے خواب میں آکر کہا ہے کہ اپنے قنصلوں کو اس وقت تک عہدے سے الگ نہ ہونے دو جب تک کہ وہ آپس میں دوست نہ ہو جائیں۔" یہ سُن کر حاضرین پکار رہے کہ ان کی مصالحت ہونی چاہیے۔ اس موقع پر پوم پی تو خاموش کھڑا رہا مگر کراسوس نے مصافحے کے لیے خود ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ صاحبو، آپ نے جس شخص کو پوری عمر تک پہنچنے سے قبل "اعظم" کا لقب دیا اور مجلس میں رکن ہونے سے پہلے جلوسِ فتح کا اعزاز عنایت کیا، اس پوم پی سے دوستی اور صلح کے لیے پیش دستی کرنے میں مجھے کوئی شرم نہیں آ سکتی۔"

کراسوس کی قنصلی میں اور کوئی بات قابلِ ذکر نہیں ہوئی۔ اور جب وہ محتسب مقرر ہوا تو بالکل ہی بےکاری میں وقت کاٹتا رہا اور نہ مجلس کی تنقیح کی نہ سواروں اور نہ عام باشندوں کی مردم شماری کرائی۔ البتہ مصر کو روم کا خراج گزار بنانا چاہتا تھا اور اس نامنصفانہ جبری کارروائی کی اُس کے شریکِ عہدہ کاتولوس نے سخت مخالفت کی تو پھر دونوں عہدے ہی سے دست بردار ہو گئے

کتالین کی بڑی سازش میں، جو قریب تھا کہ ساری حکومت کو اُلٹ پلٹ کر دے، کراسوس پر بھی شرکت کا کچھ نہ کچھ شبہ کیا جاتا تھا اور ایک مخبر نے اس کا نام بھی لیا۔ مگر کسی نے اسے باور نہ کیا۔ پھر بھی سی سرو ایک خطبے میں کراسوس و سی زر دونوں پر الزام لگاتا ہے اگرچہ وہ تقریر ان دونوں کے مرنے کے بعد شائع

ہوئی۔ اس میں صاف صاف بیان کیا ہے کہ کراسوس میرے پاس کتالیں کے متعلق ایک خط لے کر آیا تھا ۔ بہ ہر حال اس میں شک نہیں کہ کراسوس سی سرو سے متنفر ہو گیا تھا ۔ اور ممکن ہے دشمنی بھی کرتا مگر اس کا فرزند پب لیوس علم و خطابت کا دل دادہ تھا اور سی سرو کا بہت زمانے تک شاگرد رہا بلکہ جب سی سرو سے مواخذہ ہوا تو پب لیوس نے سوگ منایا اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کی ۔ یہ نوجوان اپنے باپ کو دشمنی سے روکتا رہا اور آخر میں سی سرو سے اس کی مصالحت بھی کرا دی ۔

سی زر اسی زمانے میں سپہ سالاری کر کے واپس آیا اور کراسوس و پوم پی کی باہمی مخالفت دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ ان میں سے جس کا ساتھ دے ، دوسرے کی دشمنی کا خوف تھا اور دونوں سے الگ رہنے میں اپنا کام نہیں نکل سکتا تھا ۔ پس اس نے ان کو سمجھایا کہ وہ آپس میں مخالف رہیں گے تو سی سرو اور کاتو وغیرہ کا اثر اتنا بڑھ جائے گا کہ پھر کراسوس و پوم پی کو کوئی نہیں پوچھے گا ۔ حال آں کہ اگر وہ متفق ہو جائیں اور ان کے گروہ مل کر کام کریں تو ملک میں انھی کا اقتدار قائم ہو جائے گا ۔ چناں چہ یہ تین گروہ سی زر کی کوشش و فہمایش سے متحد ہو گئے تو واقعی ایک ایسی قوت وجود میں آئی جس کا مقابلہ ممکن نہ تھا اور جس نے مجلس عمائد و عوام دونوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا ۔ یہ بات نہ تھی کہ سی زر نے پوم پی یا کراسوس کو پہلے سے زیادہ مقتدر بنا دیا بلکہ درحقیقت خود سب سے زیادہ طاقت ور بن گیا اور ان دونوں کی تائید سے پہلے قنصل نام زد ہوا اور پھر

اچھی کارگزاری کے صلے میں غالیہ کی سپہ سالاری حاصل کر لی، گویا سلطنت کے بالا حصار پر قبضہ پا لیا۔ اور اُدھر وہ یہ سمجھتے رہے کہ باقی ممالک حسبِ دل خواہ آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ اس ساری کارروائی میں پوم پی کی محرک تو ہوسِ حکم رانی تھی اور کراسوس کو اپنے مرضِ حرص کی شدت کے سوا، یہ غم کھائے جاتا تھا کہ وہ بھی اُن جیسی فتوحات اور اعزاز حاصل کرے اور جس طرح اور سب باتوں میں سی زر پر فائق ہے اس معاملے میں بھی اُس سے بڑھ چڑھ کر رہے یہی آتشِ رقابت اُسے چین نہ لینے دیتی تھی حتّٰی کہ اسی کی بدولت وہ رسوا کُن انجام کو پہنچا اور قوم کو بھی سخت نقصان پہنچا گیا۔

غرض جب سی زر غالیہ سے لوکا آیا تو بہت سے معززین ملاقات کو گئے اور وہیں پوم پی اور کراسوس اُس سے مل کر خفیہ مشورے کرتے رہے کہ کس طرح تمام اقتدار پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیں؛ سی زر کی غالیہ کے زبردست لشکر پر سپہ سالاری بحال رہے اور ان دو کو جدید لشکر اور صوبے مل جائیں۔ اس غرض کے لیے ضرور ہوا کہ کراسوس و پوم پی دوبارہ قنصلی کے امیدوار ہوں اور سی زر اپنے دوستوں کو خط لکھ کر نیز فوج کے سپاہیوں کو رخصت بھیج کر اُن کے انتخاب میں مدد دے۔

یہ منصوبہ مخفی نہ رہ سکا اور جلد ہی یہ افواہ پھیل گئی کہ ان کے خفیہ مشورے خالی از علت نہیں۔ اسی پر مجلس میں پوم پی سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ دوبارہ قنصلی کے امیدوار ہوں گے۔ اُس نے گول جواب دیا کہ ممکن ہے ہوں اور ممکن ہے نہ ہوں!

دوبارہ لوگوں نے اصرار کیا تو کہنے لگا " میں یہ درخواست کروں گا تو ایمان دار شہریوں سے نہ کہ بے ایمانوں سے !" اس گستاخانہ جواب پر لوگ ناخوش ہوئے مگر کراسوس نے اعتدال سے کام لیا اور کہا کہ میں اس عہدے کو قبول کروں گا بہ شرطے کہ وہ جمہور کے لیے مفید ہو ورنہ انکار کردوں گا۔ تب اور لوگوں کو بھی قدرے اطمینان ہوا اور دوسرے امیدوار بھی سامنے آئے۔ ان میں دومی تیوس بھی تھا جس نے مجلس میں پوم پی سے سوال جواب کیے تھے۔ لیکن جب کراسوس و پوم پی علانیہ امیدوار ہوئے تو دوسرے لوگ خائف ہو کر ہٹ گئے۔ صرف دومی تیوس کو کاتو نے، جو اس کا رشتہ دار بھی تھا، جمے رہنے پر آمادہ کیا اور یہ کہ کر مشتعل کرتا رہا کہ ان لوگوں کا مقابلہ کرنا ، جو عہدے کے لیے نہیں بلکہ حقیقت میں ملک پر قبضہ کرنے اور آپس میں بانٹ کھانے کے لیے فیصل ہونا چاہتے ہیں، اس وقت قومی آزادی کی حفاظت کرنا ہے۔ چناں چہ وہ دومی تیوس کو زورا زوری چوک میں لے آیا اور بہت سے عوام نے بھی اس کی طرف داری کی۔ کیوں کہ لوگ پوم پی اور کراسوس کی ملی بھگت پر بدگمان ہو رہے تھے اور کہتے تھے کہ اور سب کو چھوڑ کر جو عہدے کی بہ خوبی اہلیت رکھتے ہیں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ ہی امیدوار ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ پوم پی کے طرف داروں نے یہ رنگ دیکھا تو جبر و شرارت پر اتر آئے اور دومی تیوس پر جو اندھیرے سے مجلس عوام میں اپنی جماعت کے ساتھ آ رہا تھا ، گھات میں بیٹھ کر حملہ کیا۔ اس کے

مشتعلیں کو مار ڈالا اور کئی آدمی زخمی کیے جن میں کاتو بھی تھا۔ پھر انھیں تو دھکیل کر ایک گھر میں لے گئے اور وہاں جلسے میں کراسوس و پوم پی کو قنصل پر منتخب کر لیا گیا۔ اسی طرح ایک روز کاتو کو جبراً چوک سے نکال دیا اور جن لوگوں نے مزاحمت کی انھیں قتل کر دیا اور مجلس عوام کی طرف سے اعلان کیا کہ سی زر کو سپہ سالاری پر مزید پانچ سال کی توسیع دی گئی اور شام و ھسپانیہ کے صوبے کراسوس و پوم پی کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ آخری تقسیم قرعہ ڈال کر کی گئی جس میں شام کراسوس کے حصے میں آیا۔ اس انتظام سے لوگ عموماً خوش تھے کیوں کہ وہ چاہتے تھے کہ پوم پی رومہ سے دور نہ جائے اور خود وہ اپنی بیوی کا ایسا شیفتہ تھا کہ شہر میں رہنا اس کے عین حسب مراد ہوا۔ مگر کراسوس شام کی حکومت پاکر اس قدر مسرور ہوا کہ معلوم ہوتا تھا اسے اپنی تقدیر کی انتہائی یاوری سمجھا اور اغیار کی صحبت میں تو اپنی از خود رفتگی کو مشکل سے چھپاتا تھا مگر بے تکلف دوستوں میں ایسی طفلانہ فضول باتیں کرتا تھا جو اُس کی عمر کے شایاں نہ تھیں اور نہ اس کی خو خصلت سے مناسبت رکھتی تھیں کیوں کہ پہلے وہ ایسی شیخیاں بہت کم ہانکتا تھا۔ لیکن اب اس قدر پھولا اور دماغ میں وہ ہوا بھری کہ اپنا اقتدار شام و پارتھیہ تک محدود رکھنا نہ چاہتا تھا بلکہ لوکلوس کی فتوحات شاہ تی گرانس پر اور پوم پی کے معرکے میت ری داتس کے خلاف اُسے بچوں کا کھیل نظر آتے تھے اور وہ ھند و باختر بلکہ حدود بحر تک پہنچنے کے خواب دیکھتا تھا۔ واضح رہے کہ اُس

کے تقرر کے فیصلے میں پارتھیہ پر فوج کشی کا کچھ ذکر نہ تھا مگر سب کو خبر تھی کہ وہ اس مہم کا مشتاق ہی اور سی زر نے بھی غالیہ سے خط لکھ کر ان منصوبوں کی تحسین کی اور اسے جنگ کا جوش دلایا۔ عوام کے ایک وکیل (ا تری بیون) مسمّی اتی اوس نے اُسے جانے سے روکنا چاہا اور دوسرے شہری بھی زیر لب اعتراض کرنے لگے کہ اس کا تنہا فوج کشی کرنا اور ایسی قوم سے لڑائی مول لینا، جس نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا اور ہم سے دوستانہ تعلقات رکھتی ہی، کس طرح جائز ہی تو کراسوس نے پوم پی کا سہارا لیا اور کوچ کرتے وقت شہر کے دروازے تک اُسے ساتھ لایا۔ یہاں کچھ لوگ مخالفت اور ہنگامہ کرنا چاہتے تھے مگر پوم پی دل پسند چہرہ بنائے ہوئے آگے آیا اور اُن کو اس طرح ٹھنڈا کیا کہ انھوں نے کراسوس کو گزر جانے دیا پھر بھی اتی اوس نے بل کر پہلے زبانی روکا اور التجا کی کہ نہ جائے اور پھر اپنے سرہنگ کو حکم دیا کہ اسے جبراً روک لے۔ لیکن دوسرے وکلا نے اس حراست کو جائز نہ رکھا اور سرہنگ نے اُسے چھوڑ دیا۔ تب اتی اوس دوڑ کر شہر کے دروازے پر جا کھڑا ہوا اور ایک طباق میں آگ جلاکر لوبان ڈالا اور پانی چھڑک کر بعض خوفناک دیوی دیوتاؤں کو پکارا اور کراسوس کو سخت کوسنے اور بددعائیں دیں۔ رومیوں کے عقیدے میں ان قدیم رسموں میں اتنا زور ہی کہ کوئی اُن کے اثر سے نہیں بچ سکتا اور خود بددعا کرنے والا بھی مشکل سے بچتا ہی۔ اسی لیے لوگ عام طور پر اُن سے کام نہیں لیتے۔ اتی اوس پر بھی یہی اعتراض کیا جاتا تھا کہ جب شہر کے واسطے یہ بددعائیں دے رہا ہو خود وہ

ان خوف ناک سماوی آفتوں کے بُرے اثرات سے نقصان اٹھائے گا۔

بہر حال کراسوس برون د و زیوم (= برنڈزی) پہنچا اور ہر چند سمندر طغیانی پر تھا مگر وہ صبر نہ کرسکا اور جہازوں میں بیٹھ کر گلاشیہ آگیا۔ اگرچہ کئی جہاز سمندر کی نذر ہوئے۔ گلاشیہ کا بوڑھا بادشاہ دایوتاروس اُن دنوں ایک نیا شہر تعمیر کر رہا تھا جس پر کراسوس نے یہ فقرہ کسا کہ "حضور نے اسے آٹھویں پہر شروع کیا ہو" بادشاہ نے جواب دیا "سپہ سالار صاحب، آپ بھی کچھ بہت سویرے پارتھیہ کی مہم پر نہیں چلے ہیں"۔ کیوں کہ کراسوس کی عمر اس وقت ساٹھ برس کی تھی اور وہ دیکھنے میں اور بھی ضعیف معلوم ہوتا تھا۔ مہم نے شروع میں حسب دل خواہ ترقی کی اور وہ بغیر دقت فرات پر پل بنا کے عراق میں داخل ہوگیا جہاں اکثر شہروں نے از خود اطاعت قبول کرلی۔ البتہ ایک شہر میں جسے یونانی زِنو دوتیہ موسوم کرتے ہیں، اپولونیوس خود مختار حاکم تھا۔ اس جگہ کوئی سو سپاہی مارے گئے اور کراسوس نے پوری فوج سے حملہ کر کے اسے چھینا اور لوٹ کر باشندوں کو فروخت کردیا۔ پھر اپنی فوج کو اجازت دی کہ امپراطور کے خطاب سے اس کی سلامی اتاریں مگر لوگوں نے اسے اچھا نہیں سمجھا اور انھیں ایسا معلوم ہوا کہ وہ کسی بڑی کام یابی کی امید نہیں رکھتا جو ایسی معمولی فتح کو اتنی اہمیت دے رہا ہو۔ پھر سات ہزار پیادہ اور ایک ہزار سوار ان جدید مقبوضات میں تعینات کر کے وہ شام میں چلا آیا جہاں اس کا فرزند ذالیمہ سے سی زر کے انعام اور بہادری کے تمغے پاکر ایک ہزار چیدہ سوار کے ساتھ آنے والا تھا۔

معلوم ہوتا ہی کراسوس کی پہلی، بلکہ مہم لانے کے بعد سب سے
بڑی غلطی یہ ہوئی کہ آگے بڑھ کر بابل و سلیوکیہ پر ایک دم قبضہ
نہیں کر لیا کہ یہ شہر پارتھیہ کے ہمیشہ سے خلاف رہتے تھے بلکہ حریف
کو ان کا بندوبست کرنے کی مہلت دے دی۔ پھر اپنا وقت بھی شام
میں سپہ سالار کی طرح نہیں سود خوار ساہوکار کی طرح بسر کرتا رہا۔ سپاہیوں
کے فوجی ضوابط اور مہارتِ جنگ میں ترقی دینے کی بجائے وہ دن رات
شہروں سے محاصل کا حساب کتاب کرتا رہتا اور ہائروپولس کے مندر
میں جو خزانے تھے، انھی کو تلوانے میں کئی دن ضائع کر دیے۔ مختلف
ریاستوں اور شہروں سے اس نے مقررہ تعداد میں سپاہی بھرتی کرنے کا
مطالبہ کیا مگر جب وہاں سے زرِ نقد پہنچ گیا تو اپنے احکام مسترد کر دیے
اس سے کراسوس کی اور بھی توقیر کھو گئی اور وہ لوگوں کی نظر میں حقیر
ہو گیا۔ یہیں پہلی بدشگونی بھی ظاہر ہوئی کہ زہرہ کے مندر سے نکلتے ہوئے
نوجوان کراسوس نے ٹھوکر کھائی اور پھر اس کا باپ بھی اس کے اوپر
گر پڑا۔ یہ دیوی، جسے جنونو اور فطرت کی دیوی بھی کہتے ہیں، ہر چیز
کا تخم اور جوہر رطوبت سے بہم پہنچاتی اور انسان کو وہ سب علوم جو اس
کے حق میں بہتر ہیں، سکھاتی ہی۔

سرمائی پڑاؤ سے جب وہ دوبارہ باہر نکلا تو اشکانی بادشاہ
(ہی رودس[1]) کے سفیر یہ مختصر پیام لائے: اگر یہ (عراق کی) فوج
رومی قوم نے بھیجی ہی تو ہمیں خوں ریزی پر افسوس ہی لیکن اگر جیسا کہ
معلوم ہوا ہی، کراسوس نے اپنے اہلِ وطن کی مرضی کے خلاف ذاتی

---

[1] قدیم ایرانی تلفظ آرُو داول، اور بعض یونانی تاریخوں میں اوردیس بھی لکھا ہی۔

فائدے کے لیے فوج کشی کی ہو تو ہمارا بادشاہ کراسوس کی خرافت پر ترس کھا کر درگزر سے کام لے گا اور ان رومی سپاہیوں کو جو ظاہر میں اس پر متعین مگر دراصل اُس کے ہاتھ میں مقید کرا دیے گئے ہیں واپس جانے دے گا۔" کراسوس نے شیخی سے کہا کہ ہم اس پیام کا جواب سل یوکیہ پہنچ کر دیں گے۔ اس پر سفیروں میں سب سے بُڈھے واگیس نے ہنس کر اپنی ہتھیلی دکھائی اور کہا کہ یہاں بال اُگنے سے پہلے تم سل یوکیہ کو دیکھ بھی نہ سکو گے! غرض سفیر واپس گئے اور شاہ ہی رودیس نے کہہ دیا کہ صلح نہیں ہوسکی اب جنگ ہے۔

رومی دستے عراق میں گھرے ہوئے تھے۔ ان کے بعض سپاہی بڑا خطرہ مول لے کر نکلے اور کراسوس کو اطلاع دی کہ معاملہ بہت مخدوش ہوگیا ہے اور عینی شہادتوں کے حوالے سے بتایا کہ دشمن کی تعداد کس قدر کثیر اور وہ کیسے خوں خوار جنگ جو ہیں کہ اُن سے بچ کر نکلنا اور خود انھیں جا لینا غیر ممکن ہے اور اُن کے پاس عجیب نئی قسم کے تیر ایسے ہیں کہ نگاہ کی سی تیزی سے چلتے اور قبل اس کے کہ تیر انداز نظر آئے نشانے کو چھید دیتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اسلحہ کا حال سنایا اور جیسا کہ قاعدہ ہے، بہت کچھ حاشیہ آرائی بھی کی۔ رومی سپاہی یہ باتیں سُن کر گھبرائے کیوں کہ اب تک وہ پارتھیہ والوں کو انھی ارمنوں جیسا سمجھتے تھے جنھیں لوٹتے لوٹتے لوکلوس اکتا گیا تھا۔ انھیں یقین دلایا گیا تھا کہ یہاں جنگ کی ساری دقت منزلیں طے کرنے اور دشمن کا تعاقب کرنے میں پیش آئے گی جو سامنے آکر لڑنے کی ہمت نہیں رکھتا، اور فرار ہوتا رہتا ہے۔ اب جو خلاف توقع لڑائی کے خطرات

کا علم ہوا تو بعض سرداروں نے کراسوس کو مشورہ دیا کہ آگے نہ بڑھے اور مہم لے جانے کے پورے مسئلے پر دوبارہ غور کرے۔ ان مشورہ دینے والوں میں فوج کا بخشی کاسیوس خاص طور پر ممتاز تھا۔ ادھر فال گو بھی خلوت میں اسے بتاتے تھے کہ قربانیوں سے برابر خلافِ مُراد شگون برآمد ہوئے ہیں۔ مگر کراسوس نے ایسی کسی نصیحت پر کان نہیں دھرا۔ اور شاہ ارمینہ، ارتابازس کی درخواست بھی قبول نہیں کی جو معقول امدادی فوج لانے اور اگر اُس کے ملک کی طرف سے فوج کشی کی جائے تو پوری طرح خود سربراہی کرنے کا وعدہ کرتا تھا۔ اس نے یہ مصلحت بھی بتائی کہ ارمنیہ کے پہاڑی علاقوں میں پارتھی جن کی قوت کا مدار سواروں پر ہے، نقل و حرکت سے معذور ہو جائیں گے۔ کراسوس نے اُس کی پیش کش کا بس روکھا پھیکا شکریہ ادا کیا اور اتنی شاندار و کارآمد امداد قبول نہیں کی بلکہ جواب میں یہی کہا کہ میں عراق سے گزرنے کا تہیہ کر چکا ہوں جہاں ہزاروں بہادر رومی سپاہی چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ سن کر ارمنی بادشاہ واپس چلا گیا۔

جب کراسوس نے اپنے لشکر کے ساتھ سیوگ کا ندی عبور کی تو ایک خرقِ عادت کڑک چمک نے سپاہیوں کو دہلا دیا جن کے چہروں کے سامنے بجلی چمکتی تھی۔ باد و باراں کا طوفان پل پہ آیا اور اس کے ایک حصے کو توڑ گیا۔ پڑاؤ پر دو دفعہ بجلی گری اور سپہ سالار کا ایک آراستہ پیراستہ گھوڑا اپنے سائیس کو لے کر بھاگا اور ندی میں جا ڈوبا۔ کہتے ہیں ایک رومی جھنڈے پر عقاب کی جو تصویر بنی تھی اُس کا رُخ از خود پیچھے کی طرف پھر گیا۔ اور جب وہ ندی پار ہوئے تو پہلا راتب

دال اور نمک کا بٹا جسے رومی مُردوں کی نیاز میں دیتے اور موت کے موقع پر بانٹا کرتے ہیں ۔ پھر کراسوس نے سپاہیوں کو جوش دلانے کی جو تقریر کی اس میں بھی یہ منحوس کلمہ اُس کی زبان سے نکلا کہ "میں پل تڑوا دوں گا تاکہ تم میں سے کوئی واپس نہ ہو سکے"۔ یہ سُن کر لوگوں کے چہرے پر پریشانی نظر آئی ۔ تب بھی اُس نے غمدے سے کوئی تصحیح یا تاویل نہ کی ۔ آخری عام قربانی کے وقت پروہت نے آنتیں اُس کے ہاتھ میں دیں تو وہ پھسل کر گر گئیں ۔ اور حاضرین متردد نظر آئے تو کراسوس نے ہنس کر کہا "دیکھیے ، بوڑھا ہونا بھی کیا چیز ہے ۔ مگر تلوار کے قبضے پر میرا ہاتھ ڈھیلا نہ ہوگا"۔

ندی کے کنارے کنارے سفر جاری رہا ۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ دشمن کا دور دور نشان نہیں البتہ بہت سے گھوڑوں کے سُم نظر آئے جس سے کراسوس کی امیدیں تازہ ہوئیں اور سپاہی بھی پارتھیوں کو حقیر سمجھنے لگے کہ وہ میدان میں نکلنے سے ڈرتے ہیں ۔ کاسیوس نے دوبارہ مشورہ دیا کہ کچھ روز ٹھہر کر فوج کو آرام دیا جائے ۔ دشمن کے مقام کی بھی ٹھیک خبریں دریافت کی جائیں اور ندی کا کنارا نہ چھوڑا جائے کہ اُس کے ذریعے کشتیوں سے رسد آنے میں سہولت ہوتی تھی لیکن ابھی کراسوس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ایک عرب سردار اریامنس نامی لشکر میں پہنچا ۔ یہ بڑا چالاک اور فریبی شخص تھا اور جملہ دوسرے اسباب سے زیادہ رومیوں کی تباہی کا باعث ثابت ہوا ۔ پومپی کے بعض پُرانے سپاہی اُسے جانتے تھے اس لیے کہ پومپی نے اس پر مہربانی کی تھی اور وہ رومیوں کا ہوا خواہ سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن اس مرتبہ وہ پارتھی

سپہ سالاروں کا فرستادہ آیا تھا کہ ہو سکے تو کراسوس کو ندی اور پہاڑی علاقے سے بڑھا کر میدان میں لگا لائے۔ اس لیے کہ جہاں رومی تھے وہاں پارتھی اُن سے لڑنے پر مجبور ہونا نہ چاہتے تھے۔ یہ سخن ساز و چرب زبان عرب کراسوس کے پاس پہنچا تو پومپی کو اپنا سرپرست ظاہر کیا۔ رومی قشون قاہرہ کی بڑی تعریفیں کیں اور حیرت ظاہر کی کہ وہ تیاریوں میں اتنی دیر لگا رہے ہیں۔ حال آں کہ دشمن پہلے سے مازندران و ترکستان تک بھاگ جانے کی فکر میں اپنے سازو سامان کو اٹھوا رہے ہیں۔" بادشاہ نے اپنے دو سردار شورنا اور سی لاکس اس لیے بھیج دیے ہیں کہ آپ اُن کا تعاقب کرتے رہیں اور خود بادشاہ محفوظ رہے"۔ حال آں کہ یہ جھوٹ تھا۔ سورنا جسے ہی رودس نے رومیوں کے مقابلے کے واسطے بھیجا کوئی معمولی آدمی نہ تھا بلکہ دولت و خاندان میں بادشاہ کے بعد دوسرا اور ہمت و قوت اور قد و قامت اور خوب صورتی میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ اس کی اپنی سواری میں ایک ہزار اونٹ سامان لے کر چلتے اور دو سو رتھوں میں اُس کی حرمیں ہوتی تھیں۔ ایک ہزار مسلح اور بہت سے نیم مسلح سپاہی فوج رکاب میں اور کم سے کم دس ہزار سوار جلو میں رہتے تھے۔ اُس کے خاندان کو مدت سے یہ عزت حاصل تھی کہ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کو تاج وہی پہناتے تھے اور موجودہ بادشاہ ہی رودس کو جلاوطنی سے خود سورنا نے کر آیا تھا۔ شہر سل یوکیہ بھی اسی نے فتح کیا اور پہلا شخص وہی تھا جو فصیل پر کمند ڈال کر چڑھا اور پہرہ داروں کو اپنے ہاتھ سے مار بھگایا۔ ابھی اس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی

؎ قدیم ایرانی تلفظ "سورین" بھی ہے۔ م

لیکن عقل و دانش میں مشہور تھا اور حقیقت میں یہی اوصاف تھے جن کی بہ دولت اس نے کراسوس کا قلع قمع کیا۔ یعنی اوّل اوّل کراسوس کے گھمنڈ میں آجانے سے اور پھر مصائب سے خوف زدہ ہو جانے سے پورا فائدہ اٹھایا اور رومی سپہ سالار پارتھی حریف کی چالوں کا آسانی سے شکار ہو گیا۔

القصہ اریامنس بڑھاوے دے کر کراسوس کو ندی سے دُور وسیع میدانوں میں لگا لایا جہاں اوّل اوّل سفر آسان و خوش گوار تھا لیکن پھر گہری ریت کی وجہ سے بڑی دشواری پیش آنے لگی۔ دُور دُور تک کوئی درخت اور پانی نہ تھا اور نہ صرف پیاس اور تکان بلکہ ریت کا بے کنار سمندر ہر طرف دیکھ کر وہ ہراساں ہوئے جاتے تھے۔ انھیں دغابازی کا شبہ ہونے لگا اور ادھر ارمنیہ کے بادشاہ ارتاوازدس (یا ارتابازس) کے قاصد آئے کہ مجھ پر بھی شاہ پارتھیہ نے حملہ کر دیا ہے اور میں کوئی امداد نہیں بھیج سکتا مناسب ہے کہ کراسوس واپس ارمنیہ کی طرف آئے۔ یہاں کے پہاڑی علاقوں میں دشمن کے سوار ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور ہم مل کر اس سے جنگ کریں گے۔ کراسوس نے غصّے اور بدمزاجی سے کوئی جواب نہ لکھا مگر زبانی کہا کہ مجھے اس وقت ارمنوں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں مگر آیندہ خود اُن کے ملک میں آؤں گا اور ارتاواز سے اس وعدہ خلافی کا انتقام لوں گا۔ کاسیوس اور اُس کے دوست پھر شکوہ شکایت کرنے لگے مگر جب دیکھا کہ کراسوس بُرا مانتا ہے تو کہنا چھوڑ دیا۔ البتہ علاحدگی میں اُس عرب سردار کو بُرا بھلا کہتے کہ کم بخت تو کس شیطان کو ہمارے لشکر میں لے آیا اور کیا

دوائیں کھلا کر کراسوس کو بہوت و مسخر کیا کہ وہ اس عمیق و وسیع
ریگستان میں فوج لیے چلا جاتا ہے اور ایسے راستوں سے کوچ کر رہا ہے جو
عرب قزاقوں کے سردار کے لیے موزوں ہیں نہ کہ رومی لشکر کے سپہ سالار
کے لیے۔" مگر وہ عرب ایک ہی مکّار شخص تھا۔ بڑی مسکینی سے انہیں
بڑھاوے دیتا اور لشکر گاہ میں دوڑا دوڑا پھرتا تھا کہ گھبراؤ نہیں۔ تھوڑے
دن کا مشکل سفر رہ گیا ہے۔ ہمت باندھے رہو۔ پھر ہنسی سے کہتا کہ کیا تم
یہ سمجھتے ہو کہ کم پانیہ میں سفر کر رہے ہو جہاں ہر طرف چشمے، سایہ دار
درخت اور حمام اور سرائیں عیش کرنے کو ملیں گی؟ صاحبو، یہ اشور و
عرب کی سرحدیں ہیں جنھیں تم طے کر رہے ہو۔" اس طرح انھیں بچوں
کی مثل بہلاتا رہا اور قبل اس کے کہ فریب کھُل جائے گھوڑے پر چڑھ
کر وہاں سے چل دیا۔ یہ نہیں کہ کراسوس کی بلا اطلاع گیا ہو بلکہ اُسے
یہ سمجھایا کہ میں جا کر دشمنوں کے انتظام میں خلل ڈال دوں گا۔

کہتے ہیں جب دن لڑائی واقع ہوئی، کراسوس قرمزی چغے کی
بجائے جو رومی سپہ سالار پہنا کرتے ہیں، سیاہ چغہ پہن کر نکل آیا۔ پھر
جب دیکھا تو اُسے بدلا۔ عقابی پرچموں کے اکھاڑ کر لے چلنے میں بھی اُس
روز دشواری پیش آئی۔ معلوم ہوتا تھا وہ وہیں جم گئے ہیں۔ کراسوس یہ
دیکھ کر ہنسنے لگا اور کوچ کی جلدی کی۔ پیادوں کو حکم دیا کہ سواروں کا ساتھ
نہ چھوڑیں۔ مگر اسی وقت بعض جاسوس آئے اور خبر دی کہ دشمن قریب
آگیا اور کئی گشتی سپاہی مارے گئے۔ یہ سن کر لشکر میں شور بپا ہو گیا
خود کراسوس حیرت زدہ رہ گیا اور وقت کی تنگی کے باعث پوری طرح
صف بندی بھی نہ کر سکا۔ شروع میں کاسیلوس کی رائے کے مطابق

اُس نے اپنی صفیں خوب پھیلا دی تھیں کہ دشمن کے نرغے میں آنے کا اندیشہ نہ رہے گا۔ پھر یہ رائے بدل دی اور چوکور مربع بنایا جس میں چاروں جانب سے فوج سامنا کرسکتی تھی۔ ہر پہلو پر بارہ پیادہ پلٹنیں اور ایک ایک رسالہ رکھا کہ وہ ہر پہلو کو مدد دے سکے۔ لشکر کا ایک بازو اپنے فرزند کو دیا، دوسرے کی قیادت کاسیوس کے سپرد کی اور خود وسط میں رہا۔ اسی ترتیب سے بڑھتے ہوئے وہ بالی سوس ندی تک پہنچے جو اگرچہ بہت چھوٹی تھی مگر سپاہیوں کو جو گرمی اور پیاس کے سفر میں بڑی تکلیف اٹھاتے رہے تھے، بہت ہی غنیمت معلوم ہوئی۔ اکثر سرداروں نے مشورہ دیا کہ رات کو یہیں قیام کیا جائے مگر کراسوس کو بیٹے کے شوق اور اُس کے ساتھی سواروں نے ایسا جوش دلایا کہ فوج کو تھوڑی دیر ٹھیرا کر جس میں سپاہیوں نے کچھ کھا پی لیا، وہ پھر تیزی سے لے چلا جیسے لڑائی پر نہیں، کسی فوری کام کے لیے عجلت سے جانا منظور ہو۔ یہاں تک کہ دشمن کا لشکر نظر آیا اور وہ اسلحہ اور تعداد میں ایسا نہ تھا جس کی اُنھیں توقع تھی۔ اصل یہ ہے کہ سورِینا نے فوج کے بڑے حصے کو پیچھے چُھپا دیا تھا اور چمکتے اسلحہ پر بھی انھوں نے چمڑے اور لبادے ڈال لیے تھے۔ ہاں، جب وہ قریب آئے تو سارا میدان اُن کے ہیبت ناک نعروں اور بھیانک دھماکوں سے گونج اٹھا۔ یہ پارتھیہ والے قرنا اور بُوق سے جنگی جذبہ پیدا کرنے کی بجائے ایک قسم کے دماموں سے کام لیتے ہیں جو بہ یک وقت ہر طرف پیٹے جاتے اور ایسی گھُٹی گھُٹی بے جان سی آواز نکلتی ہے جیسے جانوروں کے حلق سے اور اُس میں بجلی کی کڑک سے مشابہ آواز شامل ہوتی ہے۔ گویا انھوں نے اس بات کا صحیح مشاہدہ کیا ہے کہ جملہ

حواسوں میں سماعت کے ذریعے سب سے بڑھ کر آدمی کو پریشان کیا جا سکتا ہے جو فوراً دماغ پر اثر کرتی اور عقل کو معطل کر ڈالتی ہے۔

اس شور و غل سے رومیوں کو کافی خوف زدہ کرنے کے بعد انھوں نے اوپر کی پوشش اُتار دی جس کے نیچے سے اُن کے زرہ بکتر اور مارجیانی فولاد کے صیقل کیے ہوئے خود چمکتے ہوئے نکلے اور گھوڑوں کے برنجی اور فولادی ساز و یراق نمایاں ہوئے۔ سورِنا ان سب میں بلند قامت اور خوب رو شخص تھا۔ اُس کی دل رُبا شکل اور عیش پسندانہ لباس سے اُس کی مردانگی کا ٹھیک اندازہ بھی نہ ہوتا تھا اور اس کے چہرے پر بھی غازہ ملا ہوا اور بالوں میں میدیوں کی طرح کی مانگ نکلی ہوئی تھی۔ بہ جائے کہ دوسرے پارتھیوں کے جھبورے بال سیدائی (= تاتاری) جنگلیوں کی مثل پیشانی پر بکھرے رہتے تھے جس سے ان کی صورت ڈراؤنی نظر آتی تھی۔ پہلے ان کا منصوبہ یہ تھا کہ برچھوں سے رومیوں کی اگلی صفوں کو مار کر ہٹا دیں مگر جب دیکھا کہ یہ صفیں اندر تک پیوستہ چلی گئی ہیں اور رومی سپاہی قدم جما کر لڑ رہے ہیں تو وہ پیچھے ہٹے اور بظاہر بے ترتیب ہوکر رومیوں کے چاروں طرف پھیل گئے کہ اُن کے خبردار ہونے سے پہلے پورا مربّع ان وحشیوں کے گھیرے میں آگیا۔ کراسوس نے پہلے نیم مسلح فوج کو حملے کا حکم دیا مگر وہ زیادہ دور نہ گئے تھے کہ تیروں کی بوچھار نے انھیں ہٹنے پر مجبور کیا اور زرہ پوش رومیوں کو بھی پہلی مرتبہ ایسے تیروں سے سابقہ پڑا جو نرم و سخت ہر قسم کی چیز کو توڑ جاتے تھے۔ جس سے ان میں انتشار و ہراس پیدا ہوگیا۔ اب پارتھی بغیر نشانہ لیے تیرباراں کر رہے تھے۔ رومی صفیں

اتنی گنجان تھیں کہ نشانہ خطا ہونے کا گویا امکان ہی نہ تھا۔ شروع سے رومیوں کی حالت ناموافق ہو گئی تھی۔ اگر وہ بڑھ کر حملہ کرتے تو پارتھی سوار پیچھے بھاگتے اور بھاگتے ہیں ایسے کمال سے تیر چلاتے تھے کہ اس فن میں سیدیوں کے سوا کوئی اُن سے بازی نہ لے جا سکتا تھا۔ حقیقت میں یہ بڑی عیارانہ مہارت ہے کہ بھاگنے میں بھی وہ اس طرح لڑ سکتے تھے جس سے بچ نکلنے میں سہولت ہو جاتی اور فراری کی بدنامی سے بھی بچ جاتے تھے۔

کچھ دیر تو رومیوں کو یہ اطمینان تھا کہ تیر ختم ہو جائیں گے تو دشمن یا ہٹ جائے گا یا دست بہ دست لڑے گا لیکن جب معلوم ہوا کہ بے شمار اونٹوں پر تیر لدے ہوئے چلے آتے ہیں اور اگلی صفیں تیر باری کے بعد سامنے سے مُڑ جاتی اور دوبارہ ترکش بھر بھر کر لاتی ہیں تو کراسوس کا جی چھوٹ گیا اور اس نے اپنے فرزند کو پیام دیا کہ وہ اُن پر حملہ کرے قبل اس کے کہ اُن کا گھیرا مکمل اور تنگ ہو جائے۔ چناں چہ یہ نوجوان تیرہ سو سوار، جن میں ایک ہزار سی زر کے فرستادہ تھے، پان سو تیر انداز اور آٹھ پیادہ دستوں کو لے کر اُن پر حملہ آور ہوا۔ اسی کے ساتھ رومہ کے دو مشہور نوجوان کن سوری نوس اور مگا باکوس بھی تھے جن کے عالی خاندان باپ کراسوس کے ہم عمر اور دوست تھے۔ حملہ ہوتے ہی پارتھی یا تو فریب سے اور یا وہاں کی زمین دل دلی ہونے کے باعث پسپا ہوئے اور جب رومی رسالہ تعاقب میں پیادوں سے بہت آگے بڑھ آیا تو تازہ کمک کے ساتھ پلٹ پڑے اور پھر رومیوں کے چاروں طرف گھوڑے دوڑا کر اتنی گرد اڑائی کہ اندھیرا چھا گیا۔

رومی صفیں سمٹ کر ایک دوسرے پر گرنے لگیں۔ گرد و غبار کی شدت سے نہ وہ اچھی طرح دیکھ سکتے تھے نہ بات کر سکتے تھے اور اس حال میں دشمن کے تیر ان کے سینہ و پہلو کو چھیدے ڈالتے تھے۔ تکلیف کی شدت سے وہ تلملاتے تو تیروں کی انی زخموں کے اندر ٹوٹ جاتی اور اس کو کھینچ کر نکالنے میں رگیں پھٹ جاتی تھیں۔ جب پب لیوس (۔ فرزند کراسوس) نے انھیں للکارا پھر حملے کو چلا تو بہت سے سپاہی چلنے کے قابل نہ تھے اور مٹھی بھر جمعیت جس نے دشمن پر ہلکی برچھیوں سے حملہ کیا ان کو مغلوب نہ کر سکتی تھی۔ غالیہ کے سوار جن پر پب لیوس کو سب سے زیادہ اعتماد تھا اور واقعی بڑے جاں باز و جری سپاہی تھے کہ دشمن کے برچھے پکڑ پکڑ کر اسے گھسیٹ لیتے تھے، ایسی پیاس اور گرمی میں لڑنے کے عادی نہ تھے اور ان کے بڑے بڑے گھوڑوں پر ہلکے ساز پڑے تھے جس نے انھیں دشمن کے برچھوں کا نشانہ بنا دیا۔ اسی تکلیف اور گھوڑوں کے مارے جانے کے باعث بالآخر وہ پب لیوس کو جس کے گہرا زخم آیا تھا، لے کر ایک ٹیلے کی طرف ہٹے کہ اس کی بلندی سے مدد لے کر بچاؤ کی لڑائی لڑ سکیں گے مگر یہاں ان کی صفیں ایک دوسرے کی آڑ بھی نہ لے سکتی تھیں۔ وہ سب دشمن کا ہدف بن گئیں اور اپنے بے کار اور شرمناک انجام پر روتے ہوئے مارے جانے لگے۔ پب لیوس کے ساتھ ایک وہاں کی بستی کار دھیر کے دو یونانی بھی تھے اور انھوں نے اصرار کیا کہ وہ ان کے ہمراہ قریب کے قصبے ایکنہ میں نکل چلے جہاں کے باشندے رومیوں کے دوست دار تھے۔

مگر پب لیوس نے جواب دیا۔ "نہیں کوئی موت اتنی خوف ناک نہیں ہے جس سے ڈر کر پب لیوس اُن دوستوں کو چھوڑ دے جو اُس کی خاطر جان دے رہے ہیں"۔ پھر انھیں گلے لگا کر رخصت کیا اور چوں کہ اس کا ہاتھ تیر کے پار نکل جانے سے بے کار ہوگیا تھا اس لیے اپنا پہلو کھول کر زرہ بردار کو حکم دیا کہ تلوار بھونک دے۔ کن سوری نوس نے بھی اسی طرح جان دی اور مگاباکوس اور دوسرے ممتاز سردار بھی خود کشی کر کے مرگئے۔ باقی ماندہ پارتھیوں کے برچھوں کا شکار ہوئے اور صرف پان سو گرفتار ہوسکے۔ پھر پب لیوس کا سر کاٹ کر وہ کراسوس کی طرف پلٹے۔

یہ سپہ سالار پہلے تو پب لیوس کے حملے اور دشمن کی فراری سُن کر مطمئن ہوگیا تھا مگر پھر کئی قاصد دشمن کے ہاتھ پڑنے کے بعد ایک اس تک پہنچا اور اُسے خبر دی کہ فوراً کمک بھیجے ورنہ اس کے فرزند کا کام تمام ہوجائے گا۔ یہ سُن کر کراسوس کے ہوش اُڑ گئے اور اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنی فوج کو بچانے کی تدبیر کرے یا بیٹے کو امداد پہنچائے۔ آخر سخت پریشانی کی حالت میں سارے لشکر کو اُسی طرف لے کر چلنے کا قصد کیا تھا کہ دشمن کے دستے نعرے مارتے اور پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک آوازیں نکالتے اور دھونسے پیٹتے ہوئے پلٹ کر آئے اور رومیوں کو ڈر ہوا کہ پھر لڑائی لڑیں گے۔ ان میں سے وہ سوار جو نیزے پر پب لیوس کا سر لیے ہوئے تھے، رومی لشکر کے بہت قریب تک پہنچ گئے کہ وہ یہ سر پہچان لیں اور از رہِ تضحیک پوچھنے لگے کہ مقتول کے ماں باپ کہاں ہیں۔ وہ کس خاندان کا آدمی

تھا؟ ایسا بہادر جنگ جو" کراسوس جیسے ذلیل بزدل کا بیٹا نہیں ہوسکتا! - اس نظارے نے رومیوں کو اور زیادہ مایوس کیا اور غضب میں آنے کی بجائے وہ دہشت سے کانپنے لگے۔ مگر کہتے ہیں کراسوس نے اس مصیبت کو بڑے صبر سے برداشت کیا اور اپنی صفوں میں پھر کر کمال حوصلہ مندی سے یہ کلمات کہتا پھرا کہ دوستو، یہ میرا ذاتی نقصان ہے لیکن روما کی شوکت اور قسمت محفوظ اور بے داغ ہے جب تک کہ تم سلامت ہو۔ اور اگر کسی کو رنج ہے کہ میرا ایسا اچھا فرزند مارا گیا تو وہ دشمن سے انتقام لے کر اس کا اظہار کرے۔ ان کی بے رحمی کا بدلہ لے۔ ان کی وحشیانہ مسرت کو غم سے بدل دے اور خود مایوس نہ ہو کیوں کہ بڑے بڑے حملوں کے لیے کچھ نہ کچھ نقصان اٹھانا لابدی ہے۔ لوکلوس نے تی گرانس کو اور سی پیو نے ان تیوکوس کو بغیر خوں ریزی کے شکست نہیں دی تھی۔ ہمارے بزرگوں نے صدہا جہاز صقلیہ کے سامنے ضائع کیے اور نہ معلوم کتنے سالار و سردار اطالیہ میں کام آئے مگر شکستیں کھا کر بھی آخر انھوں نے اپنے چیرہ دست حریفوں کو نیچا دکھانے میں کمی نہ کی۔ روما کی سلطنت محض خوش قسمتی سے اس عروج کو نہیں پہنچی ہے بلکہ استقلال اور خطروں کا مقابلہ کرنے کے بعد اسے یہ رتبہ حاصل ہوا ہے"۔

مگر کراسوس کی اس تقریر پر بھی رومی سپاہی جوش میں نہ آئے اور جب اس نے ان سے نعرہ لگانے کو کہا تو ان کی مایوسی کا اسے اور بھی اندازہ ہوگیا کہ صرف ایک کم زور غیر مسلسل سی آواز بلند ہوئی بہ خلاف دشمن کی صاف اور دلیرانہ آوازوں کے، جس کی بہیر کے لوگ بھی اب بڑھ بڑھ کے رومیوں پر تیر

چلا رہے تھے اور سواروں نے دھکیل دھکیل کے رومیوں کو اور تنگ جگہ میں سمیٹ لیا تھا۔ بعض رومی سپاہی جو بڑھ بڑھ کر دشمن سے لڑتے اُن کے مضبوط برچھوں سے، جن میں بارہا دو دو آدمی چھد جاتے تھے، مہلک زخم کھا کر گرے۔ شام تک اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ رات کے آجانے سے فریقین جدا ہوئے۔ پارتھیوں نے غرور سے کہا کہ کراسوس کو ہم ایک رات بیٹے کا سوگ منانے کی مہلت دیتے ہیں۔ البتہ اگر اسے عقل آگئی اور اشکانی بادشاہ کے حضور میں جبراً لے جائے جانے کی بجائے خود حاضر ہوگیا تو بچ جائے گا۔ غرض وہ فتح کے جوش میں بھرے ہوئے، رومیوں کے قریب ہی خیمہ زن ہوئے اور ادھر رومی لشکر گاہ میں آکر اپنی قسمت پر رونے اور ماتم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ انھیں مردوں کی تدفین اور کراہتے زخمیوں کی تیمار داری تک کا ہوش نہ تھا۔ اس وسیع بیابان میں رات کے وقت پسپائی اور خفیہ فرار بھی سخت دشوار نظر آتی تھی۔ خصوصاً زخمیوں کا ساتھ لے جانا وبال ہوگیا تھا کہ ان کی ہائے ہائے سے فوج کی نقل و حرکت مخفی نہ رہ سکتی تھی۔ وہ سب کراسوس کی ہدایت سننے کے منتظر تھے اگرچہ جانتے تھے کہ اس تمام آفت و مصیبت کا باعث وہی ہے۔ وہ دیر تک چغہ لپیٹے مونھ چھپائے پڑا رہا۔ عوام کی نظر میں تو یہ قسمت کے نشیب و فراز کی مثال تھی لیکن اہلِ خرد اسے ہوس اور بے اعتدالی کا خمیازہ سمجھتے تھے کہ اپنے ہم وطنوں میں صرف دو شخصوں سے کم تر ہونے کے باعث وہ اپنے کو سب سے گرا ہوا سمجھا حالاں کہ لاکھوں سے فائق تھا۔

آخر یک صدی سرداروں اور عوام کے وکیلوں نے مل کر یہی فیصلہ کیا کہ بغیر بوق و بگل کی آواز کے خاموشی سے نکل جانا بہتر ہوگا۔ لیکن جب زخمیوں کو معلوم ہوا کہ وہ انھیں چھوڑ کر فرار ہو رہے ہیں تو اُنھوں نے وہ آہ و فریاد کا شور بلند کیا کہ جانے والوں کو رُکنا پڑا اور اسی تامل و تاخیر میں بہت سا وقت خراب ہوا۔ صرف اِگناتیوس کے تین سو سوار پہلے نکل گئے اور آدھی رات کے وقت کارھیہ پہنچ کر پہرہ داروں کو رومی زبان میں آواز دی اور کہا کہ حاکم شہر کوپونیوس کو خبر دو کہ کراسوس کا پارتھیوں سے بہت بڑا معرکہ پڑا۔ پھر اگناتیوس اپنا نام بتائے بغیر پوری تیزی سے زیوگ ما کی طرف چل دیا۔ اس تدبیر سے وہ اور اس کے ساتھی جان تو بچا لے گئے مگر سپہ سالار کا ساتھ چھوڑ دینے سے ان کی شہرت پر ضرور حرف آیا۔ بہرحال یہ پیغام وہاں پہنچ جانے سے کراسوس کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا کوپونیوس پیام لانے والوں کی عجلت اور اس طرح چل دینے سے سمجھ گیا کہ ضرور کوئی خرابی واقع ہوئی۔ اس نے قلعہ کی فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور جب معلوم ہوا کہ کراسوس اُدھر آ رہا ہے تو بڑھ کر استقبال کیا اور بستی کے اندر لے آیا۔

پارتھیوں کو رات کے وقت رومیوں کے پڑاؤ چھوڑنے کا علم ہوگیا تھا مگر انھوں نے پیچھا نہیں کیا البتہ دن نکلتے ہی چار ہزار کے قریب رومیوں کو جو خیمہ گاہ میں رہ گئے تھے، تلوار کے گھاٹ اُتارا اور بھی بھولے بھٹکے سپاہی مارے گئے اور انھی میں ورگونتی نوس کی چار پلٹنیں تھیں جو اپنے لشکر سے پیچھے رہ کر پارتھیوں میں

گھر گئیں۔ اور اُن کے بیس سپاہیوں کے سوا سب مارے گئے۔ یہ بیس جوان دشمن کی گنجان صفوں میں گھس گئے اور اُن کی شمشیرزنی پر پارتھیوں کو ایسی حیرت ہوئی کہ از رہِ قدردانی صفیں کھول کر انھیں نکل جانے کا راستہ دے دیا۔

سورنا کو کسی نے یہ غلط خبر دی کہ کارھیہ میں صرف بچے کھچے سپاہی رہ گئے ہیں اور کراسوس اپنے سب بڑے بڑے سرداروں کو لے کر نکل گیا۔ وہ بہت متردّد ہوا کہ کہیں فتح کا اصلی انعام اور نام وری کا تاج اُس کے ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ پس تحقیق کے لیے اُس نے اپنا ترجمان کارھیہ بھیجا اور حکم دیا کہ فصیل کے باہر سے لاطینی میں کراسوس یا کاسیوس کو آواز دے کہ اور کہے کہ پارتھی سپہ سالار اُن سے گفتگو کرنی چاہتا ہے۔ کراسوس فوراً آمادہ ہوگیا اور تھوڑی دیر میں عربوں کا ایک گروہ جو اُسے اور کاسیوس کو خوب پہچانتا تھا اور جنگ سے پہلے رومی لشکرگاہ میں یہ لوگ آتے جاتے رہے تھے، فصیل پر آئے اور انھوں نے کہا کہ سورنا صلح کو ترجیح دیتا ہے اور اگر رومی بادشاہ سے عہدنامہ کر کے عراق سے چلے جائیں تو انھیں حفاظت سے لے جانے کے لیے بدرقہ ساتھ کر دے گا۔ کراسوس نے یہ تجویز قبول کی اور کہا کہ مقام اور وقت مقرر کر دیا جائے کہ دونوں سپہ سالار مل کر گفتگو کریں۔ عربوں نے واپس جا کر یہ حال سنایا تو سورنا بہت خوش ہوا کہ کراسوس بھی موجود اور اب محصور ہو جائے گا۔ پھر دوسرے دن فوج لے کر خود آیا اور کمال نخوت سے رومیوں کو حکم دیا کہ اپنی خیر چاہتے ہیں تو مشکیں باندھ کر کاسیوس و کراسوس

کو حوالے کردیں۔ یہ سن کر رومیوں کو بڑی پشیمانی ہوئی کہ ان کے ساتھ فریب کھیلا گیا اور اب ذلیل کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے کراسوس کو سمجھایا کہ دشمنوں کی یہاں امداد پہنچنے کی موہوم امیدیں چھوڑ کر خود ان کی جانب روانہ ہو جائے۔ مگر اس ارادے کو جو راز میں رہنا چاہیے تھا کراسوس نے ایک اوّل درجے کے دغا باز آدمی اندروماکوس سے کہہ دیا بلکہ اسی کی رہبری میں رات کے وقت ایسے بُرے راستے سے فوج کو لے کر چلا جس میں جگہ جگہ گڑھے کھائیاں اور کیچڑ تھی۔ یہ دیکھ کر بہت سے رومی سپاہیوں کو اندروماکوس پر شبہ ہوا جو ان کو اِدھر اُدھر چکر دے رہا تھا اور وہ رک گئے۔ حتّٰے کہ کاسیوس واپس کا دھیہ آیا اور جب اس کے عرب رہبروں نے مشورہ دیا کہ چاند کے برجِ عقرب سے نکلنے تک سفر نہ کیا جائے تو اس نے کہا مجھے سب سے زیادہ تیر کمان کے برج (یعنی قوس) کا خوف ہے۔ پھر پانچ سو سوار لے کر شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ فوج کے اور پانچ ہزار سپاہی بھی ایک بہادر سردار اکتاویوس کی قیادت میں سی ناکا پہاڑ کی طرف چلے اور صبح ہوتے محفوظ مقام پر پہنچ گئے۔ مگر کراسوس سب سے نقصان میں رہا اور اندروماکوس عناً ایسے خراب میدانوں میں پھنسائے رکھا کہ دن نکلتے ہی دشمن نے آگھیرا اور اس کے چار پیادہ دستے اور تھوڑے سے سوار بڑے خطرے میں پڑ گئے۔ اکتاویوس نے پہاڑ سے یہ دیکھا تو فوراً مدد کے لیے چلا اور سپاہیوں نے بھی ایک دوسرے کو ملامت کی کہ ایسے وقت میں سرداروں کا ساتھ نہ چھوڑنا چاہیے۔ چناں چہ مل کر

حملہ کر دیا اور پارتھیوں کو دھکیل کر کراسوس کو اپنے حلقے میں لیا ڈھالوں کی باڑ اُس کے سامنے قائم کر دی اور فخریہ اعلان کیا کہ جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے، پارتھیہ کا کوئی تیر سپہ سالار تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ دیکھ کر کہ پارتھی حملے کی جوکھوں میں پڑنا نہیں چاہتے اور اگر رات ہو گئی تو رومی پہاڑوں میں پہنچ کر اس کی دست رس میں نہ رہیں گے، سورنا نے پھر فریب سے کام لیا۔ بعض قیدیوں کو رہا کیا انھیں پہلے اس قسم کی باتیں سنوا دیں کہ بادشاہ آخری حد تک رومیوں سے جنگ کرنی نہیں چاہتا بلکہ کراسوس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گا کہ صلح میں آسانی ہو جائے۔ اِدھر اُس کے سپاہیوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور وہ خود خاص خاص سرداروں کے ساتھ پہاڑی پر آیا اور کمان کا چلّہ اُتار کر اپنا ہاتھ بڑھایا، کراسوس کو گفتگوئے صلح کی دعوت دی اور کہا کہ رومیوں کی جرات و قوت کا امتحان ہو چکا اب ہم دوستی اور مہربانی میں مقابلہ کریں گے اور عارضی صلح کر کے انھیں سلامت جانے دیں گے۔ رومیوں کو یہ کلمات سُن کر بہت خوشی ہوئی اور اس کا پیش کش قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہو گئے لیکن کراسوس حریف کی دغابازی کا کافی تجربہ کر چکا تھا اور ایکا ایکی اس تبدیلی کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہ آتی تھی لہٰذا صلح کی گفتگو اور ملاقات پر آمادہ نہ ہوا۔ تب سپاہیوں نے بڑا شور مچایا اور بعض تو اس قسم کی ہتک آمیز باتیں کہنے لگے کہ جب وہ ہتیار کھول کر گفتگو کرنی چاہتے ہیں تو تھیں اُن کا سامنا کرنے سے خوف آتا ہے، جب ہتیار باندھ کر لڑتے

آئیں گے تو اُن کا سامنا کیوں کر کرو گے؟ کراسوس نے بہت سمجھایا اور منتیں کیں کہ ذرا اور صبر کرو کہ ہم پہاڑوں میں پہنچ کر دشمن کے سواروں سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ سرکشی پر آمادہ ہیں اور آپس میں ڈھالیں ٹکرا کر اسے دھمکیاں دیتے ہیں تو مجبور ہو گیا اور گفتگوئے صلح کے لیے سورِنا کی طرف یہ کہہ کر چلا کہ "اے اکتاویوس اور پت رونیوس اور دوسرے سردارو، تم گواہ رہنا کہ میں کس مجبوری سے جا رہا ہوں اور میرے ساتھ جو زبردستی اور ذلت کا برتاؤ کیا جا رہا ہے، مجھے اس کا کتنا رنج ہے۔ لیکن تم سلامت بچ کر جاؤ تو سب سے یہی کہنا کہ کراسوس اپنے ہم وطنوں کی نافرمانی کا نہیں، زیادہ تر دشمنوں کی فریب کاری کا شکار ہوا۔"

کراسوس نے اپنے جلو کے عصابرداروں کو بھی رخصت کر دیا اور دشمن کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے دو نیم یونانی شخص اُسے ملے اور ادب سے سلام کر کے یونانی زبان میں کہا سورِنا بھی اپنے ساتھیوں کے سب ہتھیار رکھوا کر ملنے آ رہا ہے اور آپ کسی کو بھیج کر دکھوا لیں کہ اُن کے ہاتھ میں تلوار تک نہیں ہے۔ کراسوس نے کہا مجھے اگر اپنی جان کی پروا ہوتی تو اس طرح خود کو ان کے حوالے نہ کر دیتا۔ تاہم اُس نے روس کیوء نام کے دو بھائیوں کو بھیجا کہ وہ ملاقات کی شرائط اور ملنے والوں کی تعداد معلوم کریں۔ سورِنا نے ان کو فوراً گرفتار کرا لیا اور گھوڑے پر سوار آگے بڑھ کر کراسوس سے صاحب سلامت کی اور کہا "ہائیں! یہ کیا بات ہے کہ میں اور میرے جلو کے لوگ گھوڑوں پہ سوار ہیں اور

رومی سپہ سالار پا پیادہ ہو؟" کراسوس نے جواب دیا اس میں کوئی غلطی نہیں۔ ہم اپنے اپنے ملک کے دستور کے مطابق ملنے آئے ہیں۔" پھر سورِنا نے کہا کہ اس وقت سے ہمارے آقا بادشاہ پارتھیہ اور رومیوں میں اتحاد سمجھنا چاہیے مگر کراسوس میرے ساتھ دریا تک چلے اور عہد نامے پر دستخط کرے "کیوں کہ تم رومی لوگوں کے حافظے اچھے نہیں ہیں، تم کو شرطیں یاد نہیں رہتیں" تب کراسوس نے حکم دیا کہ سواری کا گھوڑا لایا جائے۔ مگر سورِنا نے کہا اس کی ضرورت نہیں، میرا آقا، بادشاہ یہ گھوڑا آپ کو تحفہ دیتا ہو" یہ کہتے ہی ایک گھوڑا جس کی قزنی طلائی تھی لایا گیا اور سائیسوں نے کراسوس کو اٹھا کر جبراً اس پر بٹھا دیا اور ساتھ ساتھ دوڑتے اور تیز تیز گھوڑا ہنکاتے لے چلے۔ لیکن پہلے اک تادیوس دوڑ کر پہنچا اور گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ پھر پٹارنیوس اور دوسرے سپاہی بھی آگئے اور انھیں پکڑ پکڑ کر کھینچا جو اُسے آگے لے جا رہے تھے۔ اسی کھینچ تان میں ہنگامہ بپا ہوا اور مار پیٹ کی نوبت آگئی۔ اک تادیوس نے تلوار نکالی اور عجمیوں کے ایک سائیس کو قتل کر دیا۔ مگر دوسرے نے پیچھے سے وار کر کے خود اُسے مار ڈالا۔ اور پٹارنیوس بھی سینے پر ضرب کھا کر گھوڑے سے گرا اگرچہ زخمی نہیں ہوا۔ کراسوس کا ایک پارتھی پوماشرا ترِس نے خاتمہ کیا اور ایک قول یہ ہو کہ مارا کسی اور نے پوماشرا ترِس نے مرنے کے بعد صرف سر اور دایاں ہاتھ کاٹ لیا مگر یہ صحت کے ساتھ معلوم نہیں۔ قیاسی باتیں ہیں کیوں کہ وہ لوگ

جو کراسوس کے قریب تھے، انھیں یہ دیکھنے کی فرصت کہاں تھی۔ وہ یا تو مارے گئے اور یا بھاگے کہ پہاڑی پر اپنے ساتھیوں سے جا ملیں۔ اتنے میں پارتھی سپاہی قریب آئے اور کہا کہ کراسوس نے اپنے کیے کی سزا پائی۔ سورِنا باقی رہنے والوں کو امان دیتا ہو۔ وہ بے خوف نیچے آجائیں۔ چناں چہ بہت سے رومی اتر آئے اور ہتھیار حوالے کر دیے اور کچھ سپاہی رات میں اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرے اور اکثر عربوں کے ہاتھ پڑے اور مارے گئے بہت ہی تھوڑے ایسے تھے جو زندہ گھر پہنچ سکے۔ عام روایت کی بہ موجب اس معرکے میں بیس ہزار رومی مقتول اور دس ہزارِ دشمن کے ہاتھ میں قید ہوئے۔

اشکانی بادشاہ ہی رودیس ارمنیہ میں تھا۔ وہیں سورِنا نے کراسوس کا سر بھیج دیا۔ مگر خود یہ مشہور کرائے کہ کراسوس کو زندہ سِلیوکیہ لا رہا ہوں ایک فرضی جلوس بنایا۔ قیدیوں میں سے ایک شخص پاکیانوس کو جو کراسوس سے بہت مشابہ تھا، عجمی عورتوں کے لباس میں گھوڑے پر بٹھایا اور حکم دیا کہ "کراسوس امپراطور" کے خطاب پر جواب دے اور اس کے آگے آگے اونٹوں پر تبر یا عصا بردار اور نفیرچی بٹھائے۔ آہنی ڈنڈوں کے سروں پر ایک طرف تھیلیاں اور دوسری طرف مقتولوں کے سر بندھے تھے جن سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ اس کے پیچھے سِلیوکیہ کی

رنڈیاں گیت گاتی چل رہی تھیں جن میں گزاسوس کی نامردی اور زنانہ پن پر پھبتیاں اور گالیاں شامل تھیں۔ یہ تماشا جسے سورِنا نے از رو مضحکہ "جلوسِ فتح" موسوم کیا، سب نے دیکھا۔ اس کے بعد پارتھی سپہ سالار نے سِلیوکی مجلس کا جلسہ منعقد کر کے کئی فحش کتابیں پیش کیں جن میں اریس تی دس کی "می لس یاکا" کے اجزا بھی تھے۔ اور اس میں کچھ جعل سازی بھی نہ تھی کیوں کہ یہ ایک رومی سردار روس تیوس کے اسباب سے برآمد ہوئے تھے جس پر سورِنا کو تمام رومیوں کی مذمت کرنے کا موقع ملا کہ وہ جنگ میں بھی اس قسم کی شہوت انگیز تحریریں اور عیاشی کی مشقیں فراموش نہیں کرتے۔ مگر اس پر سِلیوکیہ والوں کو ایسوپ کی مداری کے تھیلے والی کہانی کی بہ خوبی تصدیق ہوئی کہ سورِنا جو روم و یونان کی یہ فحش کتابیں سامنے لیے بیٹھا تھا، اس کی پیٹھ کے پیچھے پارتھی فحشیات کا زندہ ذخیرہ اُن چھکڑوں میں بھرا ہوا موجود تھا جن میں اُس کی حرمیں اور لونڈیاں چلتی تھیں۔ اس کے لشکر کی مثال ایسی تھی جیسے کالے ناگ اور افعی کی کہ سامنے سے نہایت خوف ناک: تیر و نیزہ، سوار و پیادہ سے آراستہ اور پھن کے نیچے و پیچھے تو نرم و ریش پش۔ یعنی پچھلے حصے میں رنڈیاں، لونڈے، رقص و سرود اور شبانہ عیاشی کے سامان کے سوا کچھ نہ تھا۔ روس تیوس کی نالائقی پر پردہ ڈالنا مقصود نہیں ہو مگر پارتھیہ والوں کو بھولنا نہ چاہیے تھا کہ جب مِی لسیہ کے فحش قصوں کا وہ تمسخر کر رہے تھے، اسی لمحہ اور یونان کی بہت

سی داشتہ عورتیں اُن کے شاہی محلوں کی زینت اور کئی اشکانی تاج داروں کی مائیں تھیں۔

جب یہاں یہ واقعات ہو رہے تھے، ارمنیہ میں پارتھی بادشاہ ہی رودس نے وہاں کے بادشاہ سے صلح کر لی اور اس کی بہن سے اپنے فرزند پاکوروس کی شادی کی۔ اس رشتے نے صلح کی دھوم دھام کو اور بڑھا دیا اور کئی روز تک بڑے تکلف کی دعوتیں اور جلسے ہوتے رہے جن میں بہت سے یونانی قصیدے بھی مناسب موقع لکھ کر پیش کیے گئے کیوں کہ ہی رود یونانی زبان اور ادبیات سے ناواقف نہ تھا اور شاہ ارمنیہ ارتاداس دس) تو اس زبان کا ایسا ماہر تھا کہ اسی میں کئی ڈراما اور تاریخیں اور خطبات لکھے ہیں جن میں سے بعض اب تک محفوظ ہیں۔ جس وقت کراسوس کا سر بادشاہ کے پاس لایا گیا، اسی وقت دستر خوان ٹرھایا گیا تھا اور ایک نقال مسمی جاسون، یوری پید کی تمثیل باکی کے گیت گا کے داد تحسین حاصل کر رہا تھا کہ سی لاکس ایوان میں داخل ہوا اور آداب بجا کر کراسوس کا بریدہ سر بیچ محفل میں ڈال دیا۔ پارتھیوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔ سی لاکس کو بادشاہ کے حکم سے محفل میں نشست دی گئی اور اُدھر جاسون نے نقل کا لباس اُتار کر، کراسوس کا سر اٹھایا اور ایک آسیب زدہ کی نقل شروع کی۔ پھر اُسی از خود رفتگی کے انداز میں یہ شعر اس جوش و خروش سے گایا کہ حاضرین مست ہو گئے، ؎

آج کس شان کا ہم مار کے لائے ہیں شکار
ڈھونڈ کر دشت و جبل گرسے تگ و دو بسیار

مکالمے میں جب یہ شعر آیا کہ ؎

کس کے اقبال نے مارا ہو یہ بے مثل شکار؟

میری ہمت نے۔ مَیں اس فخر کا ہوں دعوے دار!

تو پیرماز تا ہرس جو اتفاق سے کھانے پر موجود تھا، اٹھا اور بریدہ سر کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ اس کا دعوے دار میں ہوں ۰ اور کوئی نہیں ہوسکتا "۔ بادشاہ بہت مسرور ہوا اور پارتھی رسم کے مطابق انھیں تحائف سے سرفراز کیا اور جاسون کو ایک تیلنت انعام دیا۔ کراسوس کی مہم کے غمناک خاتمے پر جو سانگ دکھایا گیا، اس کی یہ روایت ہم نے سنی ہے۔ مگر خدائی انصاف نے ہی روڈس (= اُرد، اوّل) کو اِس بے رحمی کی اور سورنا (= سورین) کو اس کی بدعہدی کی سزا دینے میں کمی نہ کی۔ سورنا کی شہرت و نام وری سے محض حسد کی بنا پر بادشاہ نے اُسے مروا دیا اور خود ہی رود کو مرضِ استسقاء ہوگیا۔ اس کا بیٹا باکورَوس، رومیوں کی ایک لڑائی میں مارا جاچکا تھا دوسرے مسمّی فراآتس نے باپ کو جدوار کا زہر دلوایا مگر اس کا اثر مرض پر ہوا اور یکایک بادشاہ کو صحت ہونے لگی تو فراآتس نے مجبور ہوکر سب سے قریب کا راستہ اختیار کیا کہ باپ کا گلا گھونٹ دیا۔

کراسوس اور نی کیاس کا موازنہ

ان دونوں کے موازنے میں اگر ہم اوّل ان کی دولت پر نظر کریں تو اقرار کرنا پڑے گا کہ نی کیاس کی دولت زیادہ ایمان داری سے حاصل کی گئی تھی۔ معادن سے بہت سا روپیہ کمانا بہ جائے خود کچھ بہت تعریف کی بات نہیں ہے کہ ان کی کھدائی جنگلی اور بدقوارہ لوگ کرتے ہیں جن میں سے بعض ان خراب اور تنگ مقامات میں دن رات جبریہ کام کرتے اور ہلاک بھی ہوجاتے ہیں۔ لیکن اگر اس کا مقابلہ سیلا کی ضبطیوں اور جلے ہوئے مکانوں کی خریداری سے کی جائے تو نی کیاس کی دولت کو ہم کہیں زیادہ جائز سمجھیں گے۔ کراسوس ان چالاکیوں سے علانیہ کام لیتا تھا جیسے دوسرے لوگ زمین داری یا سود پر روپیہ لگاکر نفع کماتے ہیں۔ رہیں دوسری کارروائیاں، جیسے روپے کے لالچ میں رائے بیچ دینا، اپنے ساتھیوں کو نقصان پہنچانا، عورتوں کے پیچھے پیچھے پھرنا، یا مجرموں کی پردہ پوشی کرنا تو ان الزامات سے وہ انکار کرتا تھا مگر نی کیاس پر ایسی حرکتوں کا جھوٹا الزام بھی کسی نے نہیں لگایا۔ بلکہ لوگ اس پر ہنسا کرتے تھے کہ وہ محض بزدلی سے ان لوگوں کا مونھ بھرتا رہتا ہے جن کا پیشہ مخبری یا مقدمہ بازی تھا۔ اصل یہ ہے کہ ایسی باتیں کسی پریکلیس یا

اریس تی دید کے شایانِ شان نہ تھیں مگر جو شخص طبعاً وہمی ہو، جیسا کہ نی کیاس کی نسبت ایک خطیب نے علانیہ اظہار کیا تھا، تو ایسے شخص کو یہ کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایک دفعہ اُس پر گواہوں کے خریدنے کا الزام لگایا گیا تو اُس نے خود بھی کہا کہ مجھے بڑی خوشی ہے کہ اتنے دن تک سرکاری خدمات انجام دیتا رہا اور مجھ پر کچھ لینے کا نہیں بلکہ دینے کا الزام لگا۔ نی کیاس کا خرچ بھی زیادہ تر قومی فائدے کا پہلو رکھتا ہے کہ وہ مندروں کے چڑھاوے اور عام نمایشوں، کھیلوں اور جلوسوں میں خوشی سے رُپیہ دیتا تھا۔ اگرچہ یہ سب بلکہ اُس کی کل دولت ملا کر بھی اتنی نہ تھی جتنی کراسوس نے لاکھوں اشخاص کو غلّہ دینے اور ضیافتیں کرنے میں خرچ کی کہ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بدی بھی آدمی کے مزاج کی ایک بے ربطی اور بے اعتدالی ہے۔ چناں چہ وہی رُپیہ جو ایسی بد دیانتی سے سمیٹا گیا تھا، اس بے ہودہ پن سے برباد ہوا۔

ان دونوں کی دولت و املاک کی نسبت اسی قدر لکھنا کافی ہوگا۔ ملکی خدمات کی انجام دہی میں نی کیاس پر کسی بے انصافی، خود رائی یا بے ایمانی کا کوئی الزام مجھے نہیں ملا۔ وہ الکی بیادیس کی عیاریوں کا بارہا شکار ہوا مگر خود ملکی معاملات میں ہمیشہ احتیاط و دیانت کا پابند رہا۔ بہ خلاف اس کے، کراسوس کو سبھی بُرا کہتے تھے کہ وہ نہایت متلون مزاج آدمی تھا۔ نہ اس کی دوستی کا اعتبار تھا نہ دشمنی کا۔ ذلیل اور سازشی کام اور دوستوں سے بے وفائیاں کرتا تھا قنصلی حاصل کرنے کی غرض سے اُس نے دو ہی تیوس اور کاتو پر ہاتھ ڈالنے کے لیے کرایے کے بدمعاش مقرر کیے اور اس سے خود بھی انکار

نہ کر سکا۔ پھر صوبوں کی تقسیم کے لیے جو پنچایت ہوئی اس کی یہ تفصیل اصل سیرت میں لکھنا تیں بھول گیا کہ کئی آدمی زخمی ہوئے اور چار جان سے مارے گئے۔ اور خود کراسوس نے مجلس عمائد کے ایک رکن انالیوس کے اختلاف کرنے پر ایسا مکہ مارا کہ اس کے خون نکل آیا اور وہ پنچایت چھوڑ کر چلا گیا۔ لیکن کراسوس پر تشدد و خودرائی کے کام کرنے کا الزام ہو، تو نی کیاس دنائت اور بزدلی کے عیب سے بری نہیں کیا جا سکتا کہ گھٹیا سے گھٹیا آدمی کے سامنے جھک جاتا تھا۔ بلکہ اس بارے میں کراسوس کہیں بلند حوصلہ اور عالی ظرف ثابت ہوتا ہو کہ کلیون۔ اور ہی پربوس کی بجائے سی زر و پوم پی جیسے فاتح سپہ سالاروں کے مقابلے میں مرعوب نہ ہوا اور جب یہ دونوں متفق ہو گئے تب بھی اُن کے سامنے نہیں جھکا بلکہ عہدہٗ احتساب کے حصول میں پوم پی سے بازی لے گیا۔ ایک مدبر کسی چیز کی قیمت کو نہیں بلکہ اس کی عظمت کو دیکھتا ہو اور اپنی بڑائی سے حاسدوں پر غالب آتا ہو ورنہ ہر وقت امن و عافیت کی فکر میں رہے اور الکی بیاد کی تقریر گاہ پر آنے سے، اور اسپارٹیوں کے پی لوس پر اترنے سے خوف زدہ ہو تو اُسے چاہیے کہ آرام سے اپنے گھر بیٹھے اور قومی ہنگاموں سے الگ ہو کر سوفسطائیوں کے قول کے بموجب اپنے سر کے واسطے بے عملی کا سہرا گوندھتا رہے۔ البتہ یہ صحیح ہو کہ نی کیاس کی جنگ کو ختم اور امن و صلح کرا دینے کی خواہش، سچا یونانی جذبہ، اور عین نیکی تھی۔ اس باب میں کراسوس کو اُس کے ساتھ کوئی

نسبت نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ کام یاب ہو جاتا اور سلطنت رومہ کی حدود کو بحیرہ خزر بلکہ بحر ہند تک بھی وسیع کر دیتا۔

کسی مملکت میں، اگر نیک و بد کا احساس موجود ہو تو ارباب اقتدار کو ناراضی کے سامنے دبنا نہیں چاہیے اور نہ اعتماد و امانت کے بڑے بڑے عہدے نااہلوں اور بددیانت اشخاص کے سپرد کرنے جائز ہیں۔ مگر نی کیاس کی چشم پوشی سے کلیون جس کے پاس بے شرمی اور بلند آوازی کے سوا کوئی قابلیت نہ تھی، فوج کی سپہ سالاری پر پہنچ گیا۔ میں کراسوس کی جلد بازی کو محض پوم پی کی رقابت کے جوش میں سپارتاکوس سے جا بھڑا، نہیں سراہتا لیکن نی کیاس کا یہ فعل کہ نی لوس کی مہم کو مخدوش جان کر عزت اور حریف پر فوقیت حاصل کرنے کا موقع چھوڑ دیا اور مملکت کو قسمت کے حوالے کر کے خود آرام سے خانہ نشین ہو گیا، ہرگز لائق معافی نہیں ہے۔ یہی سبب ہوا کہ جب صقلیہ کی مہم کی اُس نے مخالفت کی تو لوگ عام طور پر یہ سمجھے کہ وہ محض بزدلی اور تن آسانی کی وجہ سے مخالفت کرتا ہے ورنہ صقلیہ کو فتح کرنا خود بھی اتنا دشوار نہیں سمجھتا۔ تاہم یہ اس کی دیانت کا بہترین ثبوت ہے کہ اس کی ناراضامندی کے باوجود لوگ اس کو اپنا قابل ترین سپہ سالار مانتے اور مقرر کرتے رہے۔ اس کے مقابلے میں کراسوس خواہش و ہوس کے باوجود اپنے وطن میں یہ منصب کبھی حاصل نہ کر سکا، بجز غلاموں کی جنگ کے جب کہ رومہ کے بہترین سپہ سالار یعنی پوم پی، میتی لوس

اور لوکلوس موجود نہ تھے۔ اُس کے مداح بھی اسے ایک ظریف شاعر کے الفاظ میں یہی سمجھتے تھے کہ ؏

سوا جنگاہ کے، وہ ہر جگہ کا مردِ میداں ہے!

لیکن اس کا شہرت و قیادت کا شوق کسی کے روکے نہ رُکتا تھا۔ چناں چہ نی کیاس کو تو اتھنز والوں نے اُس کی مرضی کے خلاف جنگ میں بھیجا تھا اور کراسوس رومیوں کو ان کی مرضی کے خلاف جنگ میں لے گیا۔ اتھنز، نی کیاس پر مصیبت لایا اور روما پر کراسوس نے مصیبت ڈالی۔ ہم کراسوس پر نکتہ چینی نہ کریں تاہم نی کیاس تعریف کا مستحق ہے کہ اپنی آزمودہ کاری اور اصابت رائے سے ہم وطنوں کی موہوم امیدوں کا ساتھی نہیں بنا اور صقلیہ کی فتح کے سبز باغ اسے ذرا متاثر نہ کر سکے۔ بہ خلاف اس کے کراسوس پارتھی جنگ کو بالکل آسان سمجھ کر اس شوق میں مہم پر گیا کہ مغرب میں سی زر غالیہ، جرمانیہ اور برطانیہ کی تسخیر میں مصروف ہے تو وہ اپنے مشرقی صوبوں کو مزید فتوحات سے بحرِ ہند تک وسعت دے اور لوکلوس اور پوم پی جیسے پُرجوش اور بے عیب سپہ سالاروں نے تسخیرِ ایشیا کے جس کام کو، اسی حوصلے سے شروع کیا تھا، اُسے تکمیل کو پہنچا دے۔ حال آں کہ روما کے عمائد ان فتوحات کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ پوم پی اسی قسم کی سپہ سالاری پر مقرر ہوا تو مجلس نے اس کی مخالفت کی اور سی زر نے تین لاکھ جرمنوں کو شکست دی تو کاتو نے تحریک کی کہ اُسے پکڑ کر

شکست خوردہ دشمن کے حوالے کر دیا جائے کہ وہ عہد شکنی کا اس کی ذات سے بدلہ لے لیں۔ مگر عوام الناس (اُن کی کاتو سے عقیدت ملاحظہ ہو!) اس واقعے پر اتنے خوش ہوئے کہ پندرہ دن تک جشن منایا۔ اگر کراسوس بھی اسی طرح بابل سے فتح و فیروزی کی خبر بھیجتا اور پارتھیہ اور خراسان و باختر وغیرہ کو روما کا صوبہ بنانے میں کام یاب ہوتا، تو نہ جانے وہ کس قدر خوشیاں مناتے۔

اور اگر ہم اس نعمت اور عافیت پر جو حاصل ہو قناعت نہیں کر سکتے اور اُظلم و دراز دستی پر ہی آمادہ ہیں تو پھر بہ قول یوری پید چھوٹی چھوٹی باتوں پر کیوں اکتفا کریں۔ جیسے نی کیاس نے ذرا ذرا سے جزیروں کو خراب کیا اور اجی نی تہ والوں کو مار کر اُن کے گھروں سے نکال دیا جو پہلے ہی شکاریوں کے ڈر سے بھاگے ہوئے پرندوں کی طرح اپنا آشیانہ چھوڑ کر یہاں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ عدل و انصاف کو گھٹیا اور ارزاں شے کی طرح معمولی داموں پر بیچ دینا ٹھیک نہیں ہو۔ ظلم ہی کرنا ہو تو کسی بڑے معاوضے کے لیے ہونا چاہیے۔ اور جو لوگ سکندر (یونانی) کی کشور کشائی کی مدح کرتے ہیں اور کراسوس کو نام دھرتے ہیں، بے انصافی سے فقط نتیجہ دیکھ کر آغاز پر رائے زنی کرتے ہیں۔

عملی خدمات میں نی کیاس کے بہت سے کام بڑی تعریف کے مستحق ہیں۔ اُس نے دشمن کو بارہا شکست دی اور سیرا کیوز کو بھی قریب تھا کہ فتح کر لے۔ پھر، وہاں جو ہزیمت ہوئی

اس کا بھی سارا الزام اسے دینا درست نہیں بلکہ اس میں اہلِ وطن کی رقابت اور خود اُس کی صحت کی خرابی کا بھی دخل تھا۔ مگر کراسوس کی سپہ سالاری کو دیکھیے تو اس نے اتنی غلطیاں کیں کہ تقدیر کو مساعدت کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔ ایسی بے عقلی کا پادتھیہ کی قوت کا شکار ہو جانا بالکل قابلِ حیرت نہیں ہے البتہ حیرت اس لیے ہوتی ہے کہ روما کی اقبال مندی جو ہمیشہ اُسے جِتا دیتی تھی اس موقع پر پادتھیہ سے مغلوب ہو گئی۔ نی کیاس اور کراسوس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ وہ تو شگون و فال کا پختہ معتقد تھا اور یہ ایسی مذہبی پیش گوئیوں کی کچھ پروا نہ کرتا تھا۔ اور چوں کہ انجام دونوں کا تباہی ہوا اس لیے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا نتیجہ نکالیں تاہم احتیاط میں افراط کا عیب جب کہ عقیدۂ عام بھی اسی احتیاط کی تائید میں ہو، خود رائی اور قانون شکنی کی نسبت آسانی سے قابلِ معافی مانا جائے گا۔

مگر مرنے کے معاملے میں کراسوس کو فوقیت حاصل ہے کہ نہ اس نے ہتھیار ڈالے نہ دشمن کی اسیری قبول کی۔ وہ اُس کے فریب میں بھی نہیں آیا تھا البتہ اپنے دوستوں کے اصرار و التجا اور دشمن کی بدعہدی کا شکار ہوا بہ خلاف اس کے کہ نی کیاس نے شرمناک و ذلت آمیز جاں بخشی کی امید میں ہتھیار ڈال دیے اور اپنی موت پر بے غیرتی کا اضافہ کر لیا۔

سرتوریوس

ایک طول طویل مدت میں کہ نوعِ انسان کی تقدیر طرح طرح کے
پیچ و خم کھاتی ہوئی، راستہ طے کرتی ہو، اگر خود بہ خود یکساں حالات اور
مماثل واقعات پیش آئیں تو کچھ تعجب نہیں ہو۔ جن پر تقدیر کا عمل ہو رہا ہو
ان کی تعداد اور اقسام کا جب کوئی شمار نہیں، تو پھر یکساں نتیجے برآمد
کرنا اور بھی سہل ہو۔ یا اگر نتائج محدود تعداد کے مرکبات پر مشتمل ہوں
تو بھی بار بار یکساں اسباب سے مماثل صورتوں کا واقع ہونا ضرور ہو۔
بعض صاحبوں کو اس قسم کے تقدیری وقوعے جو اُن کی سماعت یا مطالعے
میں آئے جمع کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہو جن سے یہ معلوم ہو کہ وہ ایک
صاحب تدبیر و ارادہ قوت کے افعال ہیں۔ مثال کے طور پر وہ اِتّیس
نام کے دو ممتاز شخصوں کو پیش کرتے ہیں جن میں ایک شام اور
دوسرا ارکادیہ کا باشندہ تھا، مگر ان دونوں کو جنگلی سور نے ہلاک کیا
دو اور شخصوں کا نام اک تیون تھا جن میں سے ایک کو کتوں نے
پھاڑ ڈالا اور دوسرے کو خود اُس کے چاہنے والوں نے پھر سی پیو
نام کے بھی دو نامی سپہ سالار گزرے ہیں ایک نے اہلِ قرطاجنہ
کو شکست دی اور دوسرے نے اُن کی ریاست کی اینٹ سے اینٹ
بجا دی شہر تروئے کو پہلے بھی ہرقل نے گھوڑوں کی وجہ سے

(جن کا لاؤدون نے وعدہ کیا تھا) فتح کیا اور دو بارہ بھی اس کی تسخیر کاٹھ کے مشہور گھوڑے کی وساطت سے عمل میں آئی، اور تیسری دفعہ بھی ایک گھبڑا ہی شہر کے دروازے میں گر پڑا تھا جس کی وجہ سے وہ بروقت پھاٹک نہ بند کر سکے اور حملہ آور کاردِموس جبزاً شہر میں گھس گیا۔ دو شہر جن میں سے ایک بنفشہ (یونانی، اِیو) اور ایک مر، یعنی خوشبودار پودوں ہی کی وجہ سے اِلیوس اور اس مرنا موسوم ہوئے، ہومر شاعر کا مولد و مدفن بنے۔ انھی اتفاقات میں ہم ایک اور مثال کا اضافہ کرتے ہیں کہ بڑے بڑے سپہ سالار جنھوں نے جنگی تدبیروں میں نام پایا، جیسے فی لیپ، ان تی گونوس، ہانی بال اور سر توریوس جس کی سوانح ہم بیان کرنا چاہتے ہیں، سب یک چشم تھے۔ اور اگرچہ وہ فی لیپ (دنیل فوس) سے بڑھ کر معتدل مزاج، انتی گونو سے زیادہ دوستوں کا وفادار اور ہانی بال سے زیادہ دشمنوں پر رحم کرنے والا تھا، اور اصابت رائے یا دُور اندیشی میں بھی کسی سے کم نہ تھا، بہ ایں ہمہ تقدیر کا ان سب سے ہیٹا نکلا۔ علانیہ دشمن کی نسبت اس چھپے دشمن سے پیش پانے میں اُسے بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں پھر بھی آفریں ہے اس کی ہمت کو کہ وہ میتی لوس کی جنگی مہارت، پوم پی کی دلاوری، سیلا کی اقبال مندی اور خود رومی قوم کی قوت کا برابر مقابلہ کرتا رہا۔ حال آں کہ جلاوطن ہو کر غیر قوم کے سپاہیوں کا محض پردیسی سردار رہ گیا تھا۔ اس کے مقابلے میں ہم یونانی سپہ سالاروں میں سے یُومِنیس (بانشدہ کاڈیہ) کو پیش کریں گے کہ یہ دونوں

سپہ سالاری، جنگ جوی اور چابک دستی کے پیدائشی اوصاف سے متصف تھے اور دونوں اپنے وطن سے نکالے گئے اور اغیار کی سرداری کرتے رہے۔ تقدیر دونوں کی مخالف رہی اور آخر میں ایسی دشمن ہوئی کہ دونوں سے اُنھی رفیقوں نے دغا کی اور قتل کر دیا جو پہلے ان کے حکم پر لڑتے اور فتح پاتے رہے تھے۔

کوان توس سرتوریوس، شہر نورسیہ کے ایک امیر گھرانے کا آدمی تھا۔ باپ نے اس کے لڑکپن میں قضا کی اور اس کی عمدہ تعلیم و تربیت ماں نے کرائی۔ اس کا نام ریہیا تھا اور سرتوریو اس سے بڑی محبت اور عزت کرتا رہا۔ اس نے فن خطابت کا مطالعہ اور وکالت سے دو صد میں خاصی شہرت بھی حاصل کی مگر میدانِ جنگ میں اس کے کارناموں اور درخشاں کامیابیوں نے شوقِ نمود کو اُسی طرف کھینچ لیا۔

ابتدا میں وہ کپ یو کے ماتحت کیم بری اور تیوتون قوموں کی لڑائیوں میں غالیہ میں کام کرتا رہا جہاں رومیوں کو ناکامی نصیب ہوئی سرتوریوس بھی زخم کھا کے بھاگا اور اُس کا گھوڑا مارا گیا۔ تاہم وہ زرہ بکتر میں دھون ندی کو چڑھاؤ کے خلاف پیر کر پار ہوگیا۔ اُس کا جسم اتنا طاقت ور اور جفاکشی کا عادی تھا۔

دوسری دفعہ جب یہی جنگلی قومیں کئی لاکھ جوان لے کر چڑھیں اور ہر طرف عام ہلاکت و تباہی کا خوف پھیل گیا تو ماریوس کی سپہ سالاری میں سرتوریوس نے دشمن کی لشکرگاہ کی خبر لانے کا بیڑا اُٹھایا اور قالطی لباس میں، ان کی بولی کے چند ضروری الفاظ سیکھ کر وہ ان

جنگلیوں میں چلا گیا اور اپنی آنکھوں سے سب حال دیکھ کر یا انھی کے لوگوں سے اُن کے اہم مقاصد سُن کر واپس آیا جس پہ ماریوس نے اسے بہادری کا انعام دیا۔ پھر جنگ میں لیاقت و مردانگی کے جوہر دکھانے کے باعث اسے بڑے بڑے عہدوں پہ مامور کرنے لگا۔

کیمبری جنگ کے بعد وہ ایک ہزار سوار کا سردار ہو کر رومی سپہ سالار وی ڈیوس کے ماتحت اسپین بھیجا گیا اور قلطی بریوں کے شہر کاس تولو میں تعینات ہوا۔ یہاں خورونوش کی افراط سے رومی سپاہی ایسے مزے میں آئے کہ شراب نوشی اور حکم عدولی کرنے لگے۔ شہر والوں کو اُن سے نفرت ہوگئی اور انھوں نے چپکے سے اپنے ہم سایہ جی دی سونیہ کے لوگوں کو مدد کے لیے بلوالیا۔ ان دیہاتیوں نے رومیوں کی سکونت گاہ پر شب خون مار کر بہت سے جوان ہلاک کردیے۔ سرتوریوس چند سپاہیوں کو لے کر اس مکان سے نکل آیا، پھر منتشر رومیوں کو جمع کرکے اُس نے پہلے تو شہر کے چور دروازے پر پہرہ لگایا جہاں سے جی دی سونیہ والے داخل ہوئے تھے اور اس کے بعد بستی بھر کے جوان آدمیوں کو چُن چُن کے قتل کیا۔ اور حملہ آوروں کا لباس پہنا کر اپنے سپاہی خود اُن کی بستی پر لے چلا۔ وہ لوگ سمجھے کہ ہمارے ہم قوم کاس تولو کا معرکہ جیت کر آئے ہیں اور گھروں سے باہر نکل آئے۔ تب رومیوں نے اُن پر حملہ کرکے صدہا کو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور باقی ماندہ غلام بنا کے فروخت کردیے گئے۔

اس کارنامے کی سارے اسپین میں شہرت ہوگئی اور سرتوریوس روما واپس ہوا تو (این روے الیس) غالیہ کا بخشی

مقرر کر دیا گیا۔ مارسیوں کی جنگ شروع ہونے والی تھی اور اسے فوج کی بھرتی اور اسلحہ کی فراہمی کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ کام اُس نے اپنے کاہل اور کم زور معاصرین کے مقابلے میں ایسی پھرتی اور تن دہی سے کیا کہ ہر جگہ وہ ایک مشہور اور باعمل سردار مشہور ہو گیا۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ عہدہ دار ہونے کے باوجود معمولی سپاہیوں کے ساتھ ہر طرح کی محنت مشقت کے کام اپنے ہاتھ سے کرتا اور ہر معرکے میں خود موجود رہتا تھا۔ انھی میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہوئی۔ اسے بھی وہ ایک اعزاز سمجھتا تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ دوسرے جنگ آزما تو اپنے اسلحہ اور لباس اُتار کے رکھ دیتے ہیں اور اپنی بہادری کے نشان ہر وقت نہیں لیے رہتے لیکن میری مردانگی کا ثبوت اور عزّت کا تمغہ ہمیشہ میرے ساتھ ہے اور جو کوئی اس (جسمانی) نقص کو دیکھتا ہے وہ ساتھ ہی میری خوبی کا اعتراف کرتا ہے۔" عوام بھی سرتوریوس کا پورا احترام اور جب کبھی وہ تماشاگاہ میں آتا تو خوشی کی تالیوں اور نعروں سے خیر مقدم کرتے تھے اور یہ امتیاز بڑے مرتبے اور مسلمہ شہرت والوں کو بھی شاذ و نادر ہی میسر آتا تھا۔ اس قبولیت کے باوجود وہ عہدۂ وکالت کے لیے کھڑا ہوا تو اُسے کامیابی نہ ہوئی جس کا باعث سیلا کے گروہ کی مخالفت تھی اور معلوم ہوتا ہے یہی سرتوریوس کی سیلا سے آیندہ دشمنی کا بڑا سبب ہوا۔

جب ماریوس مغلوب ہو کر افریقہ بھاگا اور سیلا بھی میت رِی دات سے لڑنے اطالیہ سے باہر گیا تو سرتوریوس تنفس سینا کی جماعت میں شامل ہو گیا جو ماریوس کے شکست خوردہ گروہ کو

پھر بحال کرنے کی کوشش میں تھا۔ اس لیے اور بھی کہ دوسرا قنصل (آکٹا ویس)، ماریوس کے دوستوں کی طرف سے بدگمان رہتا تھا۔ اِن قنصلوں کی باہمی مخالفت نے جنگ کی نوبت پہنچائی تو سینا اور سرتوریوس کو شکست ہوئی اور دس ہزار یا زیادہ آدمی گنوا کر وہ روما سے نکل گئے۔ مگر بہت جلد اطالیہ کے اقطاع سے منتشر سپاہیوں کو جمع کر کے دوبارہ لڑنے کے قابل ہو گئے اور اسی موقع پر ماریوس افریقہ سے واپس آیا اور سینا کے ماتحت معمولی سپاہی کی طرح لڑنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ فوراً ماریوس کا خیر مقدم کیا جائے مگر سرتوریوس نے اس کی علانیہ مخالفت کی جس کا سبب یا تو یہ تھا کہ ماریوس جیسے نامی سردار کے آجانے سے خود اُس کی وقعت سینا کی نظر میں کم ہو جاتی اور یا ممکن ہے وہ سمجھتا ہو کہ ماریوس مغلوب الغضب آدمی ہے اور فتح پاکر انتقام کے جوش میں لوگوں پر بہت ظلم توڑے گا یا سینا نے اس کی یہ دلیل کہ اب ہم لڑائی جیت چکے ہیں، ماریوس کو اس میں مفت کا شریک بنانا اور پھر اس جیسے کینہ ور قابو چی سردار سے آئے دن کے جھگڑے مول لینا بڑی غلطی ہے، تسلیم کرلی مگر جواب دیا کہ جب میں نے خود اُسے اطالیہ طلب کیا اور وہ مصیبت میں ساتھ دینے کے ارادے سے آگیا تو اب میں کس مُونھ سے انکار کرسکتا ہوں۔" یہ سُن کر سرتوریوس نے کہا کہ میں سمجھتا تھا، ماریوس اپنی مرضی سے اطالیہ آیا ہے لیکن جب سینا اسے بُلا چکا ہے تو اب کسی قیل و قال کی گنجایش نہیں۔ بلا تاخیر اس کا استقبال اور تقرر کردیا جائے۔" چناں چہ اسے طلب کر لیا گیا اور فوج کے تین حصے

ماریوس، سرتوریوس اور سینا کی قیادت میں جنگ جیت گئے لیکن ماریوس و سینا کے سپاہیوں نے جیسے ظلم و تمرّد کے کام کیے ان سے یہ امن دومیوں کے حق میں جنگ سے زیادہ مصیبت بن گیا۔ بہ خلاف اس کے سرتوریوس کی نسبت بیان کیا گیا ہو کہ اس نے ذاتی انتقام کے غصّے میں کبھی ایک شخص کی بھی جان نہیں لی نہ کسی کو مغلوب ہونے کے بعد ذلیل کیا۔ بلکہ ماریوس کی حرکتوں سے بہت ناراض ہوا اور سینا سے بھی بارہا التجا کی کہ اپنے اقتدار سے اعتدال کے ساتھ کام لے۔ آخر یہاں تک نوبت آئی کہ ماریوس کے غلام جن کو فوج کی تعداد بڑھانے کے لیے اطالیہ پہنچ کر اس نے آزاد کر دیا تھا اور وہ اس کے حکم یا اجازت سے لوٹ مار کر کے مالا مال ہو گئے تھے اور خود اپنے آقاؤں کو مار مار کر ان کی بیویوں کی آبرو ریزی اور بچّوں پر ظلم کر رہے تھے، ان کے جرائم اور مظالم سرتوریوس کی برداشت سے باہر ہو گئے اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انھیں پڑاؤ پر جو قریب ہی تھا، مار ڈالیں۔ چناں چہ وہ سب چار ہزار کی تعداد میں برچھیوں سے مارے گئے۔

تھوڑے دن بعد ماریوس نے وفات پائی۔ سینا مارا گیا اور ماریوس کا بیٹا خلافِ قانون، اور سرتوریوس کی مخالفت کے باوجود، قنصل بن بیٹھا۔ کاربو وغیرہ سیلا سے لڑنے گئے اور شکست کھائی پھر سیلا نے رومہ کی طرف پیش قدمی کی اور سپہ سالاروں کی نالائقی بزدلی اور بے احتیاطی سے جتنا نقصان ہوا تھا، اس سے زیادہ ساتھیوں کی غدّاری اور بڑے سرداروں کی بے عقلی سے خرابی آئی۔

حتےٰ کہ سیلا نے دوستی کے بہانے گفتگوے صلح کا پردہ ڈال کر
فوج کے بہت سے آدمیوں کو توڑ لیا اور سرتوریوس کی کوئی فہمایش
اور صلاح مشورہ نہ چلا تو وہ روما کی طرف سے بالکل مایوس ہو کر
اسپین روانہ ہوگیا کہ جلدی سے وہاں قبضہ جما لے اور اہلِ وطن
کے واسطے کم سے کم ایک پناہ لینے کی جگہ بہم پہنچا ئے۔ راستے میں
موسم خراب ملا اور پہاڑی ملکوں سے گزرنے میں کافی زحمت اُٹھائی
پھر جگہ جگہ مقامی باشندے روکتے اور راہ داری کا محصول مانگتے
تھے جس پر اُس کے رفیق بگڑتے اور ایک نائب قنصل کا ان ذلیل
جنگلیوں کو خراج دینا انھیں بہت ناگوار گزرتا تھا مگر سرتوریوس نے
ان کی ملامت کا کچھ خیال نہیں کیا اور نہ اس ظاہری توہین کی پروا کی
بلکہ ساتھیوں کو سمجھایا کہ جو لوگ بڑی مہم پر جاتے ہیں، اُن کی سب
سے قیمتی متاع وقت ہوتا ہے اسے جن مولوں مل سکے، خریدنا پڑے
گا، غرض جنگلی قوموں کو رُپے سے تھپکتا ہوا وہ بہت جلد اسپین
پہنچ کر اُس پر قابض ہوگیا۔ اس سرسبز و آباد ملک میں لڑنے والے
جوان بھی کثرت سے مل سکتے تھے مگر وقتاً فوقتاً روما سے جو
حاکم یہاں بھیجے گئے اُن کی حرص و زیادہ ستانی اور گستاخانہ طرزِ عمل
سے لوگوں کو عام طور پر اہلِ روما کی سیادت سے بے زاری تھی۔
سرتوریوس نے میل جول سے بہت جلد اُن کے امیروں کو مانوس کرلیا
اور محاصل کی معافی سے عوام کی خوش دلی حاصل کی۔ سب سے بڑی
وجہ نیک نامی کی یہ ہوئی کہ اس نے سپاہیوں کے لیے مکانات لینے
کا طریقہ موقوف کر دیا اور آبادیوں کے باہر ساری فوج کو ڈیروں میں

رکھا - بلکہ جاڑوں میں خود بھی ڈیرے میں رہا۔ اسی کے ساتھ ان علاقوں میں جنگی عمر کے جتنے رومی رہتے تھے ان سب کو مسلح کر دیا اور ہر قسم کے جنگی آلات اور جہاز بنوانے پر توجہ کی تاکہ مفتوحہ شہر قابو سے باہر بھی نہ ہونے پائیں۔ غرض وہ امن کے جملہ مشاغل میں جیسی مصالحانہ روش رکھتا تھا، اسی قدر جنگی تیاریوں سے دشمنوں کی نظر میں خوفناک، اور قوی تھا۔

سیلا کے روم پر قبضے اور ماریوس و کاربو کے رفیقوں کی تباہی کی خبریں اسپین آئیں تو سرتوریوس نے یہ سمجھ کر کہ اِدھر بھی کوئی لشکر بھیجا جائے گا، پہلے سے جولیوس کو چھ ہزار جوانوں کے ساتھ سرحد پر بھیج دیا کہ کوہستان پیری نیز کے سب درول کو مستحکم بنائے روکے رہیں۔ چناں چہ سیلا کا فرستادہ لشکر کایوس انیوس کی قیادت میں آیا تو پہاڑوں سے نہ گزر سکا اور دامن کوہ میں حیران پریشان ٹھیرا رہا۔ لیکن ایک شخص کال پورنیوس نے غداری سے جولیوس کو مار ڈالا اور اس کے سپاہی بھی پہاڑ کی چوٹیاں چھوڑ کر ہٹ گئے تو پھر کایوس کے لشکر کو کوئی روکنے والا نہ رہا اور خود سرتوریوس کو مقابلے کے لیے اپنی جمعیت کم نظر آئی۔ پس وہ تین ہزار سپاہیوں کو لے کر افریقہ گیا لیکن یہ لوگ ساحل پر پانی کے لیے اُترے تھے کہ مقامی باشندوں نے حملہ کر کے بہتوں کو مار ڈالا اور سرتوریوس کو پھر واپس اسپین آنا پڑا۔ یہاں بھی جا بہ جا ناکامی نصیب ہوئی اور ایک بحری طوفان میں اکثر جہاز ٹوٹ کر ساحل پر جا چڑھے۔ وہ خود دس دن تک طوفانی موجوں میں ادھر سے اُدھر دھکے کھاتا

پھرا اور دشمن کے خوف سے نہ ساحل پر اُتر سکا نہ ہوائے مخالف نے سمندر میں آگے سفر کرنے کی اجازت دی۔ قریب قریب دس شبانہ روز اسی تکلیف و پریشانی میں بسر ہوئے اور وہ مشکل سے سلامت رہا۔ بارے طوفان فرو ہوا اور وہ ساحل اسپین کے قریب قریب جہاز کھیتا ہوا بیتس ندی کے دہانے پر، جہاں وہ بحر اوقیانوس میں گرتی ہے اور یہ علاقہ اسی کے نام سے (بیتی کا) موسوم ہے، ساحل پر اُترا یہاں اسے نو وارد ملاح ملے جو اوقیانوس کے جزیروں سے آئے تھے۔ یہ دو جزیرے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ صرف ایک پتلی آبنائے ان کو جدا کرتی ہے۔ افریقہ کے ساحل سے اُن کا فاصلہ دس ہزار فرلانگ ہے۔ یہ "برکت والوں کے جزیرے" کہلاتے ہیں۔ یہاں بارش کم اور ہلکی ہلکی ہوتی ہے مگر سمندر کی نرم ہوائیں رطوبت لاتی اور زمین کو نرم اور نم کر دیتی ہیں جس سے نہ صرف قلبہ رانی اور زراعت آسان ہے بلکہ ہر قسم کے لطیف پھل کثرت سے پیدا ہوتے اور باشندوں کو بغیر سخت محنت کے افراط سے اچھی غذا بہم پہنچا دیتے ہیں۔ موسم معتدل رہتا ہے اور اُس کی تبدیلی کے وقت بھی عموماً صاف و خوش گوار ہوا چلتی رہتی ہے۔ شمال اور مشرق کی آندھیاں جو یورپ اور افریقہ سے اُٹھتی ہیں، جزیروں تک پہنچتے پہنچتے وسیع سمندروں میں پھیل کر دھیمی ہو جاتی ہیں۔ اور مغرب و جنوب کی نرم ہوا کبھی کبھی ہلکی پھوار لاتی ہے ورنہ اکثر مناسب رطوبت کے ساتھ مطلع صاف رہتا ہے اور زمین کو ٹھنڈک اور نمو کی قوت ملتی رہتی ہے۔ انھی وجوہ سے لوگوں کا پختہ عقیدہ ہے اور

اس میں اجنبی اقوام بھی شامل ہیں کہ یہ برکت کی زمین اور وہی الی سی میدان ہیں جن کو ہومر نے سراہا اور یادگار بنا دیا ہو۔

سرتوریوس نے یہ کیفیت سُنی تو اسے ان جزیروں کے دیکھنے کا عجیب شوق پیدا ہوا اور دل میں سمائی کہ وہیں چل کر رہیے اور مسلسل جنگ و جدال اور دنیا کے ظلم و تعدی سے بچ کر گوشۂ عافیت میں زندگی گزارے۔ مگر کلی کیشیہ کے بحری قزاقوں کے کئی جہاز پچھلی لڑائیوں میں اس کے بیڑے میں شامل ہوگئے تھے اور انھیں امن و عافیت کی بجائے صرف لوٹ مار مطلوب تھی، وہ اسے چھوڑ کر افریقہ چل دیے کہ اِلیف تا کے بیٹے اس کالیس کی جنگ میں شرکت کریں اور اسے موری تانیہ کی بادشاہی پر فائز کرنے میں مدد دیں۔ اُن کا ایک دم جانا اور اُس کی وجہ معلوم ہوئی تو سرتوریوس کچھ پریشان نہیں ہوا بلکہ اُس نے بھی فوراً ارادہ کرلیا کہ اس کالیس کے دشمنوں کی مدد کی جائے کہ اُس کے سپاہیوں کو ایک ایک نیا مشغلہ مل جائے اور نئی جگہ جاکر لڑنے کے شوق میں وہ اُس کے ساتھ رہیں۔ مور قوم کو اُس کا آجانا بہت ہی غنیمت معلوم ہوا اور اُس نے بھی آتے ہی اس کالیس کو شکست دی اور میدان سے بھگا کر تِن جلیس (: طنجہ) میں محصور کرلیا۔ سِلا نے پاک یانوس کو بہت سا سامان دے کر محاصرہ اٹھانے کے لیے بھیجا تھا مگر سرتوریوس نے اسے میدان جنگ میں قتل کیا اور اس کی ساری فوج کو توڑ لیا۔ پھر شہر تِن جلیس کو جہاں اس کالیس اور اُس کے بھائی پناہ گزیں تھے فتح کرلیا۔ اہل افریقہ کا بیان ہو کہ

اسی شہر میں ان تیوس کی قبر تھی۔ اس کا قد روایتوں میں بہت ہی غیر معمولی طور پر لمبا بتایا جاتا تھا اور اس کی تصدیق کے لیے سرتوریوس نے اُس کی قبر کھدوائی۔ اُسے ان روایتوں کا یقین نہ تھا۔ لیکن قبر کھودی گئی تو کہا جاتا ہو کہ فی الواقع پورے ساٹھ ہاتھ (= کیوبٹ) کی لاش پائی گئی۔ سرتوریوس دنگ رہ گیا اور اس نے کفارے میں قربانیاں دے کر قبر کو دوبارہ بند کرا دیا اور ان تیوس کی اور زیادہ تکریم و تقدیس کی۔ افریقہ والوں کا قول ہو کہ اسی ان تیوس کی بیوی تن جا تھی جو شوہر کے مرنے کے بعد ہرقل کے ساتھ رہی اور اسی سے ایک لڑکا سوفاش پیدا ہوا۔ یہ ان علاقوں میں بادشاہی کرتا رہا اور اس شہر کو اپنی ماں کے نام پر تن جیس موسوم کیا۔ پھر اُس کے فرزند دِلیودوروس نے بہت سی فتوحات کیں اور ہرقل کی بسائی ہوئی اول بیہ اور می کینیہ کی نو آبادیوں سے یونانی فوج بھرتی کر کے لی بیہ تک کی قوموں کو مطیع کر لیا۔ یہ باتیں میں نے شاہ جیوبا کی خاطر لکھی ہیں کہ بادشاہوں میں اُس کے برابر تاریخ کا فاضل کوئی نہیں ہوا اور اُس کا خاندان اسی دِلیودوروس اور سوفاش کی نسل سے بتایا جاتا تھا۔

سرتوریوس کا اس علاقے پر پورا تسلط ہو گیا تو اُس نے بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی۔ جنھوں نے اطاعت قبول کی اُن کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کیا۔ ان کے مال و متاع اور شہروں میں کوئی تصرف نہیں کیا سوائے اُس کے جو انھوں نے اپنی خوشی سے اُس کو پیش کیا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ اب اپنی فوجوں

سے کیا کام لے کہ لوسی تانیہ کے سفیر وہاں کے لوگوں کے پیام لائے اور درخواست کی کہ وہ وہاں آکر اُن کی سپہ سالاری کرے۔ یہ لوگ رومہ کی بڑھتی طاقت سے خوف زدہ ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کی قیادت کوئی ایسا بہادر و آزمودہ کار شخص اپنے ہاتھ میں لے جس کی قابلیت کا بہ خوبی تجربہ ہوچکا ہو۔ سرتوریوس انھیں بہترین شخص نظر آتا تھا اور کچھ شک نہیں کہ وہ کسی ناکامی اور خطرے سے مطلق ہراساں نہ ہوتا تھا اور کوئی خوف یا خوشی اُس کی استقامت و فرض شناسی پر اثر نہ کرسکتی تھی۔ کھلے میدان کی لڑائی میں اُس جیسا بے جگر جنگ جو اور دانو گھات لگانے، اور چھپ کر حملہ کرنے یا مضبوط مورچوں اور دروں کو یکسہ بہ یک جا لینے میں، اُس جیسا شاطر و چابک دست سپہ سالار کوئی نہ تھا۔ پھر، جنگ میں کارگزاری دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازنے میں اگر فیاض و دریا دل تھا، تو سزا دینے میں اعتدال و درگزر سے کام لیتا تھا۔ یہ سچ ہی کہ آخر زمانے میں اسپین کے یرغمال نوجوانوں کے ساتھ اُس نے سخت بے رحمی کی اور یہ کہنے کی گنجایش دی کہ وہ طبعاً رحم دل نہ تھا بلکہ محض وقت اور ضرورت دیکھ کر رحم دلی کا لبادہ اوڑھ لیتا تھا۔ میری رائے پوچھیے تو میں یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ نیکی جو عقل اور قوت تمیز پر قائم ہی کسی حال میں بھی نہیں بدلتی اور بالکل بدی کی صورت نہیں اختیار کرسکتی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ ممکن ہی کہ نیک میلان اور عمدہ فطری اوصاف گردشِ روزگار کی ناواجب تکلیفوں اور پے در پے

مصائب سے کسی قدر بدل جائیں اور مزاج کو منحرف کردیں جیسا کہ میں سمجھتا ہوں سرتوریوس کے ساتھ ہوا کہ جب ہوا بگڑی اور پریشانیوں نے اس پر ہجوم کیا تو وہ اپنے خلاف شرارت کرنے والوں سے سخت طیش میں آگیا۔

القصہ لوسی تانیہ والوں کے بُلانے پر وہ افریقہ چھوڑ کر پھر وہاں آیا اور نہ صرف اس کا انتظام درست کیا بلکہ آس پاس کے اسپین کے اور اقطاع بھی مسخّر کیے۔ کئی اقوام نے اس کی ہمّت و رواداری کی شہرت سُن کر خود اطاعت قبول کی اور بعض قبائل کو اُس نے عیاری سے بھی اپنا گرویدہ بنایا۔ ان میں ہرنی والا فریب بھی کسی سے کم نہ تھا۔ اس کا قصّہ یہ ہے کہ اسی علاقے کے ایک دیہاتی کو اُن دنوں ایک ہرنی جس نے بچّہ جنا تھا، شکاریوں سے بچ کر بھاگتی ملی۔ اُس نے ماں کو تو جانے دیا اور دوڑ کر بچّہ پکڑلیا اور اس کا دودھ جیسا سفید رنگ دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ اسی علاقے میں سرتوریوس کا پڑاؤ تھا اور پھل، ترکاری، پرند چرند کا گوشت لوگ اُسے لاکر دیتے تو وہ خوشی سے قبول کرتا اور تحفہ لانے والوں کو خوب انعام و اکرام دیتا تھا۔ اسپانوس بھی یہ بچّہ (جو مادہ آہو تھا) اُسی کے پاس لایا اور وہ اس تحفے سے بہت محظوظ ہوا۔ چند ہی روز میں یہ ننھی ہرنی سرتوریوس سے اس قدر ہل گئی کہ آواز پر آجاتی اور جہاں وہ جاتا، ساتھ پھرتی اور لشکر کے شور ہنگامے کی عادی ہوگئی۔ پس یہ جان کر کہ نیم بدوی لوگ طبعاً اوہام پرست ہوتے ہیں، سرتوریوس نے رفتہ رفتہ اسے کرامت کے طور پر کہنا شروع کیا کہ یہ ہرنی دیانا دیوی نے

مجھے بخشی ہی اور طرح طرح کے بھید بتا دیتی ہی - پھر ایسی اور چالاکیاں بھی شامل کردیں کہ اگر کوئی خفیہ اطلاع ، دشمن کے کسی علاقے میں اقدام یا سازش وغیرہ کی اُسے ملتی تو وہ یہ بات بناتا کہ ہرنی نے مجھے سوتے میں خبر دی ہی کہ فوج تیار رکھو - یا کسی اپنے سردار کی کام یابی کی خبر پہنچتی تو ہرکاروں کو چھپا دیتا اور ہرنی کے سر پر سہرا باندھ کر نکالتا اور کہتا کہ نذر نیاز دو اور خوشیاں مناؤ ، ضرور کوئی خوش خبری ملنے والی ہی -

ایسی ایسی تدبیروں سے اسپین کے اجنبی لوگوں کو اس نے نہایت مطیع و فرماں بردار بنالیا اور وہ اسے غیر قوم کا آدمی سمجھنے کی بجائے ایک دیوتا سمجھنے لگے اور بڑی ہم کام یابیوں نے اس عقیدے کو اور تقویت بخشی کیوں کہ چند ہزار فوج سے جن میں ایک لشکر کو وہ از رہِ اعزاز رومی کہتا تھا اس نے چار رومی سپہ سالاروں کو شکست دی حال آں کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ ، چھ ہزار سوار اور دو ہزار تیرانداز مقابلے میں لائے اور بیسیوں شہر اُن کے قبضے میں تھے -

سرتوریوس کے پاس اوّل اوّل بیس شہروں سے زیادہ نہ تھے مگر اسی کم زور ابتدا سے وہ بڑھتے بڑھتے بہت سی قوموں اور ریاستوں کا مالک بن گیا - رومی سپہ سالاروں میں جو مقابلے پر آئے ، کوتا کو شہر ملاریا کی رود بار میں سخت بحری شکست دی - صوبہ بتی کا کے والی کو بتیلیس ندی کے دہانے پر دو ہزار کا نقصان پہنچا کے مار بھگایا اور ایک دوسرے صوبے کے نائب قنصل رومی تیوس کو سرتوریوس کے ماتحت سرداروں نے نیچا دکھایا - آخر میں خود

متی لوس نے جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا اور مانا ہوا رومی سپہ سالار تھا، اُس کے مقابلے میں اتنی شکستیں کھائیں کہ مان لیوس اور پوم پی دوڑے ہوئے مدد کو آئے۔ ایسے دلیر و تیز پا جنگ جُو سے جو ہر جگہ چھاپے مارتا اور ہر وقت تنگ کرتا رہتا تھا متی لوس اتنا زِچ ہوا کہ سمجھ میں نہ آتا تھا، کیا کرے اور سر توریوس اور اس کے تیز طرار ہسپانی سپاہیوں کو کہ جیسا موقع دیکھتے فوراً اسی کے مطابق کام کرنے لگتے تھے، کس طرح جم کر لڑنے پر مجبور کرے۔ اصل میں متی لوس نے بڑی بڑی میدانی لڑائیاں باقاعدہ لشکروں سے لڑی تھیں اور اس کی فوج دست بہ دست لڑنے والے دشمن کو زیر کرنے میں کمال مہارت رکھتی تھی، مگر وہ تیز پا پہاڑی جوانوں سے لڑنے اور اُن کے پے درپے چھاپے اور پسپائی اور شب خون کا مقابلہ کرنے اور پہاڑیوں پر چڑھنے اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھانے میں بہت ہیٹی تھی۔ گرم و سرد موسم اور آندھیوں میں زیر سما بغیر آگ کے پڑاؤ کرنا اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ دوسرے پچھلی جنگوں اور خونی آویزشوں کے بعد اب پیرانہ سالی کے اثر سے وہ سُست و ضعیف اور آرام طلب ہوگیا تھا اور ایسے مضبوط و مستعد طاقت ور جوان کا پوری طرح مقابلہ نہ کرسکتا تھا جو نو عمر سر توریوس کی مثل سخت و سادہ زندگی کا عادی ہو۔ بڑی سے بڑی منزلیں، شبانہ روز بغیر سوئے طے کرے اور موٹا جھوٹا بلکہ آدھا پیٹ کھا کر محنت و جفاکشی سے جان نہ چرائے اور جسے فرصت کے وقت بھی شراب خواری کی کبھی لت نہ لگی ہو۔

ایسے واقعات میں جب لڑائی نہ ہوتی تو پھر بھی وہ برابر

سواری یا شکار کرتا رہتا کہ اُن علاقوں کے ایک ایک راستے اور نشیب و فراز سے خوب واقف ہوجائے اور حملہ کرتے یا فرار ہوتے وقت اچھی طرح جان لے کہ کہاں اور کس راہ سے جانا چاہیے۔

غرض، واقعہ یہ ہی کہ گو متی لوس جنگ کرنے کا خواہش مند تھا مگر عملاً شکست کی جملہ زحمتیں اُسے نصیب ہوئیں اور سرتوریوس کہ میدان میں نکلنے سے بچتا تھا، فتح کے تمام فوائد سے بہرہ مند ہوتا رہا۔ اُس نے اُن کے گھوڑوں کی چرائی دشوار کردی۔ پانی کاٹ کاٹ دیا۔ جب وہ بڑھتے تو اس کا پتا نہ پاتے اور پڑاؤ کرتے تو وہ انھیں تنگ کرتا اور گھبرا گھبرا دیتا تھا۔ وہ کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو سرتوریوس خود اُن کو گھیر لیتا اور سامانِ رسد پہنچنے نہ دیتا تھا۔ اس طرح رومی لشکر اتنا عاجز ہوا کہ جب سرتوریوس نے متی لوس کو تنہا لڑنے کی دعوت دی تو وہ بھی تائید کرنے اور پکار پکار کے کہنے لگے کہ ایک رومی کا رومی سے اور سردارِ فوج کا سردارِ فوج سے لڑنا عین مناسب ہی۔ مگر اُن کی ملامت کے باوجود متی لوس نے یہ تجویز قبول نہ کی اور اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اور یہ دُرست بھی تھا کہ بہ قول تھیوفراس توس، سردار کو سردار کی طرح مرنا چاہیے نہ ایک بلوائی کی طرح۔

متی لوس کو جب معلوم ہوا کہ شہر لانگوبری تہ سے سرتوریوس کو بہت امداد مل رہی ہی اور اگر اس کے باہر کے چشمے اور فوارے روک لیے جائیں تو شہر کے اندر صرف ایک کنوا پانی کے لیے کافی نہ ہوگا اور شہر والے دو ہی دن میں اطاعت قبول کرنے پر مجبور

ہو جائیں گے۔ تو اس نے فوج کو پانچ روز کا راتب دے کر شہر پر فوج کشی کی۔ سرتوریوس نے فوراً دو ہزار پانی کی پکھالیں بھیجنے کا انتظام کیا اور لے جانے والے مُوروں اور ھسپانیوں کو بے دریغ رُپیہ انعام دیا۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ شہر کے معذور و ضعیف لوگ جو محاصرے میں کچھ کام نہ دے سکیں، خفیہ طور پر باہر پہاڑوں میں پہنچا دیے جائیں تاکہ یہ پانی بہت روز تک محصوُر فوج کے لیے کافی ہو۔ متی لوس نے گھبرا کر ایک سردار ایک وی نوس کو چھ ہزار پیادوں کے ساتھ بھیجا کہ سامانِ رسد کا انتظام کرے۔ اُس پر گھات لگا کر سرتوریوس نے سامنے اور پُشت سے ایسا حملہ کیا کہ بہت سے رومی مارے گئے، باقی سپاہیوں نے ہتیار ڈال دیے۔ خود ایکونیوس اپنا گھوڑا اور زرہ بکتر ضائع کر کے بہ مشکل جان سلامت لے گیا۔ مجبوراً متی لوس کو محاصرہ اُٹھا کر واپس جانا پڑا جس پر اسپین والوں نے خوب قہقہے لگائے اور سرتوریوس کی عزت و شہرت اور دو بالا ہو گئی۔

اس کی نام وری کا ایک اور سبب یہ تھا کہ وہاں کی جنگلی قوموں کو رومی قواعد اور آدابِ جنگ اور بہتر اسلحہ سے کام لینا سکھایا ان میں وہ نظم پیدا کیا کہ وحشیانہ اور بے طور لڑنے کی بجائے صفیں جما کر حکم اور اشارے کے مطابق جنگ کرنے لگے اور چور ڈاکوؤں کی بے ترتیب ٹولیوں سے ایک باقاعدہ مہذب فوج مرتّب ہو گئی۔ اُس نے انھیں دریا دلی سے سونا چاندی دیا کہ اپنے خودوں پر ملمع کرائیں اور مرصع بنوائیں۔ ان کی ڈھالوں پر طرح طرح کی اشکال اور

تصویریں تیار کرائیں اور انھیں فاخرہ لباس اور زرکار چغے پہننے کو روپیہ دیا اور جملہ اصلاحات میں اس طرح حصّہ لیا کہ وہ اس کے دل سے گرویدہ ہو گئے۔ سب سے بڑھ کر مسرت انھیں اس بات سے ہوئی کہ سرتوریوس اُن کے بچّوں کی بڑی خبرگیری کرتا تھا۔ تمام قبائل کے امیرزادوں کو اُس نے چُن چُن اوس کا شہر میں جمع کیا اور انھیں یونانی اور رومی علوم سکھانے کے لیے اُستاد مقرّر کیے تاکہ جب وہ جوان ہوں تو ملک کے نظم ونسق میں حصّہ لیں اگرچہ اس بہانے حقیقت میں انھیں یرغمال کے طور پر اپنی نگرانی میں لے لیا تاہم اُن کے والدین ان بچوں کو باقاعدہ صاف ستھرے لباس پہنے مدرسے کو جاتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ خود سرتوریوس اُن کا امتحان لیتا اور اچھے نکلنے والوں کو انعام اور سونے کی ہیکلیں دیتا جنھیں رومی " بیولی " کہتے تھے۔

اسپین میں رسم تھی کہ سالار فوج لڑائی میں مارا جاتا تو اس کے ملازمین برابر لڑتے رہتے یہاں تک کہ سب ہلاک ہو جاتے۔ اسے " نذرانہ " کہتے تھے۔ اور یہی سبب تھا کہ وہاں سرداروں کے ملازم یا فوج رکاب کے سپاہی تعداد میں بہت کم ہوتے تھے۔ مگر سرتوریوس کے ایسے رفیقوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی جو اُس کے ساتھ جان نثار کرنے کے حلف اٹھا اٹھا کر گرد جمع ہوئے تھے اور مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی شہر کے باہر اُسے شکست ہوئی اور غنیم نے دباؤ ڈالا تو اسپینی ساتھیوں نے اُسے بچانے کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں کی بلکہ اُسے کندھوں ہی کندھوں پر شہر کے اندر تک لے

گئے اور جب وہ محفوظ ہوگیا تب اپنے بچانے کی فکر کی۔ اسپین والوں ہی پر موقوف نہیں بلکہ وہ رومی سپاہی بھی جو اطالیہ سے نکل آئے تھے اُس کی سرداری میں لڑنے کے لیے بے قرار پائے جاتے تھے۔ پرپنا ون تو روما کا ایک دولت مند امیر اور سرتوریوس کے سیاسی فریق کا آدمی تھا۔ وہ بہت سی فوج اور رُپیہ لے کر اسپین آیا اور متی لوس کے خلاف بہ طور خود جنگ کرنی چاہی تو سپاہیوں نے مخالفت کی اور برابر سرتوریوس کو یاد کرتے رہے کہ پرپنا جس کے سر میں دولت اور عالی خاندانی کی ہوا بھری تھی " بہت گھٹا اور پومپی کے کوہستانِ پی رِنیز اُتر کے آنے کے بعد مجبور ہوا کہ سرتوریوس کے ساتھ شریک ہو جائے اور اپنے ۵۳ دستے بھی اُسی کے تحت میں دے دے ورنہ سپاہی دھمکی دیتے تھے کہ اس کی قیادت سے نکل کر ایسے سپہ سالار کی خدمت میں چلے جائیں گے جسے اپنی اور اپنے رفیقوں کی مدافعت کرنی آتی ہے۔

جب رابروندی کے اس طرف کے تمام شہر اپنی فوجیں اُس کے جھنڈے کے نیچے لے آئے اور ہر سمت سے بہ کثرت سپاہی جمع ہوگئے تو سرتوریوس کو اُن کا نظم قائم رکھنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ دوسرے اکثر ناتجربہ کار پُرجوش جوان جنگ کے لیے بے قرار تھے اور اُس کے سمجھانے بُجھانے پر بھی نہ مانے اور سرکشی اور فساد پر آمادہ ہوگئے تو اُس نے مجبوراً انھیں لڑنے کی اجازت دی مگر اس بات کا خیال رکھا کہ وہ دو چار ٹھوکریں کھا کر سنبھل جائیں،

بالکل ہی تباہ و برباد نہ ہوجائیں ۔ چناں چہ یہی صورت پیش آئی
اور آخر میں وہ انھیں سخت مشکل سے بچاکر سلامت اپنی لشکرگاہ
میں لے آیا ۔ پھر کچھ دن بعد اُس نے ساری فوج کو جمع کیا اور دو
گھوڑے میدان میں منگائے ۔ ایک بڈّھا، دُبلا کم زور تھا اور ایک
خوب مضبوط جوان گھوڑا تھا ۔ بڈھے گھوڑے کے پاس ایک قوی ہیکل
قدآور جوان اور جوان گھوڑے کے قریب ایک ضعیف فاقہ زدہ
سے آدمی کو استادہ کیا ۔ مقررہ اشارہ دینے پر جوان سپاہی نے اپنے
بڈھے گھوڑے کی دُم پکڑکر پوری قوت سے کھینچنی شروع کی کہ گویا جڑ
سے اکھاڑ لے گا اور اُدھر اُس مردِ ضعیف نے جوان گھوڑے کی دُم
سے ایک ایک بال توڑنا شروع کیا ۔ پہلے نے بہت زور لگائے اور
حاضرین کو ہنسایا مگر بڈھے گھوڑے کی دُم نہ اکھڑی اور ہار کر یہ کوشش
چھوڑنی پڑی ۔ برخلاف اِس کے، دوسرے کم زور آدمی نے ایک
ایک بال کھینچ کر اُس جان دار گھوڑے کی ساری دُم کو ختم کردیا ۔ تب
سرتوریوس کھڑا ہوا اور فوج سے مخاطب ہوکر بولا "میرے رفیق
سپاہیو، آپ نے دیکھا کہ استقلال، زور کرنے سے زیادہ کام کرتا ہی
اور بہت سی چیزیں یک جا ہوں تو قابو میں نہیں آسکتیں مگر جُدا جُدا
کرکے انھیں مغلوب کیا جاسکتا ہی ۔ اگر جمے رہ کر سمجھ سے کام لیا
جائے تو رفتہ رفتہ بڑی سے بڑی طاقت کو آپ زیر کرسکتے ہیں
وقت بھی انھی کا یار و مددگار ہی جو عقل سے کام لیتے اور اس
کے مواقع کا انتظار کرتے ہیں مگر جو لوگ بے محل اڑتے اور بڑھتے
ہیں، وقت ان کا تباہی آور دشمن ثابت ہوتا ہی۔"

اس قسم کے کلمات اور تدبیروں سے وہ اُن جنگلی قوموں کی تُندی کو دھیما کرتا اور مناسب موقع کے انتظار میں رہنے کا سبق دیتا رہتا تھا۔

اُس کے یادگار کارناموں میں کراکی تانی قبائل کی گوش مالی کا واقعہ بھی عجیب تھا جس کی بڑی تعریفیں ہوئیں۔ یہ قبائل تاگوس ندی کے پار ایک اونچی اور لمبی چوڑی پہاڑی پر گھرے گھرے غاروں میں رہتے تھے جن سب کا مُونہ شمال کی طرف تھا۔ نیچے کے میدان بھوری مٹی کے تھے جو آسانی سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہی اور ہاتھ میں لیجے تو راکھ یا چُونے کی طرح اُس کے باریک ذرّے ہوا میں اُڑ جاتے ہیں۔ سرتوریوس، متی لوس کی فوج سے کچھ دُور اس میدان میں آیا تو اِن پہاڑی لوگوں نے سمجھا کہ وہ شکست کھاکر یہاں ہٹ آیا ہی اور اُس کے سپاہیوں کے ساتھ بہت بے توقیری سے پیش آئے۔ سرتوریوس نے یہ بتانے کے لیے کہ اُسے دشمنوں سے شکست نہیں ہوئی ہی اور یا محض ناراض ہوکر ان کی تنبیہ کا ارادہ کیا مگر وہ حسبِ عادت غاروں میں جا گھسے اور سرتوریوس نے گھوڑے پر گشت لگاکر اندازہ کیا کہ انھیں باہر نکالنے اور لڑنے پر مجبور کرنے کی کوئی شکل نہیں نظر آتی لیکن اُس نے دیکھا کہ وہاں عموماً شمالی ہوا جسے بعض لوگ "کِکیاس" کہتے ہیں، چلتی رہتی ہی اور برف پوش پہاڑوں سے خنکی اور رطوبت یہاں لاتی ہی کہ یہ پہاڑی اور اُن کے مویشی گرمی کے دنوں میں بھی اس ٹھنڈی اور صاف ہوا سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ تب

سرتوریوس نے اپنے تجربے کی رہ نمائی سے یا علاقے کے باشندوں کی اطلاعات پر سپاہیوں کو حکم دیا کہ میدان کی مٹی لا لا کر پہاڑی پر ایک پُشتہ بنا دیں ۔ کراکی تانی سمجھے کہ وہ حملہ کرنے کی غرض سے یہ دُھس بنوا رہا ہے اور بہت ہنستے اور مضحکہ کرتے رہے لیکن صبح کو جب سورج بلند ہوا اور شمالی ہوا کی تیزی سے گرد و غبار پہاڑی تک پہنچنے لگی تو سپاہی پشتے پر آئے اور اس کے ڈھیلے توڑ توڑ کے گھوڑے دوڑانے شروع کیے اور یہ گرد کی آندھی کراکی تانیوں کے غاروں میں جو سب شمال رویہ تھے ، داخل ہوئی تو مٹی کے ذروں سے اُن کی آنکھیں اندھی ہوگئیں اور سانس گھٹ گھٹ گیا دو دن سے زیادہ وہ یہ عذاب برداشت نہ کرسکے اور تیسرے دن اطاعت قبول کرلی۔ جس سے سرتوریوس کی قوت تو کیا ، البتہ شہرت میں اضافہ ہوا کہ وہ اپنی تدبیر سے اُن مقامات کو بھی فتح کرسکتا ہے جو فوج و اسلحہ سے تسخیر نہیں ہو سکتے ۔

جب تک اُس کا مقابلہ متی لوس سے تھا ، لوگ اس کی کامیابیوں کو حریف کی پیرانہ سالی اور سُستی پر محمول کرتے تھے اور سرتوریوس کی تیز پا فوج کو باقاعدہ سپاہ کی بجائے قزاقوں کے گروہ سے زیادہ مشابہ سمجھتے تھے جو ایک دلیر و مستعد سردار کی قیادت میں رومی لشکر پہ چیرہ دست ثابت ہوا ۔ لیکن جب پوم پی کوہستان پی رنیز کو پار کرکے مقابلے میں آیا اور ہر قسم کے جنگی مواقع میں سرتوریوس کی کاردانی اور مہارت ، ہر تدبیر کا توڑ کرنے اور جواب میں خود پھرتی سے کام کرجانے میں فائق نظر آئی تو وہ روما تک

اپنے زمانے کا سب سے ماہر سپہ سالار مشہور ہوگیا ۔ کیوں کہ پوم پی کی نام وری کسی سے کم نہ تھی اور سیلا کے محاربات میں کارنمایاں دکھانے کی بہ دولت وہ اُس کی طرف سے " ماج نوس " کا خطاب پا کر پوم پی اعظم کہلانے لگا تھا اور اس سے پہلے کہ ڈاڑھی مونھ پر نکلے جلوسِ فتح کے اعزاز سے سربلند کیا گیا تھا ۔ اُس کی آمد پر اسپین کے اکثر بڑے شہر بھی سرتوریوس کا ساتھ چھوڑ کر پوم پی سے مل جانے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اتنے میں لاوروَن کا زبردست معرکہ پیش آیا اور اُس کے خلافِ امید نتیجے نے ان کو اُدھر جانے سے روک دیا۔

یہ (لاوروَن) وہ شہر تھا جس کا سرتوریوس نے محاصرہ کیا اور پوم پی اُسے چھڑانے کے لیے آیا ۔ شہر کے قریب ایک پہاڑی تھی جسے دونوں لینا چاہتے تھے مگر سرتوریوس پہلے وہاں پہنچ گیا ۔پوم پی نے سمجھا کہ وہ اپنی فوج اس پہاڑی اور شہر کے درمیان لاکر خود سرتوریوس کو گھیر لے گا ۔ چناں چہ اہلِ شہر کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ بھی فصیلوں پر آئے اور خود اپنے محاصرہ کرنے والوں کا محصور ہونا مشاہدہ کریں۔ سرتوریوس کو اُس کا ارادہ معلوم ہوا تو مسکرایا اور بولا کہ میں سیلا کے " فاضل " کو آج بتادوں گا کہ سپہ سالار آگے بڑھتے ہیں تو پیچھے کی خبر رکھنا بھی ان کا فرض ہوا کرتا ہے ۔ واضح ہو کہ پوم پی کو وہ ازرہِ تضحیک سیلا کا فاضل (شاگرد) کہا کرتا تھا ۔ پھر ساتھیوں کو چھ ہزار سپاہی دکھائے جنھیں پہاڑی پر بڑھتے وقت خیموں میں چھوڑا تھا کہ دشمن حملہ کرے تو وہ عقب سے حملہ آور ہوں ۔ حقیقت میں یہی صورت پیش آئی اور پوم پی کو اپنی غلطی کا بعد از وقت علم ہوا۔ اب اگر خود آگے جاتا تو

ڈر تھا کہ دونوں طرف سے گھر جائے گا اور پیچھے ہٹتا تو اپنے پیش قدمی کرنے والے رفیقوں کو چھوڑ دینے کا الزام آتا تھا ۔ غرض اسی تذبذب میں وہ جہاں تھا وہیں رہ گیا اور تیز دستی کرنے والے ساتھی بلکہ حلیف شہر بھی اُس کی آنکھوں کے سامنے برباد ہوئے۔ لاودوں والوں نے امداد سے مایوس ہوکر سرتوریوس سے امان طلب کی اور اُس نے انھیں معاف کر دیا مگر شہر کو آگ لگا دی ۔ یہ کام غیظ و غضب یا بے رحمی کی وجہ سے نہیں کیا کیوں کہ حق یہ ہو کہ جتنے جنگی سپہ سالار ہوئے ہیں ، ان میں سرتوریوس سب سے کم غصّے اور اشتعال سے مغلوب ہونے والا نظر آتا ہو لیکن وہ چاہتا تھا کہ پوم پی کا دم بھرنے والے ذلیل اور پریشان ہوں کہ اتنے لاو لشکر کے ساتھ اور محصور شہر سے اتنے قریب ہونے کے باوجود کہ آگ کی گرمی اس تک پہنچ رہی تھی وہ اپنے حلیفوں کو بچانے کی جرأت نہ کر سکا۔

سرتوریوس کو، زیادہ تر اپنے ماتحتوں کی وجہ سے، بارہا نقصان اٹھانا پڑا مگر اس نے ہمیشہ اس کی تلافی کر لی اور کبھی غلبہ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا ۔ رومی سپہ سالاروں کو بالادستی حاصل بھی ہوئی تو اسے واپس چھین لینے پر سرتوریوس اُن سے زیادہ تحسین کا مستحق ٹھیرا۔ سوک رو اور توتیا کے معرکے اس کی مثال ہیں۔ سوک رو کے قریب لڑائی پوم پی کی جلد بازی سے ہوئی کہ وہ متی لوس کے پہنچنے سے پہلے تنہا فتح حاصل کرنے کے شوق میں بڑھا اور سرتوریوس نے بھی اسے اپنے حسب مُراد سمجھ کر مقابلہ قبول کیا البتہ اتنی دیر لگائی کہ شام ہوگئی جس کی مصلحت یہ تھی کہ اندھیری میں پردیسی رومی مقام د

میدان سے ناواقفیت کے باعث اچھی طرح نقل و حرکت نہ کر سکتے تھے جنگ کے وقت رومی میسرہ اف رانیوس کی قیادت میں سرتوریوس کے مقابل تھا اور جب اسے معلوم ہوا کہ دوسری طرف پوم پی اپنا میمنہ لیے ہوئے بہت بڑھ آیا ہی تو اُس نے بھاگتے ہوئے دستے جمع کر کے فوجیوں کو ہمت دلائی اور تعاقب کرنے والوں پر اس طرح پلٹ پڑا کہ اُن کے قدم اکھڑ گئے اور خود پوم پی کی جان خطرے میں پڑ گئی وہ زخمی ہوا اور گھوڑا بھی مارا گیا مگر محض اتفاق سے خود بچ نکلا اور سرتوریوس کے افریقی سپاہی گھوڑے کے مرصع ساز و یراق کو لوٹنے میں باہم گتھم گتھا ہو گئے اور اسی لوٹ مار میں تعاقب کرنے سے رُک گئے۔ بعد میں سرتوریوس نے اف رانیوس کو بھی جو فاتحانہ واپس آرہا تھا، حملہ کر کے بھگا دیا اور بہت سے سپاہی قتل کیے۔ پھر دوسری صبح صفِ جنگ جما کے میدان میں نکلا مگر متی لوس کو قریب آتا دیکھ کر اپنے پڑاؤ پر ہٹ آیا اور کہنے لگا کہ یہ بڑھی اگر نہ آجاتی تو میں اُس لونڈے کے اچھی طرح کوڑے لگاتا اور واپس رومہ بھیج دیتا۔

اسی زمانے میں وہ اپنی سفید ہرنی کے گُم ہو جانے سے متردد ہوا کہ جنگلی لوگوں کو ہمت دلانے کا ایسا اچھا ذریعہ دوسرا نہ ملے گا۔ بارے رات کے وقت وہ چند آدمیوں کو مل گئی۔ سرتوریوس نے انھیں تاکید کر دی کہ اس کا تذکرہ نہ کریں اور دو چار دن بعد دیسیوں کے مجمع میں بہت خوش خوش آیا اور کہنے لگا کہ دیوتاؤں نے مجھے خواب میں کسی بڑی نعمت ہاتھ آنے کی بشارت دی ہی۔ پھر خود اُن کی عرضیاں وغیرہ سننے میں مصروف ہوا اور اُدھر ہرنی کے محافظوں نے اسے

چھوڑا تو سرتوریوس کو دیکھتے ہی وہ قلانچیں مارتی اس کے قدموں سے آلپٹی اور سر گھٹنے پر رکھ کر ہاتھ چاٹنے لگی جیسے پہلے کیا کرتی تھی ۔ سرتوریوس بھی آنکھوں میں آنسو بھر لاکر اسے پیار کرنے لگا اور حاضرین نہایت متعجب ہوئے اور خوشی کے نعرے لگاتے اسے اپنے مقام تک پہنچانے آئے۔ انھیں یقین ہوگیا کہ وہ معمولی آدمی نہیں ، بلکہ دیوتاؤں کا محبوب ہے ۔ مستقبل کے متعلق اُن کے دل بڑھ گئے اور امیدیں تازہ ہوگئیں ۔

اس نے پہلے تو رسد روک کر دشمنوں کا قافیہ تنگ کیا اور پھر دونوں سپہ سالاروں کی متحدہ فوج سے ایک زبردست جنگ کی ۔ اس میں پومپی کا ایک سالار رحم لیوس مارا گیا اور متی لوس خود زخمی ہوا۔ مگر ایسی بہادری سے لڑا کہ پیرانہ سالی میں کوئی نہ لڑے گا اودھر سپاہیوں نے اس کو زخمی دیکھا تو بڑے جوش میں آئے ۔ اُسے ڈھالوں کی باڑ میں حفاظت کے مقام تک لے گئے اور خود اسپین والوں پر ایسا حملہ کیا کہ اپنی شکست کو کام یابی سے بدل دیا ۔ سرتوریوس ہٹ کر ایک شہر میں قلعہ بند ہوگیا اور اِدھر تو رومی سپہ سالار محاصرے میں مصروف ہوئے اور اُس کے ھسپانی حلیفوں کا تعاقب نہ کرسکے اُدھر وہ شہر کی فصیلیں وغیرہ اونچی کراتا اور اپنے قلعہ بند ہوکر لڑنے کا یقین دلاکر، باہر نئی فوجیں بھرتی کراتا رہا ۔ چناں چہ کافی تازہ دم کمک پہنچ گئی تو پھر قلعے سے نکلا اور حریفوں کو مارتا کاٹتا اپنے ساتھیوں سے جا ملا ۔ پھر اُن پر آگے اور پیچھے سے تابڑ توڑ اتنے حملے اور اُن کی رسد رسانی کے ذرائع اس طرح مسدود کیے کہ وہ اپنی فوجیں جُدا کرنے

پر مجبور ہو گئے۔ متی لوس تو غالیہ میں ہٹ آیا اور پوم پی نے واکیانی علاقے میں بڑی تکلیف سے جاڑا بسر کیا۔ اُس کے پاس مُرپلی کی اتنی کمی ہو گئی تھی کہ مجلس کو لکھا کہ اگر فوراً دست گیری نہ کی تو میں واپس چلا آؤں گا۔ سر توریوس کی جنگی مہارت وستعدی نے روما کے قوی ترین سپہ سالاروں کا ایسا پتلا حال کر دیا تھا اور وہاں کے لوگ عام طور پر کہتے تھے کہ وہ پوم پی سے پہلے خود اطالیہ پہنچ جائے گا۔

میتی لوس کتنا خائف تھا اور اسے کیا سمجھتا تھا، اس کا اندازہ یوں بھی ہوتا ہے کہ اُس نے علانیہ سو تیلنت اور بیس ہزار ایکڑ زمین اس رومی کو دینے کا اشتہار جاری کیا جو سر توریوس کو قتل کر دے اور اگر یہ رومی خارج البلد کیا ہوا ہو تو اُسے وطن کو واپسی کی اجازت کا وعدہ بھی تھا۔ گویا کھلے میدان میں لڑ کر زیر کرنے سے مایوس ہوا تو دغا بازی سے جان لینے کی کوشش کی۔ اودھر سر توریوس اپنی کامیابی پر اتنا خوش ہوا کہ اُس نے اپنے لیے خطاب "امپرا طور" (- امیر کشور گیر) کا اعلان کرایا اور جن شہروں میں گیا وہاں اُس پر قربانیاں کی گئیں، سہرے باندھے گئے اور بڑی دھوم کی دعوتیں ہوئیں وہ فاتحانہ لباس میں شریک جلسہ ہوتا اور کلوں کے ذریعے فتح و فیروزی کی تصویریں اور پتلے سامنے آتے اور سونے کے تاج و خلعت اُسے پیش کرتے اور نوجوان مرد و عورت ناچ دکھاتے اور مسرت و کامرانی کے گیت گاتے تھے۔ مگر یہ باتیں اسے مطعون کیے بغیر نہ رہ سکیں۔ کیوں کہ میتی لوس تو اپنی خوشی سے

مبا تھا۔ محض اس کے پیچھے پیچھے چلنے کی تجویز کوئی ایسی فتح نہ تھی جس پر اتنی خوشیاں منائی جائیں اور پومپی پر صحیح معنی میں وہ صرف ایک دفعہ ور رہا تھا اور چون کہ اُسے خود ہی سیلا کا بھگوڑا غلام اور اُس کی فوجوں کو کاربو کے پٹے ہوئے لشکری کہا کرتا تھا۔ لہذا اُن کے خلاف کام یابی پر اس قدر پھولنا اور فخر کرنا بھی بے محل بات تھی۔

بہ ہر حال اب اُس نے اپنی اولوالعزمی دکھانے کو تمام رومی عمائد کو جو روما سے فرار ہو گئے تھے، بُلا کر جمع کیا۔ انھیں اپنے پاس رکھا اور مجلس عمائد سے موسوم کیا۔ ان میں سے میر عدل اور میر بخشی بنائے۔ اور حکومت کے تمام آئین و قوانین رومی اختیار کیے اسپین والوں کی دولت، شہروں اور فوجوں سے کام لینے کے باوجود انھیں کوئی شاہی اختیار زبانی بھی تفویض نہیں کیا اور اُن پر ہر جگہ رومی حاکم و سالار مقرر کیے۔ وہ اپنا مقصد رومیوں کی آزادی کو بحال کرنا بتاتا تھا نہ کہ اسپین والوں کو اُن کے مقابلے میں قوی کرنا۔ کیوں کہ وہ سچا محبِ وطن اور واپس روما جانے کا آرزومند تھا۔ مصیبت کے وقت کمال پامردی کے نامساعد تقدیر کا مقابلہ کرتا رہا اور کبھی کسی حریف سے ایسا برتاؤ نہیں کیا جس سے کمینہ پن یا دل شکستگی ظاہر ہو اور اب عین فتح مندی اور عروج کے وقت بھی روما کی یاد اُس کے دل سے نہ گئی بلکہ میٹی لوس اور پومپی کو کہلا کر بھیجا کہ اگر وطن جانے کی اجازت مل جائے تو میں ہتھیار رکھنے اور گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنے پر تیار ہوں۔ مجھے روما میں

ادنا ترین شہری کی زندگی گزارنا زیادہ عزیز ہی بہ نسبت اس کے کہ جلا وطن ہوکر صدہا شہر و دیار کی حکومت اور سپہ سالاری کرتا رہوں خیال کیا جاتا ہی کہ اس حبِّ وطن کا ایک جُز اپنی ماں سے اُس کی دلی محبت تھی کہ جب سے باپ مرا وہ اُسی کا ہو رہا تھا ۔اسپین میں اُس کے انتقال کی خبر پہنچی تو اُسے اتنا صدمہ ہوا کہ معلوم ہوتا تھا خود مرجائے گا ۔چناں چہ سات روز تک اپنے خیمے کے اندر پڑا رہا۔ نہ کسی سے بات کی نہ عزیز ترین دوست سے ملا ۔آخر فوج کے بڑے بڑے سردار سب خیمے میں آئے اور بڑی مشکل سے اُسے کام کرنے پر آمادہ کیا ۔ان واقعات سے اکثر اہل الرائے نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ حقیقت میں سرتوریوس نیک نہاد اور امن و آشتی پسند آدمی تھا۔ محض اپنی سلامتی کی خاطر اور خلاف مزاج اُسے ہتیار اٹھانے پڑے ورنہ اس کا فطری میلان گوشۂ عافیت میں زندگی بسر کرنا تھا۔

اُس کی بڑائی کی ایک مثال شاہ میت ری دات کے ساتھ اُس کی معاملت ہی کہ جب سیلا سے بچھڑنے کے بعد یہ بادشاہ دوبارہ دنگل میں آنے اور ایشیا (کوچک) پر قبضہ جمانے کی تیاریاں کر رہا تھا ، تو یورپ سے آنے والوں کی زبانی سرتوریوس کی بہادری کے عجیب عجیب قصے سُن کر اُس کا بہت مشتاق ہوگیا اور خوشامدی درباریوں نے بھی اُسے پی رس اور سرتوریوس کو ہانی بال سے تشبیہ دے کر دل میں جما دی کہ اگر وہ آپ کا حلیف ہوگیا تو رومی ہرگز مقابلہ نہ کرسکیں گے ۔ ایک طرف سب سے جنگ جو سپہ سالار اور دوسری جانب سے دنیا کے قوی ترین بادشاہ کی فوجیں اُن پر حملہ آور ہوں گی

اور پھر ان کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔

چناں چہ میت ری دات نے سفارت اسپین بھیجی اور سرتوریوس کو روپیہ اور جہاز دینے کا وعدہ کیا بہ شرطے کہ جو ایشیائی صوبے اس نے سیلا کے حوالے کر دیے تھے، ان پر دوبارہ اس کا حقِ بادشاہی تسلیم کر لیا جائے۔ سرتوریوس نے اپنی مجلس کا اجلاس کامل منعقد کیا۔ اس میں اکثر ارکان یہ شرطیں قبول کرنے پر خوشی سے آمادہ تھے کہ نقد امداد کے عوض میں بادشاہ محض لفظی اقرار اور اپنے خیالی دعوے کو مان لینے کا مطالبہ کرتا تھا۔ مگر سرتوریوس نے روپے کی سخت ضرورت ہونے کے باوجود علانیہ مخالفت کی۔ اور کہا کہ گو مجھے بتھی نیہ اور کپادوسیہ میں اس کی بادشاہی پر کچھ اعتراض نہیں کہ یہ ملک بادشاہی حکومت کے عادی ہیں اور سلطنت روما میں داخل نہیں لیکن میں کسی صوبے کو جو رومیوں نے اس کے پنجے سے نکال لیا یا رومی قبضے میں آیا، ہرگز اسے واپس دینا گوارا نہ کروں گا۔ میں اپنی فوجوں سے رومی مقبوضات میں اضافہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں نہ یہ کہ ان مقبوضات کی کمی سے اپنی قوت میں اضافہ کیا جائے۔ فتح سے جو بہ طریقِ جائز حاصل ہو استفادہ کرنا بجا ہو لیکن کوئی شریف آدمی ناجائز طریقوں سے جان تک بچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

یہ باتیں میت ری دات سے نقل کی گئیں تو اسے سخت حیرت ہوئی اور اپنے خاص ندیموں سے کہنے لگا کہ یہ شخص جو وطن سے خارج بحرِ اوقیانوس کے کنارے پڑا ہو، ہماری سلطنت کی حد بندی کرتا اور ہم ایشیائی صوبوں میں پیش قدمی کریں تو لڑنے کی دھمکی دیتا ہو۔ اگر

کہیں قلعۂ روما میں مسند نشین ہوگیا تو نہ جانے کیا کیا حکم ہم پر چلائے گا؟" تاہم اُن میں یہ عہدنامہ حلف کے ساتھ ہوگیا کہ کپادوسیہ اور بتھی نیہ پر میت ری دات حکومت کرے اور سرتوریوس اس کی مدد کے لیے ایک سپہ سالار اور فوج بھیجے جس کے عوض میں بادشاہ تین ہزار تیلنت اور چالیس جہاز اُسے بہم پہنچائے گا۔ چناں چہ مرقس ماریوس جو مجلس عمائد کا رُکن تھا اور روما کو چھوڑ کر سرتوریوس کی رفاقت میں آگیا تھا، سالار فوج بنا کر ایشیا بھیجا گیا اور جن شہروں کو میت ری دات فتح کرتا، اُن میں عصا برداروں کے ساتھ وہ بادشاہ کے آگے آگے داخل ہوتا اور شہروں کی آزادی اور معافیٔ محاصل کا اعلان کرتا اور کہتا کہ یہ مراعات سرتوریوس کی عنایت سے انھیں دی جارہی ہیں۔

ان جدید احکام سے اہلِ ایشیا کو جنھیں (رومی) متاجر بُری طرح کھائے جاتے تھے اور سپاہیوں کی ہیکڑی اور زیادہ ستانی نے عاجز کر رکھا تھا، پھر نئی امیدیں پیدا ہوئیں اور اپنی خوش حالی کے ساتھ وہ حکومت کی متوقع تبدیلی کے نہایت مشتاق ہوگئے۔

لیکن خود اسپین میں رومی عمائد اور اُمرا جنھیں سرتوریوس نے اپنے گرد جمع کیا تھا، اور اب دشمن سے کلہ بہ کلہ لڑنے کے قابل ہوگئے تھے جوں ہی اُن کا خوف دُور ہوا، اسی وقت سے اُن کے دلوں میں سرتوریوس کے اقتدار سے حسد پیدا ہونے لگا خصوصاً پرپینا کو نسب کا بڑا غرور تھا اور سپہ سالاری کی ہوس میں بے قرار ہوا جاتا تھا۔ وہ خلوت میں اپنے احباب سے اس قسم کی

شرارت آمیز باتیں کرتا کہ "یہ کون شیطان ہی جو ہمیں بد سے بدتر کی طرف ہنکائے لیے جاتا ہی ؟ ہم نے سِیلا جیسے مالک برّ و بحر کا حکم ماننا گوارا نہیں کیا اور محض آزادی سے بسر کرنے کی امید پر وطن کا امن و عافیت چھوڑ کر یہاں آئے۔ پھر خود ہی غلامی قبول کرلی اور خارج البلد سرتوریوس کے ذلیل خدمت گاروں کی طرح اُس کے پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں جو ہماری مزید تذلیل و تضحیک کے لیے ہمیں مجلسِ عمائد کے لقب سے یاد کرتا اور اسی کے ساتھ ہم سے مشقت کراتا اور بالکل ھسپانویوں کی طرح ہمیں بھی اپنے متکبرانہ احکام و تمرّد کی تعمیل پر مجبور کرتا ہی ؟" وہ اسی طرح کی فتنہ انگیز تقریروں سے اُنھیں مشتعل کرتا رہا اور اگرچہ اکثر رومیوں نے سرتوریوس کی قوت کے ڈر سے علانیہ سرکشی کی ہمّت نہ کی مگر درپردہ وہ بھی اُسے کم زور کرنے پر آمادہ ہوگیے۔ اور اُسی کے نام سے ھسپانیہ والوں کو سخت سخت سزائیں دے کر، اور ناواجب جرمانے اور محاصل عائد کرکے وہاں کے باشندوں میں سخت فساد پھیلا دیا۔ کئی ریاستیں منحرف ہوگئیں اور جو رومی سردار ان کی شکایتیں سننے اور دل دہی کرنے کی غرض سے بھیجے گئے اُنھوں نے اُلٹا اِن غیر مطمئن لوگوں کو مایوس و مشتعل کردیا۔ حتّٰے کہ خود سرتوریوس شورش کی خبروں سے اس قدر غضب ناک ہوا کہ اپنی سابقہ نیکی اور رحم دلی کو بھول کر اُس نے ھسپانی رئیسوں کے لڑکوں کو جو شہر اوسکا میں تعلیم پاتے تھے، گرفتار کیا اور سراسر خلافِ عدل و انصاف، بعض کو جان سے مروا دیا۔

اس عرصے میں پرپنا نے اپنی سازش میں کئی اشخاص کو شریک کرلیا تھا۔ انھی میں ایک سالار فوج مان لیوس بھی مل گیا وہ ایک لڑکے سے بہت مانوس تھا اور غلبۂ محبت میں اس نے لڑکے سے بھی راز کہہ دیا کہ تم میرے سوا کسی سے واسطہ نہ رکھو، میں بہت بڑی حکومت اور اقتدار پانے والا ہوں۔ مگر یہ لڑکا ایک دوسرے شریک سازش اوفی دیوس کا زیادہ گرویدہ تھا، اس کو سب حال سنا دیا۔ اوفی دیوس کو مان لیوس کے سازش میں لیے جانے کی خبر نہ تھی لہذا نہایت حیران ہوا۔ اور جب لڑکے نے پرپنا وغیرہ کے نام بھی لیے تو لڑکے سے تو کہا کہ مان لیوس بہت بڑبولا فضول گو ہے تم اس کی بات کا خیال نہ کرو، مگر اپنے دل میں سخت خوف زدہ ہوگیا اور فوراً جاکر پرپنا سے کہا کہ اب یہ راز نہیں چھپ سکتا۔ تم کو جو کچھ کرنا ہے جلد کر گزرو، ورنہ خیر نہ ہوگی۔" جب اور سب اہلِ سازش بھی رضامند ہو گئے تو انھوں نے ایک قاصد تیار کیا جو سرتوریوس کے پاس کسی فتح کے جعلی خطوط لایا اور ان میں اس کے سردار کی طرف سے بہت سے دشمنوں کے قتل ہونے کی فرضی خبریں بھی درج تھیں۔ سرتوریوس کو نہایت خوشی ہوئی اور اس نے دیوتاؤں کے شکرانے میں نذر نیاز کے مراسم ادا کیے۔ پرپنا نے اس موقع پر اُسے دعوت دی اور اتنا اصرار کیا کہ آخر اسے قبول کرنا پڑا۔ دعوت میں دوسرے سازشی بھی مدعو تھے۔ واضح رہے کہ جس دعوت یا محفل میں سرتوریوس شریک ہوتا تو اس میں ادب قاعدے کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا کیوں کہ اسے کوئی بدتمیزی یا بدنمائی کی بات سننا یا دیکھنا گوارا نہ تھا اور اپنے ہم نشینوں کو

بھی عادت ڈالی تھی کہ تفریح و تفنّن کے جلسوں میں تہذیب و متانت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ لیکن اس دعوت میں جھگڑا نکالنے کی غرض سے مہمانوں نے مخش قسم کی بحثیں چھیڑ دیں اور جان کر ایسی گستاخیاں کیں کہ وہ مشتعل ہو۔ سرتوریوس کو یہ حرکتیں ناگوار ہوئیں۔ یا اُن کے طرزِ گفتگو اور غیر معمولی بے ادبی کی باتوں سے اُن کی نیت کا اندازہ کر کے وہ پہلو بدل کر پیچھے کی طرف جھک گیا۔ گویا ان کی باتیں سُنی ہی نہیں اور ادھر متوجہ نہیں ہے۔ تب پرپنا نے شراب کا بھرا پیالہ اٹھایا اور پیتے پیتے اِسے گرا دیا جس کی زور سے آواز ہوئی۔ اور یہی اشارہ پہلے سے مقرر کر لیا گیا تھا۔ سرتوریوس کے قریب ہی ان تونیوس بیٹھا ہوا تھا، اس نے فوراً تلوار چلائی اور اُسے زخمی کر دیا۔ سرتوریوس نے پلٹ کر اٹھنا چاہا تو ان تونیوس نے اُس کے سینے پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور وہ بہت سی تلواریں کھا کر اس طرح مارا گیا کہ خود بچاؤ بھی نہ کر سکا۔

سرتوریوس کا مرنا سنتے ہی بہت سے ھسپانویوں نے اہلِ سازش کا ساتھ چھوڑ دیا اور پومپی و متی لوس کو قاصد بھیج کر اطاعت قبول کر لی۔ پرپنا نے باقی ماندہ فوج سے کچھ کرنے کی کوشش کی مگر سرتوریوس کے جنگی ساز و سامان سے وہ اتنا ہی کام کر سکا کہ انھیں لے کر اپنے کو ذلیل کر لے اور دُنیا پر ثابت کر دے کہ جس طرح اطاعت کرنی نہیں جانتا تھا اسی طرح اُسے قیادت کرنی بھی نہیں آتی۔ پھر پومپی کے مقابلے میں آتے ہی شکست کھائی اور قید کر لیا گیا۔

اس مصیبت میں بھی اُس نے کوئی بہادری نہیں دکھائی ، بلکہ سرتوریوس کے جو کاغذات اُس کے قبضے میں تھے وہ پوم پی کے سامنے پیش کیے اور بہت سے معزز رومیوں کی ، جن میں قنصلی مرتبے تک کے لوگ تھے ، اپنی قلم کی تحریریں دکھانی چاہتا تھا جن سے معلوم ہو کہ کون کون اشخاص سرتوریوس کو جلد اٹلی آنے کے تقاضے لکھتے تھے اور کس کثرت سے لوگوں کی خواہش تھی کہ حالات حاضرہ میں تبدیلی اور دوسری قسم کی حکومت قائم ہو ۔ مگر اس موقع پر پوم پی نے کسی غیر سنجیدہ کم اندیش جوان کا سا کام نہیں کیا بلکہ تجربہ کاری اور قوت فیصلہ کی اصابت و پختگی کا ثبوت دیا کہ یہ تمام تحریریں اور کاغذات نہ خود پڑھے نہ کسی کو پڑھنے کی اجازت دی بلکہ اکٹھے کر کے سب جلوا دیے اور حکم دیا کہ پرپنا کو فوراً قتل کر دیا جائے ۔ مبادا وہ دوسروں کے ناموں کا انکشاف کر کے مزید فتنہ و فساد کا باعث ہو ۔

پرپنا کے ساتھ کے دوسرے سازشی یا قید ہو کر پوم پی کے حکم سے مارے گئے اور یا بھاگ کر افریقہ پہنچے اور وہاں موروں کے تیروں کا نشانہ بنے ۔ چند ہی روز میں ان سب کا خاتمہ ہو گیا ، بہ جز اوفی ڈیوس کے جو مان لیوس کا رقیب تھا اور کسی طرح چھپا رہا یا لوگوں نے اس کی زیادہ تلاش نہیں کی ۔ وہ اسپین کے ایک کور دیہ میں سخت افلاس اور عام نفرت کا ہدف بن کر زندگی بسر کرتا رہا اور بڑی عمر پا کر فوت ہوا ۔

یُومِنیس

وِلُیورِلیس (مورخ) کا بیان ہو کہ کاردیہ کا یُومِنیس تراکیہ کے ایک غریب گاڑی بان کا بیٹا تھا مگر کتابی اور فوجی تعلیم بہت اچھی پائی تھی۔ وہ نوجوان ہی تھا کہ فی لپ (= فیل قوس) شاہِ مقدونیہ، کاردیہ سے گزرا اور تفریح کے طور پر جوانوں کی کُشتیاں اور ورزشیں کرائیں جن میں یُومن بہت اچھا نکلا اور اُس میں عقل و دلیری کے آثار دیکھ کر فی لپ ایسا خوش ہوا کہ اپنی سلکِ ملازمت میں اُسے داخل کرلیا۔ لیکن دوسرے راوی زیادہ وثوق سے کہتے ہیں کہ اُسے ترقی دینے کا سبب یہ تھا کہ فی لپ اس کے باپ کو دوست رکھتا تھا اور اُس کے گھر مہمان رہا تھا۔ فی لپ کی وفات پر وہ سکندر کی ملازمت میں رہا اور گو میر منشی کہلاتا تھا مگر فراست و وفاداری کی بہ دولت بادشاہ اُس کی بڑی عزت کرتا اور نہایت بے تکلف دوستوں کی طرح اُس پر اعتماد و عنایات فرماتا تھا۔ چناں چہ ہندستان کی مہم میں وہ بھی خاص بادشاہ کے ماتحت فوج کا سپہ سالار بن کر گیا اور ہِفِس شیاں کی جگہ جو اُنھی دنوں فوت ہوا تھا، پردی کاس کو ترقی ملی تو پردی کاس کا عہدہ یُومِنیس کو عطا ہوا۔ یہی سبب ہو کہ سکندر کے بعد جب

نوپتولِموس نے جو فوج رکاب کا سردار تھا، یہ دعوا کیا کہ میں نیزہ و سپر لے کر سکندر کے ساتھ رہا ہوں اور یومِنیس خالی قلم کاغذ لیے رہتا تھا، تو اہلِ مقدونیہ ہنسنے لگے۔ کیوں کہ وہ خوب جانتے تھے کہ دوسری عنایتوں کے علاوہ بادشاہ نے اُسے اپنی رشتہ داری سے بھی سرفراز کیا یعنی ارتابارو کی بیٹی بارسین ایشیا میں اس کی پہلی حرم تھی (جس سے سکندر کا بیٹا ہرکیولس ہوا تھا) اور جب دوسری ایرانی خواتین اس نے اپنے سرداروں میں تقسیم کیں، تو اسی بارسین کی ایک ہم نام بہن یومِنیس کو اور دوسری اپامہ، بطلیموس کو دی۔

اس کے باوجود، کئی بار وہ موردِ عتاب ہوا اور ہفس شیاں کے معاملے میں تو خطرے میں پڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ ہفس شیاں نے اس کے ڈیروں میں شہنائی نواز یوحوس کو جگہ تفویض کر دی جس پر وہ اور ایک اور سردار سکندر کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں اب توقیر پانے کی یہی صورت نظر آتی ہے کہ ہتیار پھینک کر نےنواز اور نقال ہو جائیں۔ سکندر نے بھی اُن کی حمایت اور ہفس شیاں کو تنبیہ کی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس کا خیال بدل گیا اور کہنے لگا کہ یومِنیس کی یہ بے باکی ہفس شیاں پر الزام لانے کی بجائے خود بادشاہ سے گستاخی ہے اور یومِنیس سے ناراض ہو گیا۔ پھر نیارکوس کے جنوبی سمندر میں بیڑا لے جاتے وقت سکندر نے اپنے ندیموں سے قرضہ طلب کیا کیوں کہ شاہی خزانہ خالی ہو رہا تھا اور تین سو تیلنت یومِنیس سے لینے چاہے تو اس نے صرف سو تیلنت دیے اور حیلہ کیا کہ

یہ رقم بھی بہ مشکل اپنے نوکروں سے چندہ کر کے ہیں نے جمع کی ہو۔
سکندر نے نہ رُپیہ لیا نہ کچھ کہا۔ مگر خفیہ حکم دیا کہ اُس کے ڈیرے میں
آگ لگا دی جائے تاکہ وہاں سے مال اسباب اٹھوایا جائے تو اُس کا
جھوٹ سب پر کھُل جائے۔ لیکن اسباب ہٹائے جانے سے پہلے ہی
ڈیرا جل گیا اور سکندر بہت پچھتایا کہ اُس کے کاغذات بھی آگ کی
نذر ہو گئے۔ لیکن سونا چاندی جسے آگ نے پگھلا دیا تھا بعد میں
جمع کیے گئے تو ایک ہزار تیلنٹ سے زیادہ قیمت کے تھے۔ تاہم
سکندر نے اس میں سے کچھ نہیں لیا اور صوبے داروں اور سپہ سالاروں
کو حکم بھیجا کہ سوختہ کاغذات کی دوبارہ نقول بھیجیں جنھیں پھر یومِ نیس
کے حوالے کر دیا گیا۔

ایک اور معاملے میں اس کا ہِفس شیاں سے جھگڑا ہوا اور
بڑی سخت زبانی کی نوبت پہنچی مگر سکندر اس پر عنایت کرتا رہا البتہ
اُنھی دنوں ہِفس شیاں مرا تو بادشاہ غم کے غلبے میں اُن سب سے
جو اُس کی زندگی میں اختلاف کیا کرتے تھے، بگڑ گیا کہ یہ لوگ
ضرور اُس کی موت پر خوش ہوئے ہوں گے خصوصاً یومِ نیس کو
ہِفس شیاں سے جھگڑنے اور بدزبانی کرنے پر کئی بار بُرا بھلا کہا۔
لیکن یومِ نیس ایک چالاک اور دانش مند درباری تھا۔ اُس نے متوفیٰ
کی بڑی تعریفیں کیں۔ اس کی یادگار کے لیے طرح طرح کی تجویزیں
پیش کیں اور ان کے بنانے میں خود خوشی خوشی بہت سا رُپیہ نذر
دیا۔ اس طرح جو چیز اُسے بادشاہ کی نظر میں معتوب بنا رہی
تھی، اُسی سے فائدہ اٹھا لیا۔

سکندر کی وفات پر لشکرِ خاص (یعنی فالانکس) کے سرداروں اور شاہی ندیموں میں نزاع پیدا ہوئی تو یومنیس نے یہ سمجھ کر کہ خود وہ پردیسی آدمی ہے، ان مقدونیہ والوں کے باہمی جھگڑے میں کوئی حصہ نہ لیا اور سکندر کے خاص رفیقوں کے بابل سے جانے کے بعد بھی وہاں ٹھیرا رہا اور فوج کے لوگوں کو سمجھتا رہا کہ آپس میں صلح صفائی کریں۔ چناں چہ فوجی سرداروں میں تصفیے کی صورت نکل آئی اور صوبوں کی تقسیم کے وقت کپادوسیہ، پفلاگونیہ اور بحرِ اسود کا ساحلی علاقہ ترِبِزونڈ کی بندرگاہ تک یومنیس کے تفویض کیا گیا حالاں کہ یہ سب اقطاع ابھی پوری طرح اہلِ مقدونیہ کے قبضہ میں نہیں آئے تھے۔ البتہ لیوناتوس اور ان تی گونوس ایک بڑے لشکر کے ساتھ انھیں تسخیر کرنے روانہ ہوئے تھے۔

انتی گونوس خود بڑے بڑے منصوبے بنا رہا تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اُس نے پردی کاس کے خطوں کی کچھ پروا نہ کی۔ لیوناتوس نئے صوبے دار (یومنیس) کی خدمت میں آگیا تھا مگر کادیہ کا شاہ جابر ہکاتیوس اُس سے ملنے آیا اور درخواست کی کہ اس موقع پر بہتر یہ ہے کہ پہلے ان تی پاتر کو جو لامیہ میں محصور تھا، مدد پہنچائی جائے۔ لیوناتوس نے یومنیس کو بھی یہی مشورہ دیا اور کوشش کی کہ اس کی ہکاتیوس سے بھی جس سے یومنیس کا موروثی جھگڑا چلا آتا تھا، صلح کرا دی جائے اُس نے صیغۂ راز میں یہ بھی بتا دیا کہ ان تی پاتر کی امداد محض حیلہ ہے ورنہ میں مقدونیہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور

سکندر کی بیوہ کلیوپاترا کے خط بھی دکھائے جن میں اُسے پائے تخت پلا آنے کی دعوت اور اُس کے ساتھ شادی کرنے کے وعدے تحریر تھے۔ مگر یومِ نیس یا تو انتی پاتر کے خوف سے اور یا لیوناتوس کو ایک ناعاقبت اندیش غیر معتبر آدمی سمجھ کر چپکے سے چل دیا اور اپنے سوار و پیادہ آدمی اور پانچ ہزار تیلنت قیمت کا سونا لے کر پردی کاس کے پاس چلا آیا اور سب حال اُس پر ظاہر کر دیا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اُسے مشیر خاص بنا کر خود فوج لیے ہوئے کپادوسیہ آیا سارا علاقہ فتح کر کے یومِ نیس کی صوبہ داری کا اعلان کرا دیا اور پورے اختیارات اُسی کے تفویض کر دیے پھر اسے بہ خوبی طاقت ور بنا کے اور در پردہ ارمنیہ کو قابو میں لانے کی ہدایت کر کے خود جنوب کی طرف روانہ ہو گیا۔

ارمنیہ کی حالت نیوپتولِموس کی حرکتوں سے قابلِ اطمینان نہ تھی۔ وہ ایک مغرور مشیخت پسند آدمی تھا اور فہمائش کے ساتھ یومِ نیس نے ایک تدبیر یہ کی کہ مقدونی پیادوں کے توڑ پر ایک نئی سوار فوج انھی صوبوں سے بھرتی کی۔ انھیں اعزاز و انعام اور طرح طرح کی رعایتوں سے اپنا جاں نثار بنایا اور پیہم کوچ اور سپاہیانہ ورزشوں سے جفاکشی کا عادی کیا حتےٰ کہ خود مقدونیہ والے بہت خوش اور بعض بڑے متعجب ہوئے کہ اتنی تھوڑی مدت میں اس نے ایشیائی جوانوں سے چھ ہزار تین سو سوار کی جمعیت تیار کر لی۔

اس عرصے میں کراتِروس اور انتی پاتر سارے یونان کو

زیرنگیں لا چکے تھے اور اب پردی کاس کی قوت توڑنے کے لیے ایشیا میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ مگر یہ امیسر (جو خود بھی مقدونیہ کے شاہی خاندان سے تھا) پہلے لبطلی موس کی سرکوبی کرنی چاہتا تھا۔ پس ارمنیہ اور کپا دوسیہ کی تمام افواج کا سپہ سالار یوم نیس کو مقرر کیا اور دونوں مقدونی سالاروں کو جو ان صوبوں میں تھے، اس کا حکم ماننے کی تحریری ہدایت کی۔ لیکن ان میں ایک یعنی ال کتاس نے تو صاف انکار کر دیا کہ میرے مقدونی سپاہی انتی پاتر سے جنگ نہیں کریں گے اور کراتروس کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ اُسے اپنا سپہ سالار بنانے پر تیار ہیں اور دوسرا یعنی نیوپتولِ موس بھی پہلے غدّاری کرنی چاہتا تھا اور جب اس کا فریب کھُل گیا تو مقابلے پر کمر باندھی۔ اب پہلی مرتبہ یوم نیس کی دور اندیشی اور حسنِ تدبیر کا فائدہ ظاہر ہوا کہ پیادوں کے شکست کھانے کے باوجود اُس نے سوار فوج سے نیوپتول موس کو مار بھگایا اور اُس کا سارا خیمہ و خرگاہ چھین لیا۔ وہ فرار ہو کر انتی پاترو کراتروس کے پاس پہنچا اور انھوں نے یوم نیس کو پیام دیا کہ اگر وہ بھی اُن کی طرف آملے تو موجودہ حکومت برقرار، اور مزید علاقہ اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا جائے گا۔ انتی پاتر کی دشمنی دوستی سے مبدّل ہو جائے گی اور کراتروس کہ پہلے سے دوست ہے، آیندہ دشمن نہیں بننے پائے گا۔" یوم نیس نے جواب دیا کہ اتنی جلد، اتنے پُرانے دشمن سے مصالحت نہیں ہو سکتی جب کہ میں دیکھتا ہوں انتی پاتر اپنے دوستوں سے دشمنی کا برتاؤ کر رہا ہے۔ البتہ میں

کراتروس اور پرڈی کاس ہیں مناسب شرائط پر صلح کرا دینے کو آمادہ ہوں لیکن اگر تمھاری طرف سے زیادتی ہوئی تو آخری دم تک مقابلہ کروں گا اور قول سے پھرنے کی بجائے جان دینے کو ترجیح دوں گا۔

انتی پاتر اس معاملے پر دوبارہ غور کر رہا تھا مگر نیوپتول موس نے تقاضا کیا کہ وہ دونوں اور کم سے کم کراتروس اُسے مدد دیں کیوں کہ مقدونی سپاہی کراتروس کے ایسے گرویدہ ہیں کہ اُس کی آواز سُن کر یا صرف ٹوپی دیکھ کر ہی سب اُس کے پاس چلے آئیں گے۔" حقیقت میں سکندر کے بعد سے یہ سب سپاہی اُسی کو سب سے زیادہ چاہنے لگے تھے۔ انھیں خوب یاد تھا کہ جب سکندر نے ایرانی طور طریق اختیار کیے تو کراتروس نے اُسے روکنے کی پوری کوشش کی اور برابر اپنے وطن کے رسم و رواج پر قائم رہا جب کہ دولت مندی اور غرور نے ان کی قدر کم کردی تھی۔ اور مقدونیہ والوں کی خاطر کئی دفعہ بادشاہ کی بھی ناراضی مول لی۔ غرض کراتروس نے انتی پاتر کو سی لی شیہ بھیجا اور خود نیوپتول موس کے ساتھ بہت سی فوج لے کر یومِ نیس کے خلاف چلا۔ اُسے امید تھی کہ اس کے سپاہی تازہ فتح کا جشن منانے میں مصروف اور بے ترتیب ہوں گے اور ہم ان کو بے خبر جا دبائیں گے۔ مگر یومِ نیس اُن کے حملے کے خطرے سے بہ خوبی آگاہ تھا اور اگر اُس کی تیاری کو غیر معمولی فراست پر محمول نہ کیا جائے تو بھی اُس کا بڑا کمال یہ ہے کہ دشمن کو اپنی کم زوری سے اور خود اپنے سپاہیوں کو اس بات سے آگاہ نہ

ہونے دیا کہ مقابلے میں کون آرہا ہی - پھر یہ مشہور کر کے کہ نیوپتپول موس اور پی گرس مقامی رسالے کے ساتھ لڑنے آئے ہیں وہ فوج کو میدان میں لے چلا - اسی کوچ کی رات اسے ایک عجیب خواب نظر آیا کہ دو سکندر آپس میں جنگ کر رہے ہیں۔ ایک کو منروا اور دوسرے کو سرس دیوی مدد دے رہی ہی اور اسُی کا فریق آخر میں غالب آتا ہی - وہ گیہوں کی بالیں گوندھ کر فاتح کے لیے تاج تیار کرتی ہی۔

اِس خواب کو یوم نیس نے بلا تامّل اپنی فتح کی بشارت سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ وہ جس سر سبز ملک کے لیے لڑ رہا تھا وہاں ہر طرف غلّے کے کھیت لہلہا رہے تھے جو امن کی خوش گن علامت ہیں اور اُن میں تازہ بالیں آرہی تھیں - پھر یہ سُن کر کہ دشمن کی پلول "منروا اور سکندر" ہی اسے اور بھی وثوق ہو گیا اور اپنے لشکر کی پلول یعنی شناخت کا کلمہ "سرس اور سکندر" مشہور کیا اسے بار بار ترغیب ہوئی کہ اپنے سرداروں پر دشمن کے سپہ سالاروں کا نام ظاہر کر دے اور اس ضروری بات کو اپنے ہی دل میں نہ رکھے" مگر وہ اپنے سابقہ ارادے پر قائم رہا کہ نتیجہ جو کچھ بھی ہو، یہ بھید کسی پر نہ کھولا جائے۔

جب فریقین کا سامنا ہوا تو یوم نیس نے مقدونی سرداروں کی بجائے صرف پردیسی سواروں کو ارتا بازو کے بیٹے فارنا بازو کی قیادت میں کراتروس پر ایک دم حملہ کرنے کا حکم دیا اور سمجھا دیا کہ وہ کسی ہرکارے یا جنگی نقارے کا انتظار نہ کرے کیوں کہ

اسے نہایت اندیشہ تھا کہ اگر مقدونیہ والوں کو کراتروس کے مقابلے میں ہونے کا پتہ چلا تو وہ فوراً اس کی طرف چلے جائیں گے۔ پھر تین سو چیدہ سواروں سے خود اپنا میمنہ لے کر نیوپتولِ موس سے لڑنے چلا۔ جس وقت اس کا پہلا رسالہ ایک ٹیلے سے گزر کر تیزی سے بڑھتا ہوا نظر آیا تو کراتروس کو سخت حیرت ہوئی اور اس نے نیوپتولِ موس کی خبر لی کہ وہ کہتا تھا مقدونیہ والے یومِ نیس سے منحرف ہو جائیں گے۔ تاہم اپنے سپاہیوں کی ہمّت بندھائی اور خود آگے نکل کر حملہ کیا۔ یہ پہلی آویزش بڑی خوں ریز ہوئی اور جب نیزے ٹوٹ گئے تو وہ بھڑ بھڑ کر تلواروں سے لڑنے لگے۔ کراتروس نے سکندر کے نام کو بٹّہ نہیں لگنے دیا اور بڑی بہادری سے دشمن کو قتل کرتا اور دھکیلتا رہا لیکن آخر ایک تراکی سپاہی کی تلوار سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس حال میں اسے بہتوں نے شناخت نہیں کیا اور گزرے چلے گئے مگر یومِ نیس کا ایک سردار گورگیاس جو اسے جانتا تھا دیکھتے ہی گھوڑے سے اُترا اور اُس کی حفاظت کرنے لگا جب کہ وہ کاری زخم کھا کے دم توڑ رہا تھا۔

اُدھر نیوپتولِ موس اور یومِ نیس ایک دوسرے سے گتھ گئے اور چوں کہ ان میں سخت عداوت تھی اس لیے ایک دوسرے کو میدان میں تلاش کرتے پھرے۔ دو جھپٹوں میں اُن کا سامنا نہ ہوا مگر تیسری دفعہ وہ حریف کو پہچان کر مقابل آئے اور نعرے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر جا پڑے۔ اُن کے گھوڑے جہازوں کی

طرح باہم ٹکرائے اور دونوں نے باگ پھینک کر حریف کا خود اور شانے کی زرہ پکڑ کر کھینچنا شروع کیا۔ اس کشمکش میں دونوں کے گھوڑے ران تلے سے نکل گئے اور وہ اسی طرح گتھم گتھا زمین پر گرے۔ نیوپتولموس پہلے کھڑا ہوگیا تھا مگر یومنیس نے گھٹنے پر تلوار ماری اور اُسے زخمی کرکے خود اُٹھ کھڑا ہوا۔ نیوپتولموس کا ایک گھٹنا بیکار ہوگیا مگر دوسرے کا سہارا لے کر وہ اُٹھ بیٹھا اور اسی طرح نیم استادہ بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔ لیکن اس کے وار کاری نہ پڑتے تھے۔ حتّٰی کہ خود گردن پر زخم کھا کر مقابلے کے قابل نہ رہا۔ یومنیس نفرت کے جوش میں اندھا ہو رہا تھا۔ گالیاں دیتا ہوا اُس کا زرہ بکتر اُتارنے پر پل گیا اور یہ بھی نہ دیکھا کہ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ چناں چہ اُس نے زرہ کے نیچے ایک ہاتھ مارا جس سے بُن ران پر زخم آیا۔ مگر اس کی طاقت ٹوٹ چکی تھی۔ زخم اتنا کاری نہ تھا جتنا یومنیس کو اُس نے خائف کر دیا۔ پھر مقتول کے اسلحہ اُتار کر، خود زخمی اور کم زور ہونے کے باوجود وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے میسرے کی طرف دوڑا کہ وہاں ابھی لڑائی ہو رہی ہو گی۔ اودھر آ کر اُسے کراتروس کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی اور یہ دیکھ کر ابھی کچھ جان باقی ہے وہ گھوڑے سے اُترا اور دایاں ہاتھ اُس پر رکھ کر بے اختیار رونے اور نیوپتولموس پر نفریں کرنے لگا جس کی شرارت سے اُسے اپنے دیرینہ دوست سے جنگ کرنی پڑی اور تقدیر نے یہ روزِ بد دکھایا کہ بدنصیب کراتروس ہلاک ہوا ورنہ وہ خود مارا جاتا۔

یہ نمایاں فتح سابقہ کام یابی کے دس روز بعد حاصل ہوئی اور اس کی مردانگی اور سپہ سالاری کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ اسی کے ساتھ وہ خود اپنے مقدونی لشکر اور دشمنوں کا سخت محسود بن گیا کہ پردیسی ہو کر مقدونیہ والوں سے کام لیتا اور ان کے سب سے مقبول و دلیر سردار کا قاتل ہو اگر پروی کاس کو یہ خبر کچھ پہلے پہنچ جاتی تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ مقدونیہ کا سب سے بڑا آدمی ہو جاتا۔ لیکن خبر آنے سے دو ہی دن پہلے مصر میں اُس کے سپاہی بگڑ گئے اور اسی فساد میں وہ مارا گیا۔ پس یوم نیس کی فتح کی خبر نے ان مقدونی سپاہیوں کو اور زیادہ غضب ناک کیا اور انھوں نے ان تی گون اور انتی پاتر دونوں سپہ سالاروں کو قاصد بھیجے کہ یوم نیس کا مل کر قلع قمع کر دیں۔

کوہ رای دا کے قریب سے گزرتے ہوئے شاہی اصطبل کے بہترین گھوڑے اسی نے حسب ضرورت لیے مگر ان کی تعداد وغیرہ مقدونی حکّام کو لکھ بھیجی جس پر انتی پاتر ہنسا کہ یوم نیس کی باقاعدگی پر آفریں ہو، اس حال میں بھی انتظامی امور کا حساب پابندی سے بھیج رہا ہو جس کا مطلب شاید یہ ہو کہ وہ خود ہم سے حساب لینا چاہتا ہو؟ اوّل اوّل اُس کا منشا لدیہ کے میدانوں میں جنگ کرنے کا تھا جہاں اس کی سوار فوج خوب کام دے سکتی۔ لیکن کل لیوپاٹ را ڈری کہ انتی پاتر ناراض ہو جائے گا اور اس کی خاص درخواست پر وہ بالائی فریجیہ میں چلا آیا اور وہیں جاڑے بسر کیے۔ اُس کے سرداروں میں یہاں یہ نزاع پیدا ہوئی کہ اعلا

سپہ سالار کون ہوگا۔ یوم نیس نے کہا تم کو وہ پُرانی کہاوت یاد نہیں کہ موت ادنا اعلا مراتب کو نہیں بخشتی!" پھر ان سرداروں اور تمام سپاہیوں کو قلعے، اور جاگیریں اور نقد تنخواہیں ادا کیں اور ایسی دریا دلی دکھائی کہ وہ سب دوبارہ اس کے گرویدہ ہوگئے۔ ہر سردار جو کسی شہر یا قلعہ پر یورش کرے، یوم نیس کی طرف سے دبا بے دیئے جاتے اور بعد فتح وہاں کے آدمی اور مویشی تک سب مل جاتے تھے۔ مالِ غنیمت سپاہیوں میں لقایا تنخواہ کے حساب سے تقسیم کردیا جاتا تھا۔ اس طرزِ عمل سے وہ خود مقدونیہ والوں میں اتنا ہردل عزیز ہوا کہ جب دشمن کی طرف سے پڑاؤ میں خط پڑے پائے گئے جن میں وعدہ کیا تھا کہ جو کوئی یوم نیس کو مار ڈالے گا وہ سو تیلنت انعام اور مزید اعزاز و اکرام حاصل کرے گا۔ تو وہ نہایت برآشفتہ ہوئے اور اسی وقت سے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہزار چیدہ جوان اس کی حفاظت پر مامور رہیں اور باری باری ساری رات پہرہ دیں۔ اس کی خوشی خوشی سب نے پابندی کی اور یوم نیس کی طرف سے انعام بھی وہی پائے جو بادشاہ اپنے ندیمانِ خاص کو دیا کرتے ہیں۔ چناں چہ قرمزی چغے اور ٹوپیاں بھی اس نے عطا کرنی شروع کیں جو اہلِ مقدونیہ میں بڑا اعزاز تھا کہ صرف بادشاہ دے سکتے تھے۔

خوش قسمتی اور اقبال مندی چھوٹے ظرف والوں کو بھی بلند کردیتی ہے اور اپنے اونچے مقام سے وہ دُنیا کو حقارت سے دیکھنے لگتے ہیں تو ان میں بڑائی اور امیری کی ایک شان نظر آنے لگتی ہے لیکن سچی شرافت اور بلند ہمتی کا امتحان مصیبت میں ہوتا ہے اور وہ بدقسمتی کے

زمانے ہی میں زیادہ نکھرتی اور نمایاں ہوا کرتی ہیں، جیسا کہ اب یوم نیس کے معاملے میں ہوا۔ اپنے ایک آدمی کی غداری سے آرکی نائی (کپادوسیہ) میں انتی گونوس کے مقابلے میں میدان اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن فرار ہوتے ہوتے اس نے غدار کو دشمن کے پاس جانے کی مہلت نہ دی اور گرفتار کر کے سُولی پر لٹکا دیا۔ پھر فرار کا ایسا راستہ اختیار کیا جس کی پیچھا کرنے والوں کو خبر نہ ہوئی اور وہ چکّر کھا کے پھر اپنے سابقہ پڑاؤ پر آگیا۔ یہاں قریب کے دیہات سے دروازوں اور دریچوں کے کواڑ لے کر اس نے اپنے مُردوں کو جلایا اور پھر اُن کی اونچی اونچی قبریں تیار کرا دیں جن کو انتی گون بھی واپسی میں دیکھ کر حیران ہوا اور اس کی ہمت پر آفریں کہی۔ یوم نیس کو یہ موقع بھی حاصل ہوگیا تھا کہ دشمن کے ڈیرے خیموں پر چھاپہ مارے اور مال و دولت کے علاوہ بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لے۔ مگر یہ سمجھ کر کہ سامان کی کثرت سے فوج کی نقل و حرکت دشوار ہو جائے گی اور فراوانی انھیں عیش دوست بنا دے گی، اس نے دشمن کے سردار منان در کو خود ہی خُفیہ اطلاع بھیج دی کہ وہ میدان سے ہٹ کر پہاڑیوں میں چلا جائے کہ سواروں کی زد میں نہ آسکے۔ اور اپنی سابقہ دوستی اور شناسائی کو اس خبر دہی کا سبب بنایا چناں چہ منان در بروقت محفوظ ہوگیا اور یوم نیس نے اپنے مقدونی سپاہیوں کے سامنے، جنھیں وہ اور کسی طرح لوٹ مار کرنے سے نہ روک سکتا تھا، بناوٹ سے افسوس ظاہر کیا کہ دشمن ہاتھ سے نکل گیا۔ بعد میں منان در نے انتی گونوس کو یہ قصّہ سنایا اور اس کے ساتھی یوم نیس کی تعریف کرنے لگے کہ اس نے

کمال نیک نہادی سے ہمارے بال بچوں کو لونڈی غلام بنانے سے ابا
کیا، تو انتی گونوس نے جواب دیا " دوستو، افسوس ہو کہ یہ ہمارا پاس
و لحاظ نہیں بلکہ خود اُس کی مصلحت تھی۔ وہ فراری کا منصوبہ رکھتا ہو
اور اس میں اتنی بیڑیاں اپنی فوج کے پاؤں میں ڈالنی نہیں چاہتا تھا"۔

اب یومنیس نے روزانہ فراری اور بادیہ گردی اختیار کی۔ اور بہت
سے سپاہیوں کو خود چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس کا سبب یا تو
نیک دلی تھی اور یا یہ کہ وہ ایسے لشکر کی قیادت نہ کرنی چاہتا تھا جس
کی تعداد لڑائی کے لیے ناکافی اور فراری کے واسطے اتنی زیادہ تھی کہ وہ
چھپ نہ سکتا تھا۔ پھر وہ لی کونیہ اور کپادوسیہ کی سرحد پر نورا
کے مقام میں پناہ گزیں ہوا۔ اب پان سو سوار اور دو سو زرہ پوش
پیادے ساتھ رہ گئے تھے۔ ان میں سے بھی جو لوگ آیندہ تکالیف کے
اندیشے سے بچ کر جانا چاہتے تھے، انھیں اُس نے خوشی خوشی گلے لگا کر
رخصت کیا۔ اس حال میں جب انتی گونوس لشکر کثیر کے ساتھ قلعۂ
نورا کے سامنے پہنچا اور محاصرہ کرنے سے قبل یومنیس سے ملاقات کرنی
چاہی تو اُس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تمھارے ہاں بہت سے لوگ ہیں
جو تمھاری جگہ سنبھال لیں گے، مگر مجھ پر اگر کچھ بُری بنی تو میرا کوئی
جانشین نہ مل سکے گا، لہٰذا گفتگو کے لیے بُلانا ضروری سمجھتے ہو تو ضمانت
میں پہلے چند آدمی یہاں بھیج دو۔ پھر انتی گونوس نے چاہا کہ وہ اُسے
بالادست کی حیثیت سے خطاب کرے تو یومنیس نے جواب دیا کہ میں جب
تک تلوار چلا سکتا ہوں، کسی کو اپنے سے برتر نہیں سمجھتا"۔ آخر
انتی گونوس نے خود اپنے بھتیجے پتولمی کو اُس کے حسب مطالبہ قلعے

میں بھجوا دیا تو یومنیس ملاقات کے لیے گیا اور وہ دونوں بڑے تپاک اور ایسی محبت سے گلے ملے گویا پہلے باہم نہایت دوست تھے۔ پھر طول طویل گفتگو ہوئی اور اس میں بھی یومنیس نے کسی معافی یا سلامتی کی بجائے مطالبہ کیا کہ سابقہ صوبے اُسے بحال کیے جائیں اور سب خدمات کا صلہ دیا جائے تو حاضرین اس دلیری پر متعجب ہو گئے۔ بہت سے لشکری صرف اُسے دیکھنے جمع ہو گئے تھے کیوں کہ کراتروس کی موت کے بعد سے اہلِ مقدونیہ میں یومنیس کے برابر کسی اور کا چرچا نہ تھا۔ انتی گون کو اندیشہ ہوا کہ سپاہی اُس پر کوئی دراز دستی نہ کر بیٹھیں اُس نے اُنھیں ہٹ جانے کا حکم دیا اور جو آگے بڑھے پڑتے تھے اُن پر پتھر بھی مارے۔ پھر اپنی بغل میں یومنیس کو لیے ہوئے پہرے میں لایا اور مجمع کو بہ مشکل ہٹا کر اُسے خیریت سے واپس قلعے میں پہنچا دیا۔ جب صلح نہ ہو سکی تو انتی گونوس نے قلعے کے گرد ایک دیوار بنوا دی اور محاصرے کے قابل جمعیت وہاں چھوڑ کر باقی لشکر واپس لے گیا۔

محصور قلعے میں یومنیس کے پاس غلے نمک اور پانی کی کمی نہ تھی ان کے سوا کوئی چیز یا نعمتیں بے شبہ میسر نہ تھیں لیکن جو کچھ تھا، وہ اسی پر قانع اور باری باری اپنے رفیقوں کی دعوت کرتا رہتا تھا اور اپنی خوش دلی اور حسنِ اخلاق سے صحبت کو پُر لطف بنا دیتا تھا۔ اس کے ہنس مکھ چہرے پر بڑھاپے یا جنگی زندگی کے آثار نہ تھے بلکہ نرمی اور شگفتگی پائی جاتی تھی اور اس کے اعضا ایسے نفیس تھے کہ معلوم ہوتا تھا کمالِ حسنِ تناسب کے ساتھ تراش کر بنائے گئے ہیں۔ وہ اعلا درجے کا فصیح البیان تو نہ تھا مگر باتوں میں دل کشی اور تاثیر تھی، جیسا کہ

اس کے خطوط کی عبارت سے اندازہ ہوسکتا ہی۔

محصوروں کو سب سے بڑی مصیبت جگہ کی تنگی تھی۔ اوّل تو اُن کے حجرے بہت چھوٹے پھر کُل میدان گھیر میں دو فرلانگ سے زیادہ نہ تھا اور اُنھیں اور اُن کے گھوڑوں کو کسی بھاگ دوڑ کا موقع نہ ملتا تھا کہ کھانا ہضم کرسکیں۔ اس کا علاج اور آیندہ فراری کے لیے بھی اُن کو مستعد رکھنے کی غرض سے یومنیس نے سب سے بڑا کمرہ جو ۲۱ فیٹ لمبا تھا، اُن کی چہل قدمی اور تیز قدم چلنے کی مشق کے واسطے مخصوص کیا اور گھوڑوں کے لیے بڑے بڑے حلقے بنوائے کہ گردن میں ڈال کر انھیں پہلے پچھلے پانوؤں پر کھڑا کیا جائے کہ اگلے پانو دیوار سے ذرا ٹکائے رکھیں اور پھر سائیس چابک اور آوازوں سے اُن کو بھڑکائیں کہ وہ دولتیاں اُچھالیں اور ہر طرف اس قدر مُڑیں تڑپیں کہ جھاگ آجائے اور پسینے پسینے ہو جائیں۔ یہ قوت و رفتار دونوں کے حق میں بہت اچھی ورزش تھی اور اس کے بعد انھیں دلا ہوا دانہ دیتے تھے کہ آسانی سے چبا کر ہضم کرسکیں۔

محاصرے نے طول کھینچا اور اُدھر انتی گونس کو خبر ملی کہ انتی پاتر نے وفات پائی اور مقدونیہ میں کسان در اور پولی سپرکون کے اختلافات سے معاملات میں ابتری ہو رہی ہو تو اُسے خود سب کا حاکم بن جانے کی امید پیدا ہوئی اور اس کام میں امداد و مشورے کی غرض سے یومنیس کو بھی اپنی طرف لانا چاہا۔ چناں چہ ایک قاصد بھیجا اور وہ حلف نامے کی تحریر بھی لایا۔ اسے یومنیس نے ترمیم کردیا اور خود محاصرہ کرنے والے مقدونی سپاہیوں کو دونوں عبارتیں سُنائیں

کہ پہلی میں تو سابق بادشاہوں کا معمولی تذکرہ اور زیادہ تعریف توصیف خود انتی گونوس کی تھی اور یومنیس نے اولم پیاس اور ملوک مقدونیہ کا نام لے کر اُسے ان سب کی وفاداری کا حلف نامہ بنا دیا تھا کہ وہ انتی گونوس کا نہیں بلکہ اولم پیاس (ملکہ) اور ان سب بادشاہوں کا وفادار ان کے دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن رہے گا۔ مقدونیوں نے بھی یہ صورت زیادہ مناسب سمجھی اور اسی عبارت کے مطابق حلف لیا اور محاصرہ اٹھا دیا۔ یومنیس نے کپادوسیہ کے یرغمال چھوڑ دیے اور ان کے عوض جنگی گھوڑے، باربرداری کے جانور اور خیمے حاصل کیے اور جو سپاہی فراری کے زمانے میں چھُوٹ کر اب آوارہ پھر رہے تھے ان سب کو پھر جمع کر کے قریب ایک ہزار سوار لے کر قلعے سے نکل بھاگا کیوں کہ انتی گونوس حلف نامے کی ترمیم پر بہت بگڑا اور اُس نے حکم دیا تھا کہ پھر یومنیس کو گھیر لیا جائے۔

ادھر فراری کی حالت میں اُسے انتی گون کے حریف امیروں اور خود اولم پیاس کے خط ملے کہ وہ سکندر کے شیرخوار بچے کی حفاظت کے لیے مقدونیہ آجائے۔ مگر شاہ فی لپ اور پولی سپرکون کا مراسلہ آیا کہ وہ کپادوسیہ کے سپہ سالار کی حیثیت سے وہیں رہ کر انتی گونوس کا مقابلہ کرے اور کوان دا کے شاہی خزانے سے پان سو تیلنت اپنے نقصانات کی تلافی اور مصارفِ جنگ کے لیے حاصل کر لے۔ یہی حکم انتی جنیس اور تیوتاموس کو بھیجا گیا، جو ارجی راس پی ڈ قبائل کی فوج کے اعلا سردار اور یہاں مقدونی حکومت کی طرف سے خزانے کے محافظ تھے۔ وہ ظاہر میں یومنیس کے ساتھ تکریم و ادب سے پیش

آئے لیکن صاف معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے حاکم بنا دیے جانے کو اپنی سُبکی سمجھتے ہیں اور دل میں حسد و رقابت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اسی کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اُس نے پہلے تو رُپیہ لینے سے انکار کر دیا جیسے ضرورت مند ہی نہ تھا اور پھر ان اہلِ ہوس کو جو حکومت کی قابلیت نہ رکھتے تھے اور اطاعت کرنے پر راضی نہ تھے اُن کی توہم پرستی سے مغلوب کیا۔ یعنی کہا کہ میں نے خواب میں سکندر کو دیکھا کہ ایک آراستہ شاہی بارگاہ کو دکھاتا ہے جس کے اندر تخت بچھا تھا، اور کہتا ہے کہ اگر تم یہاں بیٹھ کر شوریٰ کروگے تو خود میں تمھارے جلسے میں موجود رہوں گا اور تم میرے نام سے جو فیصلہ یا کام کروگے اُس کی سرپرستی کروں گا۔" وہ دونوں سردار جو خود ہی یومِنیس کے پاس آنے اور مشورہ لینے سے جی چُراتے تھے، اس پر فوراً اعتقاد لے آئے اور واقعی سکندر کا ایک بڑا خیمہ نصب کرکے اس میں تخت شاہی بچھوایا اور اپنے جملہ معاملات اسی کے اندر طے کرنے لگے۔

ایشیا (کوچک) کے اندرونی علاقوں میں پیوکس تس اور سکندر کے دوسرے صوبے دار اس فوج سے ملاقی ہوئے اور مقدونی سپاہیوں کی (جو پہلے ہی عجمیوں کی خوشامد اور غلامی سے مغرور و سرکش ہو گئے تھے اور مفتوحہ ممالک میں دولت و عیش نے ان کی عادتیں بگاڑ دی تھیں) بڑی تعریف توصیف کی۔ ہر مدعی امیر اُن کی خاطر مدارات میں غلو کرنے لگا جس کی بدولت یہ لشکر گاہ چند ہی روز میں عیش گاہ نظر آنے لگی جہاں سپاہی تیغ زنی کی بجائے رائے زنی میں مصروف پائے جاتے تھے اور جیسا جمہوری ملکوں میں ہوتا ہے، ہر امیدوار کی طرف سے اُن کی

تائید حاصل کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔ یوم نیس کو یہ بھی اندازہ ہوا کہ مقدونیہ کے بڑے بڑے سردار ایک دوسرے سے بیزار اور خود اس کی طرف سے سب مشکوک ہیں بلکہ فکر میں ہیں کہ موقع ملے تو اس کا قصّہ پاک کر دیں لہذا اس نے رُپیہ نہ ہونے کے بہانے سے ان سرداروں سے بڑی بڑی رقمیں قرض لیں۔ جو زیادہ نفرت کرتے تھے انھی سے زیادہ رُپیہ لیا کہ پھر وہ اُس پر مہربان ہو جائیں اور اپنا رُپیہ ڈوب جانے کے خوف سے اُسے گزند پہنچانے سے پرہیز کریں۔ اس طرح دشمنوں کی دولت اس کی ذات کی پہرہ دار بن گئی اور رُپیہ سے کر اس نے سلامتی خریدی حال آں کہ عام طور پر اس غرض کے لیے رُپیہ دیا جاتا ہے، وصول نہیں کیا جاتا۔

جب تک خطرہ سامنے نہ آیا تھا، مقدونی سپاہی مدعی سرداروں سے خوب رُپیہ اینٹھتے رہے اور جو زیادہ بنتے تھے اور سپہ سالاری کی شان بنا بنا کے خدم و حشم کے ساتھ رہتے تھے یہ بھی انعام اکرام کے عوض میں اُن کی دربار داری کرتے رہے لیکن جب وقت انتی گونوس فوج گراں لیے ہوئے بڑھا اور مقابلے کے لیے واقعی ایک سپہ سالار کی ضرورت ہوئی تو نہ صرف عام سپاہیوں کی نظر یوم نیس ہی پر پڑتی تھی بلکہ یہ سردار جو امن و آرام کے زمانے میں ایسے بڑے دکھائی دیتے تھے، اُسی کی طرف جھکے اور جہاں اُس نے حکم دیا چپکے سے وہیں خدمت بجا لانے لگے۔ انتی گون نے پاسی تی گریس (دُجیل) ندی کو اُترنا چاہا تو دوسروں کو خبر بھی نہ ہونے پائی اور یوم نیس ہی نے بڑھ کر گھاٹوں پر اسے روکا اور اتنے آدمی قتل کیے کہ ندی لاشوں سے پٹ گئی اور

وہ چار ہزار قیدی پکڑ کر لایا۔ انھی دنوں وہ بیمار پڑ گیا تو مقدونی سپاہیوں نے خاص طور پر اس بات کا مظاہرہ کیا کہ اگرچہ دوسرے سردار انھیں دعوتیں کھلاتے اور جلسے دکھاتے تھے مگر اُن کی رائے میں فوج کو لڑانا اور قیادت کرنا وہی جانتا تھا۔ چناں چہ حدود ایران میں پیوکس تس نے بڑی پر شکوہ دعوت کی اور ہر سپاہی کو ایک بکری قربانی کے لیے دی۔ گویا اپنے اعلا سپہ سالار ہونے کا اطمینان کر لیا لیکن چند ہی روز بعد وہ کوچ کر رہے تھے اور بیمار یومنیس ایک پالکی میں لشکر سے ذرا فاصلے پر لایا جا رہا تھا کہ اس کے آرام میں خلل نہ پڑے کہ خلاف توقع دشمن کی فوج بیچ کی پہاڑیوں سے نکل کر میدان میں بڑھتی نظر آئی۔ جب سورج کی کرنوں سے اُن کے سنہری اسلحہ چمکے، قطار در قطار سپاہی جنگی ترتیب سے حرکت کرتے اور ان کے ساتھ بڑے بڑے ہاتھی اونچی اونچی عماریاں لیے اور سپاہی قرمزی وردیاں پہنے دکھائی دیئے جو ان کے جنگ میں جانے کی علامت تھی، تو اِدھر کی فوج چلتے چلتے رُک گئی اور اگلی صفوں نے یومنیس کو پکارنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنے نیزے زمین میں گاڑ دیے اور اپنے سرداروں کو بھی ٹھیرا لیا کہ بغیر یومنیس کے کوئی حرکت نہ ہو شمشیر آزمائی نہ کی جائے۔ یومنیس کو یہ خبر پہنچی تو وہ پالکی والوں کو دوڑاتا ہوا آیا اور دونوں طرف کے پردے ہٹا کر خوش خوش اپنا سیدھا ہاتھ آگے نکالا۔ سپاہیوں نے اسے دیکھتے ہی مقدونی بولی میں سلامی دی اور ڈھالیں برچھیوں سے ٹکرا کر زور سے نعرہ لگایا اور دشمن کو للکارا کہ اب ہمارا قائد آگیا ہے،

میدان میں آجاؤ۔

انتی گونوس کو بعض قیدیوں سے معلوم ہوا کہ یومن اتنا علیل ہے کہ اسے پالکی میں اٹھائے پھرتے ہیں تو اسے یقین ہوگیا کہ دوسرے سرداروں کو مار لینا کچھ مشکل نہ ہوگا، لہٰذا اور زیادہ عجلت سے لڑنے چلا۔ مگر قریب پہنچ کر حریف کی صف بندی دیکھی تو حیرت میں پڑگیا۔ آخر جب پالکی ایک بازو سے دوسری طرف جاتی نظر آئی تو اپنے حسبِ عادت زور سے ہنسا اور ساتھیوں سے کہنے لگا "اوہو، معلوم ہوا، یہ پالکی ہم سے لڑنے آئی ہے!" پھر فوراً اُلٹے پانو واپس ہوا اور کچھ دُور پر ڈیرے ڈال دیے۔ یومِنیس کے لشکر کو جو مہلت ملی تو وہ پھر پہلے ہی طرح سرداروں سے خوشامد کرانے لگے اور اُن کی ڈھیل پاکر گابنی قوم کے سارے علاقے میں جاڑا بسر کرنے کے لیے پھیل گئے۔ حتّٰی کہ لشکر کے اگلے حصّے سے ان کا فاصلہ عقب میں ہزار فرلانگ کے قریب ہوگیا انتی گونوس نے یہ معلوم کرکے چاہا کہ پہاڑی راستوں سے جاکر یک بہ یک ان پر ٹوٹ پڑے لیکن قریب ہونے کے باوجود وہ راستے بڑے دشوار گزار ثابت ہوئے اور سرد ہوا اور پالے سے اس کے سپاہیوں کو سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اُنھیں آگ جلانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا اور جگہ جگہ الاؤ دیکھ کر دشمن تک اُن کی خبر پہنچ گئی۔ پیوکِس‌تس تو یہ سُن کر بہت گھبرایا اور فرار ہونا چاہتا تھا مگر یومِنیس نے اُسے اطمینان دلایا اور ایک طرف تو منتشر سپاہیوں کو جلد سے جلد جمع ہونے کے احکام بھیجے اور

دوسری طرف ایک اونچی پہاڑی پر خود بہت سی آگ روشن کرائی جیسی لشکر کے پڑاؤ میں ہوتی ہے۔ انتی گونوس دھوکے میں آگیا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن پہلے سے باخبر اور جنگ کے لیے تیار ہے اور خود اُس کی فوج تھکی ہوئی ہے، قریب کا راستہ چھوڑ کر پھر واپس جانا چاہتا تھا لیکن اثنائے سفر میں معلوم ہوا کہ یہ محض یومنیس کی چال تھی۔ تب وہ پھر لشکر لے کر میدان میں لڑنے کے لیے آگے بڑھا۔

اس عرصے میں اکثر دستے یومنیس کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ اُس کی دانائی کی سب نے تعریف کی اور فیصلہ کیا کہ پورے لشکر کا اعلا سپہ سالار وہی ہوگا۔ اس موقع پر ارجی راسپی قوم کے اُنھی سرداروں کو جو پہلے سے جلتے تھے، پھر حسد ہوا اور انھوں نے بہت سے سکندری امیروں اور سرداروں کو ملاکر سازش کی کہ آیندہ جنگ میں یومنیس کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کے بعد پھر اُسے ہلاک کر دیا جائے۔ اُن کے منصوبے کی خبر ہاتھیوں کے سردار یوڈاموس اور ایک اور شریکِ سازش (خِدی موس) نے یومنیس کو پہنچا دی۔ یہ محض دوستی اور مہربانی نہ تھی بلکہ اُنھیں اپنے قرض رُپے کا فکر تھا جو یومنیس نے اُن سے لیا تھا۔ بہر حال وہ اُن کا شکریہ ادا کرکے اپنے خیمے میں آیا اور دوستوں سے کہا کہ "میں جنگلی جانوروں کے گلّے میں بسر کر رہا ہوں۔" پھر اپنا وصیت نامہ تیار کیا اور جملہ مراسلات پھاڑ

دیے کہ مبادا اُس کی موت کے بعد کسی مراسلہ نگار پر آفت آئے یا کسی کا راز ظاہر ہو جائے۔

یہ بھی انتظام کرنے کے بعد، پہلے تو اُسے خیال آیا کہ دشمن کو لڑائی جیتنے دے اور یا سِلاسِیہ کے راستے خود نکل جائے اور براہ ارمنیہ جاکر کپادوسیہ پر قبضہ کرلے لیکن کوئی رائے قائم نہ کرسکا۔ اس کی طبیعت کو بھی تلونِ روزگار نے متلوّن بنا دیا تھا۔ آخر فوج کی صف بندی کا حکم دیا اور یونانی اور عجمی دستوں کی ہمت بڑھائی۔ اس وقت سکندر کے مقدونی اور اَرجی راسپی سپاہیوں نے خود اس کا حوصلہ بڑھایا اور کہا ذرا پروا نہ کرو۔ دشمن کی مجال نہیں کہ ہمارے سامنے ٹھیر سکے گا۔" اور واقعہ یہ ہے کہ وہ فی لپ اور سکندر کے پُرانے آزمودہ کار سپاہی تھے جن کی ساری عمر جنگ و جدال میں گزری اور کبھی انھوں نے شکست نہ کھائی تھی۔ ان میں سے بہت سے ستّر برس کے ہو گئے تھے اور ساٹھ سے کم کا تو کوئی بھی نہ تھا۔ اس لیے جب انھوں نے انتی گونوس کے لشکر پر دھاوا کیا تو چلّائے کہ "حرامیو، تم اپنے باپوں سے لڑنے آئے ہو!" اور اس غیظ و غضب کے ساتھ حملہ آور ہوئے کہ دشمن کی پیوستہ صفیں (= فالانکس) بھی تابِ مقاومت نہ لاسکیں اور اس کے قدم اُکھڑ گئے۔ اُن کی تعدادِ کثیر انھی بوڑھے حملہ آوروں کے ہاتھ سے ماری گئی اور باقی ماندہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ پیادوں کی اس ہزیمت کے باوجود انتی گونوس کی سوار فوج نے غلبہ حاصل کرلیا اور یومِنیس کی غفلت اور نامردی سے نیز اس وسیع اور

کم زور مٹی کے میدان میں گرد و غبار کے بلند ہونے سے، اُسے موقع مل گیا کہ اچھی طرح نظر آئے بغیر حریف کے خیمہ و خرگاہ پر قبضہ کرلے۔ جب لڑائی رُکی تو تیوتاموس نے اسے پیام بھیجا کہ یہ سامان واپس کر دو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نہ صرف یہ سامان واپس کردوں گا بلکہ ارجی راسپی کو اور بھی فائدے پہنچاؤں گا بہ شرطے کہ وہ یومِ نیس کو میرے حوالے کر دیں۔ یہ سُن کر ان دغا بازوں نے اسے زندہ دشمن کے حوالے کرنے کا قصد کیا اور اُس کی فتح کی تعریفیں اور دوسرے سرداروں کی مذمت کرتے اور بعض اپنے سامان کے چھن جانے کا دُکھڑا روتے ہوئے اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُسے گھیر کر ایک دم ٹوٹ پڑے اور تلوار چھین کر خود اُس کی پیٹی سے مشکیں کس دیں۔

انتی گونوس نے اُسے لانے کے لیے نکاتور کو بھیجا تو یومِ نیس نے التجا کی کہ مجھے مقدونیہ والوں کی صفوں میں لے چلو، میں اپنے لیے کوئی استدعا یا شکوہ شکایت کیے بغیر اُن کے فائدے کی کچھ باتیں اُن سے کہنا چاہتا ہوں۔ چناں چہ سب طرف خاموشی ہوگئی اور وہ ایک بلند جگہ کھڑا کیا گیا تو بندھے ہاتھ ہی کو بڑھا کر اس نے یہ تقریر کی :۔

"اے کمینہ ترین مقدونیو، تم نے اپنے سپہ سالار کو قیدی بنا کے خود انتی گونوس کے حوالے کر دیا۔ یہ اُس کی فتح کی ایسی یادگار نصب کی کہ اس سے بہتر کی وہ آرزو بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تمھیں شرم نہ آئی کہ صرف اپنے اسباب کی خاطر تم نے جیتی لڑائی کے ہارنے کا اقرار کر لیا۔ یہاں تک کہ اسی مال اسباب کی واپسی کی قیمت میں اپنے سپہ سالار کو

بیچ ڈالا ، گویا فتح ہتھیار سے نہیں ، مال اسباب کی ہوتی ہو۔
رہا میں ، تو میں کسی سے مغلوب نہیں ہوا اور قیدی ہونے
کے باوجود اپنے دشمن پر غالب اور دوستوں کی دغا کا شکار
ہوں ۔ میں تم کو عطارد کی جو سپاہیوں کا مربیؔ ہو اور
سب دیوتاؤں کی جو دغا کا انتقام لینے والے ہیں ، قسم دیتا ہوں
کہ مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالو ۔ کیوں کہ مجھے اُس طرف والوں
نے قتل کرایا تو بھی میرا خون تمھاری ہی گردن پر رہے گا ۔ وہ ایک
ہی بات ہو بلکہ انتی گونوس تو یوم نیس کو زندہ نہیں ، مردہ چاہتا ہو
وہ مطلق گلہ نہ کرے گا ۔ اور تم اپنے ہاتھ سے یہ کام نہیں کرتے
تو کم سے کم میرا ایک ہاتھ ہی کھول دو کہ وہ یہ کام انجام دینے کو
کافی ہو ۔ اور اگر تم کو یہ جرات بھی نہیں ہوتی کہ میرے ہاتھ میں تلوار
دو تو مجھے باندھ کر جنگلی جانوروں کے آگے ہی پھینک دو ۔ تم ایسا کروگے
تو بھی میں سمجھوں گا کہ اپنے سپہ سالار کے ساتھ بڑی دوستی اور انصاف
کیا اور اپنی موت کے مواخذے سے تم کو بالکل بری کردوں گا ۔"

جس وقت وہ یہ تقریر کر رہا تھا ، دوسرے سپاہی رنج
سے رونے لگے لیکن ارجی راس پی چلاّئے کہ اُس کی فضول باتوں
کو مت سنو اور آگے لے چلو کہ یہ تراکی بلا جس نے صد ہا
معرکوں میں اہلِ مقدونیہ کو ستایا اور ضائع کرایا ہو ، اپنے
کیفرِ کردار کو پہنچے ۔ اس کی موت سے کہیں زیادہ رنج دہ بات ہوگی کہ
فی لپ اور سکندر کے چیدہ ترین سپاہی اپنی ساری عمر کی محنت کا
صلہ پانے سے محروم رہیں اور بڑھاپے میں نانِ شبینہ کے محتاج

ہوں اور تین تین رات اُن کی بیویاں دشمن کے قبضے میں رہیں۔ پس وہ اس پر تعدی کرتے ہوئے آگے لے چلے۔ انتی گونوس مجمع کو دیکھ کر پریشان ہوا لشکر گاہ میں اور کوئی یونانی نہ رہا تھا۔ اُس نے اپنے سب سے بڑے ہاتھی اور میدانی و پادھی نیزہ بردار بھیجے کہ آنے والے اژدہام کو دُور ہی روکیں۔ پھر یہ بھی برداشت نہ کرسکا کہ یومنیس جس کے ساتھ سابق میں ایسے دوستانہ مراسم تھے، اس حال میں سامنے لایا جائے اور جب لانے والوں نے دریافت کیا کہ آپ اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں تو اُس نے جواب دیا "جیسا ایک شیر ببر یا ہاتھی سے کرتا"۔ پھر ذرا دیر بعد ترس کھا کے حکم دیا کہ اس کی بھاری زنجیریں کاٹ دی جائیں اور ایک نوکر کو مالش کے لیے جانے کی اور اس کے دوستوں کو جو ملنا چاہیں ملاقات کی اجازت دی جائے۔ وہ خود بھی اگر کوئی چیز چاہے تو منگوا سکتا ہے۔ انتی گونوس کئی روز تک سوچ میں رہا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ کبھی کبھی وہ نیارکوس (کریتی) اور اس کے فرزند کی رائے ماننے پر بھی مائل ہوتا تھا جو یومنیس کو زندہ سلامت چھوڑنے پر اصرار کرتے تھے۔ بہ جائے کہ اور سب کا تقاضا تھا کہ اسے فوراً مروا دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ خود یومنیس نے ایک دن اپنے محافظ (اونومارکوس) سے سوال کیا کہ اب میں انتی گونوس کے ہاتھ میں ہوں، وہ یا تو جواں مردی دکھائے اور چھوڑ دے ورنہ خاتمہ کرے، اس میں اتنی دیر لگانے کی کیا بات ہے؟ اونومارک نے خیرہ سری سے جواب دیا کہ موت سے ایسی بے پروائی قیدخانے کی بجائے

میدانِ جنگ میں دکھائی ہوتی ؟ یومنیس نے کہا "یقین جاننا میدانِ جنگ میں بھی میں موت سے اسی طرح بے پروا رہ کر لڑا اور کوئی مجھ پر غالب نہیں آسکا " اونومارک نے جواب میں کہا " اچھا اب تو آپ کو حریفِ غالب مل گیا ۔ جو اُس کی مرضی ہو خاموشی سے قبول کرو "

جب انتی گونوس نے اسے مارنے کا فیصلہ کیا تو اس کی غذا بند کرادی ۔ دو تین دن کے فاقے نے اُسے قریب بہ مرگ پہنچا دیا تھا لیکن کوچ کی فوری ضرورت پیش آگئی تو جلاد بھیج کر اُسے قتل کرا دیا گیا ۔ انتی گونوس نے لاش اُس کے دوستوں کے حوالے کردی اور اجازت دی کہ جلا کر اُس کی راکھ ایک چاندی کے ظرف میں اُس کی بیوی بچوں کو بھیج دیں ۔ اس طرح یومنیس کا خاتمہ ہوا ۔ اور قضا و قدر نے اُس کے ساتھ دغا کرنے والوں سے انتقام کا کام بھی کسی اور سے نہیں خود انتی گونوس سے لیا جو ارجی راس پی سپاہیوں کو درندہ صفت بدمعاش سمجھ کر اس قدر بیزار ہوا کہ اُنھیں اراکوسیہ کے صوبے دار کے حوالے کر دیا کہ ہر تدبیر اور ذریعے سے اُن کا قلع قمع اور استیصال کر دے تاکہ اُن میں سے ایک شخص بھی پلٹ کر مقدونیہ نہ جا سکے بلکہ یونان کے سمندر تک کو بھی دوبارہ نہ دیکھنے پائے ۔

سرتوریوس اور یومنیس کا موازنہ

یومنیس اور سرتوریوس کی زندگی کے مشہور واقعات یہ ہیں جو ہمارے علم میں آئے اور ان میں پہلی مشترکہ چیز یہ تھی کہ دونوں پردیسی، جلاوطن ہوکر اغیار و اجانب کی بڑی بڑی فوجوں کی قیادت کرتے رہے جن میں مختلف اقوام کے جنگجو شامل تھے۔ سرتوریوس کی خصوصیت یہ ہو کہ اس کے ساتھیوں نے ہمیشہ اور بالاتفاق اسے اعلا سپہ سالار تسلیم کیا اور اس کی شہرت اور اوصاف کے سامنے سر جھکایا مگر یومنیس کے بہت سے رقیب کھڑے ہوئے اور وہ صرف اپنا کام دکھاکر برتری حاصل کرسکا۔ پہلے کی پیروی اس لیے ہوئی کہ لوگ دل سے اس کی سپہ سالاری میں رہنا چاہتے تھے اور دوسرے کی اقتدا کرنے والوں کو اپنی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ خود قیادت نہ کرسکے تو اُس کی ہدایت پر کاربند ہوئے۔ پھر پہلا تو رومی نژاد اور اسپین اور لوسی تانیہ والوں کا سپہ سالار تھا جو سال ہا سال سے رومہ کے محکوم ملک تھے لیکن دوسرا کرسونسی یا تراکی شخص تھا جس نے مقدونیوں پر حکم چلایا جو دنیا کے فاتح اور اس وقت اقوامِ عالم کو زیر کررہے تھے۔ سرتوریوس کو اپنے ملکی اعزاز اور سابقہ جنگی خدمات کی بنا پر رتبۂ سالاری دیا گیا مگر یومنیس دفتری دبیر یا میر منشی کے درجے سے، جہاں کوئی

توقیر نہ تھی، قیادت اعلا کے مرتبے پر پہنچ گیا اور جس طرح شروع میں ترقی کے مواقع محدود تھے، اسی طرح آگے چل کر بڑے بڑے موانع پیش آئے کہ ایک طرف کھلے دشمن سے مقابلہ تھا اور دوسری طرف خود گھر میں لوگ خفیہ سازشیں کر رہے تھے۔ سرتوریوس کو ایسی عداوت سے سابقہ نہ پڑا۔ صرف آخر عمر میں چند شناسا اس کے خلاف سازش میں شریک ہوئے ورنہ میدان میں کام یابی اُسے خطروں سے محفوظ کر دیتی تھی بہ حالے کہ پومپئیس کی ہر جنگی فتح حاسدوں کے بغض سے مزید خطروں کا سبب بن جاتی تھی۔

لڑائی میں اُن کے کارنامے یکساں اور مماثل ہیں مگر طبعی میلانات ایک سے نہ تھے۔ پومپئیس جنگ و مجادلت کا شائق تھا مگر سرتوریوس امن و عافیت کو پسند کرتا تھا۔ پہلا اگر چاہتا تو مقدونی سرداروں سے لڑائی کا خطرہ مول لینے کے بجائے اُن کے راستے سے ہٹ جاتا اور عزت و سلامتی کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ مگر سرتوریوس جو کسی ملکی خلفشار میں پھنسنا نہ چاہتا تھا، اپنی حفاظت کی خاطر مجبور ہوا کہ اُن سے جنگ کرے جو اُسے امن امان سے زندہ رہنے دینا نہ چاہتے تھے۔ اگر پومپئیس دوسرے درجے پر قانع ہو جاتا تو انتی گونوس اُس کی رقابت کے خوف سے آزاد ہو کر عنایت سے پیش آتا اور اچھا برتاؤ کرتا۔ لیکن پوم پی کے ہوا خواہ اتنے کے روا دار بھی نہ تھے کہ سرتوریوس کو خاموشی سے زندہ رہنے دیں۔ اس طرح ایک نے تو جنگ اپنی مرضی سے اور سپہ سالاری کی خواہش ہونے کی وجہ سے جاری رکھی اور

دوسرے کو سپہ سالاری مجبوراً قبول کرنی پڑی کہ جو لوگ اس کے خلاف جنگ کرتے تھے اُن سے اپنی حفاظت کرے۔ پس یومِ نیس تو واقعی جنگ جُو تھا کہ اپنی سلامتی پر ہوسِ جاہ کو ترجیح دی اور سرتوریوس صحیح معنی میں سپاہی تھا جس نے شمشیر زنی کرکے اپنی حفاظت کا سامان کیا۔

رہی اُن کی موت، تو ایک غفلت میں مارا گیا جب کہ اسے پہلے سے کوئی گمان بھی نہ تھا۔ اور دوسرے کو روزانہ یہ خطرہ رہنے لگا تھا۔ یہ بھی سرتوریوس کے دھیمے مزاج اور نیک نہاد ہونے کی دلیل ہو کہ اپنے دوستوں سے بدگمان نہ تھا۔ مگر یومِ نیس کی کمزوری ظاہر ہوتی ہو کہ وہ بھاگ نکلنا چاہتا تھا کہ گرفتار ہوگیا۔ سرتوریوس کی موت اُس کی سیرت پہ کوئی داغ نہیں لگاتی۔ دشمن جس کام کو نہ کر سکے تھے، اُسے دغاباز دوستوں کی بہ دولت وہ انجام دیکھنا پڑا۔ مگر یومِ نیس نہ قید میں پڑنے سے بچ سکا۔ نہ قید میں رہنے پہ رضامند ہونے کے باوجود اُس کی جان بچی۔ دونوں صورتوں میں اُس کی خود داری اور بہادری پر حرف آیا۔ کیوں کہ دشمن کے سامنے التجا لا کے، اُسے جو صرف جسم پہ قابو کا ادّعا رکھتا تھا، اُس نے اپنے جسم و جان دونوں کا مالک تسلیم کرلیا۔

اِج سی لاؤس

زِیوشی داموس کا فرزند ارگی داموس اہلِ اسپارٹہ پر بڑی شان سے بادشاہی کرنے کے بعد فوت ہوا تو دو بیٹے چھوڑے۔ ایک اجیس جو عالی خاندان لام پی دو کے بطن سے تھا اور دوسرا اِج سی لاؤس جس کی ماں ملیسی پی دس کی بیٹی یوپولیہ تھی۔ ازروئے قانون باپ کا جانشین اجیس ہوا اور اِج سی لاؤس جسے بہ ظاہر ایک معمولی شہری کی زندگی بسر کرنی تھی۔ ملک کے سخت و خشن ضوابط کے مطابق تعلیم پانے لگا جو نوجوانوں کو بڑوں کی اطاعت سکھانے کے لئے بنائے گئے تھے۔ کہتے ہیں اسی لیے سی مونی دس نے اسپارٹہ کو "مردم آموز" کا خطاب دیا تھا کہ جس طرح وہاں بچھیروں کی مانند نوجوانوں کو مار مار کر سدھاتے تھے، کسی ملک میں شہریوں کو قانون کا پابند اور اطاعت کا خوگر بنانے کی ابتدا سے اتنی سخت تعلیم و تربیت نہ دی جاتی تھی۔ اِن پابندیوں سے ولی عہدِ ریاست مستثنےٰ تھا لیکن اِج سی لاؤس کی خوش قسمتی کہ وہ بادشاہ کا چھوٹا بیٹا پیدا ہوا اور اس لیے فرماں برداری کے جُملہ آئین اُسے سکھائے گئے پھر خوبیٔ بخت سے آیندہ بادشاہی بھی نصیب ہوگئی تو وہ اس کے فرائض کی ادا بھی اچھی انجام دہی کے قابل ہوگیا۔ یعنی حکم رانی اور بادشاہی کے

اوصاف وراثت میں ملے ، اور ابتدائی تعلیم عام شہریوں کی طرح پائی جس نے اُسے لوگوں کے خیالات اور معمولی انسانوں کے جذبات سے بہ خوبی باخبر کر دیا۔

لڑکپن ہی میں جب وہ ایک "گلّے" یعنی لڑکوں کے گروہ میں تربیت پا رہا تھا ، لی سان در کو اس کے ساتھ خاص اُنس ہو گیا۔ وہ سب سے زیادہ اِج سی لاؤس کے مزاج کا تناسب دیکھ کر گرویدہ ہوا۔ کیوں کہ جہاں یہ نوجوان ہمتِ مردانہ ، مسابقت کا جوش اور ایسی حمیت رکھتا تھا کہ کسی سے کم تری اُسے گوارا نہ تھی نہ اپنے راستے میں کسی رکاوٹ اور دشواری کو خاطر میں لاتا تھا ، وہیں طبیعت میں ایسی نرمی اور سلامتی تھی کہ بالادست کا حکم بجا لانے میں سرتابی نہ کرتا تھا۔ اس کی غیرت مندی اگر ایک طرف کسی کا دباؤ نہ مانتی تھی تو دوسری طرف یہ بھی گوارا نہ کرتی تھی کہ تنبیہ اور عتاب کی نوبت آئے۔ یہ عار اُسے ہزار تکلیف و جفاکشی سے زیادہ گراں گزرتا تھا۔

اس کی ایک ٹانگ کسی قدر چھوٹی تھی مگر اس عیب کو جوانی کی رعنائی نے چھپا لیا تھا۔ خود اُسے کچھ پروا نہ تھی بلکہ ہمیشہ اس لنگ پر آپ ہی پھبتیاں کہا کرتا تھا لہٰذا اور لوگ بھی اس کا کچھ خیال نہ کرتے تھے۔ دوسرے واقعہ یہ ہے کہ یہ عیب اُسے محنت یا بہادری کے کاموں سے کبھی باز نہ رکھ سکا اس لیے وہ اور بھی وجہ امتیاز و شہرت بن گیا۔ اپنی تصویر یا تمثال بنانے کی اُس نے زندگی میں کبھی اجازت نہ دی اور ممانعت کر دی تھی کہ مرنے کے بعد بھی کوئی نہ بنائے چناں چہ اُس کی کوئی شبیہ موجود نہیں ہے۔ سب لوگوں کا بیان ہے کہ وہ

پست قامت اور حقیر سا آدمی تھا لیکن ایسا خوش مزاج اور زندہ دل
کہ غم کا اثر یا بڑائی کی نخوت کبھی پاس نہ پھٹکتی تھی اور اسی لیے
بڑھاپے تک اس میں اپنی قوم کے رعنا ترین و خوب رُو نوجوانوں
سے بڑھ کر دل کشی پائی جاتی تھی۔ چھوٹے قد پر مجھے یاد آیا کہ اُس
کے باپ ارکی داموس نے ایک پستہ قامت عورت سے شادی کی
تھی۔ جس پر اسپارٹہ کے حکام نے جرمانہ عائد کیا کیوں کہ انھوں
نے کہا یہ عورت شاہوں کی بجائے "شاہچوں" کی نسل پیدا کرے گی۔
اس کا بھائی اجیس بادشاہی کر رہا تھا جب کہ الکی بیادیس کو
ایتھنز سے دیس نکالا ملا اور وہ صقلیہ سے اسپارٹہ آیا۔ مگر
یہاں آئے زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ اُس کی بادشاہ کی بیوی
تی میہ سے اتنی بے تکلفی بڑھی کہ لوگوں کو شبہ ہوا اور اجیس کے
ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اُس نے بھی اُسے اپنا ہونے کی بجائے الکی بیادیس
کا نطفہ بتایا۔ مورخ دوریس کی بات مانی جائے تو خود تی میہ کو
اس الزام کی پروا نہ تھی بلکہ وہ اتنی آزاد تھی کہ اپنی لونڈیوں سے
چپکے چپکے کہتی تھی کہ بچے کا لیوتی کی دس نہیں، صحیح نام الکی بیادیس
ہے۔ ادھر یہ بھی مشہور تھا کہ الکی بیاد نے یہ تعلق عشق و محبت کی
بنا پر نہیں بلکہ اس جذبے کی وجہ سے قائم کیا تھا کہ شاہانِ اسپارٹہ
اُس کی اولاد میں ہوں۔ بہ ہر حال ان باتوں کا چرچا ہوا تو الکی بیاد
کو اسپارٹہ چھوڑنا پڑا اور وہ بچہ بھی تمام اعزازات سے جو شہزادوں کو حاصل
ہوتے تھے محروم ہوگیا۔ اجیس مرنے لگا تو لیوتی کی دس نے رو رو
کر التجا کی اور چند گواہوں کی موجودگی میں بادشاہ نے اُس کی

فرزندی کا اعلان بھی کیا گیا مگر اجیس کی وفات کے بعد لی سان ڈر نے لیوتی کی دس کے حلالی نہ ہونے کے عذر پر ہی اج سی لاؤس کی طرف داری کی۔ لی سان ڈر انھی دنوں اتھنز پر بڑی بھاری فتح پاکر آیا اور اس کا اقتدار انتہائی عروج پر تھا۔ پھر بہت سے شہری جنھوں نے اج سی لاؤس کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اسی کے حق میں تھے۔ لیکن ڈیوپی تس نامی ایک شخص قدیم کہانت کا بڑا عالم اور مذہبی معاملات کا بہت ہوشیار مانا جاتا تھا اس نے دوران بحث میں ذیل کی پیش گوئی نقل کی:-

خبردار اسپارٹہ، آ نہ جائے
تری تن درستی میں شاہی سقیم
کہ پھر ناگہانی بہت سے فساد
رہیں تجھ میں اور کشت و خون عظیم

اور دعوا کیا کہ ایک لنگڑے آدمی کو لک دمونی قوم (یعنی اہل اسپارٹہ) کا بادشاہ بنانا جائز نہیں۔ مگر لی سان ڈر نے تاویل کرنے میں کوتاہی نہ کی اور جواب دیا کہ اگر قوم کو اس قول سے اندیشہ ہی تو اُنھیں لیوتی کی دس کی طرف سے خبردار رہنا چاہیے کیوں کہ دیوتاؤں کو کسی کے پانو میں لنگ ہونے کی فکر نہیں ہوسکتی البتہ ہرقل کی نسل میں کوئی عیب آیا اور وہ شخص جس کا نسب کھوٹا ہی، اسپارٹہ کا بادشاہ بن گیا تو بادشاہی میں ضرور سُقم آجائے گا۔ اج سی لاؤس نے لیوتی کی دس کے حرامی ہونے کے ثبوت میں یہ بھی بیان کیا کہ نپ تیون دیوتا نے ایک زلزلہ بھیج کر اجیس کو بستر سے پھینک دیا

تھا۔ اُس نے بیوی کے پاس جانا چھوڑ دیا اور پھر دس ماہ کے بعد یہ لڑکا پیدا ہوا۔ غرض ان بیانات پر اجِ سی لاؤس بادشاہ، اور اجیس کی ذاتی املاک کا وارث مان لیا گیا۔ مگر محروم الارث لیوتی کی بجائے اس نے اپنے ننہالی عزیزوں کو متوفّی بادشاہ کی آدھی املاک دے دی کہ شریف اور نیک ہونے کے باوجود یہ لوگ نہایت غریب تھے۔ اس طرح وہ لوگوں کی ناراضی اور حسد کا نشانہ ہونے سے بچ گیا۔ بلکہ عام طور پر اُن کی خوش دلی اور تحسین حاصل کی۔ زِنوفون لکھتا ہو کہ اپنی قوم کی اطاعت کر کے ہی اس بادشاہ نے ان میں اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ پھر وہ جو چاہے کر سکتا تھا۔ اس قول کا مطلب یہ ہو کہ اجِ سی لاؤس نے اسپارٹا کے اِفور و اکابر میں بڑی قوت پالی تھی۔ یہی دو جماعتیں ریاست میں اعلا اختیارات کی مالک تھیں۔ اِفور وہ حاکم تھے جو سالانہ انتخاب کیے جاتے اور اکابر تاحیات مقرر ہوتے تھے۔ یہ دونوں جماعتیں، جیسا کہ لِکرگس کی سوانح میں بیان ہو چکا ہو، بادشاہوں کی روک تھام کے واسطے قائم کی گئی تھیں اور اسی لیے پُشت ہا پُشت سے ان میں اور بادشاہوں میں مقابلہ اور کشاکش ہوتی رہتی تھی۔ مگر اجِ سی لاؤس نے دوسرا راستہ یہ اختیار کیا کہ مخالفت کی بجائے اُن کی مدارات کی۔ ہر معاملے میں اُن سے مشورہ لیا اور اُن کی رائے پر چلتے بلکہ دوڑ پڑنے کے لیے کمربستہ رہنے لگا۔ مسندِ شاہی پر بیٹھ کر وہ مقدمات کا فیصلہ کرتا ہوتا اور اِفور آ جاتے تو وہ اُن کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ اکابر یا مجلسِ بزرگان میں جو نیا شخص منتخب ہوتا اُسے بادشاہ ایک چُغہ اور ایک بیل ہدیہ دیتا۔

غرض اس طرح ظاہری تعظیم وتکریم اور اُن کے اختیارات کو بڑھانے کے پردے میں وہ اُن کی دوستی سے فائدہ اٹھاکر درحقیقت اپنے اختیارات بڑھاتا اور شاہی امتیازات میں اضافہ کرتا رہا۔

عام شہریوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ ایسا تھا کہ لوگ اُس کی دشمنی پر نہیں، البتہ دوستی پر حرف گیری کر سکتے تھے۔ یعنی دشمنوں کے ساتھ وہ ہمیشہ درگزر سے کام لیتا اور دوستوں کو ناجائز حد تک بھی مدد دیتا تھا۔ دشمن کے اچھے افعال کی تعریف وتحسین میں کوتاہی کرنے سے اُسے شرم آتی تھی مگر دوستوں کے بُرے افعال پر بھی بُرا کہنا نہ آتا تھا بلکہ خوشی سے اُن کے ساتھ شامل ہوجاتا اور سمجھتا تھا کہ دوستی کی نیت سے جو کام بھی کیا جائے وہ بُرا نہیں ہوسکتا۔ جب کوئی مخالف گرفت میں آجاتا تو اجِ سی لاؤس کو اُس پر رحم آتا اور معافی کی التجا پر اُسے فوراً معاف کردیتا تھا، جس نے ہر شخص کو اس بادشاہ کا گرویدہ بنا لیا۔ یہاں تک کہ آگے چل کر اِفور بدگمان ہوگئے اور انھوں نے اُس پر جرمانہ کیا کہ وہ لوگوں کو بالکل اپنا بنائے لیتا ہے حال آں کہ وہ ریاست کی مشترکہ مِلک ہونے چاہییں۔ اصل یہ ہے کہ جیسا بعض حکما کی رائے ہے اگر کائنات سے کشاکش اور مخالفت اٹھالی جائے تو سارے اجرامِ سماوی اپنی جگہ ساکت و صامت کھڑے رہ جائیں۔ اشیا کی کامل ہم آہنگی اور باہمی رضامندی ساری حرکت اور بالیدگی کا خاتمہ کردے۔ اسی طرح معلوم ہوتا ہے اسپارٹا کے شارع کی بھی رائے تھی کہ حرصِ جاہ اور مسابقت کے عناصر ملک میں باقی رہنے ضروری ہیں کہ لوگوں کو اچھے کام کرنے کی تحریک ہو اور وہ چاہتا

تھا کہ صاحبانِ قابلیت کے درمیان تھوڑی بہت نزاع اور مقابلہ ہوتا رہے بغیر زحمت و آزمائش کسی کی قابلیت کو بلا ثبوت تسلیم کر لینا اُسے پسند نہ تھا بلکہ ایسے سہل اعتراف و رضامندی کو وہ مصنوعی اور جھوٹی ہم آہنگی جانتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہومر کا بھی نظریہ اسی قسم کا تھا کہ وہ ا‌لی سس اور اکی لس کے درمیان نزاع پیدا ہونے اور "خوف انگیز گفتگو آنے" پر شاہ اگاممنون کو خوش ہوتا دکھاتا ہے۔ اگر یہ حکیم شاعر اعلا ترین اشخاص میں نزاع و منافست کو قوم کے لیے نہایت فائدہ مند نہ سمجھتا تو ایسا منظر کبھی نہ پیش کرتا۔ مگر واضح رہے کہ اس کلیے کو بغیر شرائط و حدود قبول کرنا درست نہ ہوگا کیوں کہ اگر باہمی عداوت کا سلسلہ بڑھا تو پھر شہر و دیار کے حق میں خطرناک اور نہایت مفسد نتیجے پیدا ہو جائیں گے۔

القصہ جب اج سی لاؤس مسندِ شاہی پر متمکن ہوا تو ایشیا سے خبریں ملیں کہ ایران کا بادشاہ بڑے پیمانے پر بحری تیاریاں کر رہا ہے کہ اسپارٹہ کی بحری سیادت کا جبراً خاتمہ کر دے۔ لی سان در کے دل کو لگی تھی کہ دوبارہ ایشیا جانے اور اپنے دوستوں کو مدد پہنچانے کا موقع ملے، جنھیں وہ وہاں کی ریاستوں میں حاکم بنا کر آیا تھا اور اپنی بدنظمی اور جابرانہ طرزِ عمل کی وجہ سے وہ نکالے جا رہے تھے اور بعض صورتوں میں جان سے مار دیے گئے تھے۔ غرض اُس نے اج سی لاؤس کو ترغیب دی کہ عجمی بادشاہ کے حملے سے پہلے خود سبقت کرے اور یونان سے ایرانی علاقوں پر مہم لے چلے۔ ادھر اپنے ایشیائی دوستوں کو بھی لکھا کہ وہ اسپارٹہ سے اج سی لاؤس کی زیرِ قیادت مہم لانے

کی درخواست کریں۔ چناں چہ اس بادشاہ نے مجلس عوام میں آ کر تحریک کی کہ اگر مجھے تیس سردار اور رلوتوں میں سے جنھیں حال میں شہری حقوق دیے گئے تھے، دو ہزار چیدہ جوان نیز چھ ہزار حلیف سپاہی دیے جائیں تو میں یہ خدمت انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ لی سان در کے رسوخ و تائید سے یہ تحریک بلا تاخیر منظور کر لی گئی اور پھر تیس سرداروں کا صدر خود لی سان در مقرر کیا گیا کہ ذاتی شہرت و اقتدار کے علاوہ بادشاہ کا دوست تھا بلکہ بادشاہ اس مہم کی منظوری دلانے میں اس کا بادشاہی دلوانے سے بھی زیادہ احسان مند ہوا تھا۔

جس وقت یونانی لشکر گریس توس کے مقام پر جمع ہو رہا تھا کہ وہاں سے مل کر مہم پر روانہ ہو، اج سی لاؤس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے ای بادشاہ، تجھ سے پہلے سارے یونان کا واحد سپہ سالار، صرف اگا ممنون گزرا ہے جو عجمی دشمنوں ہی کے خلاف اسی مقام سے اپنی مہم لے گیا تھا۔ تو اس کا جانشین ہے لہذا واجب ہے کہ لنگر اٹھانے سے پہلے تو بھی اس کی مثل قربانی ادا کرے۔" اج سی لاوس کو اس وقت یہ بھی یاد آیا کہ اگا ممنون نے کاہنوں کے حکم لگانے کی بنا پر خود اپنی بیٹی اس موقع پر بھینٹ چڑھائی تھی۔ لیکن اسے زیادہ پریشانی نہیں ہوئی اور اس نے بیدار ہونے کے بعد اپنے دوستوں سے کہا کہ میں اپنے پیش رَو کی اس جہالت کی تقلید نہیں کروں گا بلکہ دیوی کی ایسی قربانی دوں گا جو اسے بہت پسند ہو۔ پھر ایک بچھیا کو سہرا بدھی پہنا کر اپنے رمّال

کو قربانی کی رسم ادا کرنے کا حکم دیا۔ مگر یہ بیوشیہ کا علاقہ تھا اور وہاں اُس آدمی کے سوا جو اسی کام کے لیے مقرر ہوتا تھا، دوسرا شخص ایسی قربانی نہیں کرسکتا تھا۔ اہلِ بیوشیہ یہ سُن کر کہ اُن کے قانون کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے بہت بر آشفتہ ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کے پاس اپنے عہدے دار بھیجے کہ قربانی کو روک دیا جائے۔ پھر ان عمّال نے قربان گاہ پر جاکر بچھیا کی رسّیاں کھول دیں۔ اِج سی لاؤس کو بڑی ناگواری ہوئی اور پھر وہ بغیر قربانی کیے جہاز میں روانہ ہوگیا۔ وہ بیوشیہ والوں سے بہت آزردہ اور دوسری طرف ایسی فالِ بد سے جو ساری مہم کی ناکامی کا اشارہ تھی دل شکستہ سا ہوگیا۔

جب وہ افی سوس پہنچے تو اِج سی لاؤس نے دیکھا کہ لی سانڈر کے تعلقات اور اقتدار کس قدر بڑھا ہوا ہے۔ اسی کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ اہلِ مقدمہ اور درخواست گزار سب اسی کے پاس آتے اور جوق در جوق اسے گھیرے رہتے ہیں گویا اِج سی لاؤس فقط رسم پوری کرنے کی غرض سے برائے نام سپہ سالار ہے اور اصلی اختیارات سب لی سانڈر ہی کو حاصل ہیں۔ حقیقت میں وہ ایشیا میں ایسی قوت کے ساتھ سپہ سالاری کرچکا تھا کہ جتنے سپہ سالار پہلے بھیجے گئے اُن میں سے کسی کو یہ بات حاصل نہ تھی۔ کسی نے اپنے دوستوں کو اس طرح سے نہ نوازا تھا اور نہ دشمنوں کی ایسی خبر لی تھی۔ ان واقعات کو زیادہ دن بھی نہ گزرے تھے لہٰذا لوگوں پر اسی کا زیادہ رعب پڑتا تھا خصوصاً اس لیے کہ اِج سی لاؤس کا طرزِ عمل سیدھا

سادہ، عام پسند سا تھا اور لی سان در تحکم کی شان سے ڈانٹ کر مختصر
بات کرتا تھا۔ لوگ اسی کے آگے جھکتے تھے اور اج سی لاوس کا کچھ
زیادہ لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ بات سب سے پہلے اسپارٹا کے
دوسرے سرداروں کو ناگوار گزری کہ ہم بادشاہ کے مشیر نہیں بلکہ
لی سان در کے نوکر معلوم ہوتے ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے خود اج سی لاوس
کو اندیشہ لاحق ہوا کہ جو کچھ بڑے کارنامے دکھائے جائیں گے اُن کی
شہرت لی سان در لے اُڑے گا۔ اور ہر چند یہ بادشاہ مزاج کا
حاسد نہ تھا اور دوسروں کی عزت و شہرت یابی سے اُسے کوئی تشویش
نہ ہوتی تھی، تاہم خود امتیاز پانے کا آرزو مند اور اپنی نیک نامی میں
فرق آنا اُسے گوارا نہ تھا۔ پس اب اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ
اوّل تو لی سان در سے اختلاف کرنے لگا کہ جو مشورہ وہ دیتا اُسے
مسترد اور دوسری تجویزوں پر عمل کرتا۔ پھر کوئی درخواست گزار جس کا
تعلق لی سان در سے ہوتا، بادشاہ کے سامنے آتا تو اس کی درخواست
ادبدا کے نامنظور کر دی جاتی۔ اسی طرح عدالتی مقدمات میں
لی سان در نے جس کے خلاف رائے دی اس کی کامیابی یقینی تھی
اور جس کی خاص طور پر حمایت کی وہ اگر نقصان اٹھانے ہی سے بچ
جاتا تو غنیمت تھا۔

یہ عمل اتفاقی نہ تھا بلکہ پیہم ایک خاص مقصد سے کیا جا رہا
تھا لہذا لی سان در کو جلد اس کا احساس ہو گیا۔ پھر بھی وہ کچھ
مدت تک اپنے ہوا خواہوں سے یہ کہتے ہوئے رکتا تھا کہ تمھیں
میری دوستی کی بدولت نقصان پہنچ رہا ہے لہذا براہِ راست

بادشاہ یا اُن لوگوں کے وسیلے سے عرض معروض کرو جنھیں اُس کے مزاج میں خود لی سان در سے زیادہ دخل حاصل تھا لیکن جب اُس نے اپنی جگہ گلے شکوے شروع کیے تو اج سی لاوس نے علانیہ تذلیل کی غرض سے اُسے گوشت تراشنے کی خدمت پر مامور کیا اور کبھی کبھی عام جلسوں میں بھی از رہِ حقارت کہتا کہ اب (عرضی گزاروں کو) چاہیے کہ میرے گوشت تراش کی دربارداری کریں۔" آخر لی ساندر سے یہ اہانتیں برداشت نہ ہوسکیں اور اُس نے خود اج سی لاوس سے ان لفظوں میں شکایت کی کہ "حقیقت میں آپ اپنے دوستوں کو ذلیل کرنا خوب جانتے ہیں"۔ بادشاہ نے جواب دیا "ہاں، میں اُن کا سر نیچا کرنا جانتا ہوں جو مجھ سے زیادہ اقتدار کا ادعا رکھتے ہیں"۔ لی سان در نے کہا "شاید یہ میرا فعل نہیں، آپ کا قول ہے۔ بہرحال میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ایسی جگہ اور کام پر بھیجیں کہ میں بغیر آپ کو ناخوش کیے آپ کی خدمت کرسکوں"۔

چناں چہ وہ ہلس پونت بھیجا گیا اور وہاں اُس نے ایک ایرانی سردار سپھری داتس کو بھی یونانیوں کی مدد پر تیار کیا اور وہ دو سو سوار اور بہت سا روپیہ لے کر آگیا لیکن لی سان در کو جو رنج پہنچا تھا وہ دل سے نہیں گیا اور وہ اسی وقت سے اس فکر میں رہنے لگا کہ اسپارٹا کے دونوں شاہی خاندانوں کا خاتمہ اور یہ منصب خالص انتخابی کردیا جائے۔ اور اگر وہ بیوشیہ کی جنگ میں مر نہ جاتا تو لوگ سمجھتے ہیں کہ اسی مخالفت کی وجہ سے اسپارٹا میں بڑی شورش برپا کرا دیتا۔ اس طرح قومی حکومت میں

جاہ طلب حوصلہ مند جب اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو فائدے کی بجائے نقصان کا باعث ہوجایا کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ لی سان در کا غرور و خودنمائی نہایت ناگوار اور بے محل تھے مگر اجِ سی لاؤس یقیناً اسے کسی دوسری تدبیر سے راہِ راست پر لاسکتا تھا جو اُس جیسے نام ور ذی حوصلہ آدمی کو اتنی شاق نہ ہوتی۔ کچھ شک نہیں کہ دونوں کو ایک ہی جذبے نے اندھا کیا کہ ایک نے تو اپنے بالادست کا اقتدار نہ مانا اور دوسرا اپنے دوست کی کم زوری کو برداشت نہ کرسکا۔

ایرانی والی تی سافرنس کو اوّل تو لڑنے کی ہمت نہ ہوئی اور اجِ سی لاؤس سے یونانی شہروں کو آزادی دینے کی شرطیں کرنے لگا لیکن جب کافی فوج فراہم ہوگئی تو لڑنے کا ارادہ کیا۔ اسپارٹی بادشاہ خود یہی چاہتا تھا۔ وہ اپنی مہم بڑے بڑے حوصلوں کے ساتھ لے کر آیا تھا اور اُسے یہ بات کچھ لائق فخر نہیں معلوم تھی کہ زِنوفون تو اندرونِ ایشیا سے اپنے دس ہزار یونانی لیے ہوئے سمندر تک پہنچ گیا اور جہاں کہیں اور جب کبھی جی چاہا ایرانی فوجوں سے لڑکر انھیں شکست دی اور وہ خود اسپارٹہ والوں کے لشکر سے کوئی بڑا کارنامہ نہ دکھا سکا۔ حال آں کہ اہلِ اسپارٹہ اس وقت یونان بھر میں بر و بحر پر مسلّط تھے۔ پھر اس نے تی سافرنس کی بدعہدی کے جواب میں یہ جنگی چال کھیلی کہ کاریہ پر جانے کا حیلہ کیا اور ایرانی افواج اس طرف جمع ہوگئیں، تو یکایک پلٹ کر فری جیہ پر چڑھ دوڑا اور وہاں کے بہت

سے شہر فتح اور کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا۔ اپنے اتحادیوں کو بھی اس نے دیکر ظلمی معاہدہ توڑنا تو دیوتاؤں کی تحقیر ہی مگر دشمن کو جنگ میں دھوکا دینا نہ صرف جائز بلکہ نام وری کی بات ہی جس سے فائدے کے علاوہ دل بھی خوش ہوتا ہی۔

سوار فوج کی کمی اور کچھ شگون خلاف نکلنے کے باعث وہ افی سوس میں واپس آیا اور دولت مندوں کو جو خود فوجی خدمت کرنی نہ چاہتے تھے فی کس ایک مسلح سوار فراہم کرنے کا حکم دیا۔ ایسے اشخاص کی تعداد کم نہ تھی اس لیے بہت جلد معقول سوار فوج تیار ہوگئی اور ان میں بزدل سپاہیوں کی بجائے جوان بھی اچھے اور بہادر بھرتی ہوئے کیوں کہ جنھیں لڑائی یا سواری کا شوق نہ تھا انھوں نے جنگ جُو جوانوں کو رُپے دے کر اپنی بجائے فوج میں بھیجا۔ اور اور اس طرح اگاممنون کی وہ مثال عین سفیدِ طلب ثابت ہوئی کہ اُس نے ایک دولت مند بُزدل کو ایک اچھی گھوڑی کا تحفہ لے کر فوج سے دفع کر دیا تھا۔

نقل ہی کہ جب فری جیہ کے قیدی اج سی لاؤس کے حکم سے بکنے کے لیے منڈی میں لائے گئے تو پہلے اُن کے کپڑے اُتار لیے گئے۔ ان کپڑوں کے بہت سے گاہک مل گئے مگر قیدیوں کے جسم، چوں کہ اتنے دن سے اُن کو چلنا پھرنا بھی میسّر نہ آیا تھا، ایسے زرد اور لاغر نظر آئے کہ لوگوں نے ان کا مذاق اُڑایا اور کہا کہ یہ کسی کام کے نہیں ہیں۔ اُس وقت اج سی لاؤس نے جو نیلام میں خود آیا تھا، اپنے یونانیوں سے کہا کہ یہ تو وہ آدمی ہیں جن

سے تم کو لڑنا ہے اور یہ وہ مال ہے جو ان سے لڑ کر تمھارے ہاتھ آئے گا۔"

اگلا موسمِ جنگ آیا تو اس نے اعلان کیا کہ لدیہ پر چڑھائی کروں گا۔ دشمن اس راست گوئی کو پہلے کی طرح دھوکا سمجھا اور اس خیال سے کہ سوار فوج کی کمی کے باعث وہ کاریہ کے پہاڑی علاقے میں لڑنے کو ترجیح دے گا، اپنا لشکر اُسی طرف لایا لیکن پھر اپنی غلطی معلوم ہوئی اور سُنا کہ اِج سی لاوس واقعی لدیہ کے دارالحکومت ساردیس میں پہنچ گیا ہے تو وہ بھی ادھر پلٹا اور کچھ سپاہیوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے، کاٹ دیا۔ لیکن جب اِج سی لاوس نے پورے لشکر سے، پیادہ و سوار فوج کو ملا جلا کر حملہ کیا تو ایرانی مقاومت کی تاب نہ لا سکے اور سخت شکست کھائی۔ یونانیوں نے دُور تک تعاقب کیا۔ بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور دشمن کی لشکر گاہ چھین لی۔

یہ معرکہ بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا ایک تو ایرانی علاقہ تاخت تاراج کے لیے غیر محفوظ رہ گیا دوسرے تی سافرنس جو یونانیوں کا سخت دشمن تھا اور ان پر بڑے بڑے ظلم کر چکا تھا، بادشاہِ ایران کے سامنے طلب ہوا اور اُس کا سر قلم کرا دیا گیا۔ پھر وہاں سے صلح کی گفتگو کرنے ایرانی سفیر اِج سی لاوس کے پاس بھیجے گئے کہ اسے بہت سا رُپیہ دے کر یونان واپس جانے پر آمادہ کریں۔ اس کا جواب یہ تھا کہ صلح کرنے کا اختیار قوم (لِک دمونی) کو ہے، مجھے نہیں۔ رہا رُپیہ، تو اُسے میں اپنی بجائے اپنے سپاہیوں کے

ہاتھوں میں دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں، اور یونانیوں کے نزدیک دشمن کی رشوت سے دولت مند ہونا کچھ شرافت نہیں البتہ اُن کی غنیمت سے مال دار ہونا عزت کی بات سمجھا جاتا ہو؟" بہ ایں ہمہ بادشاہ ایران نے یونانیوں کے دشمن تی سافرنس کو کیفر کردار کو پہنچایا لہذا اُس کی خوش نودی کے لیے وہ اپنا لشکر ہٹا کر فری جیہ لے گیا۔ اسی کوچ میں اسپارٹہ کی حکومت کا بھیجا ہوا عصا اور امارتِ بحر کا عہدہ اُسے ملا۔ یہ وہ عزت تھی جو سوائے اج سی لاوس کے اور کسی کو کبھی نہیں دی گئی اور کچھ شبہ نہیں کہ اب وہ اپنے عہد کا سب سے بڑا اور سب سے نامی گرامی آدمی تھا۔ پھر بھی جیسا تھیوپومپوس نے لکھا ہو، اُس کی شہرت، حکومت و اختیار سے زیادہ ذاتی اوصاف اور نکوئی کی بنا پر چمکتی تھی۔ البتہ ایک خطا یہ کھائی کہ پرانے اور آزمودہ کار لوگوں کو چھوڑ کر بیڑے کا سردار پی سان در کو مقرر کیا اور اس میں فائدہ عام کی بجائے اپنے کنبے والوں خصوصاً بیوی کی (جس کا وہ بھائی تھا) خوشی کو مقدم رکھا۔

پفلاگونیہ کی سرحد پر کوچ کرتے وقت وہاں کے بادشاہ کوتیس نے اپنی خوشی سے اتحاد کا عہدنامہ کیا کیوں کہ وہ اج سی لاوس کو نیکی اور شرافت کا پیکر سمجھتا تھا۔ سپہری داتس بھی جب سے اپنے ایرانی والی فرنا بازو کو چھوڑ کر ادھر آیا، برابر شاہ اج سی لاوس کی خدمت میں جہاں وہ جاتا، ساتھ رہتا تھا۔ اس کے خوب صورت فرزند مگاباتس سے بادشاہ کو بڑی محبت ہوگئی

لہ مصنف کی مراد "یونانی" آدمی سے ہو۔ غیر یونانی کسی شمار قطار میں نہ تھے مترجم

تھی ۔ اُسی کی خوب صورت لڑکی سے جو اب شادی کے قابل تھی، اج سی لاؤ نے کوتیس کی شادی کردی اور اس سے دو ہزار سوار اور دو ہزار نیم مسلح پیادے لے کر پھر فری جیبہ کو تاخت تاراج کرتا رہا ۔ فرنابازو کو میدان میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی نہ کسی مقامی فوج پر بھروسا تھا ، لہذا وہ اپنا قیمتی ساز و سامان ساتھ لیے اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا تھا یہاں تک کہ سپہری داتس اور ایک اسپارٹی سردار ہیری پی دس نے اس کا خیمہ نہ خرگاہ اور سارا سامان لوٹ لیا۔ اس موقع پر ہیری پی دس نے اپنے عجمی سپاہیوں سے جو لوٹ لوٹ کر مال دار ہو گئے تھے ، اتنا سخت محاسبہ کیا کہ سپہری داتس ناراض ہوکر دوبارہ ایرانیوں کی طرف چلا گیا۔ اس خبر نے اج سی لاؤس کو بہت جزبز کیا کہ ایک تو ایسے دلاور سردار اور اس کی جمعیت ہاتھ سے گئی دوسرے زیادہ ناگواری یہ تھی کہ زر پیسے کے ذلیل قضیے نے یہ نوبت پہنچائی حال آں کہ وہ ان چیزوں سے آپ کو اور اپنے ملک کو خاص طور پر ہمیشہ بلند و بالا رکھتا تھا ۔ ان ملکی مصالح کے علاوہ ذاتی طور پر اسے اپنے محبوب مگاباتس کی وجہ سے سپہری دات کے جانے کا سخت قلق ہوا اگرچہ اس ذاتی تعلق کو وہ چھپانے کی کوشش کرتا تھا چناں چہ ایک بار یہ لڑکا اسے بوسہ دینے آگے بڑھا تو اُس نے موتھ پھیر لیا۔ پھر بعض ندیموں نے یہ دیکھ کر کہ اس بے مہری پر لڑکا شرمندہ اور خود بادشاہ پشیمان ہے ، پھر ترغیب دی تو بھی اج سی لاؤس کچھ تامل کے بعد کہنے لگا "بہتر ہے کہ تم اسے میرے قریب آنے کی ترغیب نہ دو۔ اگر ہر چیز جو نظر آتی ہے سونا بن جائے

تو اس پر قبضہ پانے سے بہتر ہیں اسے سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ پر قبضہ رکھوں "۔ لیکن مگاباتس کے سامنے سخن سازی کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ جب وہ موجود نہ ہوتا تو اج سی لاوس اپنی بے قراری نہیں چھپا سکتا تھا۔

اس کے بعد والئ فری جیہ (فرنا بازو) نے اج سی لاوس کے ساتھ ملاقات کی کوشش کی اور ان دونوں کے مشترکہ میزبان، اپولوفن (کی زی کوسی) نے اس کا انتظام کیا۔ مقررہ جگہ پر پہلے لج سی لاوس آیا اور ایک درخت کے نیچے گھاس پر لیٹ گیا اور فرنا بازو کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنے ساتھ نرم کھالیں اور قالین بچھانے کو لایا تھا مگر شاہ اسپارٹہ کو اس حال میں دیکھ سرمندہ ہوا اور خود بھی اپنے نفیس د رنگین لباس کا خیال کیے بغیر گھاس پر بیٹھ گیا۔ فرنا بازو نے ایتھنز کے ساتھ اسپارٹہ کی جنگ میں لٹ دِمونیوں کی بہت کچھ امداد کی تھی اور ان سے گِلے شکووں سے بھرا ہوا تھا چناں چہ رسمی صاحب سلامت اور مزاج پُرسی وغیرہ کے بعد اس نے شکایت کا دفتر کھولا اور کہا کہ جس شخص نے آپ کی قوم کے ساتھ یہ احسان کیا، اسی کے ملک پر حملہ اور تاخت تاراج کرنا، نیکی کا عوض بدی سے دینا ہے۔ اسپارٹہ والے جو وہاں موجود تھے اُن کے سر ندامت سے جھک گئے مگر اجِ سی لاوس نے جواب دیا کہ جس وقت ہماری آپ کے بادشاہ سے دوستی تھی، ہم نے دوستوں کا سا برتاؤ کیا اور اب لڑائی ہے تو دشمنوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ تم کو ہم اُسی بادشاہ کی ملک سمجھتے ہیں اور جو کچھ زیادتی کرتے ہیں وہ تمھاری ذات کو ستانے

کے لیے نہیں بلکہ تمھارے بادشاہ ہی کو اس ذریعے زخم پہنچانا مقصود ہے۔ لیکن تم جس دن بادشاہ ایران کی غلامی چھوڑ کر یونانیوں کی دوستی کو قبول کرلو گے، اسی دن سے یہ ہماری فوج اور بیڑا سب تمھارا ہوجائے گا کہ تمھاری، تمھارے ملک کی اور تمھاری آزادیوں کی حفاظت کرے۔ انسانوں کے لیے سب سے بڑھ کر عزت وشرف اور محبت کے قابل شے یہ آزادی ہی تو ہے۔

یہ سن کر فرنا بازو نے اپنے دل کی بات کہہ دی کہ اگر بادشاہ میری بجائے دوسرا والی مقرر کردے گا تو بے شک میں تمھاری طرف چلا آؤں گا مگر جب تک وہ میری ولایت پر اعتماد کرتا ہے میں بھی ایمان داری سے اس کی خدمت انجام دوں گا اور تم سے لڑنے میں کمی نہ کروں گا۔ اِج سی لاوس نے اس جواب پر تحسین کی۔ ہاتھ ملایا اور یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا "کیا اچھا ہوتا کہ ایسا بہادر آدمی دشمن کی بجائے میرا دوست ہوتا۔" فرنا بازو رخصت ہوگیا تھا کہ اس کا فرزند دوڑ کر اِج سی لاوس کے پاس آیا اور مسکراتے ہوئے کہا:۔

"اِج سی لاوس، میں آپ کو مہمان بناتا ہوں۔" اور ایک چھوٹی برچھی جو ہاتھ میں لیے تھا اُس کی نذر کی۔ اِج سی لاوس نے یہ تحفہ قبول کیا اور اس نوجوان کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ اپنے جلو میں اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی چیز جواب میں ہدیہ دے۔ پھر اِی دیوس دبیر کے آراستہ گھوڑے پر نظر پڑی تو اس کا قیمتی ساز ویراق اتار کر اپنے کم سن دوست کی نظر کیا۔ اس کی عنایت یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ آیندہ بھی برابر اس نوجوان کا خیال کرتا رہا۔ چناں چہ جب اُسے

بھائیوں نے ملک سے نکال دیا اور وہ پلوپونی سس میں آکے رہا تو اِج سی لاوس نے اُس کی پوری طرح خبر گیری کی حتیٰ کہ عشق و محبت کے معاملات میں بھی اس کی مدد کی۔ یعنی اس ایرانی کا ایک اتھنزی محبوب اولمپیہ کے کھیلوں میں شرکت کرنی چاہتا تھا اور بڑے قد و قامت کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ اُسے (لڑکوں کے) مقابلے میں نہ لیا جائے گا، تو اُس نے اُسی دوستی سے کام لیا اور اِج سی لاوس نے بھی بڑی کوشش کاوش کے بعد اس کے محبوب کو مقابلے میں شریک کرا دیا۔

اصل یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں بہت ہی کھرا اور منصف مزاج تھا لیکن کسی دولت کا معاملہ ہوتا تو وہ کہتا تھا کہ یہاں انصاف اور موقع محل کی باریکیاں دیکھنا، دوستی کا حق ادا کرنے سے بچ نکلنے کا حیلہ تلاش کرنا ہے۔ امیر کاریہ ای دِرئیوس کے نام ایک رقعہ اِج سی لاوس سے منسوب اور اب تک محفوظ ہے جس کا یہ مضمون ہے۔

" اگر نی کیاس بے گناہ ہو، تو اُسے بری کیا جائے۔ اگر گناہ گار ہے تو میری خاطر سے بری کیا جائے۔ غرض بری ضرور کیا جائے "۔ دوستوں کے بارے میں اُس کا عام طرزِ عمل ایسا تھا لیکن اس کلیے میں کچھ مستثنیات بھی تھے۔ اور بعض مواقع پر اُس نے دوستوں سے بڑھ کر موقع محل کی رعایت ملحوظ رکھی۔ جس کی ایک مثال ہی رونی موس مکیم نے بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ پڑاؤ کو فوراً اور بے ترتیبی سے منتقل کرنا پڑا تو ایک بیمار دوست ساتھ نہ لے جایا جاسکا۔ وہ اِج سی لاوس کا نام لے کر پکارا اور دست گیری کی

التجا کی ۔ مگر اُس نے موںھ پھیر لیا اور کہا کہ عقل مند اور اسی کے ساتھ رحم دل بھی ہونا بہت دشوار ہی۔

جنگ کا ایک اور سال گزر گیا ۔ اجِ سی لاوس کی شہرت اور بڑھی ۔ بادشاہ ایران کو اُس کے اوصاف کی برابر اطلاع ملتی رہتی تھی کہ اعتدال ، سادہ زندگی اور پرہیز گاری کی بہ دولت خلقت کس درجہ اُس کا احترام کرتی ہی ۔ سفر میں وہ خود عموماً کسی مندر کے اندر قیام کرتا ہی کہ خلوت کے سب کام ، جنھیں اور لوگ آدمیوں کو بھی بتانا ناگوارا نہیں کرتے ، دیوتاؤں کی حضوری میں انجام دے ایسی موٹی چٹائی پر سوتا ہی کہ اتنے بڑے لشکر میں معمولی سے معمولی سپاہی کا بستر بھی بہتر ہوگا ۔ سردی گرمی کی اسے ذرا پروا نہیں اور خدا کا بنایا ہر موسم اُس کے عین مناسب مزاج معلوم ہوتا ہی ۔ ایشیا کے یونانیوں کو بڑی خوشی یہ ہی کہ ایک جھرجھرے لبادے میں رہنے کے باوجود ایران کے بڑے بڑے عمّال و اُمرا جن کی زندگی نخوت و سفاکی اور کمال عیش و عشرت میں گزرتی تھی ، اُس کے آگے کانپتے اور سر جھکاتے ہیں اور اُس کے مُونھ کی نکلی ایک مختصر بات پر جی حضور، جی حضور کہتے اور اپنے سارے ارادے اور منصوبے بدل دیتے ہیں ۔

اکثر یونانی ریاستیں حکومت ایران سے منحرف ہوگئیں ۔ ان سب میں اجی سی لاوس نے مناسب انتظام کیا اور کُشت و خون یا کسی کو خارج البلد کیے بغیر سب کے آئین دُرست کر دیے پھر ادھر سے فارغ ہوکر اُس نے ارادہ کیا کہ ساحل سے ہٹ کر خاص بادشاہ ایران

کے علاقے میں داخل ہو اور اک تبانا (= ہمدان) اور سوس (= اصطخر) پر فوج کشی کرے کہ یہ فرماں روا ثالث بن کر یونانیوں کو باہم لڑاتا اور رُپے دے دے کر آرام سے ان کی جنگ کی فقط سیر نہ دیکھتا رہے۔ لیکن یہ سب عزم اور ارادے اسپارٹہ سے بُری خبریں آنے کی وجہ سے منقطع ہو گئے۔ وطن سے اپی کی دی دس قاصد بنا کے بھیجا گیا کہ اُسے واپس اسپادٹہ لائے جہاں گھر کے قریب ہی بڑی بھاری جنگ چھڑ گئی تھی ؎

خود اپنے عمل سے ملکِ یونان
چال اہلِ عجم کی چل رہا ہے
جو زیر نہ ہو سکا کسی سے
آپ اپنے کو وہ مسل رہا ہے

یونانیوں کی باہمی رشک و رقابت اور خود اپنی تباہی کے لیے ریشہ دوانیوں کو ہم کن الفاظ سے یاد کریں جب کہ ان حرکتوں سنے تقدیر کے مرکب کو عین تیزروی کی حالت میں روک لیا۔ اس تلوار کی باڑھ خود یونان کی طرف پھیر دی جو عجم کے خلاف بلند ہو چکی تھی اور وطن میں پھر وہی جنگ کی آگ بھڑکا دی جو وہاں سے دُور کر دی گئی تھی؟ دِمارِتوس (کورنتھی) نے لکھا ہے کہ اُن یونانیوں کے دل کی حسرت نہ نکلی جو سکندر کو دارلیوش کے تخت پر جلوس کرنے کے زمانے تک زندہ نہ رہے۔ گو میں اس قول کی بالکل تائید نہیں کرتا۔ میرے نزدیک تو یہ منظر دیکھ کر اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے جب اُن کو یاد آتا کہ یہ شان دار فتح سکندر اور مقدونیوں کے

نصیب میں آئی اور خود اُن کے بڑے بڑے (یونانی) سپہ سالار ایک دوسرے ہی کے خلاف لڑنے میں لیوک ترا، کمرونیہ، کورنتھہ اور ارکادیہ کے میدانوں میں کام آئے۔

اس موقع پر اِج سی لاوس کا طریقِ عمل اُس کی عظمت و شرافت کا ثبوت ہے۔ حکم کی تعمیل و اطاعت گزاری کی اس سے بہتر مثال نہیں مل سکتی۔ ہانی بال نے شکست کھانے اور اطالیہ سے نکال دیے جانے کے باوجود اپنے وطن کی مدد کے لیے (قرطاجنہ) جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور سکندر کو اس کے ہم وطنوں نے اجیس اور انتی پاتر (مقدونی) کے مقابلے کی خبر لکھی تو اُس نے مذاق اُڑایا اور ہنس کے کہا کہ ہم داریوش کو ایشیا میں مغلوب کر رہے ہیں اور اُدھر ارکادیہ میں معلوم ہوتا ہے چوہوں میں جنگ چھڑ گئی ہے“۔ برخلاف اِن کے اسپارٹہ کی خوش نصیبی کہ اسے اِج سی لاوس جیسا منکسر مزاج اور عادل سردار ملا کہ نصیب کی یاوری اور قوت کے انتہائی عروج کی حالت میں جب کہیں زیادہ شان دار فتوحات اور نام آوری کی امیدیں تھیں، اُس نے حکم پہنچتے ہی سب چیزوں کو خیرباد کہا اور ”بے نیل مرام“ اسپارٹہ روانہ ہوگیا۔ ایشیا کے اتحادی کفِ افسوس ملتے رہ گئے۔ اُس نے اپنی مثال سے ایک مشہور مصنف کا یہ قول بھی غلط ثابت کر دیا کہ لَک دِمونی اپنی جماعت میں اور انتھنزی ذاتی طور پر بہتر ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جیسا عمدہ بادشاہ اور سپہ سالار تھا، ذاتی طور پر بھی رفیقِ شفیق اور یار جان نثار نکلا۔

تھسالیہ میں پہنچ کر اُس نے یہ علاقہ تاراج کیا کیوں کہ یہاں

کے لوگ دشمن کے حلیف تھے۔ اِس علاقے کا بڑا شہر لاذی سا تھا۔ یہاں اُس نے اپنے دو قاعدِ گفتگو سے صلح کے واسطے بھیجے۔ اِن کو لاذیسا والوں نے گرفتار کر لیا۔ اہلِ اسپارٹا نے غضب ناک ہو کر مشورہ دیا کہ شہر کا محاصرہ کر لیا جائے مگر اج سی لاوس نے کہا کہ مجھے اپنے دو آدمی ساری تھسالیہ سے زیادہ عزیز ہیں چناں چہ انھی کو واپس لینے کے عوض میں صلح کر لی۔ اور اس کی یہ بات قابلِ حیرت نہیں ہے کیوں کہ اسی زمانے میں خبر آئی کہ اسپارٹا نے کورنتھ کے مقابلے میں ایک معرکہ جیتا جس میں خود اسپارٹا کا نقصان کم ہوا اور فریقِ ثانی کے بہت سے سردار مارے گئے تو خوش ہونے کی بجائے اس نے آہ کھینچی اور پکارا کہ افسوس، اے یونان تو کتنے بہادروں کو ہلاک کرے گا کہ اگر زندہ رہتے تو سارے ایران کو خاک میں ملا دینے کو کافی تھے۔ "تاہم، جب فرسالیہ والوں نے اُس کی فوج کا راستہ گھیرا اور تنگ کرنا شروع کیا تو وہ خود پان سو سوار لے کر نکلا اور انھیں مار بھگایا۔ اس کام یابی پر وہ بہت نازاں بھی ہوا کہ خود اس کی تربیت یافتہ جمعیت نے اُس فوج کو شکست دی جو اپنے تئیں یونان میں بہترین سوار سمجھتے تھے اور کوہ نارتاکیوس کے دامن میں فتح کا نشان تعمیر کرایا۔

اسی علاقے میں اسپارٹا کے عمال آئے اور بیوشیہ پر حملہ کرنے کے احکام لائے۔ اگرچہ خود وہ یہ مہم دوسرے وقت پر ملتوی کرنی چاہتا تھا، مگر حکم کی تعمیل کی۔ اور اہلِ فوج سے کہا کہ یہ مہم شروع کریں، جس کے لیے ایشیا سے واپس طلب کیے گئے ہیں۔

پھر اسپارٹہ سے بھی دو جوق کمک کے لیے بلوائے۔ وہاں کی حکومت نے اس کے اعزاز کی غرض سے منادی کی کہ جو لوگ اپنی خوشی سے چاہیں وہ بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہوں۔ اس پر شہر کے سارے جوان آمادہ ہو گئے جن میں سے صرف پچاس جو سب سے مضبوط تھے چن کر اس کے پاس روانہ کیے گئے۔

بیوشیہ میں خاموشی سے داخل ہونے کے بعد شہر شرونیہ کے قریب اس نے پڑاؤ کیا تو ایک دم سورج گہن واقع ہوا اور اسپارٹی امیر البحر پی سان در کے شکست کھا کر مارے جانے کی بھی خبر آئی۔ اس کا ذاتی اور قومی دونوں اعتبار سے اُسے بہت صدمہ ہوا اس نے قاصدوں کو حکم دیا کہ وہ اسپارٹہ کا فتح مند ہونا ظاہر کریں۔ اور خود بھی پھولوں کا گجرا پہن کر خوشی کی قربانیاں ادا کیں اور دوستوں میں حصے تقسیم کیے۔

کورونیہ کے سامنے دشمن کا مقابلہ ہوا۔ زنوفون بھی اس معرکے میں شریک اور شاہ اسپارٹہ کی طرف سے لڑا۔ اس کا بیان ہو کہ میرے تجربے میں یہ سخت ترین لڑائی تھی۔ اوّل اوّل تھبس (یا تھیبیہ) والوں نے اسپارٹہ کے میسرے کو اور ارج سی لاوس نے اپنے مقابل اُن کے میسرے کو آسانی سے پسپا کر دیا لیکن جب فریقین اپنے شکست خوردہ میسروں کو مدد دینے کے لیے پلٹے تو بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ ارج سی لاوس نے تھبس والوں کے بازو سے حملہ کرنے کی بجائے جو محفوظ تر شکل تھی، جوشِ غضب میں ایک دم سامنے سے حملہ کیا۔ جواب میں وہ

بھی بڑی بہادری سے لڑے اور خود اِج سی لاؤس کی جان انھی پچاس جوانوں کی شجاعت کی بہ دولت بچی جو حال میں اسپارٹا سے رضا کارانہ لڑنے آئے تھے اور بار بار اُس کے اور حملہ آوروں کے بیچ میں خود کو ڈال دیتے تھے۔ اِس پر بھی اِج سی لاؤس کی زرہ کٹ کٹ گئی اور اُس نے تلوار اور برچھے کے کئی زخم کھائے۔ اسپارٹی جوانوں نے اس کے گرد حلقہ بنالیا اور گو خود بہت سے مارے گئے مگر اس کو بچا لیا۔ پھر یہ دیکھ کر کہ تِھبس کی صفیں توڑنا مشکل ہے انھوں نے خود اپنی صفیں کھول دیں اور دشمن کو ان کے بیچ سے آگے گزر جانے دیا۔ اس تدبیر کو وہ پہلے حقارت سے دیکھا کرتے تھے۔ مگر اب اس پر عمل کیا اور جب دشمن آگے بڑھ کر غافل اور اپنے نزدیک خطرے سے محفوظ ہوگیا تو اسپارٹا والوں نے فوراً اس پر دوبارہ حملہ کردیا۔ یہ ایں ہمہ وہ فرار نہیں ہوئے بلکہ ہٹ کر ہلی کون چلے آئے اور نازاں تھے کہ اُن کے حصۂ فوج نے شکست نہیں کھائی۔

اِج سی لاؤس نے، سخت زخمی ہونے کے باوجود اپنے خیمے میں اُس وقت تک جانا گوارا نہ کیا جب تک میدان کا پورا جائزہ اور مقتولوں کو اپنے پڑاؤ میں لانے کا انتظام نہ کرلیا۔ دشمن کے جو سپاہی قریب ہی منروا دیوی کے مندر میں پناہ گزیں ہوئے تھے، اُن کو اُس نے اپنے حال پر چھوڑ دیا البتہ اہلِ تِھبس سے قوت آزمائی کے لیے اُس نے حکم دیا کہ دوسری صبح سپاہی گجرے ڈالے بانسری بجاتے ہوئے میدان میں جائیں اور دشمن کے رو بہ رو فتح کا مینار تعمیر کریں کہ اس میں ہمت ہو تو مزاحمت کرے۔ مگر انھوں

نے صرف اپنے مقتولوں کو دفن کرنے کی اجازت طلب کی اور اس طرح اسپارتہ کی فتح تسلیم کرلی۔ جس کے بعد لِج سی لاوس دلفی کے میلے میں گیا اور ایشیا کے غنائم کا دسواں حصہ جو قریب دس تیلنت مالیت کا تھا، کمالِ عقیدت سے وہاں کے مندر پر چڑھایا۔

یہاں سے وہ واپس وطن آیا اور اپنی عادات اور طرزِ ماندو بود کے باعث بہت جلد اہلِ وطن کا نہایت ممدوح و محبوب ہوگیا۔ کیوں کہ بیرونی ممالک میں اتنے دن رہنے کے باوجود وہ جیسا گیا تھا، ویسا ہی واپس آیا اور اپنے وطنی طور و طریق کو بالکل نہیں بھولا نہ دوسرے سپہ سالاروں کی طرح اُن کی تحقیر یا عیب جُوئی کرنے لگا بلکہ کھانے، پہننے، اٹھنے بیٹھنے کے تمام اسپارتی آداب و رسوم کا اُسی اہتمام سے پابند رہا گویا وہ کبھی یوروتاس ندی کے پار بھی نہیں گیا تھا۔ اسی طرح اپنی بیوی کے لباس، گھر کے ساز و سامان اور اپنے اسلحہ میں کوئی تبدیلی نہ آنے دی۔ حتیٰ کہ اس کے مکان کا پھاٹک اتنا قدیم تھا کہ معلوم ہوتا تھا (کئی صدی پہلے) اَرِیس تُودِموس کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ زِنوفون کہتا ہے کہ اس کی بیٹی کا "کناتروم" اتنا ہی قیمتی تھا، جتنا کسی اور شہری کے بچّے کا۔ یہ کناتروم ایک کُرسی یا چوبی تانگہ ہوتا تھا جس کی شکل "گری فین[1]" کی سی بناتے تھے، اور اس میں بچّے یا لڑکیاں میلے وغیرہ کے موقعے پر بیٹھ کر نکلتی تھیں۔ زِنوفون نے اس کی لڑکی کا نام نہیں تحریر کیا اور

---

[1] گری فین ایک اساطیری یا خیالی پرندہ تھا جس کا مُونھ عقاب کا اور جسم شیر کا بناتے تھے۔ مترجم

اور بعد کے ایک مورخ دِک یارکوس نے کچھ غصّے کا اظہار کیا ہو
کہ ان لڑکیوں یا راپامنون دس کی ماں تک کا نام معلوم نہیں! مگر
ریاست لاکونیہ کے کاغذات میں خود ہیں نے اِج سی لاوس کی
بیوی کا نام کلیورا اور لڑکیوں کے یوپولیہ اور پرولی تا لکھے ہوئے
پائے ۔ اس کی برچھی بھی اب تک شہر اسپارتہ میں محفوظ ہو اور دوسرے
لوگوں کی برچھی سے کسی بات میں مختلف نہیں ہو ۔

اُس کے زمانے میں اسپارتہ والے اولمپیہ کی تہوار میں
دوڑانے کے لیے گھوڑے رکھتے تھے اور اس پر بہت فخر کرتے
نظر آتے تھے ۔ اِج سی لاوس کو اس میں سوائے اظہارِ دولت، اور
فضول خرچی کے اور کوئی خوبی نہ معلوم ہوئی ۔ چناں چہ اپنی رائے کا
یونانیوں پر اظہار کرنے کی غرض سے ایک بار اس نے اپنی بہن
کی نس کا کو ترغیب دی کہ وہ بھی اپنی طرف سے ایک تانگہ دوڑ میں
بھجوا دے ۔

زِنوفون حکیم کو وہ اپنے پاس رکھتا اور بہت کچھ عزت وحرمت
کرتا تھا ۔ مگر اُس کے بچّوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے یہ تجویز
بھی پیش کی کہ تم اپنے بچّوں کو اسپارتہ بلوالو تاکہ وہ سب سے
اچھا علم ، یعنی اطاعت کرنا اور حکم چلانا ، یہاں آکر سیکھ سکیں ۔

لی سان در نے ایشیا سے واپس آکر اِج سی لاوس کے
خلاف جو گروہ بندی کی تھی ، وہ لی سان در کی وفات کے بعد بھی
قائم رہی ۔ یہ دیکھ کر اُس نے ارادہ کرلیا کہ متوفّی سپہ سالار کی اصلی
سیرت کا حال لوگوں پر آشکارا کرے اور وہ خُطبہ جو اُس نے

کلیون (ہلی کرنا سوسی) سے لکھوایا اور خود جلسۂ عام میں پڑھ کر سنانا چاہتا تھا، اب شائع کر دیا جائے جس سے معلوم ہو جائے کہ لی ساندر ملک میں کیا کچھ بدعتیں اور نئے آئین جاری کرنے چاہتا تھا۔ مگر مجلس بزرگان کے ایک رُکن نے یہ خطبہ پڑھا اور اُس کو بہت زوردار لکھا ہوا، پایا تو مشورہ دیا کہ گڑے ہوئے لی سان در کو اٹھانے میں احتیاط کرو اور بہتر ہی کہ اس خطبے کو بھی اُسی کے ساتھ دفن ہو جانے دو۔ اج سی لاوس نے عقل مندی سے یہ نصیحت مان لی اور اس معاملے کو رفع دفع کر دیا۔ مخالف گروہ والوں کو بھی علانیہ بُرا بھلا کہنا چھوڑ دیا البتہ اُن کے سرغنوں کو بیرونِ ملک خدمات پر وطن سے باہر بھیج دیا اور جب وہاں اُن میں سے اکثر حرص و ظلم کے مرتکب ہوئے اور اُن سے مواخذے کی نوبت آئی تو خود اج سی لاوس نے بڑی کوشش سے اُن کو بری کرایا اور اس تدبیر سے اپنے دشمنوں کو دوست بنا کر رفتہ رفتہ مخالف گروہ کو ختم کر دیا۔

اج سی لاوس کا ساتھی بادشاہ[1]، اج سی پولیس نوجوان تنرمیلا اور بے عمل سا آدمی تھا اور ایک بدنامی اُس کے ساتھ یہ لگی ہوئی تھی کہ خارج البلد باپ کا فرزند تھا۔ وہ ملکی معاملات میں زیادہ دخل نہ دیتا تھا۔ دوسرے اج سی لاوس نے اس طرح اور بھی قابو میں کر لیا تھا کہ اسپادتد کے رواج کے مطابق دونوں بادشاہ ساتھ کھانا کھاتے تھے اس موقع پر اج سی لاوس اپنے ساتھی کا میلانِ طبع دیکھ کر ہمیشہ

---

[1] اسپادتد میں دو شاہی خاندانوں کے موروثی بادشاہ ایک وقت میں حکمراں بنائے جاتے تھے۔ م

خوب صورت لڑکوں کی باتیں کرتا اور اس کا محرم راز بن کر ایسے لڑکے اس تک پہنچانے میں مدد دیتا تھا۔ ایسے عاشقانہ تعلقات اسپارتہ میں بالکل جائز اور عزت مندانہ سمجھے جاتے تھے جیسا کہ ہم لکرگس کی سوانح میں زیادہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

غرض مُلک میں اپنا اقتدار قائم کرنے کے بعد، اج سی لاوس نے اپنے علاتی بھائی تل یوتیاس کو امیر البحر بنا کے کورنتھ کے مقابلے میں بھیجا اور اس کی مدد سے خود خشکی کی جانب سے اس شہر کی لمبی فصیل پر قبضہ کر لیا۔ اُس وقت اہلِ ارگوس اس ریاست پر قابض تھے اور وہ خاکناے پر تہوار منا رہے تھے جب اج سی لاوس نے ان پر حملہ کیا تو وہ اپنی قربانیاں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ کورنتھی جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اسپارتہ کی فوج میں موجود تھے، چاہتے تھے کہ تہوار کی مذہبی مراسم کی تکمیل کی جائے اور خود اج سی لاوس صدارت قبول کرے مگر اس نے انکار کیا۔ البتہ انھیں، اگر وہ چاہیں تو اپنی حفاظت میں تہوار منانے کی اجازت دی۔ پھر جب وہ ہٹ گیا اور ارگوسی واپس آئے اور حسب دستور اپنی صدارت میں تہوار کی مذہبی رسوم ادا کیں تو یہ بات اور بھی نمایاں ہو گئی کہ وہ کمال نامردی سے ایسے تہوار کو چھوڑ کر فرار ہوئے جس کی بڑی مذہبی اہمیت سمجھتے تھے۔ خود اج سی لاوس ایسے میلے تماشوں میں شوق سے حصہ لیتا تھا مگر بہت سی باتوں کو جو دوسروں کی نظر میں خاص وقعت رکھتی تھیں، ہیچ سمجھتا تھا۔ چناں چہ یہ لطیفہ مشہور ہے کہ ان دنوں کالی پی دس نقال کی سارے یونان میں بڑی

شہرت تھی اور لوگ اس کی بہت آؤ بھگت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں اِج سی لاؤس سے ملا اور اسے سلام کیا تو اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ یہ سمجھ کر کہ بادشاہ نے اسے دیکھا نہ ہوگا وہ ساتھ ساتھ چلنے لگا مگر اس پر بھی اِج سی لاؤس نے رُخ نہ کیا تو دلیری سے آگے بڑھ کر بالکل سامنے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ اِج سی لاؤس نے جواب دیا "کیا تم کالی پی دس بازی گر نہیں ہو؟" ایک مرتبہ کسی نے اُسے دعوت دی کہ جلسے میں آئے اور ایک شخص کا کمال دیکھے جو بُلبل کی آواز کی نہایت عمدہ نقل کرتا ہے اِج سی لاؤس نے انکار کیا اور کہا میں خود بُلبل کی آواز سُن چکا ہوں"۔

اُن دِنوں مِنی کراتِس طبیب کی حذاقت کا بڑا شہرہ تھا کہ بعض مہلک امراض میں اس کا علاج کامیاب ہوا جس پر بعض لوگوں نے خوشامد سے اُسے "عطارد" دیوتا کا لقب دیا اور وہ بھی اتنا خود پسند تھا کہ اسے اپنے نام کے ساتھ لکھنے لگا۔ ایک مرتبہ اِج سی لاؤس کو خط لکھنے کی ضرورت ہوئی تو اُسے بھی ان الفاظ سے شروع کیا: عطارد مِنی کراتِس کی جانب سے، شاہِ اِج سی لاؤس کی خدمت میں سلام بادشاہ نے جواب میں اس طرح آغاز کیا: ہن جانب اِج سی لاؤس مِنی کراتِس کی خدمت میں دعائے صحت و سلامتی دماغ"۔

وہ ابھی کورِنتھ کے علاقے میں تھا اور سپاہیوں کی جو قیدی اور مالِ غنیمت لا رہے تھے نگرانی کر رہا تھا کہ تھبس کے سفیر گفتگوے صلح کے لیے حاضر ہوئے۔ اِج سی لاؤس کو اس شہر سے دلی نفرت تھی۔ اور یہ سمجھ کر کہ علانیہ ان کی تحقیر کرنا بھی مُلکی مصالح کے موافق ہے

اس نے ایسی بے اعتنائی کی کہ معلوم ہوتا تھا ان کی بات سننا کیسا ان کو دیکھا تک نہیں ۔ لیکن شاید اسی غرور کی سزا تھی کہ اُن کی موجودگی ہی میں یہ خبر آئی کہ دشمن کے سردار ای فی کرات نے کئی اسپادتی دستے کاٹ دیے اور اتنا سخت نقصان پہنچایا کہ مدت دراز سے کبھی ان کو نہیں پہنچا تھا ۔ زیادہ صدمہ اس بات کا تھا کہ یہ سخت ہزیمت اسپادتہ کی چیدہ ترین اور پوری طرح مسلح سپاہ کو اُن مٹھی بھر تیراندازوں کے مقابلے میں نصیب ہوئی جو محض کرائے پر لائے گئے تھے ۔ اج سی لاؤس خبر سُن کر اُچھل پڑا اور فوراً اپنے آدمیوں کی امداد کے لیے جانا چاہتا تھا ، مگر معلوم ہوا کہ اب وقت گزر چکا ہے ۔ لہٰذا واپس آیا اور اب تھبس کے سفیروں کو ملاقات کے لیے دوبارہ طلب کیا ۔ تب انھوں نے بھی اپنی تحقیر کا بدلہ لینے کی ٹھانی اور صلح کی نسبت کوئی لفظ کہے بغیر صرف واپس کورنتھہ جانے کی خواہش ظاہر کی ۔ اج سی لاؤس بہت جھلّایا اور حقارت سے کہنے لگا ، " اچھا اگر آپ کو اپنے دوستوں کی تازہ کام یابی پر شیخیاں دیکھنے کی آرزو ہے تو کل صبح زیادہ اطمینان کے ساتھ جانا " پھر علی الصبح سفیروں کو ساتھ لے کر اُس نے کورنتھہ کے علاقے پر تاخت کی اور خاص شہر کے دروازوں تک پہنچ کر قیام کیا ۔ پھر یہ دکھا کر کہ اہلِ شہر مقابلے میں آنے کی جرات نہیں کرسکتے اُس نے سفیروں کو رخصت کر دیا ۔ بعد ازاں شکست خوردہ سپاہ کے جوانوں کو جمع کر کے وہ واپس وطن روانہ ہوا ۔ مگر سارے سفر میں دن چھپنے سے پہلے ڈیرے اٹھواتا اور رات گئے پڑاؤ کرتا تھا تاکہ اس علاقے کے دشمنوں کو یہ موقع نہ ملے کہ

وہ پچھلی شکست کی وجہ سے اُن کی کوئی تحقیر یا تذلیل کر سکیں۔
اکائیہ والوں نے درخواست کی تھی کہ وہ جاڑے اُن کے شہر میں گزارے تاکہ ہمسایہ ریاستِ اکادنیہ کو فصل بونے کی بھی فرصت نہ ملے۔ مگر اج سی لاوس نے کہا کہ اگلی گرمیوں میں جب اُن کی فصل تیار کھڑی ہوگی، تو انھیں لڑائی کا خوف زیادہ ہوگا۔ اور یہی رائے صحیح ثابت ہوئی کہ گرمیوں میں اکائیہ والوں نے فوج کشی کی تو اُن کے سرکش ہمسایوں نے فوراً اُن سے صلح کر لی۔

اس عرصے میں کونون اور فرنابازو ایرانی بیڑے سے سمندر کے مالک ہو گئے تھے اور نہ صرف اسپارٹہ کے ساحلوں پر چھائے ہوئے تھے، بلکہ فرنابازو نے اپنے خرچ سے ایتھنز کی وہ فصیل بھی تعمیر کرا دی جسے اسپارٹہ نے انتہائی غلبے کے زمانے میں توڑ دیا تھا۔ اُس وقت لکِڈِمونی قوم کو یہی مناسب نظر آیا کہ دولتِ ایران سے صلح کی درخواست کریں۔ اس غرض سے انھوں نے ان تال کی دس کو تری بازو کے پاس روانہ کیا اور ایشیا کے یونانیوں سے، جن کی خاطر اج سی لاوس جنگ کرنے گیا تھا، بڑی کمینہ دغا کی۔ لیکن اس رذالت کا یہ بادشاہ بالکل ذمہ دار نہ تھا کیوں کہ صلح کی تمام شرطیں ان تال کی دس نے طے کیں جو اج سی لاوس کا سخت دشمن اور ہر شرط پر صلح ہی اس واسطے کرنی چاہتا تھا کہ جنگ سے لازماً اج سی لا کی قوت اور شہرت میں اضافہ ہوتا۔ بہ ایں ہمہ جب کسی نے اعتراض کیا لکِڈِمونی قوم کو آخر میدیوں کے پاس جانا پڑا" تو اج سی لاوس نے کہا "نہیں، خود میدی لکِڈِمونیوں کے پاس آئے"۔ پھر بعض یونانی ریاستوں

نے صلح نامے کو قبول کرنے میں پس و پیش کیا تو بھی وہ اُن سے لڑنے پر تیار ہوگیا اور تہدید کی کہ شاہ ایران کی جملہ شرائط کی تعمیل کریں۔ دراصل وہ خصوصیت کے ساتھ تھبس کو کم زور کرنا چاہتا تھا اور صلح نامے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ تھبس والے بیوشیہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیں گے۔ اُس کے اِن خیالات کی بعد میں بھی تصدیق ہوئی جب کہ امن و صلح ہو جانے کے باوجود فی بی دس نے بالکل زبردستی سے کاذمیہ کا قلعہ چھین لیا اور اپنی (اسپارتی) فوج وہاں متعین کی۔ اس فعل کی سارے یونان میں مخالفت کی گئی اور خود اسپارتہ میں بھی ناپسند کیا گیا بلکہ جو لوگ اج سی لاوس کے دشمن تھے انھوں نے بازپرس کی کہ یہ اقدام کس کی اجازت و اختیار سے کیا گیا ہو؛ جس سے ان کا اشارہ خود اج سی لاوس کی طرف تھا۔ مگر وہ ان حملوں سے ذرا بھی نہ ڈرا اور فی بی دس کی حمایت میں اُس نے جواب دیا کہ دیکھنا یہ ہو کہ فعل کس حد تک مفید تھا۔ اگر قوم کے حق میں اس کا فائدہ ثابت ہو تو یہ تفتیش فضول ہو کہ کس کے حکم سے کیا گیا یا بلا حکم؟ واضح رہے کہ یہ جواب اُس کے عام طرزِ عمل سے بالکل مناسبت نہ رکھتا تھا کیوں کہ وہ ہر بات میں ہمیشہ حق و انصاف کو مقدم رکھنے پر زور دیا کرتا تھا اور اس کا قول تھا کہ بہادری بغیر انصاف کے بے کار ہو اور اگر ساری دنیا انصاف کی پابند ہو جائے تو بہادری (اور جنگ کی ضرورت ہی نہ باقی رہے۔ بعض اوقات کوئی اُس سے کہتا کہ شاہِ بزرگ (یعنی دارائے عجم) ایسا چاہتا ہو" تو وہ کہتا، وہ مجھ سے بزرگ تر نہیں ہو بہ جز اُس کے کہ عادل تر ہو"۔ بہ الفاظ دیگر، وہ شاہی بزرگی کا پیمانہ

قوت کو نہیں، انصاف کو قرار دیتا تھا جو بہت صحیح اور عین شرافت کی دلیل ہو۔ صلح ہو جانے کے بعد بھی ایران کے بادشاہ نے اِسے ذاتی تعلقات دوستی قائم کرنے اور مہمان ہونے کے لیے خط لکھا تو اُس نے انکار میں جواب دیا اور کہا کہ قومی دوستی کافی ہو اور جب تک وہ قائم رہے ذاتی دوستی کی ضرورت نہیں۔ بہ ایں ہمہ اپنے افعال میں وہ عدل و انصاف کا ہمیشہ پورا پابند نہ رہ سکا بلکہ کبھی ہوس جاہ اور کبھی ذاتی کاوش کے باعث راہِ راست سے تجاوز کر گیا۔ جیسے اِسی فی بی ڈس کے معاملے میں خصوصاً تھیبس کی دشمنی کے باعث اُس نے نہ صرف سردار موصوف کو بچایا بلکہ اہلِ اسپارٹہ کو ترغیب دی کہ کادمیہ پر قبضہ رکھیں اور جن دو سرداروں نے یہ قلعہ غداری سے فی بی ڈس کے حوالے کیا تھا، انھی کو تھیبس میں حاکم مقرر کرا دیں۔ یہ بات کہ اِس قبضے کا خود اُس نے خُفیہ حکم دیا تھا، آیندہ واقعات سے بھی ثابت ہوئی۔ کیوں کہ تھیبس والوں نے جب اُن غدار حاکموں کو مار ڈالا اور کادمیہ کی اسپارٹنی فوج کو بھی نکال باہر کیا تو اج سی لاوس نے علانیہ جنگ چھیڑ دی۔ پیامِ جنگ اُس کا ساتھی بادشاہ کل یوم بروتوس لے کر گیا، کیوں کہ اج سی پولیس فوت ہو چکا تھا اور خود اج سی لاوس جسے ہتیار چلاتے چالیس برس گزر چکے تھے، از روے قانون مستثنیٰ ہو گیا تھا۔ اگرچہ تھیبس نہ جانے کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ جو حال ہی میں دوسری ریاستوں کو آزادی دلانے کے لیے لڑتا رہا تھا کس مُونھ سے اُن غدار حاکموں کی حمایت کرتا، جو عملاً جابر و مطلق العنان تھے۔

اسی زمانے میں سفودریاس کے پی ریوس پر حملے کا واقعہ

پیش آیا۔ یہ اسپارتی سردار اج سی لاوس کے مخالف گروہ کا آدمی تھا مگر فی بی دس کے کادمیہ پر قبضہ کرنے سے اُس کے دل میں بھی جوش پیدا ہوا کہ اگر مذکورہ بالا بندرگاہ پر اچانک قبضہ کرلیا جائے اور ایتھنز والوں کے سمندر تک آنے کا راستہ روک دیا جائے تو یہ اور بھی نام وری کا کام ہوگا۔ کہتے ہیں اسے بیوشیہ کے سردار رلون اور پلوپی دس نے بھی اس کام پر اُبھارا تھا کہ اتنا بڑا کارنامہ دنیا میں کوئی کرسکتا ہے تو وہ تم ہو"۔ مگر یہ اقدام جو کادمیہ کے قبضے سے زیادہ دغابازی اور بدعہدی کا تھا، اتنی دلیری اور کامیابی سے عمل میں نہ آسکا اور حملہ آوروں کے قلعے تک پہنچنے سے پہلے دن نکل آیا۔ اُن کے حوصلے پست ہوگئے اور خود سفودریاس جو راتوں رات یہ کام کرجانے کے خیال میں تھا، ہمت ہار گیا اور صرف آس پاس کا علاقہ لوٹ کر واپس چلا گیا۔ ایتھنز سے اس عہد شکنی کی شکایت کرنے سفارت اسپارتہ بھیجی گئی لیکن معلوم ہوا کہ اہلِ وطن کی شدید ناراضی سُن کر وہ خود رُوپوش ہوگیا ہے اور اب نہ صرف ایتھنز بلکہ اسپارتہ اُس کا مدّعی ہے۔

سفودریاس کا ایک بیٹا کل یونی موس نہایت حسین وجمیل تھا اور اس سے اج سی لاوس کا فرزند ارکی داموس بہت محبت کرتا تھا۔ قدرتی طور پر اُسے بھی اپنے دوست کے باپ کو بچانے کی فکر تھی مگر علانیہ کوئی مدد نہ کرسکتا تھا کیوں کہ سفودریاس کی اج سی لاوس کے ساتھ دشمنی مسلّم تھی۔ اُدھر کل یونی موس جانتا تھا کہ اسی بادشاہ کی عداوت اُس کے باپ کے لیے سب سے خطرناک ہے۔ لہذا

ارکی داموس سے اس نے گڑگڑا کر التجا کی کہ کسی طرح اپنے باپ کو منائے۔ وہ دو تین دن تک باپ کے ساتھ ساتھ پھرا اور خوف اور پریشانی سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آخر جب فیصلہ سنانے کا وقت قریب آگیا تو اس نے باپ سے ڈرتے ڈرتے کل یونی موس کے التجا لانے کا ذکر کیا۔ اج سی لاوس کو ان کے تعلقات کا علم تھا اور چوں کہ کل یونی موس شروع سے بڑا ہونہار لڑکا سمجھا جاتا تھا اس لیے وہ اپنے بیٹے کی اس کے ساتھ دوستی میں کبھی مانع نہیں آیا۔ مگر اس موقع پر فقط یہ کہہ کر بیٹے کو ٹال دیا کہ میں سوچوں گا اس مقدمے میں راستی اور شرافت کا تقاضا کیا ہے۔" غریب ارکی داموس سمجھا کہ اس کی شفاعت بے کار گئی اور اس نے شرمندگی کی وجہ سے کل یونی موس سے ملنا چھوڑ دیا حال آں کہ پہلے روزانہ دو تین دفعہ اس سے ملا کرتا تھا۔ اب سفودریاس کے احباب و اقربا بالکل مایوس ہو گئے تھے کہ اج سی لاوس کے ایک ندیم نے انھیں سنایا کہ اگرچہ بادشاہ سفودریاس کی حرکت کو نہایت مذموم سمجھتا ہے مگر اس کی دلیری کا معترف ہے اور کہتا ہے کہ آج کل حکومت کو ایسے ہی بہادر لوگ درکار ہیں، تب کل یونی موس کو یقین آیا کہ ارکی داموس نے حق دوستی ادا کیا اور ادھر ملزم کے دوستوں کو بھی وکالت کرنے کی ہمت ہو گئی۔ اصل یہ ہے کہ اج سی لاوس اپنے بچوں سے بڑی محبت کرتا تھا اور یہ قصہ اسی کی نسبت مشہور ہے کہ لکڑی کا گھوڑا بنا کر ان کے ساتھ چڑھا پھرتا تھا۔ اس کھیل میں ایک دفعہ کسی دوست نے اسے دیکھ لیا تو اج سی لاوس نے

استدعا کی کہ آپ یہ قصہ کسی سے اس وقت تک بیان نہ کریں جب تک خود بچوں کے باپ نہ ہوجائیں۔

الغرض، سفودریاس بری کر دیا گیا جس پر اہل ایتھنز ہتیار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اسپادٹہ میں اج سی لاوس کی بڑی بدنامی ہوئی کہ محض اپنے لڑکے کی وقتی خوشی پوری کرنے کے لیے انصاف پر خاک ڈالی۔ اور پوری ریاست کو اُن افراد کے ذاتی جرائم کا شریک بنایا جن کے ناجائز افعال نے یونان کے امن میں رخنہ ڈال دیا تھا۔ حتے کہ اُس کا ساتھی بادشاہ بھی تھبس کے ساتھ اس جنگ میں لڑنے پر آمادہ نہ ہوا اور اج سی لاوس کو پیرانہ سالی کے امتیاز سے دست بردار ہوتا اور خود فوج کو میدان میں لے جانا پڑا ان معرکوں میں کبھی فتح ہوئی اور کبھی شکست، جس پر ان تال کی دس نے یہ تعریض کی کہ تم نے تھبس والوں کو جو سبق سکھایا تھا اس کا بہت اچھا صلہ انھوں نے دیا اور یہ واقعہ ہو کہ اسپارٹہ والوں کے ان پے ہم حملوں ہی نے ان کو جنگ کا عادی اور خود حملہ آوروں سے بہتر سپاہی بنا دیا۔ یہی دوُر اندیشی تھی جس کی بنا پر بزرگ لکرگس نے تین جداگانہ قوانین میں اپنی ریاست کو منع کیا تھا کہ وہ ایک ہی قوم سے بار بار جنگ نہ کریں کہ پھر دشمن اُن کی جملہ تدابیر سے واقف ہوجائے گا۔

اسپادٹہ کے حلیفوں کو الگ شکایت پیدا ہوئی کہ اج سی لاوس محض ذاتی عداوت کے باعث تھبس کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکا رہا ہے اور انھیں لٹ دمونیوں سے بھی زیادہ

تعداد میں شریک جنگ ہونا اور محض چند اشخاص کی مرضی کا پابند بن کر مصائب و خطرات کا شکار ہونا پڑتا ہو۔ کہتے ہیں اس موقع پر اج سی لاوس نے اعتراض رفع کرنے کی غرض سے لک دمونی سپاہ کو حلیفوں کی افواج سے الگ قطار میں بٹھایا اور منادی کرائی کہ سپاہیوں میں جو لوگ کمہار کا کام کرتے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں پھر لوہار، پھر معمار، مستری وغیرہ جملہ اہلِ حرفہ کو کھڑے ہو جانے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیل کے بعد اتحادی فوجوں کے بہت ہی کم آدمی رہ گئے جو کھڑے نہیں ہوئے۔ بہ خلاف اس کے لک دمونی (یعنی اسپارٹی) سپاہ کا کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا کیوں کہ وہاں قانوناً دست کاری اور ایسے پیشے سیکھنے کی ممانعت تھی۔ تب اِج سی لاوس ہنسا اور کہنے لگا "صاحبو، دیکھ لیجے ہم آپ سے کتنے زیادہ سپاہی میدان میں بھیجتے ہیں۔"

مگارا کے راستے اپنی فوج کو واپس لاتے وقت اِج سی لاوس ایک دن عدالت کا اجلاس کرنے جا رہا تھا کہ اس کے پانو میں بائٹا آیا اور سخت تکلیف اور سوجن ہو گئی۔ کسی سیراکیوزی طبیب نے ٹخنے پر فصد لگائی جس سے درد جاتا رہا مگر خون اتنا جاری ہوا کہ غش آنے لگا۔ بہ مشکل خون رکا تو بھی وہ اتنا کم زور ہو گیا تھا کہ بہت دنوں تک اسپارٹہ میں صاحبِ فراش رہا اور جنگ میں حصہ نہ لے سکا۔ یہی زمانہ تھا جس میں اسپارٹہ کو بر و بحر میں کئی زکیں اٹھانی پڑیں اور سب سے سخت شکست وہ تھی جو تگ رہ کے میدان میں تھبس والوں سے کھائی۔

اِن حالات میں سب یونانی عام صلح پر آمادہ ہوگئے اور ہر ریاست کے سفیر اسی غرض سے اسپارٹہ آئے جن میں تھبس کا سردار اِپامنون دس بھی آیا جو اس وقت تک اپنے علم و حکمت کی وجہ سے مشہور تھا۔ میدانِ جنگ میں سپہ سالاری کے جوہر دکھانے کا ابھی اسے موقع نہیں ملا تھا۔ دوسرے سفیر اج سی لاوس کے سامنے جھکے جاتے تھے اور بڑی خوشامد اور تملّق کر رہے تھے مگر اپامنون دس نے اپنی خود داری کو ہاتھ سے نہیں دیا اور وہی سفیر تھا جس نے اپنے منصب کے شایاں آزادی سے نہ صرف تھبس بلکہ پورے یونان کی طرف سے تقریر کی اور احتجاج کیا کہ جنگ سے صرف اسپارٹہ کی قوت بڑھی اور اس کے سب ہمسائے کم زور اور مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اُس نے زور دیا کہ صلح کامل انصاف و مساوات کی بنیاد پر کی جائے ورنہ وہ دیرپا نہ ہوگی۔ اج سی لاوس نے دیکھا کہ اکثر حاضرین اس تقریر پر خوش ہوئے تو اِپامنون دس سے برجستہ سوال کیا کہ آیا انصاف و مساوات سے صلح کرنے میں یہ جزء بھی شامل ہو کہ بیوشیہ کی بستیوں کو (جن پر اُن دنوں تھبس کا قبضہ تھا) آزادی دی جائے۔ اپامنون دس نے فوراً اور بغیر تامل جواب میں سوال کیا کہ آیا آپ کے نزدیک بھی انصاف کا یہ تقاضا ہو کہ لاکونیہ کے شہر (جن پر اسپارٹہ مدت دراز سے قابض تھا) آزادی سے بہرہ یاب ہوں؟ اج سی لاوس اپنی جگہ پر سیدھا ہوگیا اور تحکمانہ انداز سے پھر سوال کیا کہ حتمی طور پر جواب دو کہ بیوشیہ کو آزاد ہونا چاہیے یا نہیں؟ اور اپامنون دس نے پھر اپنا سوال دُہرایا، تو شاہ اسپارٹہ

کو اتنا غصہ آیا کہ اُس نے تھبس کا نام اتحادیوں کی فہرست سے کاٹ دیا اور اسی حیلے سے اُن کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ باقی ماندہ ریاستوں سے اُس نے صلح کر لی اور یہ کہہ کر جلسہ برخاست کیا کہ امن و آشتی سے جو فیصلہ ہوسکتا ہو، آپس میں کر لیا جائے ورنہ تلوار قضیہ چکائے گی۔ صلح ناموں سے ہر چیز کا طے ہونا بہت دشوار بات ہو۔

جنگ کی تیاریوں میں اسپارتہ کے یونانی حلیفوں نے بددلی سے کام لیا۔ حقیقت میں وہ لڑنا نہ چاہتے تھے مگر اسپارتہ سے اتنا ڈرتے تھے کہ انکار بھی نہ کر سکے۔ اُدھر بہت سے شگون اور نشانات بھی نامساعد ظہور میں آئے جن کا میں دوسری سوانح میں حال بیان کر چکا ہوں۔ بہ ایں ہمہ اج سی لاوس نے اس موقع کو بہت موافق مُراد تصوّر کیا جب کہ تمام یونان آزاد اور صرف تھبس صلح نامے سے خارج تھا۔ لیکن یہ بات کہ اس جنگ کی محرک دوُر اندیشی کی بجائے زوُد رنجی تھا، اسی واقعے سے ثابت ہو کہ عہدنامہ ماہِ اِس کی روفوریون کی چودہ کو مکمل ہوا اور ہکاتوم بیون مہینے کی پانچویں تاریخ، یعنی صرف بیس دن کے اندر اسپارتہ کو لیوک ترا میں کامل ہزیمت نصیب ہوئی اس معرکے میں اس کے ایک ہزار جوان اور بادشاہ کل یوم بروتوس اور بہادر ترین جنگ آزما مارے گئے، خصوصاً سفودریاس کا خوب صورت لڑکا کل یونی موس جو اپنے بادشاہ کے قدموں میں گر گر کر تین دفعہ اٹھا اور آخر کھیت رہا۔

لک دمونی قوم کے لیے یہ غیر متوقع صدمہ جس طرح نہایت سخت تھا، اسی طرح تھبس کی بڑی بھاری نام وری کا موجب ہوا

کہ اب تک یونان کی خانہ جنگی میں کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ مگر اسپارٹہ
والوں پر آفریں ہے کہ انھوں نے اس مصیبت کو کمال جواں مردی سے
برداشت کیا۔ اور اگر بڑے آدمیوں کے اقوال جو معمولی کھیل یا تفریح
کے اوقات میں اُن کی زبان سے ادا ہوں، یاد رکھنے کے قابل سمجھے جاتے
ہیں تو بہ قول زنوفون وہ اقوال و افعال کہیں زیادہ محفوظ کرنے کے
لائق ہیں جو مصیبت کے وقت بہادروں سے سرزد اور اُن کے حیرت
انگیز استقلالِ طبیعت کی دلیل ہیں۔ اسی لیے یہ سُنیے کہ جب اس
شدید ہزیمت کی خبر اسپارٹہ پہنچی تو وہاں کے لوگ کوئی مذہبی تہوار
منا رہے تھے جس میں بہت سے پردیسی بھی آئے ہوئے تھے۔ لڑکے
تماشا گاہ میں رقص کر رہے تھے کہ لیوک ترا کے میدانِ جنگ سے
قاصد آئے۔ افور (یعنی اعلا حُکّام) کو شکست کی خبر سُن کر بہ خوبی
اندازہ ہوگیا تھا کہ اس صدمے نے اسپارٹہ کی قوت کو برباد کر دیا اور
اس کی یونان پر سیادت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔ تاہم انھوں نے
حکم دیا کہ رقص جاری رہے اور تہوار کی کسی رسم میں فرق نہ آئے۔
مقتولوں کے اہلِ خاندان کو نج کے طور پر اطلاع دے دی گئی لیکن میلے
تماشے سب اسی طرح ہوتے رہے۔ دوسری صبح جب شکست کا سارا
حال لوگوں کو معلوم ہوا اور ہر شخص کو خبر ہوئی کہ کون مارا گیا اور کون
سلامت رہا، تو مقتولوں کے باپ اعزا اور احباب خوش خوش چوک
میں آئے اور فخر و مسرت کے ساتھ باہم صاحب سلامت کی۔ بہ خلاف
اس کے زندہ بچ جانے والوں کے باپ گھروں کے اندر چھپ گئے اور
اگر باہر جانا بھی پڑا تو بہت افسردہ اور شرمندہ مُونھ نیچا کیے باہر آتے

تھے ۔ عورتیں اپنے مردوں پر بھی سبقت لے گئیں کہ جن کے لڑکے مارے گئے تھے انھوں نے علانیہ خوشی منائی اور ایک دوسرے کے ہاں، پھر مندروں میں فاتحانہ شان سے گئیں اور جن کے لڑکے سلامت رہے اور واپس آنے والے تھے وہ بہت چُپ چُپ اور پریشان رہیں ۔

اس موقع پر جب کہ خود پلوپونی سس میں اپامنون دس کی فاتح فوج کا داخلہ یقینی نظر آتا تھا، عوام الناس میں اج سی لاوس کے عیب (یعنی لنگڑے) ہونے کا دوبارہ وہم پھیلا اور وہ سمجھنے لگے کہ ہم نے دُرست پا آدمی چھوڑ کر لنگ کو منتخب کرنے میں خدائی پیش گوئی کی خلاف ورزی کی اور اس کا وبال پڑے بغیر نہ رہے گا لیکن بادشاہ کے آوازۂ شہرت کے سامنے ایسی سرگوشیاں نہ چل سکتی تھیں ۔ اور عام مصیبت اور مشکل میں وہی ایسا بھروسے کے قابل نظر آتا تھا کہ قوم خود کو اُس کے حوالے کر دے اور امن و جنگ میں اُسی کی رائے کے مطابق عمل کرے ۔ سب سے اہم مسئلہ مفروروں کا پیش آگیا تھا کہ ایسی نامردی دکھانے کی سزا کا قانون اسپارٹہ میں بہت سخت تھا اور گزشتہ معرکے سے بھاگنے والوں کی تعداد کثیر و با اثر تھی اس لیے خوف تھا کہ وہ قانون کے خلاف ریاست میں کوئی شورش نہ بپا کر دیں ۔ قانون کی رُو سے جو لوگ لڑائی میں پیٹھ دکھائیں وہ جملہ اعزاز و اکرام سے محروم کر دیے جاتے تھے اور اُن سے شادی بیاہ موجب ننگ تھا ۔ جس کسی کا جی چاہے اُن کو سر بازار زدوکوب کر سکتا تھا اور اُن کو بچاؤ کرنے کی اجازت نہ تھی ۔ وہ مجبور تھے کہ بغیر غسل ادنا درجے کے لباس میں باہر نکلیں، مختلف رنگ کے پیوند کپڑوں میں لگائیں اور

ڈاڑھی آدھی منڈائیں اور آدھی چھوٹی رکھیں ۔ ایسے شدید قانون پر عمل کرنا اور بہت سے ممتاز لوگوں کو اس طرح ذلیل کرنا اور وہ بھی ایسے وقت میں جب کہ ریاست کو سپاہیوں کی بڑی ضرورت تھی ، خطرے سے خالی نہ تھا ۔ پس اِج سی لاؤس کو قانون سازی کا اختیار دیا گیا اور اُس نے قانون میں تبدیلی یا کمی کرنے کی بجائے مجلس میں آکر اعلان کیا کہ آج کے دن قانون سوگیا ہو مگر آج کے بعد سے اُس پر پوری قوت سے عمل کیا جائے گا ۔ اس تدبیر سے اُس نے قانون کو منسوخ بھی نہ ہونے دیا اور اہلِ وطن کو ذلت سے معافی بھی دلوا دی ۔ پھر نوجوانوں کی ہمت بندھانے اور مایوسی اور افسردگی دور کرنے کی غرض سے ادکادیہ کے علاقے پر تاخت کی اور ایک چھوٹا سا قصبہ بھی فتح کر لیا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہر جگہ شکست نہیں کھاتے اور خود اہلِ وطن کے دل بڑھ جائیں ۔

اب اِپامنون ڈس نے چالیس ہزار فوج سے خاص اسپارٹہ کے علاقے لاکونیہ پر حملہ کیا ۔ بہت سے نیم مسلح پیادے اور وہ لوگ جو محض لوٹ مار کے لیے ساتھ ہو گئے تھے ، ان کے علاوہ ہیں ۔ حملہ آوروں کی مجموعی تعداد کم سے کم ستر ہزار تھی اور جب سے قوم دوریان کا اس ملک پر قبضہ ہوا ، یعنی چھ سو برس میں کبھی کسی غنیم کی صورت یہاں نظر نہ آئی تھی یعنی کسی کو اِک دمونی قوم پر حملے کی جرات نہ ہوئی تھی ۔ مگر اب حملہ آور اس اچھوتی اور محترم سرزمین میں در آئے اور اُسے لوٹتے ، جلاتے ہوئے شہر اسپارٹہ کے مضافات میں یوروتاس ندی تک بڑھے اور کسی نے اُن کی مزاحمت نہ کی ۔ سبب یہ

کہ اجِ سی لاؤس نے اپنی قوم کو جنگ کی اس طوفانی رَو کے سامنے نہ پڑنے دیا اور صرف شہر کے خاص خاص حصّوں کی قلعہ بندی اور مناسب مقامات پر پہرہ چوکی لگانے پر قناعت کی اور تھیبس والوں کے طعنے کہ لڑائی کی آگ بھڑکا کر کونے میں جا چھپے ۔ ہمت ہے تو سامنے آکر مقابلہ کرو" چپ چاپ برداشت کرتا رہا۔ ان سے بھی بڑھ کر خود شہر میں سخت ہنگامہ برپا تھا کہ بڑے بوڑھے اس حالت پر نہایت غضب ناک ہو رہے تھے اور بُرا بھلا کہتے ، ادھر سے اُدھر دوڑتے پھرتے تھے۔ عورتوں کی کیفیت اُن سے بھی بدتر تھی کہ سامنے میدانوں میں دشمن کے الاؤ دیکھ کر اور جنگی نعرے سُن سُن کر اُن کے حواس بجا نہ رہے تھے ۔ پھر اجِ سی لاؤس کو خود اپنی شہرت کے ضائع ہونے کا غم کھائے جاتا تھا۔ جب وہ اسپارٹہ کا بادشاہ ہوا تو یہ ریاست نہایت خوش حالی اور قوت کے انتہائی عروج کی حالت میں تھی۔ مگر جیتے جی آج وہ اس کا زوال اور اس شہر کے لاف وگزاف کی تکذیب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ حال آں کہ خود اُس نے بارہا یہ لفظ کہے تھے کہ اسپارٹہ کی عورتوں نے دشمن کی آگ کا دھنواں کبھی نہیں دیکھا۔ ان تال کی دس کی نسبت بھی مشہور ہے کہ ایتھنز و اسپارٹہ کی بہادری کی بحث میں کسی ایتھنزی نے شیخی ہانکی کہ ہم اسپارٹہ والوں کو (اپنی) کفی سوس ندی سے بارہا بھگا چکے ہیں" تو اس نے جواب دیا " ہاں ، ہم کو تمھیں یورو تاس سے بھگانے کی کبھی نوبت نہ آئی" اسی طرح ایک ارگوسی نے کسی اسپارٹی کو چڑایا کہ نہ معلوم کتنے اسپارٹہ کے جوان ارگوس کے میدانوں میں دفن ہیں، تو اُس نے

جواب دیا" آپ کا کوئی ہم وطن لاکونیہ میں دفن نہیں ہے" مگر اب یہ حالت ہوگئی تھی کہ خود ان تالی کی دس نے جو ان دنوں اسپارٹہ کے حکام میں تھا، خوف کے باعث اپنے بچوں کو چپکے سے کی تِرا کے جزیرے میں بھیج دیا۔

جس وقت دشمن ندی کے پار ہوکر خاص شہر پر حملہ کرنے کی فکر میں تھا، تو اج سی لاوس صرف اونچے اور مورچہ بند مقامات کی طرف ہٹ گیا اور باقی حصے چھوڑ دیے تھے۔ لیکن برف باری کے باعث اتفاق سے یوروٹاس میں طغیانی آگئی اور اس قدر پانی چڑھا کہ تھبس والوں کو اس کی گہرائی نیز سرد ہونے کے باعث عبور کرنے میں دشواری پیش آئی۔ اس موقع پر اپامنون دس اپنی پیوستہ صفوں کے آگے آگے چل رہا تھا۔ جب لوگوں نے اج سی لاوس کو اشارے سے اُسے دکھایا تو بادشاہ کی زبان سے صرف یہ لفظ نکلے: "اوہو ای دلیر شخص!" مگر اپامنون دس شہر میں گھس آنے کے باوجود بھی اسے جنگ کے لیے میدان میں نکلنے پر آمادہ نہ کرسکا کہ لڑائی ہو تو اس کی یادگار میں فتح کا مینار حدود شہر میں تعمیر کردے۔ بلکہ چلے جانے پر مجبور رہوا۔ البتہ دیہات کو واپسی میں اجاڑتا گیا۔

اسی زمانے میں اسپارٹہ کے بد اور بد دل شہریوں کے ایک گروہ جو دو سو کے قریب ہوں گے شہر کے ایک محلے ای سورلیون میں وِیانا دیوی کے مندر میں جبراً گھس گیا اور وہاں اپنے مورچے بھی بنا لیے۔ اہل شہر ان پر ایک دم حملہ کرنا چاہتے تھے مگر اج سی لاوس کو صحیح اندازہ نہ تھا کہ یہ شورش کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ وہ معمولی

لباس میں صرف ایک نوکر کو ساتھ لے کر خود ان باغیوں کے مورچے پر گیا اور پکار کر کہا کہ تم نے احکام کے سمجھنے میں غلطی کی۔ یہ جگہ نہیں بلکہ دوسری جگہ ہی جہاں تم کو مورچہ بنانا چاہیے تھا۔ اور ایک اور محلے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ سُن کر باغی گروہ سمجھا کہ اُن کی سرکشی کا کسی کو علم نہیں۔ اور بلا تاخیر اج سی لاوس کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر جب وہ دوسری جگہ آ گئے تو بادشاہ نے ان پر پہرہ لگا دیا اور رات کے وقت ان کے پندرہ سرغنوں کو موت کی نیند سُلا دیا۔ اسی طرح ایک اور خطرناک سازش کا پتا چلا تو اج سی لاوس نے افوروں کے مشورے سے ان باغیوں کو بھی خفیہ پکڑ پکڑ کے بغیر عدالتی کارروائی کیے موت کی سزا دی اور یہ وہ بات تھی کہ جو لوگ اسپارٹا میں پیدا ہوئے، ان کے ساتھ کبھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

انھی دنوں بہت سے ہلوت اور دیہاتی بھی فوج سے فرار ہو ہو کر دشمن سے جا ملتے تھے۔ اس سے شہر والے بڑے خوف زدہ ہوئے اج سی لاوس نے چند عامل مقرر کیے کہ روزانہ جا کر فوج کے حجروں میں جائیں اور جس شخص کو غیر حاضر پائیں اُس کے ہتھیار چھپا دیں تاکہ تعداد کی زیادتی کا علم نہ ہونے پائے۔

اہلِ تاریخ کو تھبس والوں کے اسپارٹا چھوڑ کر چلے جانے کی نسبت اختلاف ہی۔ بعض کہتے ہیں کہ موسمِ سرما نے انھیں مجبور کیا اور ارکادیا کے سپاہیوں نے بھی ہتھیار کھول دیے اور سارے علاقے کو تاراج کر کے چلے گئے۔ صرف تھیوپومپس اکیلا راوی ہی کہ وہ واپس جانا طے کر چکے تھے جب ایک اسپارٹی اُن کے پاس آیا اور

اج سی لاوس کی طرف سے دس تیلنت جانے کا معاوضہ پیش کیا جس کا فیصلہ وہ پہلے خود کر چکے تھے۔

مؤرخ نے یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ علم کس طرح ہوا۔ مگر ایک بات جس پر سب کو اتفاق ہے، یہ ہے کہ اسپارٹہ محض اج سی لاوس کی دانائی کی بہ دولت کامل تباہی سے بچ گیا۔ اس نے ساری اولوالعزمی اور نخوت کو بالائے طاق رکھ کر محض بچاؤ کی لڑائی لڑی اگرچہ اس کام یابی کے باوصف وہ اسپارٹہ کی سابقہ نام وری کو بحال نہ کر سکا اور نہ اُس کو وہ عظمت دلوا سکا جو پہلے حاصل تھی۔ بات یہ ہے کہ جس طرح وہ انسانی جسم جو مدت سے نہایت باقاعدہ غذا کا سخت پابند ہو، کسی ایک بڑی خرابی پیدا ہونے سے عموماً ہلاکت کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ایک ہی صدمے نے ساری ریاست کی خوش حالی کا ناس کر دیا۔ اور اس پر حیرت کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ حقیقت میں لکرگس نے جو آئین تیار کیا وہ شہریوں کے امن و آشتی سے نکوئی کی زندگی بسر کرنے کے لیے نہایت موزوں تھا لیکن جب انھوں نے بیرونی ممالک پر قبضہ اور من مانی حکومت کرنی شروع کی، جو لکرگس کی رائے میں ریاست کے حُسن انتظام اور شادمانی کے لیے بالکل نامناسب تھا، تو لامحالہ اُن کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد اج سی لاوس پیرانہ سالی کے باعث جنگی خدمات سے دست کش ہو گیا۔ البتہ اس کے فرزند نے حاکم صقالیہ کی مدد سے ارکادیہ والوں کو بڑی بھاری شکست دی۔ یہ معرکہ "جنگ بے اشک" موسوم ہے کیوں کہ دشمن کے سخت نقصان کے باوجود

اسپارٹہ کا ایک سپاہی بھی کام نہیں آیا۔ مگر اس فتح نے اسپارٹہ کی کم زوری کو بھی آشکارا کیا۔ اب سے پہلے وہ بڑے بڑے معرکے سر کرنے کے بعد صرف ایک مرغ دیوتاؤں کے شکرانے میں قربانی چڑھاتے تھے اور کبھی خاص مسرت کا اظہار یا لاف و گزاف نہ کرتے تھے، اور مان تی نیہ کی فتح عظمیٰ کی خبر سُن کر بھی (جس کا توسی دی دس نے حال بیان کیا ہے) اُن کے حکّام نے خبر لانے والے کو بہ طور انعام عام دسترخوان سے صرف ایک پارچہ گوشت ارسال کیا تھا۔ یہی قوم اب ارکادیہ والوں پر فتح پاکر پھولی نہ سمائی۔ اج سی لاوس جملہ حکّام و عمائد کا جلوس بنا کے بیٹے کے استقبال کو چلا اور اُسے گلے لگایا تو خوشی کے آنسو آنکھوں میں بھر آئے۔ جملہ مرد و عورت ہاتھ اٹھائے دیوتاؤں کا شکریہ کرتے ہوئے کہ اسپارٹہ کو پھر سرفراز کیا اور ذلّت کا داغ اس کی پیشانی سے دھو دیا، یوروتاس ندی تک گئے۔ کیوں کہ کہتے ہیں اس سے پہلے اسپارٹہ کے مرد شکستوں کی شرم سے اپنی بیویوں سے آنکھیں چار نہ کرتے تھے۔

بہ ایں ہمہ، اپامنون دس نے مسینہ کا علاقہ اسپارٹہ کے ہاتھ سے نکال لیا اور اسے سابق باشندوں سے دوبارہ آباد کر دیا۔ یہ اسپارٹہ کے لیے اتنا بڑا صدمہ تھا کہ اتنا بڑا علاقہ جو خود اُن کی ریاست کے برابر وسیع اور یونان بھر میں سب سے زرخیز تھا، ہاتھ سے نکل گیا۔ اس پر وہ اج سی لاوس سے ہی ناراض ہوئے اور اُس نے پھر تھبس سے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ تجدید جنگ کی اُسے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی کیوں کہ جب وہ مان تی نیہ کو تھبس کے خلاف

مدد دینے چلا تو اپامنون دس رَاتوں رات چکّر دے کے خود اسپارٹہ پر حملہ آور ہوا اور اس دفعہ بھی یہ شہر بلا مزاحمت اُس کے قبضے میں آجانے سے بال بال ہی بچ سکا۔

اصل یہ ہو کہ بادشاہ کو عین وقت پر اس فوج کشی کی خبر ہوگئی اور ایک ہرکارسے کو اسپارٹہ دوڑا کر وہ خود بھی بڑی عجلت سے روانہ ہوا اور حملہ آوروں سے پہلے شہر میں پہنچ گیا۔ چناں چہ جب انھوں نے حملہ کیا تو اج سی لاؤس نے بڑی بہادری اور ایسی تن دہی سے جس کی اُس کے سن وسال سے توقع نہ ہوسکتی تھی، مقابلہ کیا۔ بلکہ سابق میں جیسی احتیاط اور چال سے لڑتا تھا، وہ بھی اختیار نہیں کی اور جان سے ہاتھ دھوکر دشمن پر جا پڑا۔ اس میں کام یابی ہوئی۔ اپامنون دس کے مُونھ میں آیا ہوا لقمہ چھن گیا اور اسے پسپا ہونا پڑا۔ اج سی لاؤس نے فتح کا مینار نصب کیا اور اپنی بیوی بچّوں کے مواجہ میں وہ اعلان کرنے کے قابل ہوگیا کہ لک ڈِمونیوں نے آج اپنا قومی فرض شرافت کے ساتھ ادا کیا۔ خاص کر اس کے فرزند ارکی داموس نے۔ جو ہر خطرے کے موقع پر اور ایک ایک گلی میں جاکر دشمن سے لڑا۔ مُٹھی بھر ساتھیوں سے ہر جگہ انھیں روکا اور ایسی بہادری اور پھرتی دکھائی کہ اُس دن سب سے بڑھ کر نام پایا۔

مگر میرے خیال میں جس شخص نے دوست دشمن سب سے تحسین حاصل کی وہ فی بی دس کا بیٹا اِی سادس تھا۔ یہ نہایت خوب صورت خوب قامت لڑکا عین ریعانِ شباب میں تھا جو زندگی کا سب سے دل کش حصّہ ہوتا ہو۔ وہ بلا ہتھیار و لباس، گھر میں تیل کی مالش

کر چکا تھا کہ خطرے کا اعلان ہوا اور پھر تامّل کیے بغیر وہ جس حال میں تھا، ایک ہاتھ میں برچھی اور دوسرے میں تلوار لے کر دوڑ پڑا اور سپاہیوں کی صفیں چیرتا ہوا دشمن تک پہنچ گیا۔ جو سامنے آیا، اُس نے وار کیا اور عجیب بات یہ ہے کہ خود کوئی زخم نہ کھایا جس کا سبب یا تو یہ تھا کہ اُس کی شجاعت کے عوض میں خدائی طاقتوں نے اُس کی حفاظت کی اور یا اُس کی رعنائی اور بلند قامت، پھر ایسا خلاف معمول لباس (یا بے لباسی) دیکھ کر لوگ اُسے انسان سے ماوراء سمجھے۔ اِفوروں نے اس لڑکے کو ہار انعام دیا مگر اس کے بعد ہی ایک ہزار درہم جرمانہ کیا کہ وہ اس طرح بلا اسلحہ لڑنے کو چل کھڑا ہوا تھا۔

اس کے چند روز بعد مان تی نیہ ہی کے قریب وہ لڑائی ہوئی جس میں اِپامنون دس اسپارٹہ کی اگلی فوج کو شکست دے کر تعاقب کے جوش میں چلا آتا تھا کہ دشمن کے ایک سپاہی ان تی کراتس نے برچھی ماری۔ یہ دِیوسکوری دس کی روایت ہے مگر اہلِ اسپارٹہ آج تک اس کی اولاد کو "اہلِ سیف" کہتے ہیں کہ اُن کے جدّ (ان تی کراتس) نے اِپامنون دس کے تلوار ماری تھی۔ اس تھیبی سپہ سالار کا اُن پر اتنا خوف طاری تھا کہ اُس کے قاتل کو سب نے گلے لگایا اور تحسین کی پھر اعزاز و اکرام کے علاوہ اُس کی اولاد کو محصولات سے مستثنیٰ کر دیا چناں چہ یہ امتیاز آج بھی کالی کراتس کو حاصل ہے جو اسی ان تی کراتس کی اولاد میں موجود ہے۔

اِپامنون دس کے مرنے کے بعد پھر عام صلح ہوگئی تھی مگر اَج سی لاوس کے فریق نے اہلِ مسی نہ کو یہ کہہ کر کہ اُن کا کوئی

شہر نہیں، شریک اتحاد ہونے کی اجازت نہ دی اور جب دوسری ریاستوں نے انھیں شریک کرلیا تو اسپارٹہ پھر سب سے الگ اور تنہا جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ اسے لوگوں نے اج سی لاوس کی بے جا ضد پر محمول کیا اور عام طور پر یہی سمجھے کہ وہ جنگ کا بھوکا ہے کہ طرح طرح کی تکلیف اٹھا کر بھی امن عامہ میں رخنے ڈالتا ہے حال آں کہ جنگ جاری رکھنے کے لیے رُپیہ نہیں رہا تھا اور اُسے دوستوں سے قرضے لینے اور چندے اکھٹے کرنے پڑے اور بہ مشکل جنگ جاری رکھ سکا اگرچہ اسی کے شہر کو سب سے زیادہ امن و امان کی ضرورت تھی اور یہ سب کد و کاوش کی بھی تو محض ایک ادنا سے شہر مسی نسہ کو واپس لینے کے لیے جب کہ بر و بحر کی وسیع سلطنت جو اُس کی تخت نشینی کے وقت اسپارٹہ کے قبضے میں تھی، ہاتھ سے نکل چکی تھی۔

مگر اُس کی بدنامی کا ایک اور سبب یہ ہوا کہ اُس آخری عمر میں تاکوس مصری کی نوکری قبول کرلی جسے لوگوں نے بہت ہی خلافِ شان تصوّر کیا کہ جو شخص تمام یونان کا اعلا سپہ سالار مانا جاتا تھا اور ملک ملک میں مشہور تھا، وہ ایک غیر ملکی باغی کے لیے محض رُپے کی خاطر لڑنا اور اجیر سپاہیوں کو لڑانا قبول کرے۔ حقیقت میں تاکوس مصری کی حیثیت ایک باغی شہزادے سے زیادہ نہ تھی۔ پھر ضعف و پیرانہ سالی میں جب کہ اس کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی یہ خدمت ذمّے لینا اور بھی نامناسب معلوم ہوتا تھا۔ کسی کام کو عزت کا کام بنانے کے لیے آدمی کو اپنی حالت اور سن و سال کا لحاظ

رکھنا ضروری ہے کہ انھی کو دیکھ کر کام کا اچھا یا بُرا ہونا جانچتے ہیں۔ اور لڑائی بھی یونان کو عجم سے آزاد کرانے کی غرض سے نہ تھی جیسے لوگ جائز سمجھ لیتے۔ مگر اج سی لاوس نے لوگوں کی ان تقریروں کی کچھ وقعت نہ کی۔ وہ کسی خدمت کو بے عزّتی نہیں سمجھتا تھا بلکہ اس کی نظر میں خالی ہاتھ گھر پر بیٹھے رہنا اور موت کا انتظار کرنا سب سے بڑی بے عزّتی تھی۔ پس تاکوس نے جو رُپیہ بھیجا وہ اُس نے فوج بھرتی کرنے میں خرچ کیا اور جہازوں میں سپاہی بھر کر مصر کو روانہ ہوگیا۔ اپنی پہلی ایشیائی مہم کی طرح اسپارٹہ کے تیس مُشیر بھی اُس نے اپنے ہم راہ لے لیے۔

مصر پہنچا تو وہاں کے بڑے بڑے سردار استقبال کو آئے۔ اُس کی شہرت نے بڑی بڑی توقعات پیدا کردی تھیں اور اُس کا نام سُن کر جوق در جوق لوگ اُسے دیکھنے آئے تھے۔ مگر جب ایک صاحب شان و دبدبہ امیر کی بہ جائے، جس کی اُنھیں توقع تھی، انھوں نے ایک پست قامت، بدصورت بڈھے کو دیکھا کہ گھٹیا جھرجھرے کپڑے پہنے بے تکلّف گھاس پر پڑا ہے تو وہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور اسے اتنا حقیر سمجھے کہ بے اختیار پکارے کہ لیجیے وہ پُرانی مثل صادق آئی کہ "پہاڑ نے چُہیا جنی" انھیں اور زیادہ حیرت یہ ہوئی کہ طرح طرح کا سامان خورو نوش پیش کیا گیا تو اس میں سے اج سی لاوس نے صرف کھانا اور بچھڑے اور بط کا گوشت قبول کیا اور عمدہ عمدہ مٹھیاں اور حلوے اور خوش بو کی چیزیں سب واپس کردیں۔ جب بہت اصرار ہوا تو انھیں لے کر فوج کے ہلوت (یعنی غلاموں) میں تقسیم کرا دیا۔

اہلِ مصر نے یہ بات بھی اُس کی بدعقلی پر محمول کی۔ البتہ پاپی روس یعنی مصری کاغذ کے ہار، ان کی سادگی دیکھ کر اج سی لاوس نے قبول کیے بلکہ تھیوفراس توس لکھتا ہے کہ ایک ہار وطن کو مراجعت کے وقت بھی بادشاہ سے طلب کیا اور ساتھ لے کر چلا تھا۔

لیکن تاکوس کے پاس پہنچ کر بڑی مایوسی یہ ہوئی کہ وہ سمجھتا تھا اُسے سپہ سالار بنایا جائے گا اور تاکوس نے یہ عہدہ اپنے لیے مخصوص کیا تھا۔ اس نے صرف اجیر فوج کا سالار اِج سی لاوس کو اور بیڑے کا سردار کاب رِیاس اتھنزی کو مقرر کیا اور اس کا طرزِ عمل بھی ایسا تحکم و تمرد کا رہا کہ اج سی لاوس کی شکایتیں برابر بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ فنی قیہ پہنچ کر تاکوس نے ایسی دربارداری کرائی جو شاہ اسپادٹہ کی سیرت و شان دونوں کے سخت منافی تھی۔ اِج سی لاوس نے ایک مدت تک یہ زیادتیاں برداشت کیں لیکن آخر وہ موقع بھی آگیا کہ اپنی ناراضی کا اظہار کرے۔ ہوا یہ کہ تاکوس کے عم زاد بھائی تک تانا ئیس نے جس کے تحت میں بڑا لشکر تھا، بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنی بادشاہی کا اعلان کیا۔ اُس نے دونوں یونانی سرداروں کو بھی اپنی طرف آنے کی دعوت دی اور بڑے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ تاکوس کو بھی بھنک مل گئی تھی اُس نے کاب ریاس اور اِج سی لاوس کی بڑی خوشامد کی کہ اُس کا ساتھ اور دوستی نہ چھوڑیں۔ کاب ریاس مان گیا اور اج سی لاوس سے بھی سفارش کی کہ تاکوس کا ساتھ دے مگر اُس نے عذر کیا کہ تم اپنی خوشی سے لڑنے آئے ہو اور میں اسپادٹہ کے حکم سے آیا ہوں۔ لہٰذا وطنی حکومت جو حکم دے گی

ویسا ہی کروں گا - پھر اسپارٹہ قاصد بھیجے جنھیں اچھی طرح تیار کر دیا
تھا کہ تاکوس کی مذمت اور نک تانابی کی تعریف کریں۔ ان مصری
شہزادوں نے بھی اپنی اپنی سفارت اسپارٹہ بھیجی - اہلِ اسپارٹہ نے
دونوں کی گفتگو سُن کر فیصلہ اج سی لاوس ہی کی رائے پر چھوڑ دیا کہ وہ
قوم کی بھلائی جس طرح دیکھے اس کے مطابق کام کرے۔ تب وہ
اپنے وطن کی بہتری کے عُذر پر تاکوس کو چھوڑ کر نک تانابس کی
طرف چلا گیا اور حق یہ ہے کہ یہ فعل کُھلی ہوئی غدّاری تھا اگرچہ
رلک دمونی جو اپنی قوم کے مفاد کے مطابق کام کرنا اپنا پہلا اصول
بتاتے ہیں ، حق و ناحق کو بھی اسی کے پیمانے سے تولتے ہیں۔

تاکوس کی ساری اجیر فوج منحرف ہوگئی تو وہ خود فرار ہو گیا
لیکن مصر کے اسی علاقے من دِسیہ میں ایک دوسرے شخص
نے بادشاہی کا دعوا کیا اور ایک لاکھ فوج سے نک تانابی سے لڑنے
آیا۔ نک تانابی نے اج سی لاوس سے گفتگو میں کہا کہ یہ نئی فوج
محض اہلِ حرفہ پر مشتمل ہی اور گو تعداد میں زیادہ ہو ، لڑنے کی بالکل
مہارت نہیں رکھتی۔ اج سی لاوس نے کہا کہ میں اُن کی تعداد سے
نہیں ڈرتا مگر ان کی جہالت سے اندیشہ مند ہوں کہ ایسے لوگوں کے
خلاف جنگی تدابیر سے کام لینا مشکل ہی۔ داؤ پیچ بھی انھی پر چل
سکتے ہیں جنھیں خود شبہ ہو اور حملے سے بچنے کی کوشش میں ناگہانی
حملے کا موقع فراہم کر دیں لیکن جب ایسا کوئی خیال یا توقع نہ ہو
تو اس پر داؤ کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا جیسے پہلوان کے سامنے
کوئی شخص گُم صُم کھڑا ہوا ہو۔ واضح رہے کہ من دسیہ کے

نئے بادشاہ نے بھی اِج سی لاؤس کو اپنی طرف کھینچنے میں کم کوشش نہیں کی جب سے نک تانابی کو بدگمانی ہوئی اور اُس کا یہ مشورہ بھی کہ ایسے دشمن کو جو جنگ کا تجربہ نہیں رکھتا، مہلت نہ دی جائے کہ محض اپنی کثرت کی بنا پر وہ ہمیں گھیر لے، بلکہ فوراً لڑکر قضیہ چکایا جائے، اُس نے بدخواہی پر محمول کیا اور لڑنے کی بجائے ایک قلعہ بند شہر میں ہٹ آیا۔ اِج سی لاؤس کو اپنی بے اعتباری دیکھ کر بہت غصہ آیا تھا مگر بار بار فریق بدلنے سے شرم آئی اور مجبوراً خود بھی اس بادشاہ کے پیچھے پیچھے شہر میں آنا پڑا۔

دشمن بھی آگے بڑھا اور شہر کے گرد خندقیں اور دیواریں بنانی شروع کیں۔ مصری فوج کو محصور ہو جانے کا خوف ہوا اور انھوں نے میدان میں لڑنے کا ارادہ کیا تو اِج سی لاؤس نے اب انھیں روکا جس پر بعض مصری علانیہ اُسے دغاباز اور بادشاہ کا بدخواہ کہتے تھے۔ خود یونانی بھی رسد کی کمی کے خوف سے جنگ کرنے کے خواہش مند تھے مگر اِج سی لاؤس نے صبر سے اُن کے طعنے برداشت کیے یہاں تک کہ جب شہر کے گرد گہری خندق اور اونچی دیوار تکمیل کے قریب پہنچی تو اُس نے اپنے منصوبے کے مطابق رات کو تمام یونانیوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور نک تانابیں کے پاس جاکر کہا " صاحب زادے، لیجیے اب آپ کے کام کرنے کا وقت ہے جس کو میں افشائے راز کے خوف سے پہلے ظاہر نہ کرسکتا تھا۔ لیکن اب دشمن نے اتنے دن کی محنت مشقت سے خود ہماری حفاظت کا سامان کر دیا ہے اور

سامنے سے نکل کر حملہ کرنے کی جگہ ابھی خالی ہی - اب ہمت کیجے اور اہلِ یونان کے ساتھ نکل کر سامنے سے حملہ کیجے جسے دشمن روک نہیں سکتا اور گرد پھیل کر بازو یا عقب میں بھی نہیں آسکتا جہاں خود اُس کی دیواریں حائل ہیں "۔ نک تانابیں نے اِج سی لاوس کی دانائی پر آفریں کہی اور فوراً یونانیوں کے وسط میں صف جماکر حملے میں شریک ہوا اور دشمن کو پہلی ہی یورش میں مار بھگایا - اِج سی لاوس نے بادشاہ کا اعتماد دوبارہ حاصل کرلیا اور پھر اسی داؤں سے دشمن کو کبھی حملہ اور کبھی پسپائی اختیار کرکے ایک بار دو گہری خندقوں کے بیچ میں لگا لایا اور یہاں گھیر کر اس بُری طرح اُن کو کھدیڑا کہ وہ کوئی مقابلہ نہ کرسکے، اور بہت سے مارے گئے اور جو بچے انھوں نے بھاگ کر جان بچائی - ان کا سارا لشکر تتّر بتّر ہوگیا۔

اس طرح جب نک تانابیں اطمینان سے بادشاہی پر متمکّن ہوگیا تو اُس نے بڑی محبت اور عنایت سے اِج سی لاوس کو مصر میں جاڑے گزارنے کی دعوت دی لیکن اسے وطن جانے اور وہاں کے محاربات میں حصّہ لینے کی جلدی تھی اور جانتا تھا کہ نہ وہاں کافی رُپیہ ہی نہ مُلکی سپاہی - کیوں کہ اسپارٹہ کے بہت سے جوان باہر مصروفِ جنگ تھے - پس شاہِ مصر نے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اسے رخصت کیا اور دوسرے تحائف کے علاوہ دو سو تیس تیلنت چاندی جنگ کے مصارف کے لیے نذر کیے - کچھ روز تک موسم کے طوفانی ہونے کے

باعث اِج سی لاؤس کے جہاز ساحل کے قریب قریب چلتے رہے لیکن افریقہ کی حدود سے نکلنے کے بعد ایک غیر آباد مقام پر پہنچے جو منی لاؤس کی بندرگاہ کہلاتی تھی۔ اسی جگہ جہاز لنگر ڈال کر جب لوگوں کو خشکی پر اُتار رہے تھے، اِج سی لاؤس کا انتقال ہوگیا۔ اس نے چوراسی سال کی عمر پائی اور اکتالیس برس رلٹ دمونی (یعنی اسپارٹہ کی) قوم پر بادشاہی کی۔ ان اکتالیس برس میں تیس برس تک وہ یونان بھر میں سب سے بزرگ و مقتدر شخص مشہور تھا بلکہ ایک اعتبار سے سارے یونان کا سپہ سالار اور بادشاہ مانا جاتا تھا تاآں کہ لیوک ترا کی جنگ نے اس شہرت و اقتدار کا خاتمہ کردیا۔

اہلِ اسپارٹہ میں رواج تھا کہ اپنے معمولی لوگوں کو جہاں مریں، وہیں دفن کر دیتے تھے۔ خواہ وہ کوئی ملک ہو۔ لیکن بادشاہوں کی نعش وطن ہی میں لاتے تھے۔ اِج سی لاؤس کے رفیقوں کو شہد میسر نہ آیا تو موم میں اُس کی نعش کو رکھ کر اسپارٹہ تک لائے۔

اِج سی لاؤس کا بیٹا ارکی داموس باپ کی جگہ مسند نشین ہوا اور پانچویں پُشت یعنی اجیس تک بادشاہی اُس کی اولاد میں رہی لیکن یہ اجیس اسپارٹہ کے قدیم ضابطوں کو از سرِ نو بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ لیونی دس نے اسے مار ڈالا۔

پوم پی

معلوم ہوتا ہے رومہ کے لوگوں کو پوم پی سے، اُس کے بچپن ہی سے کچھ ایسی محبت تھی جیسی اِس کی لوس نے اپنے ناٹک میں پرومِست یُوس کی محبت ہرقل کے ساتھ دکھائی ہے، جو باپ کو ظالم دشمن اور بیٹے (ہرقل) کو عزیز و حبیب کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔ حقیقت میں رومیوں نے اپنے کسی جنگی سردار سے اتنی شدید نفرت کا اظہار نہ کیا ہوگا، جتنا پوم پی کے باپ اس ترابو کے خلاف کیا کہ گو زندگی میں اُس کی مسلّمہ شجاعت و جنگ وجوی سے مرعوب رہے لیکن جب اس پر بجلی گری تو مرتے ہی اس کی لاش ارتھی سے گھسیٹ لائے۔ اور انتہائی توہین کا برتاؤ کیا۔ بہ خلاف اس کے کسی رومی کے ساتھ لوگوں نے اتنی محبت اور سچی وفاداری نہیں دکھائی جس قدر پوم پی سے کہ ابتدا سے تقدیر کی ہر نیرنگی میں، یعنی عروج و ترقی کے زمانے کی طرح، اُس کے زوال و مصیبت کے دَور میں بھی دلی جوش و عقیدت سے ساتھ دیتے رہے۔ اس ترابو سے اُن کی نفرت کا سبب اُس کی حرص تھی جو کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی۔ پوم پی میں بہت سے اوصاف تھے جو اُن کی مہر و محبت کا باعث ہوئے۔ اس کا اعتدال اور صداقت، جنگ

میں اُس کی مہارت و آزمودہ کاری۔ تقریر میں اُس کی فصاحت میل جول اور گفتگو میں اس کی نرمی اور خوش خوئی، یہاں تک کہ وہ کچھ مانگتا بھی، تو اس طرح کہ کبھی ناگوار نہ گزرتا اور جب کچھ دیتا تو اس خوبی سے کہ کسی میں یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے لینے میں خود داری کی شان تھی مگر اُس کی عطا میں احسان کی کوئی ادا نہ ہوتی تھی۔

لڑکپن میں اس کی صورت اُس کی وکیل اور حُسن گفتار اُس کا نقیب معلوم ہوتے تھے کہ تقریر کرنے سے پہلے لوگ اس کے گرویدہ ہوجاتے تھے۔ عین گرمئی شباب میں اُس کا حُسن ایک لطافت و متانت رکھتا تھا اور جب وہ پورا جوان ہوا تو اس کے خصائل کی شاہانہ شان وعظمت بھی ساتھ ہی عیاں ہوگئی۔ اس کے بالوں میں قدرے خم تھا اور آگے سے اُبھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ یہ بات اور آنکھوں کی مستانہ جُنبش نے اُس کے چہرے کو کسی قدر سکندر اعظم کی تماثیل سے مشابہ کردیا تھا اگرچہ غالباً یہ مشابہت حقیقت میں اتنی نہ تھی جتنا اس کا چرچا ہوگیا تھا۔ مگر جب لوگوں نے بار بار اسے (سکندر ثانی) کہنا شروع کیا تو پوم پی بھی خاموش ہو رہا جب پر بعض لوگ تعریضاً بھی اس نام سے یاد کرنے لگے۔ اور لوسیوس فیلیپوس نے جو (سکندر کے باپ کا ہم نام اور) قنصلی مرتبے کا آدمی تھا ایک دفعہ پوم پی کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کیا کہ اگر فی لپ "سکندر" کو چاہتا ہو تو اس پر کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیے۔

روما کی ڈیرہ دار طوائف فلورا کی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ بڑھاپے میں بھی خوش ہو ہو کر پوم پی سے اپنی جوانی کے تعلقات کے قصے سنایا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اُس کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے بعد جب کبھی میں جدا ہوتی تو میرے دل پر سخت صدمہ گزرتا تھا۔ اُسی کی روایت ہی کہ پوم پی کا ایک رفیق جمی نوس مجھ پر عاشق ہوا اور بے طرح میرے گرد پھرنے لگا اور جب اُس کی بے قراری بہت بڑھی تو میں نے کہہ دیا کہ میں پوم پی کی وجہ سے مجبور ہوں اور چاہوں بھی تو کسی دوسرے سے تعلق نہیں رکھ سکتی۔ تب جمی نوس نے پوم پی سے عرض حال کیا اور اُس نے صاف دلی سے اجازت دے دی لیکن اس کے بعد پھر پوم پی نے مجھ سے کوئی واسطہ نہیں رکھا اگرچہ غالباً وہ دل سے مجھے چاہتا رہا۔ خود فلورا اس واقعے سے بڑی دل شکستہ ہوئی اور اسی غم میں بیمار پڑ گئی۔ اس عورت کے حُسن و جمال کا اتنا شہرہ تھا کہ کہتے ہیں جب مِتی لوس نے کاستور کے مندر کو طرح طرح کی تصاویر اور پُتلیوں سے آراستہ کیا تو فلورا کی بے مثل خوب صورتی کی وجہ سے اُس کا بھی ایک پُتلا بنوا کر مندر میں نصب کرایا۔

اپنے مولا دِمت رِیوس کی بیوی سے بھی پوم پی نے عادت کے خلاف بڑی بے مروتی اختیار کی کہ مبادا عوام اُس کو اُس عورت کے حُسن پر والہ و شیدا ہونے کا الزام لگائیں کیوں کہ واقعی وہ اتنی حسین تھی کہ ہر طرف لوگ انگلیاں اُٹھاتے تھے۔ ادھر دِمت رِیوس کو آخر تک پوم پی کے مزاج میں بڑا دخل رہا اور وہ اتنا دولت مند

شراب پی اور ترن تیوس کے ساتھ اور بھی مہربانی سے پیش آیا۔ لیکن سونے کے بہانے خیمے میں جا کر دوسری طرف سے خفیہ نکل گیا اور باپ کے خیمے پر بھی چند پہرے دار مقرر کر کے منتظر رہا کہ سازشی کیا کرتے ہیں۔ رات گئے ترن تیوس یہ سمجھ کر کہ کام کرنے کا وقت آ گیا، ننگی تلوار لیے ہوئے پوم پی کے خیمے میں گیا اور بستر پر کئی وار کیے کہ وہ وہاں سو رہا ہوگا۔ ادھر اسی وقت لشکرگاہ میں شور بلند ہوا۔ فوج والوں کو سپہ سالار سے سخت نفرت تھی۔ اسی کے اظہار کے لیے وہ اپنے ڈیرے اکھاڑ کے ہتیار لیے ہوئے چلے اور پوم پی کے باپ کو جرات نہ ہوئی کہ سامنے آ سکتا۔ مگر پوم پی فوج کے مجمع میں گیا اور ان کی بڑی منت سماجت کی۔ حتیٰ کہ ان کے راستے میں زمین پر ان کے سامنے لیٹ گیا اور آنسو بہا بہا کر کہنے لگا کہ جن کو جانا ہو وہ مجھے روندتے ہوئے جا سکتے ہیں۔ تب باغی سپاہی مجبور ہو گئے اور آٹھ سو جوانوں کے سوا، باقی سب شرمندگی سے یا رحم کھا کے پشیمان ہوئے اور سپہ سالار سے صفائی کر لی۔

باپ (اس ترابو) کے مرنے کے بعد لوگوں نے پوم پی پر مقدمہ چلایا کہ اس ترابو نے سرکاری خزانے سے جو دولت ناجائز طور پر حاصل کی، اس کے وارث پوم پی سے وصول کی جائے لیکن پوم پی نے بڑی بڑی رقموں کا پتا چلایا اور عدالت کو بتایا کہ یہ روپیہ اس کے باپ کے آزاد غلام الیک زاندر نے تغلب کیا ہے۔ البتہ شکار کا کچھ سامان اور کتابوں کے لینے کا اس نے اقبال کیا جو

دولت مند ہوگیا تھا کہ جب مرا تو چار ہزار تیلنت کی جائے داد چھوڑی اس قدر احتیاط اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے باوجود پومپی بیسیوں، اور وہ بھی شادی شدہ عورتوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے الزام سے نہ بچ سکا۔ لوگ اسے مطعون کرتے تھے کہ وہ ان عورتوں کی بے اعتدالی سے دانستہ چشم پوشی کرتا بلکہ ان کے عیش کی خاطر سرکاری روپے تک میں تغلب تصرّف جائز رکھتا ہے۔ ذاتی طور پر کھانے پینے میں اس کی سادگی کا یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو معدے کی خرابی سے معمولی گوشت ہضم نہ ہوتا تھا طبیب نے لال چڑی[1] کا گوشت تجویز کیا۔ اس کے ملنے کا موسم نہ تھا مگر کسی نے کہا کہ لوکلوس کے مرغ خانے میں مل جائے گی جہاں وہ تمام سال رکھی جاتی ہے۔ اس پر پومپی نے کہا "اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ لوکلوس عیش دوست نہ ہو تو پومپی زندہ نہ رہ سکے گا۔" پھر طبیب کے نسخے کی پابندی بالائے طاق رکھ کر جیسا گوشت مل سکتا تھا اسی پر قناعت کی۔ مگر یہ قصہ ایک عرصے بعد کا ہے۔

ابتدائے عمر میں جب وہ اپنے باپ کے ماتحت سِینا کے خلاف جنگ میں شریک تھا، اس کا رفیق ترن تیوس، سینا سے مل گیا اور پومپی کو قتل کرنے کی سازش کی۔ سازشیوں میں قرار پایا کہ وہ سپہ سالار کے خیمے کو آگ لگا دیں گے۔ پومپی رات کا کھانا کھا رہا تھا جب اس سازش کی اسے اطلاع ملی۔ وہ اطمینان سے کھانا کھاتا رہا بلکہ اس روز معمول سے زیادہ

---

[1] ایک ولایتی چڑیا جو خوش گلو پرندوں میں بھی شامل ہے۔ م

اُس کے باپ کو شہر اس کولم کی فتح پر ہاتھ آئی تھیں. مگر غدر کیا کہ سینا نے دومہ پر قبضہ کیا اور اُس کے سپاہیوں نے مکان لوٹا تو یہ چیزیں بھی گم ہوگئیں۔

اس مقدمے میں پوم پی نے کم عمری کے باوجود جس مستعدی اور استقلال سے پیروی کی اور مدّعیوں کے جیسے جواب تیار کیے، وہ اس کی عام شہرت و تعریف کا موجب ہوئے اور خود میر عدل ان تس تیوس اُس کا اتنا گرویدہ ہوگیا کہ بعض دوستوں کے ذریعے اسے اپنی بیٹی دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ عوام سے یہ بھید مخفی رہ نہ سکا اور جب عدالت نے پوم پی کی برات کا فیصلہ سنایا تو انھوں نے "تلاسیو" کا نعرہ لگایا جو قدیم دستور کے مطابق شادی کے موقع پر لگایا جاتا ہو جب دولھا دولھن کو بیاہ کے لے جاتا ہو۔ کہتے ہیں اس دستور کی بنیاد یوں پڑی کہ جب دومہ کی آبادی کے وقت سبائنی قوم کو کھیل تماشے کے بہانے سے بُلاکر اہلِ دومہ اُن کی بیٹیوں کو لے بھاگے تو ان میں ایک سرو قامت حسینہ گڈریوں کی ایک ٹولی کے ہاتھ آئی اور اس خوف سے کہ دوسرے اُسے نہ چھین لیں وہ دوڑتے ہوئے "تلاسیو، تلاسیو" کا نعرہ لگاتے چلے۔ تلاسیوس ایک مشہور ہر دل عزیز آدمی تھا گڈریوں نے اُس کا نام پکارا کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ وہ عورت تلاسیوس کے واسطے لے جائی جارہی ہو۔ چناں چہ جس نے یہ نعرہ سُنا اُس نے بھی خوشی سے تالیاں بجائیں اور اس تجویز پر آفریں کہی۔ غرض اسی وقت سے یہ نعرہ شادی کے لیے بہت مبارک سمجھا جانے لگا اور اب تک اُن میں اُس کا رواج چلا آتا ہو۔ عدالتی فیصلے کے چند روز بعد ان تس تیہ کی پوم پی

سے شادی ہوگئی۔

پھر پوم پی از خود سینا کے لشکر میں چلا گیا لیکن دیکھا کہ اُس پر بہت سے اتہام لگائے جا رہے ہیں تو وہ اندیشہ مند ہوکر خفیہ لشکر گاہ سے نکل گیا۔ اُس کے یکایک غائب ہونے کی خبر سے لشکر میں طرح طرح کے شبہات پھیل گئے اور یہ افواہ اڑ گئی کہ سینا نے نوجوان پوم پی کو قتل کرا دیا۔ بہت سے فوج والے سینا سے پہلے ہی ناخوش تھے۔ اس خبر نے انھیں ایسا مشتعل کیا کہ وہ سب مل کر اُس پر حملہ کرنے چلے۔ سینا جان بچانے کے لیے فرار ہوا۔ مگر ایک یک صدی سردار ننگی تلوار لیے پیچھے دوڑا۔ سینا اس مصیبت میں گھٹنوں کے بل گرا اور اپنی بیش قیمت مُہر بھی فدیے کے طور پر پیش کی۔ مگر ظالم یک صدی نے یہ کہہ کر اُسے ٹھکرا دیا کہ میں ایک شریر مُجرم جابر سے بدلہ لینے آیا ہوں یا کسی صلح نامے پر مہر کرانے؟ اور اُسی وقت اُسے ہلاک کر دیا۔

سینا کے مارے جانے کے بعد فوج کی قیادت کاربو نے اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ شخص سینا سے بھی زیادہ نامعقول جابر تھا۔ اسی لیے اکثر لوگ سیلا کی آمد آمد سُن کر خوش ہوئے کہ آزادی نہ میسر آئے گی تو بھی ان مظالم سے تو نجات مل جائے گی۔ حقیقت میں اہل روما پر مسلسل ایسی آفتیں آئیں اور جبر و تعدی کے وہ وہ رگڑے انھوں نے کھائے کہ قومی آزادی سے بالکل مایوس ہونے کے بعد اب وہ صرف اتنا چاہتے تھے کہ کم سے کم غلامی نرم اور قابلِ برداشت ہو جائے۔ پوم پی ان دنوں پی کینوم میں جس کے قریب اُس کی

جاگیریں تھیں، کچھ روز اپنا دل بہلاتا رہا۔ اگرچہ سیر تفریح کے علاوہ ایک بڑی وجہ قیام کی یہ تھی کہ اس علاقے کی بستیاں اسے بہت پسند تھیں کیوں کہ وہاں کے لوگ اس سے موروثی دوستی اور قدیم روابط رکھتے تھے۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ شہر کے اشراف وعمائد اپنے گھر اور املاک چھوڑ چھوڑ کر جانے لگے اور ہر طرف سے سیلا کے مقام پر پہنچ رہے ہیں تو وہ بھی اُس کے پاس جانے کا خواہاں ہوا۔ مگر وہ محض پناہ گزین بن کر جس کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو، جانا نہ چاہتا تھا بلکہ حاجت مند کی بہ جائے ایسا دوست بن کر، جو سیلا کے لیے مفید و معاون ہو اور فوجی امداد سے اُس کی قوت وشان میں اضافہ کر سکے چناں چہ اس نے پی کنوم والوں سے مدد طلب کی اور وہ بھی کاربو کے قاصدوں کو دھتکار کر خوشی سے پوم پی کے ساتھ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کسی مخالف (وِن دِیوس نامی نے) یہ تعریض کرنے کی ہمت کی کہ پوم پی مدرسے کے حجرے سے نکل کر لوگوں کا سردار ہو گیا ہو، تو شہر والے آپے سے باہر ہو گئے اور وِن دِیوس کو فوراً پکڑ کر جان سے مار ڈالا۔

اسی زمانے میں پوم پی کو اپنی ذات میں حکم رانی کے مادّے کا احساس ہوا۔ اور اگرچہ اُس کی عمر تیئس سال سے زیادہ نہ تھی اور نہ کسی نے اُسے حکومت سپرد کی تھی، مگر اُس نے خود پورے اختیارات سے کام شروع کیا اور ایک آباد شہر میں باقاعدہ عدالت قائم کی۔ دو بھائی جو کاربو کی حمایت میں اُس کی مخالفت کر رہے تھے، انھیں گرفتار کر کے شہر سے نکل جانے کا حکم صادر کیا۔ پھر

فوج بھرتی کرنی شروع کی اور یک صدی وغیرہ فوجی عہدوں پر دستور کے مطابق لوگوں کو باضابطہ مامور کرنے لگا۔ علاقے کے جملہ شہروں کا دورہ کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ کاربو کے حامی وہاں سے بھاگ گئے اور باقی باشندے خوشی خوشی اُس کی قیادت میں آ گئے۔ حتیٰ کہ تھوڑی مدت میں اُس نے پورے تین لشکر مرتب کر لیے اور اُن کے لیے سامان رسد کے علاوہ سواری باربرداری وغیرہ جملہ ضروریات جنگ کا انتظام کیا۔ پھر اس ساز و سامان کے ساتھ سِیلا کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جگہ جگہ ٹھیرتا اور چھوٹی چھوٹی منزلیں کرتا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے اُسے جلدی ہو یا بغیر خبر ہوئے سفر کرنا چاہتا ہو۔ اس کے ساتھ حریف کو ستاتا اور زحمت میں ڈالتا جاتا تھا اور اطالیہ کے جن علاقوں سے گزرتا ان سب کو کاربو کی رفاقت سے توڑ لیتا تھا۔

آخر دشمن کی طرف سے وقتِ واحد میں تین سر لشکر کاری نا، کلی لیوس، بروتس بھیجے گئے جنھوں نے سامنے سے آنے کی بجائے اُسے تین طرف سے گھیرے میں لے لیا اور قصد کیا کہ اس طرح اپنی تین فوجوں سے گھیر کر اُسے مغلوب کریں۔ پُومپی ذرا نہ ڈرا بلکہ اپنے سب سپاہیوں کو یک جا کر کے اُس نے پہلے بروتس کو مقابلے کے لیے چُنا اور سواروں کو آگے رکھ کر جن میں وہ خود بھی تھا، پورے لشکر سے اُدھر رُخ کیا۔ دشمن کے قلطی سوار مقابلے کے لیے نکلے تو پُومپی نے خود بڑھ کر اُن کے سب سے تنومند اور آگے بڑھے ہوئے جوان سے دست بہ دست جنگ کی اور اُسے برچھے سے مار گرایا۔ یہ دیکھتے ہی باقی سوار بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی پیادہ

صفوں میں سے گزرتے ہوئے وہ انتشار پیدا کیا کہ تھوڑی دیر میں
ساری فوج پیٹھ دکھا کر بھاگی اور خود ان تین سپہ سالاروں میں ایسا
جھگڑا ہو گیا کہ جس کا جدھر مونھ اٹھا، اُدھر چل دیا اور گرد و نواح
کی تمام بستیوں نے پومپی کے سامنے ہتیار ڈال دیے۔ انھوں نے
سمجھ لیا تھا کہ کاربو کی افواج خوف سے منتشر ہو گئیں لیکن بعد میں
رومہ کا قنصل سی پیو خود پومپی سے لڑنے آیا۔ اُسے بھی کوئی
کام یابی نہ ہوئی۔ اس لیے کہ جب فریقین آمنے سامنے آئے تو
قبل اس کے کہ لڑائی شروع ہو یا چھوٹی برچھیاں پھینک کر مارنے
کا موقع آئے، سی پیو کے سپاہیوں نے پومپی کے لشکر کی سلامی
دی اور خود ہی اپنے سپہ سالار کو چھوڑ کر اس کی صفوں میں چلے آئے
اور سی پیو نے بھاگ کر جان بچائی۔ آخر میں کاربو نے اپنے
سوارانِ خاصہ کو بھیجا تھا کہ ارسیس ندی پر اُسے اترنے سے روکیں
مگر یہاں بھی پومپی نے اُسی جرأت و کام یابی سے حملہ کیا جیسے پہلے
کیا تھا اور تعاقب کرتا ہوا دشمن کو ایسے دشوار گزار میدان تک دھکیل
لایا جہاں گھوڑے نہ چل سکتے تھے۔ چناں چہ اُن کو بچنے کی امید نہ رہی
تو اپنے گھوڑے اور ہتیار سب اس کے حوالے کر دیے کہ جیسا چاہے
سلوک کرے۔

رسیلا کو ان واقعات کی خبر نہ تھی۔ جب اُسے پومپی کی
نقل و حرکت کی پہلی اطلاعیں ملیں تو بہت فکرمند ہوا کہ مبادا دشمن
کے تجربہ کار اور بہت سے حربی ماہروں میں پھنس کر وہ ہلاک نہ
ہو جائے۔ پس پوری عجلت سے مدد کے لیے چلا۔ جب پومپی کو

اُس کے قریب آنے کی اطلاع ہوئی تو اپنی تمام افواج کی باقاعدہ صف بندی کا حکم دیا تاکہ صدر سپہ سالار اُن کو بہترین شان میں دیکھے اسے سیلا سے بڑے اعزاز و اکرام کی امید تھی اور جتنی امید تھی اُس سے بھی زیادہ اعزاز حاصل ہوا۔ کیوں کہ سیلا نے جب اُس کی فوجوں کو جنھیں پوم پی لے کر آرہا تھا، ایسا آراستہ پیراستہ اور جوانوں کو نوخیز و مضبوط اور تازہ کام یابیوں سے اُن کے حوصلے بڑھے ہوئے دیکھے تو گھوڑے سے اتر پڑا اور جب حسب قاعدہ پہلے "امپراطور" کے نام سے اُس کی سلامی اُتاری گئی تو اُس نے بھی پوم پی کو اسی خطاب سے سلام کیا۔ جس پر تعجب ہوتا ہے کہ بالکل توقع کے خلاف ایسے نوجوان کو جو مجلسِ عمائد کا ابھی رُکن بھی نہ تھا، اُس خطاب سے نوازا جس کے لیے سی پیو اور ماریوس سے لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ مگر بعد میں بھی اُس کا طرز عمل اسی تعظیم کے مطابق رہا کہ جب پوم پی ملنے آتا وہ کھڑا ہو جاتا یا اپنی ٹوپی اتار دیتا تھا حال آں کہ دوسروں کے ساتھ جو بڑے اعزاز اور مرتبے کے لوگ تھے، وہ بہت کم ایسا کرتا تھا۔ بہ ایں ہمہ پوم پی ان عنایتوں سے پھول نہیں گیا بلکہ سیلا نے اسے غالیہ میں بھیجنا چاہا جہاں متی لوس اپنے لشکر کثیر سے جیسا چاہیے کام کر کے نہ دکھا سکا تھا، تو اُس نے گزارش کی کہ ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے میرا سپہ سالاری لینا، جو پرانا اور شہرت میں کہیں برتر ہے، درست و مناسب نہ ہوگا۔ البتہ اگر متی لوس رضامند ہو اور میری خدمات حاصل کرنا چاہے تو میں وہاں جانے اور مدد دینے کے لیے حاضر ہوں۔ متی لوس کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اُس نے

یہ تجویز پسند کی اور اسے خط لکھ کر آنے کی دعوت دی۔ پس پوم پی فوراً غالیہ پہنچا اور نہ صرف خود بڑے بڑے کارنامے دکھائے بلکہ متی لوس کے دل میں بھی دلیری و جنگ جوئی کی وہی آگ پھر بھڑکا دی جسے پیرانہ سالی نے افسردہ کر دیا تھا۔ جس طرح، کہتے ہیں پگھلا سیسہ اگر ٹھنڈی اور ٹھوس چیز پر ڈالا جائے تو آگ سے بھی جلد تر اُسے پگھلا دیتا ہے۔ پوم پی کے ان کارناموں کی تفصیل بیان کرنے میں مجھے اس لیے تامل ہے کہ مبادا اُس کی جوانی کے سوانح اتنا وقت نہ لے لیں کہ پھر اُس کے آیندہ بڑے بڑے کام اور قسمت کے لیل و نہار دکھانے میں، جن میں اُس کی سیرت روشن تر نظر آتی ہے، اختصار کی ضرورت داعی ہو۔ یہ جوانی کی مہمات غیر معمولی سہی، اُس کی بعد کی کثیر و بزرگ تر فتوحات کے سامنے اسی طرح ماند ہوگئیں جیسے کسی نامی پہلوان کے بڑی کشتیاں مارنے اور سب انعام جیتنے کے بعد اُس کے لڑکپن کی کشتیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتا نہ اُن کو شمار میں لایا جاتا ہے۔

القصہ جب سیلا ساری اطالیہ کو مطیع و منقاد کر چکا اور آمر یا مختار مطلق بن گیا تو اپنے رفیقوں کو دل کھول کر اُس نے مال و زر اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے تقسیم کیے اور جس نے جو مانگا، وہ عطا کیا۔ لیکن پوم پی کی لیاقت و شجاعت اُس کے دل میں گھر کر گئی تھی اور اُسے خیال تھا کہ بہت ممکن ہے وہ اس کا قوت بازو اور آیندہ بھی اس کے معاملات کا کفیل ثابت ہو، لہٰذا اُسے ذاتی رشتے سے اپنے ساتھ وابستہ کرنے کی تدبیر کی۔ (سیلا کی بیوی) متی لا بھی شریک رائے ہوگئی اور پھر ان دونوں نے پوم پی پر زور ڈالا کہ اپنی بیوی

ان تس تیہ کو چھوڑ کر سیلا کی ربیب دختر امی لیہ سے شادی کرے حال آں کہ وہ اس وقت دوسرے شخص کی جورو اور حمل سے تھی ۔ یہ ازدواجی ظلم پوم پی کے مزاج و خصائل کے مطابق نہ سہی، سیلا کے دور سے عین مطابقت رکھتے تھے ۔ امی لیہ کا اپنے شوہر کی آغوش سے حالتِ حمل میں کھینچ کر گویا جبراً اس کے تصرف میں آنا ایسا ہی شرم ناک فعل تھا جس قدر ان تس تیہ کو ذلت و خواری کے ساتھ اپنے گھر سے نکال باہر کرنا کہ اُس بدنصیب کا باپ چند روز پہلے محض اس لیے ایوانِ مجلس میں قتل کیا گیا کہ پوم پی کے خسر ہونے کی وجہ سے اُس پر شبہ تھا کہ سیلا کا طرف دار ہے ۔ پھر ایک طرف تو ان تس تیہ کی کی ماں نے یہ مصائب اور ذلتیں دیکھ کر خودکشی کر لی اور شادی کے اس مجموعہ آفات میں آخری بدنصیبی کا یہ اضافہ ہوا کہ امی لیہ، پوم پی کے گھر آنے کے بعد ہی زچگی میں فوت ہو گئی ۔

ان حادثات کے بعد سیلا کو صقلیہ کی طرف سے اطلاعیں پہنچیں کہ اُس کا مخالف سردار پرپنا اس جزیرے مورچہ بندی کر رہا ہے اور مخالف گروہ کے بچے کھچے لوگ بھاگ کر وہاں جمع ہو گئے ہیں ۔ افریقہ کے رومی علاقے پر دومی تیوس نے قبضہ جما لیا ہے اور کاربو بیڑا لیے ہوئے ان سمندروں میں گشت لگا رہا ہے ۔ پس ان سب کے مقابلے کے لیے پوم پی کو بڑا بھاری لشکر دے کر بھیجا گیا اور اس کے صقلیہ پہنچتے ہی پرپنا وہاں سے چل دیا ۔ پوم پی نے جملہ شہروں کے ساتھ نرمی اور بڑی انسانیت کا برتاؤ کیا ۔ البتہ جب شہر مسی نا کی مامرتی قوم نے احتجاج کیا کہ رومیوں کے

قدیم معاہدے کی بہ موجب وہ اُن پر حکم نافذ نہیں کرسکتا ، تو پومپی نے تیز ہوکر جواب دیا " اچھا! تم اُن کے سامنے بھی قانون بگھارے جاؤگے جن کی کمر سے تلواریں بندھی ہیں؟" کاربو کے معاملے میں بھی لوگوں کا خیال ہے کہ اُس نے بے رحمی دکھائی جس میں جُرم کی سزا دینے سے زیادہ کاربو کی بے چارگی میں اُسے ذلیل کرنے کا پہلو نکلتا تھا۔ مان لیا جائے کہ اس کا قتل ضروری تھا، توبھی اگر قید کرتے ہی اسے قتل کردیتے تو نہ پومپی کی شان سپہ سالاری میں کوئی کمی آتی اور نہ ساتھیوں کو اس قدر ناراض ہونے کی وجہ پیدا ہوتی جس قدر یہ دیکھ کر وہ ناراض ہوئے کہ ایک شخص جو تین مرتبہ روما کی قنصلی پر فائز رہا تھا، پومپی کے حکم سے گرفتار لایا گیا اور اُس نے حاکم عدالت بن کر قانونی رسمیات کے ساتھ موت کی سزا سُنائی۔ اسی ضمن میں روایت کی جاتی ہے کہ جب کاربو قتل گاہ میں لایا گیا اور اُس نے جلّاد کو ننگی تلوار لیے دیکھا تو اُس کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور اُس نے تھوڑی سی مہلت اور الگ جاکر رفع حاجت کی اجازت چاہی۔ وال ریوس کے ساتھ پومپی کی بے رحمی کا ایک اور واقعہ سی زر کے دوست اوپیوس نے بیان کیا ہے کہ پہلے تو پومپی اس کو ایک طرف لے گیا اور بہت سی باتیں دریافت کیں۔ کیوں کہ وال ریوس بڑا فاضل شخص تھا۔ پھر جواب سُننے کے بعد پہرہ داروں کو حکم دیا کہ لے جاکر اُسے قتل کردیں لیکن ہمیں اوپیوس کی روایتیں ماننے میں ذرا احتیاط کرنی چاہیے خصوصاً جب کہ وہ سی زر کے دوستوں یا دشمنوں کی نسبت کوئی بات

لکھے۔ اصل یہ ہے کہ پومپی ایک حد تک مجبور تھا کہ اسیلا کے ممتاز دشمن، جس کا گرفتار ہونا شہرت پا چکا تھا، اُن سے سختی کا برتاؤ کرے۔ لیکن دوسروں کے ساتھ وہ جہاں تک ممکن تھا، رحم دلی سے پیش آیا۔ بعض کی فراری پر چشم پوشی کی اور بعض کو فرار ہونے میں خود مدد دی۔ اسی طرح کا ایک قصہ ہی مرہ والوں کا ہے کہ وہ دشمن کے ممد و معاون تھے اور پومپی نے اُن پر قابو پا کر سخت سزا دینے کا قصد کیا تو اُن کے سرگروہ اس تی نس نے تقریر کی اجازت مانگی اور کہا کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہ شایانِ انصاف نہیں ہے کیوں کہ آپ اصل مُجرم کو چھوڑتے اور بے گناہوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ پومپی نے پوچھا وہ مجرم کون ہے جو ان سب کی خطا کا ذمہ دار ہے تو اس تینیس نے جواب دیا" وہ مَیں ہوں کہ مَیں نے ہی اپنے رفیقوں کو یہ کام کرنے کی ترغیب دی اور دشمنوں کو خود لڑ کر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔" پومپی اس شخص کی یہ صداقت اور سچی جُرات دیکھ کر حیرت میں رہ گیا اور پہلے اُس کی خطا معاف کی اور پھر جملہ اہلِ شہر کو معاف کر دیا۔

کوچ کے دَوران میں جب اس کو معلوم ہوا کہ اُس کے سپاہی بہت بے ضابطگیاں کر رہے ہیں اور راستے میں جبر و تعدّی کی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو اُس نے حکم دیا کہ اُن کی تلوار میان میں رکھ کر مُہریں لگا دی جائیں اور جو اس پر عمل نہ کرے اُسے سخت سزا دی جائے۔

وہ صقلیہ کے اُن انتظامات میں مصروف تھا کہ مجلس عمائد کی

طرف سے حکم اور سیلا کی ہدایت پہنچی کہ صقلیہ سے سیدھے افریقہ جاؤ اور پورے لشکر سے دومی تیوس پر حملہ کرو جس نے اس سے بھی زیادہ فوج جمع کر لی جتنی ماریوس نے پہلے جمع کی اور روم میں انقلاب برپا کردیا تھا اور ایک مفرور مجرم کی بجائے ایک ایک حاکم جابر بن بیٹھا تھا۔

پومپی نے انتہائی مستعدی سے تیاریاں مکمل کیں اور اپنے بہنوئی ممیوس کو صقلیہ کا حاکم بنا کے خود ایک سو بیس جنگی اور آٹھ سو باربرداری جہازوں کے بادبان افریقہ کی طرف کھول دیے باربرداری میں سامانِ خورونوش کے علاوہ رُپیہ، اسلحہ اور قلعہ شکن آلات بھرے تھے۔ بیڑے کا ایک حصّہ یوتی کا اور ایک قرطاجنہ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا اور اس کے اُترتے ہی دشمن کے سات ہزار سپاہیوں نے بغاوت کی اور پومپی کے لشکر میں چلے آئے۔ خود اُس کی فوج بھی سات مکمل لشکروں پر مشتمل تھی۔ افریقہ پہنچنے پر ایک دلچسپ واقعہ یہ پیش آیا کہ چند سپاہیوں کو اتفاقیہ ایک معقول رقم زمین میں گڑی ہوئی ہاتھ آئی اور دوسروں نے یہ خبر سُن کر خیال کرلیا کہ اس میدان میں بہت کچھ سونا چاندی دفن ہو جسے اہلِ قرطاجنہ نے اپنی مصیبت کے زمانے میں یہاں چھپایا ہوگا۔ اس توہم کے ساتھ ہی وہ جگہ جگہ زمین کھودنے پر پل پڑے اور کئی دن تک پوری فوج نے اور کوئی کام ہی نہیں کیا۔ پومپی اس مدت میں صرف اُن کے پاس ٹہلتا پھرا اور ان سب کو مٹی کھودتے دیکھ دیکھ کر خوب ہنستا رہا۔ حتیٰ کہ جب وہ تھک گئے اور مایوس ہو گئے

تو خود ہی اپنے سپہ سالار کے پاس آئے اور التجا کی کہ جہاں چاہے ہمیں لے چلیے کیوں کہ اب ہم کو اپنی حماقت کی پوری سزا مل گئی ہو۔

اس عرصے میں دومی تیوس بھی تیار ہوگیا اور اپنا لشکر مقابلے میں لے آیا تھا۔ لیکن فریقین کے درمیان ایک کھاڑی تھی جس کے دونوں کناروں پر کراڑے دشوار گزار تھے۔ جس دن فوجوں کا سامنا ہوا، اس روز صبح سے آندھی مینھ کا سخت طوفان آگیا اور یہ سمجھ کر کہ آج مقابلہ نہ ہو سکے گا دومی تیوس نے اپنی فوج کو پڑاؤ پر واپس جانے کا حکم دے دیا۔ مگر پومپی ہر وقت چوکس رہتا تھا۔ اس نے موقع پا کر فوج آگے بڑھائی اور کھاڑی کو اتر کر ایک دم دشمن کے پڑاؤ پر جا پڑا۔ ان میں اس حملے سے بڑی بے ترتیبی اور رل چل مچ گئی اور اس ابتری میں اول تو اچھی طرح مقابلہ نہ کر سکے دوسرے ہوا کا رُخ ایسا پلٹا کہ بارش اُن کے مُونھ پر پڑنے لگی۔ رومیوں کو بھی طوفان سے کافی زحمت اٹھانی پڑی کیوں کہ وہ ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے اور خود پومپی بال بال بچا کہ جب اُسی کے ایک سپاہی نے مقررہ نعرۂ جنگ دریافت کیا تو اس نے ذرا رُک کر جواب دیا اور ممکن تھا کہ عدم شناخت کی وجہ سے اُسے جان سے ہاتھ دھونے پڑتے۔

دشمن سخت نقصان اٹھا کے فرار ہوا یعنی کہتے ہیں اس کے بیس ہزار میں سے صرف تین ہزار سپاہی سلامت جا سکے۔ رومی پومپی کو امپراطور کے نام سے فتح کی سلامی دینی چاہتے تھے مگر اس نے انکار کیا کہ جب تک دشمن کا پڑاؤ محفوظ ہو میں اس اعزاز

کا خود کو مستحق نہیں سمجھتا - چناں چہ اس کی ترغیب سے فوراً رومیوں
نے دشمن کے مورچوں اور خندقوں پر یورش کی اور خود پومپی اس
موقع پر برہنہ سر لڑا کہ پھر عدم شناخت کی وجہ سے وہی خطرہ نہ
پیش آئے جو پہلے معرکے میں پیش آیا تھا - غرض پڑاؤ کو حملہ کرکے
چھین لیا گیا اور یہیں مارے جانے والوں میں دومی تیوس بھی کام
آیا - اس فتح کے بعد گرد و نواح کی ریاستوں اور شہروں نے یا خود
اطاعت قبول کرلی یا جبراً تسخیر کیے گئے - دومی تیوس کا حلیف
شاہ جارباس قید ہوا اور اس کی مملکت ہیمپسال کو دے دی گئی۔
پومپی نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ فوج کی بہادری اور
تقدیر کی یاوری کے بھروسے آگے بڑھ کر نومیدیا کی مملکت میں
داخل ہوا اور جہاں گیا فتح و ظفر کے پھریرے اڑائے اور ان عجمی
اقوام میں جو رومیوں کی سطوت کو فراموش کرچکی تھیں، دوبارہ دولتِ
روما کی دھاک بٹھا دی - پھر یہ کہہ کر کہ افریقہ کے جنگلی
جانوروں کو بھی رومیوں کی دلاوری اور ظفرمندی سے بےخبر
نہ رکھنا چاہیے ، اس نے کئی روز شیر اور ہاتھی کے شکار میں
صرف کیے - بہ ایں ہمہ کہتے ہیں کہ افریقہ میں اترنے کے بعد،
دشمن کا قلع قمع اور وہاں کے جملہ انتظامات کو درست کرنے میں
کُل چالیس دن صرف کیے اور خود وہ ابھی عمر کے چوبیسویں سال
میں تھا۔

جب پومپی شہر یوتی کا میں واپس آیا تو اسے سِیلا
کے خط اور احکام ملے کہ ایک لشکر کے سوا باقی فوج کے ہتھیار

کھلوا دیے جائیں اور وہ خود دوسرے سپہ سالار کا انتظار کرے جسے
اس کی بجائے انتظام ولایت کے لیے روانہ کیا جائے گا۔ اس بات
سے پوم پی کو دلی صدمہ ہوا مگر اس نے کوئی اظہار نہیں کیا۔ البتہ فوج
والے بہت بگڑے اور جب پوم پی نے کہا کہ وہ واپس اطالیہ جائیں
بس حسب حکم بعد میں آؤں گا تو انھوں نے سیلا کو صلواتیں سنائیں اور
صاف کہا کہ ہم تم کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور احتیاط کے خلاف ہے کہ تم اس
خوددار جابر پر بھروسا کرو۔ پوم پی نے اول اول ان کو خوش آیند تقریروں
سے لبھایا اور دھیما کیا لیکن جب دیکھا کہ فہمایش ان پر کارگر نہیں ہوئی
تو وہ کرسی چھوڑ کر آنکھوں میں آنسو بھرے اپنے خیمے میں چلا گیا۔
فوج والے ساتھ ساتھ گئے اور اسے جبراً لاکر پھر کرسی پر بٹھایا اور
بڑی دیر تک جھگڑتے اور بحث کرتے رہے کہ وہ خود بھی ٹھیرے اور
ان کی قیادت کرے۔ ادھر پوم پی برابر انھیں حکم ماننے کی تائید کرتا
اور نافرمانی کے خطرات سے ڈراتا رہا۔ اور جب کسی طرح ان کا غوغا
کم نہ ہوا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر وہ اسے زیادہ مجبور کریں گے
تو خودکشی کرلے گا۔ اس پر بھی وہ مشکل ہی سے قابو میں آئے۔
ادھر سیلا کو سب سے پہلی خبر یہ پہنچی کہ پوم پی باغی ہوگیا ہے جس
پر اپنے بعض دوستوں سے اس نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ میری
قسمت میں لکھا تھا کہ بڑھاپے میں لڑکوں سے زور آزمائی کرتا رہوں!"
اس میں نوجوان ماریوس کی سرکشی کی طرف اشارہ تھا جس نے بالکل
کم عمر ہونے کے باوجود اسے بہت تنگ کیا اور خطرے میں ڈال دیا
تھا۔ مگر بعد میں صحیح خبریں آئیں اور وہ مطمئن ہوگیا اور یہ سن کر

کہ سارا شہر پوم پی کی واپسی پر استقبال کی تیاری کر رہا ہے، اس نے ارادہ کر لیا کہ خود سب سے زیادہ عزت و تپاک سے اس کا خیر مقدم کرے۔ چناں چہ بہت آگے جاکر سب سے اول خود ملا اور کمال گرم جوشی سے پوم پی کو گلے لگا کر "ماج نوس" یعنی اعظم کے خطاب سے اسے مخاطب کیا اور جملہ حاضرین کو ہدایت کی کہ آئندہ اسی خطاب سے اسے یاد کریں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں یہ خطاب اس کے لشکر والوں نے افریقہ میں اسے دیا تھا، سیلا نے اب اسی کی توثیق کی۔ مگر خود پوم پی نے شاید سب کے بعد اسے اپنایا اور پہلی مرتبہ ہسپانیہ کی سپہ سالاری کے زمانے میں استعمال کیا جب کہ عام طور پر بولے جانے سے لوگ اس خطاب سے مانوس ہو گئے تھے اور اس کی حسد انگیز خصوصیت زائل ہو گئی تھی۔ مگر اس باب میں ماننا پڑتا ہے کہ قدیم رومی کتنی تعریف و احترام کے مستحق تھے کہ وہ محض جنگی فتوحات اور کارگزاریوں ہی کی بنا پر ایسے القاب نہیں دیتے تھے بلکہ ملکی خدمات اور شریفانہ اوصاف کو بھی اسی طرح کے اعزاز و امتیاز سے نوازتے تھے۔ چناں چہ دو شخص جنھیں "ماک سی موس" یعنی معظم ترین کا خطاب ملا والیریوس اور رولوس گزرے ہیں کہ پہلے نے مجلسِ عمائد اور عوام میں مصالحت کرائی تھی اور دوسرے نے مجلس میں سے موالی کے ان اخلاف کو خارج کیا تھا جو دولت مندی کی وجہ سے اس میں بار پا گئے تھے۔

اب پوم پی نے جلوس فتح کی عزت حاصل کرنی چاہی۔ سیلا نے مخالفت کی اور کہا کہ از روئے قانون یہ صرف قنصل یا پری ترون

(= حاکمانِ عدالت) کو دی جا سکتی ہے اور اسی لیے سی پیو نے قرطاجنہ والوں پر بہت بڑی فتح (ہسپانیہ میں) پانے کے باوجود اس کی درخواست نہ کی کیوں کہ وہ اُن مناصب تک نہیں پہنچا تھا۔ اگر پومپی کو، جس کی ابھی ڈاڑھی تک نہیں بھری، اور مجلس میں شریک ہونے کی عمر بھی نہیں ہوئی، یہ اعزاز دیا گیا تو لوگوں کو سخت حسد ہوگا اور اُسے اور میری حکومت کو بُری نظر سے دیکھیں گے۔ زبان سے تو یہ باتیں کیں اور طرزِ بیان سے یہ بھی اُس نے جھلکا دیا کہ پومپی نے زیادہ اصرار کیا تو وہ (= سیلا) جبراً روکنے یا ذلیل کرنے میں باک نہ کرے گا۔ مگر پومپی ذرا نہ ڈرا اور کہنے لگا یاد رکھیے، لوگ اُترتے سورج کی نسبت چڑھتے سورج کی پوجا کیا کرتے ہیں"۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ میری قوت بڑھ رہی ہے اور تم اب رُو بہ زوال ہو۔ سیلا نے یہ بات پوری طرح نہیں سُنی۔ مگر دوسروں کو حیرت زدہ دیکھ کر پوچھا کہ نوجوان پومپی کیا کہتا ہے۔ جب لوگوں نے بتایا تو وہ خود بھی دنگ رہ گیا اور دو دفعہ پکارا "اسے فتح منانے دو"۔ پھر جو لوگ اس اجازت ملنے پر ناخوش ہوئے تھے، اُن کو اور جلانے کے لیے پومپی نے ارادہ کیا کہ اپنی گاڑی چار ہاتھیوں سے کھنچوائے (وہ کئی ہاتھی ملوکِ افریقہ سے لے کر آیا تھا) لیکن شہر کے پھاٹک اتنے بڑے نہ تھے اس لیے مجبوراً گھوڑوں پر قناعت کی۔ اسی موقع پر سپاہیوں نے جنھیں حسبِ توقع انعام نہیں ملا تھا شور مچایا اور جلوس کو روکنا چاہا تو پومپی نے اُن کی طرف کوئی [illegible] توجہ نہیں کی بلکہ صاف کہہ دیا کہ میں تمہاری خوشامد نہیں کروں گا خواہ جلوس فتح سے ہاتھ اٹھانا پڑے۔ اسی

پر ایک ممتاز امیر سروی لیوس نے جو پوم پی کے جلوس کا مخالف تھا، کہا کہ اب مجھے معلوم ہوا، واقع میں یہ بڑا آدمی ہو اور جلوس فتح کا اسے حق حاصل ہو۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اگر پوم پی چاہتا تو مجلس عمائد کا رُکن بن سکتا تھا مگر اس نے ایسی درخواست نہ کی بلکہ زیادہ غیر معمولی اعزاز کا طلب گار ہوا۔ کیوں کہ مقررہ عمر سے قبل مجلس میں نشست پانا کچھ نادر بات نہ ہوتی البتہ مجلس میں پہنچنے سے پہلے جلوس فتح نہایت خلافِ معمول شان و شوکت کی بات تھی۔

پھر یہ بات بھی لوگوں میں اُس کی ہر دل عزیزی کا باعث ہوئی کہ جلوس فتح کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد عمائد کی صف میں شامل ہوجانے کی بجائے وہ معمولی سرداروں میں شمار ہوتا رہا۔ سِیلا کو اُس کی تیز ترقی اور اتنی جلد اس قدر شہرت و اقتدار حاصل کرنا گراں گزرنے لگا تھا لیکن اُسے روکنے میں شرم آئی اس لیے خاموش رہا۔ البتہ لپی دوس کے قنصلی کے انتخاب میں، جس کا سِیلا مخالف تھا اور بہت کچھ پوم پی کی کوشش اور ہردل عزیزی ہی کی بہ دولت عوام نے اُسے کثرتِ رائے سے منتخب کیا، سِیلا سے نہ رہا گیا اور پوم پی بہت سے ہم راہیوں کو جلو میں لیے ہوئے چوک سے اُس کے پاس آیا، تو وہ دُور ہی سے پکارا "اچھا میاں صاحب زادے، تم اپنی کام یابی پر خوش ہو لو کہ کاتولس جیسے لائق آدمی پر لپی دوس جیسے ذلیل ترین شخص کو ترجیح دے کر قنصل مقرر کرا دیا، مگر میں تم کو ہوشیار کیے دیتا ہوں۔ کیوں کہ تم اپنے دشمن کو اپنے سے زیادہ قوی بنا رہے ہو۔"

لیکن سیلا کی پوم پی سے ناراضی کا سب سے صاف ثبوت اُس وقت شہود میں آیا جب سیلا نے وفات پائی اور اپنے وصیّت نامے میں جملہ دوستوں کے نام معقول ترکہ چھوڑ گیا اور بعض کو اپنے بیٹے کا ولی نامزد کیا مگر پوم پی کا کہیں ذکر تک نہ کیا۔ بر این ہمہ پوم پی نے اس کو صبر و خاموشی سے گوارا کیا۔ لیکن جب لپی دوس وغیرہ نے قصد کیا کہ سیلا کو قومی قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں اور جنازے کا جلوس نکلنے میں رکاوٹ ڈالیں تو پوم پی نے ان کی مخالفت کی اور خود آکر متوفی کی جملہ رسوم پورے اعزاز و اطمینان سے سر انجام کرائیں۔

سیلا کی وفات کے چند روز بعد ہی اُس کے ملہمانہ الفاظ کی تصدیق ہوگئی۔ لپی دوس نے لگی لپٹی رکھے بغیر متوفی کے جملہ اعزاز و اقتدار خود حاصل کرنے کا دعوا کیا۔ فوراً فوج مرتب کی اور قدیم تفرقہ پردازوں کو جو سیلا کے ہاتھ سے بچ کر منتشر ہوگئے تھے، دوبارہ اُبھارا اور اپنے گرد جمع کرلیا۔ اُس کا ساتھی قنصل کاتولس انصاف و دانائی میں مشہور اور مجلسِ عمائد و عوام کے بہتر افراد میں نہایت محترم تھا لیکن اس کی قابلیت لشکر گاہ کی بجائے شہری انتظام کے واسطے زیادہ مناسب تھی اور یہ موقع پوم پی ہی کی جنگی مہارت کا محتاج تھا چناں چہ وہ زیادہ دیر تذبذب میں نہیں رہا بلکہ اُمرا کا شریک کار ہوگیا اور لپی دوس کے مقابلے میں سپہ سالار مقرر ہوا۔ اطالیہ کے اکثر حصّوں میں جنگ کی آگ پھیل گئی تھی اور این روئے الپس غالیہ پر لپی دوس کا حامی سردار بروتس اپنی فوج سے قابض ہوچکا تھا۔ پوم پی کو لپی دوس کے مختلف مقامی لشکروں کو مغلوب و مطیع کرنے میں کچھ دقت نہ ہوئی۔

مگر موتی نا کا محاصرہ کرنا پڑا اور یہاں بہت روز تک وہ پروتس کے مقابلے میں خیمہ زن رہا۔ حسنِ اتفاق سے یہ قضیہ اُس وقت چکا جب کہ لپی دوس فوج لے کر روما پہنچ چکا تھا اور شہر والے خوف زدہ ہو رہے تھے۔ اُدھر پروتس کے ساتھ یا اُس کی فوج نے دغا کی اور یا اُن کے انحراف سے مجبور ہو کر اُس نے پوم پی کی اطاعت قبول کر لی مگر اُس کے حکم سے وہ دوسرے دن پو کے کنارے ایک شہر میں لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ اس فعل پر لوگوں نے پوم پی کو بہت لعنت ملامت کی کہ پہلے تو پروتس کے خود اطاعت قبول کرنے کی اطلاع دی تھی اور فوراً بعد ہی جب وہ قابو میں آگیا تو مجلس عمائد کو دوسرا مراسلہ بھیجا اور اُس پر اور الزام عائد کیے۔ واضح رہے کہ یہ پروتس اُس مرقس پروتس کا باپ تھا جس نے کاسیوس کی شرکت میں سی زر کو قتل کیا اور جو اپنے باپ سے جنگ اور اپنے انجام میں کوئی مشابہت نہیں رکھتا جیسا کہ اُس کی سوانح میں تفصیل سے آپ پڑھیں گے۔ بہرحال ان خطوں کے پہنچتے ہی اہلِ روما کے حواس برجا ہو گئے اور لپی دوس اطالیہ سے نکال دیا گیا۔ وہ بھاگ کر سارڈی نیہ چلا آیا تھا وہیں بیمار ہوا اور اپنی سیاسی ناکامی کے غم سے نہیں بلکہ کہتے ہیں اُس صدمے میں مر گیا کہ ایک خط اُس کے ہاتھ آگیا تھا جس سے ثابت ہوا کہ اس کی بیوی ناپارسا تھی۔

لیکن ابھی تک ہسپانیہ میں سرتوریوس کا قبضہ باقی تھا۔ وہ لپی دوس سے بالکل مختلف قسم کا سپہ سالار تھا اور حکومتِ روما

کا خطرناک حریف، بلکہ کہنا چاہیے کہ آخری آزار بن گیا تھا، جس میں پچھلی خانہ جنگی کی سب باقی ماندہ آفتیں اِدھر اُدھر سے جمع ہو گئی تھیں۔ سرتوریوس کئی چھوٹے سرداروں کو شکست دے کر اُن دنوں متی لوس کے ساتھ زور آزمائی کر رہا تھا۔ جو بہت اچھا اور مشہور سپاہی تھا لیکن پیرانہ سالی کے باعث جنگ کے مناسب مواقع سے حسب دل خواہ فائدہ اٹھانے میں سُست نکلا اور اپنے حریف کی طرح چالاک و تیز دست نظر نہ آتا تھا۔ کیوں کہ سرتوریوس برابر اس کے ہر طرف منڈلاتا رہتا اور فوج کے سردار کی بجائے قزاقوں کے سرگروہ کی طرح چھاپے مارتا اور گھات سے نکل نکل کر اس طرح حملے کرتا کہ متی لوس جو باقاعدہ میدانی لڑائیوں کا عادی تھا، بہت عاجز آگیا تھا۔ اِدھر پوم پی نے خود بھی کوشش کی کہ اُسے متی لوس کی مدد کے واسطے ہسپانیہ بھیجا جائے اور کاتولس کے کہنے پر بھی اپنے سپاہیوں کے ہتیار نہیں کھلوائے بلکہ شہر روما کے آس پاس اُن کو تیاری کی حالت میں رہنے دیا حتیٰ کہ مجلس نے فی لی پوس کی یادداشت پر ولایت اسپین اُس کے تفویض کر دی۔ نقل کرتے ہیں کہ بعض عمائد نے فی لی پوس سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی رائے میں پوم پی کو وہاں کا نائب قنصل مقرر کر دیا جائے تو اس نے جواب دیا، نہیں۔ بلکہ "نائب قنصلاں" جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اُس وقت کی دونوں رومی قنصلوں کو بالکل بے کار سمجھتا تھا۔

جس وقت پوم پی اسپین پہنچا تو جیسا دستور ہو آنے والے سردار کی شہرت نے لوگوں میں طرح طرح کی امیدیں پیدا کر دیں اور

کئی ریاستیں جن کا اتحاد سرتوریوس کے ساتھ قوی نہ تھا، اُس سے منحرف ہونے لگیں۔ اسی کو دیکھ کر سرتوریوس نے پوم پی کے خلاف مختلف غرور آمیز و حقارت انگیز تقریریں کیں جن میں کہا کہ اس لڑکے کو سزا دینے کے لیے قمچی اور ڈنڈے کے سوا کسی ہتیار کی ضرورت نہ تھی اگر اُس بڈھی کا خوف نہ ہوتا؛ جس سے متی لوس مُراد تھا۔ لیکن یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں ورنہ حقیقت میں وہ پوم پی ہی سے زیادہ خائف رہنے لگا تھا جیسا کہ اُس کی آیندہ مزید مستعدی اور احتیاطی تدابیر سے ظاہر ہوتا ہو۔ اصل یہ ہو کہ متی لوس بڑھاپے میں آکر ایسا عیش دوست ہوگیا تھا جس کا گمان بھی کوئی نہ کرسکتا تھا کیوں کہ اعتدال و پرہیزگاری چھوڑ کر یکایک اُس نے بڑے ٹھاٹ سے رہنا اور کھانا اور اُڑانا شروع کر دیا تھا۔ اور اس بات نے بھی پوم پی کی شہرت و مقبولیت میں اضافہ کیا۔ بے شبہ وہ پہلے سے سادگی اور اعتدال کا عادی تھا اور کبھی مفرط خواہشوں میں مبتلا نہیں ہوا لیکن اسپین میں اُس نے خاص طور پر کفایت شعاری کی زندگی اختیار کی اور اُس میں اُسے کوئی دشواری بھی نہیں ہوئی۔

جنگ بہت پلٹیاں کھاتی رہی مگر پوم پی کو سب سے زیادہ کوفت، شہر لاوروں کے نکل جانے سے ہوئی جہاں وہ سمجھتا تھا کہ سرتوریوس کو اچھی طرح گھیر چکا ہو مگر یکایک معلوم ہوا کہ خود گھیرے میں آگیا۔ چناں چہ شہر کو حریف نے چھین کر آنکھوں کے سامنے آگ لگا دی۔ اور پوم پی اپنے پڑاؤ سے باہر آنے کی

جرأت نہ کر سکا۔ البتہ کچھ دن بعد اُس نے پرپنا اور ہری نیوس کو والن شیہ کے قریب سخت شکست دی اور دس ہزار سے زیادہ آدمی قتل کیے۔ یہ دونوں سپہ سالار روما سے بھاگ کر اسپین آئے اور اُس وقت سر توریوس کے تحت میں لڑ رہے تھے۔ اس کامیابی سے پھول کر پوم پی خود سر توریوس سے لڑنے چلا اور میتی لوس کے آملنے کا بھی انتظار نہ کیا کہ مبادا فتح کی نام وری میں وہ شریک ہو جائے مگر اس معرکے میں سر توریوس ہی کا پلہ بھاری رہا جس نے اپنے سامنے کا پورا لشکر بھگا دیا۔ یہاں تک کہ پوم پی قید ہوتے ہوتے بہ مشکل بچا۔ اُس کی ایک پیادے سے تلوار چلی اور دونوں کی تلواریں اپنے حریف کے ہاتھ پر پڑیں۔ دشمن کا تو پورا ہاتھ کٹ گیا اور پوم پی کے صرف زخم آیا لیکن اس کے بعد وہ غنیم کے پیادوں میں گھر گیا اور بچنے کی صورت یہی نظر آئی کہ پیادہ ہو کر اپنا گھوڑا ان کی طرف ہنکا دیا۔ اس کے زین و لجام نہایت قیمتی تھے لہٰذا دشمن کے سپاہی اُسے لوٹنے کے لیے آپس ہی میں لڑ پڑے اور پوم پی کو نکل جانے کا موقع مل گیا۔ دوسرے دن دونوں فریق فتح کا دعوا کرنے میدان میں نکلے۔ اتنے میں میتی لوس بھی آپہنچا اور سر توریوس اپنی فوج منتشر کر کے غائب ہو گیا۔ اس کا طرزِ جنگ یہی تھا کہ بعض اوقات اکیلا پڑا پھرتا تھا اور پھر ضرورت کے وقت بعض مرتبہ ڈیڑھ لاکھ تک سپاہی لے کر لڑنے آتا جو برساتی نالوں کی طرح ہر طرف سے نکلتے اور جمع ہو کر ایک متلاطم دریا بن جاتے تھے۔

میدان سے پلٹ کر پوم پی ہتی لوس سے ملنے چلا اور سامنے پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ از رہِ تنظیم اپنے عصا جھکا دیں کیوں کہ ہتی لوس عہدے میں سابق و افضل تھا۔ مگر خود ہتی لوس نے اس کی ممانعت کی اور تمام وقت بڑی تعظیم تکریم سے پیش آتا رہا اور سوائے اس کے کہ فوج کا کلمہ شناخت یا پلول اس کی طرف سے تجویز ہوتا تھا اور کسی امر میں وہ اپنے قنصلی مرتبے کی فضیلت نہیں جتاتا تھا۔ دوسرے فوج بھی یک جا رہنے کی بجائے بہت جلد الگ الگ ہوگئی اور سرتوریوس نے اس طرح اُن پر ہر طرف سے اور طرح طرح سے حملے کیے کہ وقت واحد میں انھیں کئی کئی محاذوں پر دوڑنا اور لڑنا پڑتا تھا۔ آخر میں سمندروں پر اس کا تصرف ہوگیا اور وہ سارا علاقہ ایسا تاراج کر گیا کہ چرائی تک کی جگہ نہ رہی اور یہ دونوں سرتوریوس کے زیرِ نگیں صوبوں کو چھوڑ کر غیر علاقوں میں ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ پوم پی اپنا ذاتی رُپیہ تک خرچ کر چکا اور اُس نے رومہ لکھا کہ اگر مجلس اسے رُپیہ نہیں فراہم کرے گی تو وہ مجبوراً اپنی فوج کو واپس اطالیہ لے آئے گا۔

اُن دنوں لوکلوس رومہ کا قنصل اور پوم پی کے خلاف تھا مگر چوں کہ خود میت ری داتس کی جنگ میں سپہ سالار بن کر جانا چاہتا تھا، لہذا جلد رُپے کا بندوبست کر کے اُسے بھیجا کہ کہیں وہ اطالیہ واپس نہ آجائے اور ایشیائی مہم بھی اُسی کے حوالے کر دی جائے کیوں کہ پوم پی خود اُدھر جانے کا بہت خواہش مند تھا اور جانتا تھا کہ اُس میں سرتوریوس کی لڑائی کی نسبت نام وری زیادہ اور خطرات

کم ہیں۔ بارے یہ جنگ آزما خود اپنے دغاباز رفیقوں کے ہاتھ سے
مارا گیا اور گو اس کا تمام سامان اور فوجیں اس کے جانشین پرپنا
کو ملیں مگر وہ قابلیت اور اوصاف میسّر نہ تھے لہذا پومپی بہ راہ راست
اس کے خلاف بڑھا اور پہلے چند دستوں کو مقابلے میں بھیج کر اس
طرح پسپا ہونے کا حکم دیا کہ پرپنا دھوکے میں آگیا اور تعاقب کرنے
میں اس کی فوج بے ترتیب ہوگئی۔ عین اس وقت پومپی پورے
لشکر سے حملہ آور ہوا اور دشمن کو بالکل تباہ کر ڈالا۔ اس کے اکثر
سردار مارے گئے اور خود پرپنا گرفتار کر کے لایا گیا۔ یہاں پومپی
نے ویسی کوئی خفیف حرکت نہ کی جیسی صقلیہ میں سرزد ہوئی تھیں
بلکہ پرپنا نے وہ خط جو روما سے بڑے بڑے ممتاز لوگوں نے
سرتوریوس کو اطالیہ بلانے کے لیے تحریر کیے تھے، پیش کرنے
چاہے تو اس خوف سے کہ یہ راز کھلنے سے مزید خانہ جنگیاں نہ برپا
ہو جائیں۔ اس نے سب خطوں کو بغیر پڑھے جلوا دیا اور پرپنا کو
قتل کرا دیا۔

اس فتح کے بعد پومپی اسپین میں اتنے دن اور مقیم رہا کہ
صوبے میں جو بدنظمی اور بغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں اُن سب کا سدباب
ہو جائے اور پھر سب انتظام ٹھیک کر کے اطالیہ اس وقت واپس
آیا جب کہ وہاں غلاموں کی جنگ پورے زور پر تھی۔ یہ بغاوت
کراسوس فرو کر رہا تھا اور اس نے پومپی کی واپسی کی خبر سن کر
جلد تر ایک بڑی لڑائی لڑی جس میں بارہ ہزار تین سو باغی مارے
گئے بہ ایں ہمہ قسمت نے اس فتح میں پومپی کا حصہ لگا رکھا تھا

کہ لڑائی سے بچ کر جو لوگ بھاگے تھے، اُن میں سے پانچ ہزار اُس کے ہاتھ پڑے اور جب وہ ان سب کا قلع قمع کر چکا تو مجلس کو اطلاع دی کہ اگرچہ لڑائی کراسوس نے فتح کی مگر جنگ کی جڑیں ہیں نے اکھاڑیں۔ روما میں یہی جملہ زبان زد ہوگیا تھا اور شہر والے اس کو دہرا کر یا اوروں کو دہراتا سُن کر خوش ہوتے تھے کیوں کہ پوم پی سب کو عزیز تھا۔ رہی اسپین کی جنگ اور فتح، تو اس کو سوائے پوم پی کے وہ ہنسی میں بھی کسی دوسرے سے منسوب کرنا نہ چاہتے تھے۔ مگر اس عزت و احترام کے باوجود پوم پی کی مراجعت شبہات اور بدگمانیوں سے خالی نہ تھی کہ مبادا وہ اپنی فوج کے ہتیار نہ کھلوائے اور جبراً سیلا کی جگہ حاکم و سپہ سالار بن بیٹھے۔ چناں چہ جو لوگ دوڑ دوڑ کر اُس کی پیشوائی اور مبارک باد کے لیے جا رہے تھے اُن میں برابر کی تعداد اُن کی تھی جو محبت کی بجائے خوف کے باعث گئے تھے۔ لیکن پوم پی نے یہ اندیشہ دُور کر دیا اور پہلے سے اعلان کیا جلوس فتح کے بعد فوج کو رُخصت کر دیا جائے گا۔ تب حسد کرنے والوں کو بھی سوائے اس کے حرف گیری کی گنجائش نہیں رہی کہ پوم پی عوام کو خوش کرنا چاہتا ہو اور اُن کے وکیلوں کا عہدہ جسے سیلا نے موقوف کر دیا تھا، بحال کرنے کی فکر میں ہو تاکہ اُمرا کے مقابلے میں عوام کی حمایت حاصل کرلے۔ اس میں شک نہیں کہ شہر والوں کو اس عہدے کی بحالی کا حد درجے اشتیاق بلکہ بے قراری تھی اور پوم پی بھی مضطرب تھا کہ یہ کام اُس کے ہاتھ سے انجام پائے اور کوئی دوسرا نہ اُسے

اُڑا لے جائے۔ وہ اہلِ وطن کے احسانات کا اس عمل سے شکر ادا کرنا چاہتا تھا اور اپنی خوش قسمتی سمجھتا تھا کہ مذکورہ بالا عہدہ بحال کرنے کا اُسے موقع ملا۔

غرض اُسے فتح کا دوسرا جلوس ملا اور عہدۂ قنصلی پر بھی وہی منتخب ہوا لیکن اس اعزاز سے بھی بڑھ کر اُس کے اقتدار و نام وری کا ثبوت یہ تھا کہ کراسوس کو قنصلی کے لیے کھڑے ہونے کی جرات نہ ہوئی جب تک کہ اُس نے پہلے پوم پی سے اجازت نہ حاصل کرلی۔ حال آں کہ یہ شخص اپنے وقت کا سب سے دولت مند اور فصیح البیان رومی تھا اور چند سال پہلے تک پوم پی اور دوسرے معاصرین کو ذرا خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اب وہ درخواست لایا اور پوم پی نے بڑی گرم جوشی سے اُسے قبول کیا۔ کیوں کہ وہ خود ایک مدت سے کراسوس کو احسان مند بنانے کی فکر میں تھا۔ اُس نے عوام سے بھی مخلصانہ سفارش کی اور کہا کہ کراسوس کو ساتھی قنصل منتخب کرنا، مجھ پر اسی قدر عنایت ہوگی جتنی خود مجھے قنصل بنانا"۔

بہ ایں ہمہ جب یہ دونوں منتخب ہوگئے تو آپس میں کبھی نہ بنی اور ہمیشہ ایک دوسرے کی مخالفت ہی کرتے رہے۔ کراسوس مجلسِ عمائد میں اکثر غالب رہتا تھا اور پوم پی کی قوت عوام میں کچھ کم نہ تھی جس کو اُس نے دوبارہ اپنے وکیل (تری بیون) مقرر کرنے کا حق دلوایا اور ایک نیا قانون بنا کے یہ عدالتیں عوام کے تفویض کردیں لوگوں کو بہ ذاتِ خود بھی نہایت شکر گزار اس طرح بنایا کہ عدالتِ عامّہ میں اصالتاً حاضر ہوا اور فوجی خدمت سے سُبک دوش کیے

جانے کی درخواست پیش کی۔ رومیوں میں یہ قدیم دستور تھا کہ متوسط طبقے کے شرفا جب جنگ میں مقررہ وقت پورا کر چکتے تو دو عہدہ داروں کے رُو بہ رُو جو محتسب کہلاتے تھے، اپنا گھوڑا چوک میں لے کر آتے اور جن سرداروں اور سپہ سالاروں کے تحت میں جہاں جہاں معرکے لڑے اُن کا حال بیان کرتے۔ پھر اُن کو حسبِ کارگزاری، اعزاز یا عتاب کے الفاظ کے ساتھ خدمت سے سبک دوش کر دیا جاتا۔ اس موقعے پر دو محتسب جل لیوس اور لن تول کچہری لگائے بیٹھے تھے اور سواروں کا جائزہ لے رہے تھے جب کہ پوم پی چوک میں قنصلی خدم وحشم کے ساتھ آتا نظر آیا مگر اپنا گھوڑا خود لا رہا تھا اور چوب داروں کو سامنے سے ہٹوا کر گھوڑا لیے ہوئے عدالت کے رُو بہ رُو پہنچ گیا۔ لوگ یہ منظر کمال حیرت و خاموشی سے کھڑے دیکھ رہے تھے اور خود محتسب بھی احترام و احسان مندی کے جذبات سے خالی نہ تھے جب کہ صدر محتسب نے حسبِ قاعدہ سوال کیا: پوم پیوس "ماج نوس" میں سوال کرتا ہوں کہ کیا تم نے جنگ میں پورے وقت تک جو از روئے قانون مقرر ہے، خدمت انجام دی؟" پوم پی نے بلند آواز سے کہا "جی ہاں، میں نے پورے وقت اور اپنی سپہ سالاری میں، خدمت انجام دی۔" یہ سُن کر لوگوں نے بے اختیار نعرۂ تحسین بلند کیا اور خوشی کے مارے وہ شور مچایا کہ کسی طرح خاموش نہ ہوتے تھے۔ تب محتسب عدالت کی کرسی سے خود اُٹھے اور مجمع کی خوشی کے لیے پوم پی کو اُس

کے مکان تک پہنچانے آئے اور سارا مجمع پیچھے پیچھے تالیاں پٹیتا، نعرے لگاتا آیا۔

پوم پی کی قنصلی کا زمانہ ختم ہونے پر آیا مگر کراسوس سے اختلاف بڑھتا رہا۔ اسی موقع پر ایک سردار اورل لوس جو عمر بھر سرکاری خدمت سے علاحدہ رہا تھا، مجلسِ عام میں ممبر پر چڑھا اور بیان کیا کہ عطارد دیوتا نے خواب میں مجھے حکم دیا ہو کہ قنصل اپنے عہدے سے اُس وقت تک کہ ان میں صفائی نہ ہو جائے دست بردار نہ ہوں۔ یہ سُن کر پوم پی تو خاموش کھڑا رہا مگر کراسوس نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ تقریر کی کہ شہری بھائیو، میں نہیں سمجھتا کہ میری اس میں کچھ ذلت یا سبکی ہو گی کہ میں پوم پی کے آگے جھکنے میں پیش قدمی کروں جسے آپ نے "اعظم" کے خطاب سے سربلند کیا جب کہ اُس کے چہرے پر مشکل سے داڑھی مونچھ نکلی تھی اور دو بار جلوسِ فتح کا اعزاز بخشا جب کہ وہ مجلسِ عمائد کا رُکن بھی نہ ہوا تھا"۔ اس طرح اُن میں صفائی ہوئی اور عہدے سے دست بردار ہو گئے۔ کراسوس قنصلی سے الگ ہو کر پھر اسی وضع سے بسر کرنے لگا جیسے پہلے رہتا تھا لیکن پوم پی نے عام مسائل و معاملات میں حصہ لینا کم کر دیا اور رفتہ رفتہ مجلسِ عوام میں آنا تقریباً چھوڑ دیا۔ وہ گھر سے باہر نکلتا بھی تو بہت سے رفیق و مصاحب جلو میں ہوتے تھے اور گھر پر بھی اُس سے خلوت میں ملنا دشوار ہو گیا تھا کیوں کہ ہر وقت لوگ اُسے گھیرے رہتے تھے خاص۔ خاص اور بڑے مجمعوں میں وہ ناگہانی طور پر اس شان سے

برآمد ہوتا گویا اپنی عظمت وشکوہ کو قائم رکھنا چاہتا ہو اور عوام سے بات چیت کرنا یا ذاتی تعلقات رکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہو۔ اور سچ یہ ہو کہ جن لوگوں نے زرہ بکتر میں عظمت و بزرگی حاصل کی ہو۔ زمانۂ امن کے چغے میں ان کی چمک دمک مدھم پڑ جاتی ہو اور وہ شہری زندگی کی بے تکلفی اختیار کرنے میں ہچکچاتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ شہر میں بھی انھیں اسی طرح بالا دست تسلیم کیا جائے جیسے لشکر گاہ میں مانے جاتے تھے اور ادھر وہ لوگ جنھیں جنگ میں کوئی پوچھتا تک نہ تھا، شہر میں اپنی سیادت منوائے بغیر بے چین رہتے ہیں۔ اسی لیے اگر کوئی جنگی سردار جس نے لڑائیاں جیتیں اور فتح کے جلوس نکالے، پنچایت کی بحث میں حصہ لے تو یہ شہری گروہ ادبار کے آسے گرانا اور خفیف کرنا چاہتا ہو۔ حال آں کہ اگر وہ شہر کے جھگڑوں میں خود رائی نہ دکھائے اور گوشہ نشینی اختیار کرے تو اس کا اعزاز و اقتدار حاسدوں کی دست رس سے باہر رہتا ہو۔ آیندہ واقعات نے بھی اس حقیقت کی بہ خوبی تصدیق کر دی۔

اسی زمانے میں بحری قزاقوں نے سر اٹھایا۔ ان کی ابتدا سی لی شیہ کے صوبے میں ہوئی اور شروع شروع کسی نے انھیں توجہ کے قابل نہیں سمجھا۔ مگر مت ری دات کی جنگوں میں ان کو بڑی قوت اور دلیری حاصل ہوگئی اور وہ اس بادشاہ کی ملازمت میں خوب ترقی کرتے رہے۔ پھر جب رومیوں میں خانہ جنگی کی آگ بھڑکی اور خاص شہر روما کے دروازوں

پر اُن کے سردار دست و گریبان ہونے لگے تو سمندروں کی حفاظت اور دیکھ بھال موقوف ہوگئی اور ان قزاقوں کو موقع مل گیا کہ نہ صرف تاجروں اور اکّا دکّا جہازوں کو لوٹیں بلکہ بندرگاہوں اور جزیروں کو بھی تاخت تاراج کر جائیں۔ اس طرح غارت گری کا پیمانہ وسیع ہوا تو اُن کے گروہ میں بہت سے دولت مند، عالی خاندان اور اعلا قابلیت کے افراد بھی شریک ہو گئے اور قزاقی گویا ایک ممتاز پیشہ بن گئی۔ انھوں نے جا بہ جا اسلحہ خانے اور اپنی بندرگاہیں بنائیں اور سواحل پر روشنی اور پاسبانی کے مینار تیار کیے جہاں اُن کے بیڑے آتے اور ضروری ساز و برگ سے آراستہ کیے جاتے تھے۔ ان میں بہترین ملاح اور بڑے بڑے ماہر ناخدا کام کرتے اور ہر قسم کی تیز و سبک کشتیاں اپنا اپنا کام انجام دینے کے لیے شامل کی گئی تھیں۔ پھر اُن کا اس قدر طاقت ور ہوجانا ہی ناگواری کا باعث نہ تھا۔ بلکہ اُن کی شان شوکت کی نمایش حکومتِ روما کو اور زیادہ جلاتی تھی کہ اُن کے مستولوں پر سونے چاندی کے رنگ جگ مگاتے، اُن کے قرمزی ریشم کے بادبان ہوا میں لہراتے اور اُن کی پتواروں پر چاندی کے پترے چڑھے ہوتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنی بدمعاشی پر اکڑ دکھانے میں انھیں خاص طور پر مزا آتا ہے۔ سمندر کے کنارے پر ہر جگہ ان کی ناچ رنگ کی محفلیں جمتیں اور دھوم دھام کی دعوتیں ہوتیں۔ سرکاری عمّال قید کر لیے جاتے اور شہروں سے جبراً خراج وصول کیا جاتا تھا جس سے دولت

روما کی سیادت پر حرف آتا اور اس کی بڑی سُبکی ہوتی تھی۔

ان دریا نوردوں کے قبضے میں ایک ہزار بادبانی جہاز اور کم سے کم چار سو شہر آگئے تھے۔ وہ دیوتاؤں کی سخت بے حرمتی کرتے تھے۔ کلاروس، دی دیما وغیرہ مقامات کے مندروں کو جنھیں کسی نے ہاتھ نہ لگایا تھا، انھوں نے لوٹ کر ساری دولت سمیٹ لی اور جزائر و سواحل یونان کے کئی قدیم معبد اُن کی غارت گری کا شکار ہوئے۔ کوہ اولمپس پر انھوں نے خود نئی قسم کی قربانیاں کیں اور عجیب عجیب مراسم ادا کیے جن میں سے متھراس کی مذہبی رسوم جو انھی قزاقوں نے شروع کی تھیں۔ ہمارے زمانے تک مروّج اور ان حرامیوں کی یادگار ہیں۔ سمندر میں شرارت کے علاوہ خشکی پر بھی اُن کی دراز دستی سے رومیوں کو نقصان پہنچا کہ بعض اوقات یہ ڈاکو رومی علاقوں میں گھس کر اہلِ روما کے دیہات اور دیہی عمارات کو لوٹ لیتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے عدالت کے دو بڑے حاکموں کو اُن کے سرکاری لباس میں گرفتار کرلیا اور اُن کے تبر برداروں اور سپاہیوں سمیت پکڑ لے گئے۔ سپہ سالار انٹونیوس جسے جلوس فتح کا اعزاز مل چکا تھا، اُس کی بیٹی کو اثنائے سفر میں پکڑ لیا اور بڑا بھاری فدیہ لے کر رہائی دی۔ ان سب شرائط سے بڑھ کر پاجی پن یہ کہ اگر کوئی قیدی کہتا کہ وہ خاص رومی ہو اور اپنا نام نشان بتاتا تو یہ لوگ بڑی حیرت ظاہر کرتے اور بناوٹ سے اپنی ران پر ہاتھ مار کر لجاجت کرتے کہ ہم سے بڑا قصور ہوا

حضور معاف کریں - پھر جب غریب قیدی اُن کو خائف و ملتجی دیکھ کر یقین کر لیتے اور یہ کہنے پر کہ آیندہ ایسی غلطی سے بچنے کے لیے آپ اپنا رومی موزہ اور چغہ پہن لیجے ، وہ رومہ کا خاص لباس پہن لیتے تو یہ بدمعاش اس قدر سانگ رچانے اور دیر تک اُن کو بنانے کے بعد جہاز کے ایک طرف سیڑھی لٹکا کر بھرے سمندر میں قیدی سے کہتے کہ آپ بالکل آزاد ہیں ، تشریف لے جایئے اور آرام و خیریت سے سفر طے کیجیے پھر اگر وہ تامل یا انکار کرتا تو اُسے جہاز پر سے زبردستی پھینک کر سمندر میں ڈبو دیتے تھے -

یہ قزاق حکومت پورے بحر متوسط پر حاوی اور مسلط ہوگئی تھی لہذا تجارت و جہاز رانی کی (رومیوں کو) کہیں آزادی نہ رہی تھی - نتیجہ یہ کہ اُن کی منڈیوں کی حالت بہت بگڑ گئی اور انھیں نظر آیا کہ اگر یہی صورت رہی تو کچھ روز بعد سارے ملک اطالیہ میں قحط اور محتاجی پھیل جائے گی - سب سے بڑھ کر یہ اندیشہ تھا جس نے اہلِ رومہ کو بالآخر آمادہ کیا کہ قزّاقوں کے ہاتھ سے سمندر چھین لینے کے لیے پومپی کو بھیجا جائے - پھر اُسی کے ایک دوست گابی نیوس نے یہ قانون تجویز کیا کہ نہ صرف سمندر پر بہ حیثیت امیر البحر پومپی کو پورا اختیار دیا جائے بلکہ صاف لفظوں میں جملہ باشندوں پر اسے واحد و غیر مسئول حکمرانی کا حق حاصل ہو چناں چہ ہرقل کے ستونوں (یعنی جبل الطارق) تک تمام سمندروں اور چار سو فرلانگ تک خشکی میں تمام اختیارات اُس کے تفویض کر دیے گئے - اس طرح رومی سلطنت کے بہت کم علاقے ایسے بچے جو

پوم پی کے حیطۂ اقتدار میں شامل نہ تھے ورنہ بڑی بڑی قومیں اور کئی بادشاہ اس دائرے کے اندر آجاتے تھے۔ پھر اُسے یہ بھی اختیار تھا کہ مجلس عمائد سے اپنے پندرہ نائب خود چُن کر اُنھیں صوبہ دار مقرر کردے۔ سرکاری خزانے سے اور متاجروں سے جس قدر چاہے رقم حاصل کرے اور دوسو جہازوں کے علاوہ جتنے ملاّح و سپاہی مناسب سمجھے اور بھرتی کرلے۔

جس وقت یہ قانون پڑھا گیا تو عوام نے اسے بہت پسند کیا مگر ممتاز و باثر عمائد کو اس قدر اختیارات کا دیا جانا افراطِ بے جا نظر آیا جو رشک و رقابت کی حدوں سے باہر لیکن اندیشہ و خوف کا قرار واقعی سبب تھے۔ نظر بر ایں اُنھوں نے بالاتفاق ان تجاویز کی مخالفت کی، سوائے سی زر کے جس نے نئے قانون کی تائید میں رائے دی۔ مطلب پوم پی کو خوش کرنا نہ تھا بلکہ عوام کو، جنھیں وہ شروع سے اندر ہی اندر اپنا بنانے کی فکر و تدبیر کرتا رہتا تھا۔ اکثر عمائد نے پوم پی کی سخت مذمت کی بلکہ ایک قنصل نے یہاں تک کہا کہ اگر وہ روم لوس (بانیٔ روم) کی جگہ لینے کی ہوس میں ہو تو پھر اُس کا وہی حشر کیوں نہ ہوگا جو روم لوس کا ہوا؟ مگر اس تقریر پر عوام اس قدر برافروختہ ہوئے کہ قنصل مذکور کی جان خطرے میں پڑگئی البتہ کاتولس قانون کے خلاف تقریر کرنے اٹھا تو اُس کے احترام سے سب خاموش اور متوجہ ہوگئے۔ اُس نے پوم پی کی بہت کچھ تعریف و توصیف کے بعد مشورہ دیا کہ قوم ایسے بیش قیمت فرد کو بڑے مہالک و حوادث میں مبتلا نہ کرے بلکہ از رہِ عنایت اسے

معاف رکھے۔ کیوں کہ اگر وہ ہاتھ سے گیا تو دوسرا پومپی کہاں ملے گا یا اُس کی جگہ آپ کسے دے سکیں گے؟ اس کے جواب میں وہ ایک زبان ہوکر پکارے "تم کو!" اور جب کاتولس کو معلوم ہوا کہ اُس کی محبت و خطابت سب بے اثر ہوئی تو مخالفت سے باز آگیا۔ پھر روس کیوس نے تقریر کرنی چاہی مگر لوگوں نے بولنا دشوار کر دیا۔ تب اُس نے انگلیوں سے اشارے کیے جن کا مطلب یہ تھا کہ تنہا پومپی کو اتنے اختیارات نہ دیے جائیں بلکہ کسی اور کو بھی شریک حکومت مقرر کیا جائے۔ کہتے ہیں اسی پر مجمعِ عام نے مشتعل ہوکر ایسی چیخیں ماریں کہ ایک کوا جو چوک پر سے اُس وقت اُڑتا ہوا جا رہا تھا، اس شور سے چوٹ کھا کر مجمع میں گرا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کے زمین پر گرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہوا میں کوئی رخنہ یا تقسیم ایسی ہو جاتی ہے کہ خلا پڑ جاتا ہے بلکہ محض آواز کے صدمے سے وہ گر پڑتے ہیں اور آواز جب بڑی مقدار اور قوت سے اوپر جاتی ہے تو ہوا میں ایک دم گویا طوفان یا سخت تموج پیدا ہو جاتا ہے۔

اُس روز جلسہ برخاست ہوگیا لیکن جب وہ تاریخ آئی جس پر رائے شماری سے قانون کی منظوری ہونے والی تھی تو پومپی چپکے سے شہر کے باہر چلا گیا اور قانون کی منظوری اور توثیق کے بعد بھی رات کو واپس آیا کہ لوگ مبارک باد کی غرض سے جمع نہ ہوں اور وہ حسد کا نشانہ نہ بنے۔ دوسری صبح وہ گھر سے نکلا اور دیوتاؤں کے نام کی قربانیاں کیں اور مجلس عوام میں آکر معاملات کو اس خوبی

سے انجام دینا شروع کیا کہ لوگوں نے پہلے سے بڑھ کر اختیارات اسے تفویض کیے اور سابقہ احکام سے بھی قریب قریب دُگنی تیاریوں کی اجازت دی۔ اُس نے پان سو جہاز تیار کیے اور ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سوار فوج مرتب کی۔ چوبیس عمائد جو پہلے سپہ سالاری کر چکے تھے، اس کے نائب مقرر ہوئے اور دو بخشی اُن کے ساتھ اور بڑھا دیے گئے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں اجناس کی قیمتیں گر گئیں جس پر لوگوں نے خوش ہو ہو کر کہا کہ پوم پی کا نام آتے ہی جنگ ختم ہوگئی۔ اپنے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پوم پی نے تمام بحر متوسط کو تیرہ حصّوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک میں جداگانہ جہازی دستے مقرر کر کے ہر طرف سے قزاقوں کو گھیرنا شروع کیا کہ ٹولیاں کی ٹولیاں اُس کے جال میں پھنسنے اور اُس کی بندرگاہوں میں لائی جانے لگیں۔ جو قزاق پہلے سے بھاگے یا پوم پی کے سرداروں سے بچ نکلے تھے وہ سب سی لی شیہ میں جا کر چھپے جیسے مکھیاں اپنے چھتّے میں چلی جاتی ہیں۔ ان کا قلع قمع کرنے کے لیے، خود پوم پی ساٹھ بہترین جہاز لے کر چلا۔ مگر پہلے رومہ اور اطالیہ کے قریبی سمندروں، یعنی ایک طرف سارڈی نیہ دوسری طرف صقلیہ اور افریقہ تک اور تیسری طرف ادریاتیک میں اُس نے پوری صفائی کر دی اور اس تمام روش میں اپنی اَن تھک کوشش اور ماتحت سرداروں کی پُر جوش مستعدی کی بدولت صرف چالیس دن صرف ہوئے۔ قنصل وقت پی زو کے حسد و عناد کی وجہ سے جس نے رسد روک لی اور ملّاحوں کو برطرف کر دیا تھا،

پوم پی کو رکاوٹ بھی پیش آئی اور بیڑے کو برون دوزیوم بھیج کر خود وہ قریب کے راستے سے دومہ آیا۔ اُس کی آمد کی خبر ہوتے ہی راستے میں لوگ جوق جوق اس طرح ملنے کے لیے جمع ہوئے گویا بہت مدت کے بچھڑے ہوئے تھے۔ حالاں کہ چند ہی روز قبل اُسے رُخصت کیا تھا۔ اُن کی خوشی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ منڈیوں میں افراط سے مال آنے لگا اور توقع سے بھی پہلے بازار کی حالت بدل گئی تھی۔ پی زو سے لوگوں کی ناراضی کا یہ عالم تھا کہ گابی نیوس نے اسے قنصلی سے الگ کر دیے جانے کی تحریک تیار کر لی تھی مگر پوم پی نے اس معاملے میں بھی بڑے تحمّل سے کام لیا اور یہ تحریک پیش نہ ہونے دی۔ پھر اپنے حسب ضرورت سامان رسد لے کر وہ برون دوزیوم گیا اور جہاز میں بیٹھ کر بحری مہم پر روانہ ہوگیا۔ اگرچہ وقت کم تھا اور اُسے کئی شہر چھوڑ کر بہ عجلت آگے جانا تھا، تاہم شہر ایتھنز کو سلامی دیے بغیر آگے جانا، اس نے گوارا نہیں کیا چناں چہ وہاں اُتر کر قربانیاں ادا کیں اور ایک عام جلسے میں تقریر بھی کی۔ یہاں سے جاتے وقت شہر کے دروازوں پر اُس نے یہ مصرعے اپنی تعریف میں لکھے ہوئے دیکھے، ایک اندر کے رُخ:

بندگی، اور خداوند بناتی ہو تجھے!

دوسرا باہر کے رُخ:

"خیر مقدم جس طرح پہلے کیا اب خیر باد"

چوں کہ پوم پی ان بحری قزاقوں کے ساتھ جو اُس کے

سامنے گرفتار ہو کر آئے، عموماً بڑی نرمی سے پیش آیا اور اُن کے جہاز لینے اور حراست میں رکھنے کے سوا اور کوئی سختی نہیں کی اس لیے دوسرے سرداروں کے علاقے سے بھی یہ قزاق مع اہل و عیال بھاگ بھاگ کر اسی کے پاس پہنچے اور جاں بخشی کی التجا کرنے لگے۔ وہ سب کو امان دیتا اور اس ذریعے سے دوسروں کا سراغ بھی لگاتا رہا۔ آخر میں اِن لٹیروں نے بیش قیمت ساز و سامان اور بال بچے کوہ طارس کے مضبوط قلعوں میں محفوظ کر دیے اور خود کرد وکیس یوم (واقع سی لی شیہ) میں پوم پی سے لڑے جہاں اُن کو فیصلہ کُن شکست ہوئی اور بھاگ کر خشکی میں پناہ لینی پڑی۔ رومیوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر انھیں اپنے جملہ مقبوضات حوالہ کر کے امان طلب کرنی پڑی۔ اِن مقبوضات میں جزائر و بلاد کے علاوہ کئی ایسے قلعے تھے کہ اُن کی تسخیر ایک طرف اُن تک رسائی بھی آسان نہ تھی۔

غرض جنگ ختم ہوئی اور قزاقوں کی سمندروں پر حکم رانی کا تین مہینے کے اندر نام و نشان باقی نہ رہا۔ صدہا جہاز جس میں نوّے برنجی منقار کے تھے، اور کم سے کم بیس ہزار قیدی، رومیوں کے ہاتھ آئے۔ ان کو جان سے مارنے کا تو اُسے خیال تک کبھی نہ آیا، البتہ یہ اندیشہ ضرور تھا کہ اگر انھیں چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہو وہ دوبارہ مل کر سرکشی کریں کیوں کہ محتاج و جنگ جُو اور تعداد میں ہزاروں تھے۔ پھر دانش مندی سے یہ سوچ کر کہ انسان طبعاً وحشی اور غیر مانوس مخلوق نہیں بلکہ بُری عادت سے ایسا بن جاتا

ہو ورنہ وہ تمدّن پسند ہو اور مقام و معاشرت کے بدلنے سے شریف و مہذّب بنایا جاسکتا ہو جس طرح جانور تک جو فطرتاً جنگلی ہیں، اگر اچھی طرح سدھائے اور گھروں میں پالے جائیں تو ہل جاتے ہیں، اُس نے ارادہ کرلیا کہ ان قزاقوں کو سمندر سے ہٹاکر خشکی میں منتقل کیا جائے اور دیہات میں بسا کے کاشت کاری کرائی جائے کہ امن و ایمان داری سے زندگی بسر کرنا سیکھیں۔ چناں چہ کچھ لوگ سی لی شیہ کے چھوٹے اور نیم آباد قصبوں میں جہاں کے باشندے اپنی اراضی بڑھانا چاہتے تھے، بھیج دیے گئے۔ ایک جماعت سولیہ میں بسائی گئی جسے تی گرانس شاہ ارمی نیہ نے ویران کر ڈالا تھا اور اب پوم پی نے دوبارہ آباد کیا۔ لیکن سب سے بڑی تعداد اکیہ کے قصبے دی مہ میں آباد کردی گئی جو اُس وقت بے چراغ پڑا تھا حالاں کہ عمدہ زمین کی وہاں کچھ کمی نہ تھی۔

ان سب کارگزاریوں کے باوجود وہ دشمنوں کے اعتراض اور حسد سے نہ بچ سکا۔ اور کریت میں متی لوس کے خلاف اُس کا طرزِ عمل بڑے سے بڑے دوستوں کو بھی ناپسند ہوا۔ یہ متی لوس جزیرۂ کریت کا پہلے سے میرِ عدل اور اُس متی لوس کا رشتہ دار تھا جو ہسپانیہ میں پوم پی کا ساتھی سپہ سالار تھا۔ سی لی شیہ کے بعد بحری قزاقوں کا بڑا زور کریت میں تھا، اور متی لوس اُن کے قلعے چھیننے اور قلع قمع کرنے میں مصروف تھا کہ اُن میں سے بعض نے پوم پی سے امان مانگی اور اُسے جتایا کہ آپ کو جو اختیارات دیے گئے ہیں اُن کی رُو سے اس جزیرے کا ہر حصّہ آپ کی تحویل میں

آگیا ہو ۔ پوم پی نے میتی لوس کو لکھا کہ اپنی فوج کشی موقوف کرو اور کرایت کے مختلف حکام کو بھی پروانے بھیجے کہ میتی لوس کے احکام کی تعمیل نہ کریں ۔ پھر اپنے ایک سردار لوسیوس اُک ناویوس کو جزیرے میں سپہ سالار مقرر کیا جس نے ان قزاقوں کی نہ صرف حمایت کی بلکہ اُن کی طرف سے میتی لوس کے خلاف جنگ کی اور پوم پی پر لوگوں کو ہنسنے کا موقع دیا کہ محض میتی لوس کی رقابت و حسد سے اُنھی بے ایمان اور مفسد چوروں کا طرف دار بن گیا ہو جن کے استیصال پر مامور ہوا تھا ۔ ترو ئے کی قدیم جنگ میں جب ہک تور گھر گیا تو اُس کے حریف سردار اکی لس نے اپنے سپاہیوں کو اشارے سے منع کیا کہ وہ اس پر وار نہ کریں : "اس خوف سے کہ کہیں آخری اور کاری ضرب کوئی دوسرا لگائے اور وہ خود فتح کے اعزاز سے محروم ہوجائے !" یہ نام وری کی وہ ہوس تھی جس نے اکی لس جیسے سورما سے لونڈوں کا سا کام کرایا مگر پوم پی نے تو کمال ہی کر دیا کہ محض حسد کی وجہ سے کہ کہیں میتی لوس اپنی محنت و جاں فشانی کے صلے میں جلوس فتح کا استحقاق حاصل نہ کرے ان قزاقوں کو بچانے کی کوشش کی جو سب ہی کے دشمن تھے ! بہ ایں ہمہ میتی لوس نے کچھ پروا نہ کی اور اُن کے خلاف جنگ کرتا رہا اور انھیں اپنے مامنوں سے نکال کر سخت سزائیں دیں ۔ اُک ناویوس کو بھی جزیرے سے نکال دیا اور وہ اہلِ لشکر کی نفرین و توہین کا نشانہ بنا ۔

اِدھر قزاقوں کی جنگ ختم ہونے کی روما میں خبر پہنچی، تو عوام کے ایک وکیل مان لیوس نے تجویز کی کہ پوم پی خالی ہوگیا ہو اب لوکلوس کی فوجیں اُس کے ماتحت کر کے میت ری داتس اور

تی گرانس دونوں بادشاہوں سے جنگ کرنے کا سارا کام اُسی کے سپرد ہو۔ جس کے معنی یہ تھے کہ پوم پی سلطنت روما کا واحد مالک بنا دیا جائے کیوں کہ اُس کی سابقہ حکومت سے یہی ایشیائی صوبے فری جیہ، ارمنیہ وغیرہ بچے ہوئے تھے۔ پھر لوکلوس کو جس نے اتنے دن تک جنگ کی اور بڑے بڑے معرکے جیتے، اس طرح آخر میں فتح کی تکمیل اور اعزاز اور صلے سے محروم کرنا سخت بے انصافی کی بات تھی لیکن رومی عمائد کو اس کا بھی اتنا فکر نہ تھا جس قدر یہ غم ہوا کہ اس طرح پوم پی کا اقتدار صریحاً استبداد و مطلق العنانی بن جائے گا۔ پس وہ اندر ہی اندر مذکورۂ بالا تجویز کے خلاف ایک دوسرے کو اُبھارتے اور اپنی آزادی کی حفاظت پر جوش دلاتے تھے۔ مگر جب تجویز پیش ہونے کا دن آیا تو عوام کے خوف سے اُن کے دل سہم گئے اور سوائے کاتولس کے سب کی زبانیں بند ہوگئیں۔ البتہ کاتولس نے دلیری سے تجویز اور اُس کے محرک کی سخت مذمت کی اور جب دیکھا کہ عوام پر تقریر کا کچھ اثر نہیں ہوا تو مجلسِ عمائد کی طرف مڑا اور چلایا کہ اب شہر میں رہنا بے کار ہے اپنے بزرگوں کی طرح کہیں پہاڑوں میں چل کر رہو اور انھی کی پناہ میں اپنی آزادی کی حفاظت کرو۔ آخر، کہا جاتا ہے کہ جملہ قبائل کی رائے سے یہ تجویز قانون بن گئی اور پوم پی اپنے غیاب ہی میں اس تمام اقتدار کا مالک ہوگیا جو سیلا کو تلوار کے زور اور خود شہر روما کو فتح کرنے کے بعد حاصل ہوا تھا۔

اس فیصلے کی اطلاع خطوں کے ذریعے پوم پی کو پہنچی اور

احباب مبارک باد دینے جمع ہوئے تو کہتے ہیں جلسے میں وہ خوش نظر نہیں آیا بلکہ تیوری پر بل ڈال کے ران پر ہاتھ مارا اور پکارا کہ "محنت و مشقت کا یہ سلسلہ کبھی ختم بھی ہوگا۔ یا میں اسی طرح ساری عمر سپاہی بنا رہوں گا؟ نہ اس محسود عظمت سے کبھی مفر ہوگا نہ میں آرام سے بیوی کے ساتھ اپنے دیہاتی مکان میں کبھی جاکر رہ سکوں گا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ میں گمنام آدمی ہوتا" ان کلمات سے یہ بتانا مقصود تھا کہ گویا اُس پر کام کا بڑا بوجھ پڑ گیا اور وہ حکومت کا بار اٹھانے سے تھک گیا ہے۔ لیکن لوگوں نے سمجھا کہ یہ محض بناوٹ کی باتیں ہیں۔ اس کے اچھے سے اچھے دوست بھی یہی کہتے تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ وہ لوکلوس سے کینہ رکھتا ہے اور حکومت و شہرت کا اس قدر بھوکا ہے کہ جدید قانون سے پھولا نہیں سمائے گا۔ حقیقت میں چند ہی روز بعد بناوٹ کی قلعی کھل گئی اور اُس نے ہر طرف رئیسوں امیروں اور عمال کے نام جو احکام جاری کیے ان میں لوکلوس کے جملہ انتظامات کو اس طرح بدلا کہ سب کو خبر ہوجائے کہ اب یہ رومی سپہ سالار معزول و بے اختیار ہوچکا ہے۔ چناں چہ لوکلوس نے جن پر جرمانے کیے تھے، انھیں معافی دی اور جن کو انعام دیا تھا، انھیں منسوخ کردیا۔ بعض احباب کے کہنے سننے سے لوکلوس نے مناسب سمجھا کہ پوم پی سے خود ملے۔ اور گلاتیہ کے علاقے میں ملاقات قرار پائی چوں کہ دونوں فاتح سپہ سالار تھے لہذا دستور کے مطابق ان کے آگے آگے چوب دار اپنی چوب پر پھولوں کے سہرے باندھ کر آئے۔ لوکلوس سرسبز و سایہ دار درختوں کے علاقے سے آیا تھا اور

پومپی سرد اور بنجر ملک سے لہٰذا اُس کے چوب داروں کے پھول
خشک اور کملائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر لوکلوس کے آدمیوں نے
اپنے چند تازہ سہرے اُنھیں دیئے اور اُن کی چوبوں کو سجانے میں
مدد دی۔ لوگوں نے اسے بھی لوکلوس کے حق میں بدشگونی سمجھا کہ گویا
پومپی اُس کی فتوحات کی عزت و انعام میں حصہ دار بننے کے لیے آیا ہو
تاہم شروع میں اُن کی ملاقات پُرتمکین و دوستانہ ہوئی۔ لوکلوس عہدۂ
قنصلی اور عمر کے لحاظ سے تقدم رکھتا تھا لیکن پومپی دو دفعہ جلوس
فتح پاکر زیادہ بڑا آدمی ہوگیا تھا۔ غرض جب ملے تو ایک نے دوسرے
کی فتوحات کو سراہا اور مبارک باد دی لیکن معاملات طے کرنے بیٹھے تو
ان میں کسی معقول شرائط پر اتفاق نہ ہوسکا بلکہ سخت زبانی کی نوبت
پہنچی۔ پومپی نے لوکلوس کی حرص پر تعریض کی اور اُس نے جواب
میں ہوس جاہ کا الزام لگایا حتیٰ کہ بمشکل وہ ایک دوسرے سے
الگ کیے گئے۔ لوکلوس گلاتیہ میں ٹھیرا رہا اور اپنی مفتوحہ ولایات
کی اراضی جنھیں مناسب سمجھا، انھیں تقسیم کی۔ مگر پومپی نے
تھوڑے فاصلے پر پڑاؤ کیا اور اُس جملہ احکام کو منسوخ کرتا رہا
حتیٰ کہ اُس کی ساری فوج کو برطرف کردیا۔ صرف سولہ سو سپاہی
جو پومپی کے کسی کام کے نہ تھے اور سرکش ہونے کے علاوہ خود
لوکلوس کے دشمن تھے انھیں جان بوجھ کر اُس کے پاس رہنے دیا
ان کارروائیوں کے سوا، لوکلوس کے خلاف طعن آمیز تقریریں
بھی کرتا رہا جن میں اُس کی لڑائیوں کو محض تماشے بتاتا تھا اور
کہتا تھا کہ اصلی جنگ تو میتاری داتس کے ساتھ آیندہ مجھے

پڑے گی کہ اُس کی فوجیں شکست کھا کے آزمودہ کار ہوگئی ہیں دوسرے پہلے اسے کچھ پروا نہ تھی ، جان کی بازی لگا کر تو اب مقابلہ کرنا چاہتا ہے ۔ دوسری طرف لوکلوس جو دب کر رہنا نہ چاہتا تھا ، جواب میں کہتا کہ پوم پی صرف جنگ کی تصویر اور سائے سے لڑنے آیا ہے ۔ بھدّے گِدھوں کی طرح اس کی تو عادت ہی یہ ہے کہ جب کوئی دوسرا دشمن کو مار لیتا ہے تو اس کی لاش پر آپہنچتا ہے کہ جنگ کی باقیات میں سے بوٹیاں نوچ کھائے ۔ اس نے سرتوریوس ، لپی دوس اور اس پارتاکوس پر اس طرح کی فتح پائی ہے کہ اصلی لڑائی مِتی لوس ، کارتولس ، اور کراسوس جیتے ، شہرت میں پوم پی نے حصّہ بٹایا ۔ ایسے آدمی سے کون تعجب ہے کہ بحرِاسود اور ملک ارمنیہ کی فتوحات میں بھی اپنا نام لکھوانے کی فکر میں ہے تاکہ بچے کھچے بھگوڑوں کو مار کر کسی ترکیب سے اصل فاتح کا حق خود غصب کرے ۔

جب لوکلوس واپس چلا گیا تو پوم پی نے اپنا سارا بیڑا بوس فودس سے فنی شیہ (= فلسطین) کے ساحل تک حفاظت کے لیے متعین کیا اور خود میت ری دات سے لڑنے چلا ۔ اس بادشاہ کے پاس تیس ہزار پیادہ اور دو ہزار سوار تھے مگر لڑنے کی جرأت نہ کرسکا اور اپنے مضبوط کوہستانی مورچوں کو بھی پانی کی کمی کا سبب بتا کے چھوڑ گیا ۔ حال آں کہ جب پوم پی یہاں آیا اور سرسبز درختوں اور بعض خشک چشموں کو دیکھ کر کنوئیں کھودنے کا حکم دیا تو اُس کے قیاس کے مطابق چند ہی روز میں افراط سے

پانی میسر آگیا۔ پھر جب پوم پی نے پیچھا کیا۔ اور میت ری داتس کے پڑاؤ کو گھیر لیا تو وہاں سے بھی یہ بادشاہ چھپ کر فوج سمیت نکل گیا۔ مگر جاتے ہوئے اپنے بیمار و بے کار لوگوں کو قتل کر گیا۔ آخر پوم پی نے فرات کے کنارے پر اُسے جالیا اور اس اندیشے سے کہ وہ پھر چھپ کر نہ نکل جائے آدھی رات کو حملے کی تیاری کی۔ کہتے ہیں عین اُسی وقت میت ری دات نے خواب دیکھا جس میں آنے والے واقعات کی پیش نمائی کی گئی تھی کہ بادِ مُراد اسے بحر افشین سے بوس فورس تک لائی ہے اور ٹھیک اُس وقت جب کہ وہ خطرات سے نکل آنے پر اہلِ جہاز کے ساتھ خوشیاں منا رہا ہے، یکایک سب نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ ایک شکستہ تختے پر تنہا سمندر کی موجوں میں بہتا رہ گیا! ابھی خواب کی شکلیں اور پریشانی اُس کے دل پر چھائی ہوئی تھی کہ رفیقوں نے آکر جگایا اور پوم پی کی آمد کی اطلاع دی۔ وہ اتنے قریب پہنچ چکا تھا کہ اب اصل لشکر گاہ کے لیے لڑائی لڑنی پڑی اور شاہی سرداروں نے پڑاؤ ہی میں جنگی صفیں آراستہ کیں۔ انھیں آمادۂ پیکار دیکھ کر پوم پی کو تردد بھی ہوا کہ رات میں جنگ نہ کی جائے۔ بلکہ دشمن کو صرف گھیرے رکھا جائے اور دن میں اپنی کثرتِ تعداد سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ مگر بعض سرداروں نے منّت سماجت کرکے حملے کی اجازت لے لی۔ رات بالکل اندھیری نہ تھی بلکہ ڈوبتے چاند کی چاندنی میں دشمن کو شناخت کرنے

کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہوا کہ چاند اُن کی لپشت پر تھا اور دُور سے اُن کی بڑی بڑی پرچھائیاں دشمن پر پڑیں تو وہ فاصلے کا صحیح اندازہ نہ کرسکا اور دُور ہی سے تیر چلائے جو بے کار گئے۔ تب رومیوں نے ایک زور سے نعرہ لگا کر ایسا حملہ کیا کہ اُن کے پانو اکھڑ گئے اور بے حواس ہوکر ہر طرف بھاگ نکلے۔ اُن کے دس ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے اور پڑاؤ پر رومیوں کا قبضہ ہوگیا۔ البتہ میت ری داتس آٹھ سو سواروں سے حملہ کرکے رومیوں کو مارتا کاٹتا نکل گیا۔ آگے جاکر اس کے ساتھی جدھر مُونھ اٹھا چل دیے اور صرف تین رفیق رہ گئے ان میں ایک اُس کی کنیز ہیپسی کراتیہ بھی تھی جس نے ہمیشہ مردانگی اور دلیری کے جوہر دکھائے اور اسی لیے بادشاہ اسے "ہیپ سی کراتس" کے مردانہ نام سے پکارتا تھا۔ وہ ایرانی سواروں کے لباس میں بادشاہ کی فراری میں برابر ہم رکاب رہی اور بڑی سے بڑی منزل طے کرنے میں بھی ہمت نہ ہاری نہ اپنے آقا کی خدمت اور اُس کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرنے میں کوئی کوتاہی کی تا آں کہ وہ شاہی قلعے ای نورا میں پہنچ گئے۔ جہاں کافی زر و مال محفوظ تھا۔ میت ری داتس نے اسی ذخیرے سے نہایت بیش بہا خلعت اپنے رفیقوں کو عطا کیے اور ایک مہلک قسم کا زہر بھی تقسیم کیا کہ دشمن انھیں زندہ گرفتار نہ کرسکے یہاں سے وہ شاہ تی گرانس کے پاس جانا چاہتا تھا مگر اس نے روک دیا بلکہ اعلان کیا کہ جو کوئی میت ری دات کو پکڑ لائے گا

اسے سو تیلنت انعام دیا جائے گا۔ پس یہ راستہ چھوڑ کر وہ فرات کے منبع کے قریب سے اُترا اور بھاگ کر کول کیس کے علاقے میں چلا گیا۔

ادھر تی گرانس کا بیٹا باپ سے باغی ہوا اور پوم پی کو ارمنیہ پر چڑھائی کی دعوت دی چناں چہ وہ اُدھر فوج لے کر چلا اور اراش ندی پر اس شہزادے سے ملاقی ہوا۔ یہ ندی فرات کے قریب سے نکلی ہے لیکن آگے جا کر مشرق کی طرف مڑتی اور بحر خزر میں جا گرتی ہے۔ بوڑھا بادشاہ جو لوکلوس کے ہاتھ سے کافی صدمے اٹھا چکا تھا، یہ سُن کر کہ پوم پی نرم مزاج آدمی ہے اور بھی جلد اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا اور بہ ذاتِ خود اپنے آپ کو حوالہ کر دینے کے لیے چلا آیا۔ لشکر گاہ کی خندقوں تک وہ گھوڑے پر سوار آیا مگر وہاں پوم پی کے تبر بردار ملے اور انھوں نے اُسے اُتر کر پیدل چلنے کی ہدایت کی کیوں کہ رومی لشکر میں کبھی کوئی شخص سوار نہیں دیکھا جاتا تھا۔ تی گرانس نے فوراً تعمیل کی اور نہ صرف یہ بلکہ اپنی تلوار بھی کھول کر حوالے کر دی۔ پھر جب پوم پی کے سامنے پہنچا تو شاہی دستار اُتار کر چاہا کہ اُسے بھی رومی سپہ سالار کے قدموں میں ڈال دیے۔ یہی نہیں بلکہ بدترین ذلت یہاں تک گوارا کی کہ ایک ادنا حاجت مند کی طرح پوم پی کے سامنے گھٹنوں کے بل گر کر زمین بوس ہونے کو تھا اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر نہ اٹھا لیتا اور اپنے قریب جگہ نہ دیتا۔ دوسری طرف اس کا بیٹا استادہ تھا۔ اس کے بعد پوم پی نے کہا کہ تمام،

فنی شیہ ، سی لیشیہ ، گلاتیہ اور سوفین کے علاقے تو
آپ سے لوکلوس نے چھین لیے تھے ، لیکن باقی ماندہ ملک جو
ابھی تک آپ کے قبضے میں ہو ، شوق سے اپنے پاس رہنے دو
ہاں رومی نقصان کا معاوضہ چھ ہزار تیلنت ادا کرنا ہوگا اور آپ
کا فرزند ریاست سوفین کا والی بنا دیا جائے گا ۔ تی گرانس یہ
شرائط صلح سُن کر بہت خوش ہوا اور جب رومیوں نے بادشاہ
کہ کر سلامی دی تو پھولا نہ سمایا اور ہر سپاہی کو نصف مینا[1]
چاندی ، یک صدی سرداروں کو دس مینا اور فوجی حاکموں کو
ایک ایک تیلنت[2] دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس کے بیٹے کو یہ
انتظام بالکل پسند نہ آیا اور اُسے کھانے کی دعوت دی گئی تو
جواب میں کہا کہ مجھے پوم پی کی طرف سے ایسے اعزاز کی حاجت
نہیں ۔ ساتھ کھانے کے لیے کوئی اور رومی تلاش کرلوں گا ۔
اس پر وہ سخت حراست میں لے لیا گیا کہ جلوس فتح کے موقع پر
ساتھ رکھا جائے ۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ فراآتس شاہ پادتھیہ
نے پوم پی کے پاس سفیر بھیجے اور نوجوان تی گرانس کو جو اُس کا
داماد تھا ، حوالے کرنے کا مطالبہ کیا ۔ نیز یہ کہ فرات کو رومی اور
پادتھی سلطنتوں کی حدِ فاصل قرار دیا جائے ۔ پوم پی نے
جواب دیا کہ بیوی کے باپ کی بجائے اصلی باپ کا (تی گرانس
خورد) پر حق زیادہ ہو ۔ رہی سرحد ، تو میں خیال رکھوں گا کہ

---

[1] و [2] مینا قدیم یونانی وزن سات چھٹانک سے کچھ زیادہ اور بہ طور سکہ رائج تھا ،
تیلنت کی نسبت پہلے لکھا جا چکا ہو کہ قیمت میں ہمارے ۲½ ہزار رُپے کے قریب ہوتا تھا ،

انصاف اور حق کے مطابق قائم کی جائے۔

پھر ارمنیہ کو اپنے سردار افرانیوس کی تحویل میں دے کر وہ میت ری داتس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور کوہستان قاف کی کئی قوموں کے علاقے سے ضرورتاً گزرا جن میں ای بری اور البانی سب سے بڑی تھیں۔ ای بری مغرب میں سواحلِ اسود تک آباد تھی اور البانی مشرق کی طرف بحر خزر کے قریب تک پھیلی ہوئی تھی۔ انھوں نے پہلے رومیوں کو گزر جانے کی اجازت دے دی تھی مگر ایک دفعہ جب کہ رومی زحل کا تہوار منا رہے تھے، ۴۰۰۰۰ ہزار جنگ جو البانی، قیرنوس ندی سے اتر کر ان پر آپڑے۔ یہ ندی اراش کو ساتھ لے کر دس دہانوں کی صورت میں بحر خزر سے جا ملتی ہے یا ایک قول یہ ہے کہ اراش اور یہ ساتھ ساتھ بہتے اور ایک دوسرے کے قریب بحر خزر میں گرتے ہیں۔ غرض جب یہ وحشی البانی ندی سے اترے تو انھیں پوم پی نے روکنے کی بجائے عمداً ندی کے پار آنے دیا اور پھر سخت شکست دی جس میں ان کے ہزاروں آدمی مارے گئے اور ان کے بادشاہ نے اطاعت قبول کر لی۔ پوم پی ان سے صلح کر کے ای بری قوم کی طرف چلا جو تعداد میں البانیوں کے برابر اور جنگ جوی میں ان سے بڑھی ہوئی تھی۔ دوسرے میت ری داتس کی حمایت میں سرگرم اور پوم پی کو دفع کرنے میں ساعی تھی۔ یہ لوگ ایران یا میدیا کسی کی حکومت کے مطیع نہیں ہوئے اور سکندر یونانی بھی شمالی کا نعیلہ پہنچنے کی جلدی میں انھیں مسخر نہ کر سکا تھا۔

مگر پوم پی نے انھیں ایک بڑی لڑائی میں شکست دی ۔ ان کے
نو ہزار آدمی کھیت رہے اور دس ہزار سے زیادہ اسیر ہوئے
پھر وہ کول کیس کے علاقے میں آگیا جہاں بحر اسود کا رومی بیڑ
فاسیس ندی کے قریب اُس سے ملا ۔ یہاں سے وہ میت ری دیٹ
کی تلاش میں بوس فورس جانا چاہتا تھا گو کہ راستے بہت دشوار گزار
تھے کہ اتنے میں البانی قوم کے دوبارہ منحرف ہونے کی خبر پہنچی
وہ غضب ناک ہوکر پھر واپس گیا اور قیر نوس ندی کو اُتر کر اُن پر
فوج کشی کی ۔ یہ بہت سخت و مشکل سفر تھا ۔ پوم پی نے دس ہزار
پانی کی پکھالیں بھروا کر ساتھ رکھی تھیں ۔ کئی منزلیں طے کرنے کے
بعد رودِ اباس کے کنارے دشمن سے مقابلہ ہوا جس کا لشکر
ساٹھ ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادوں پر مشتمل تھا مگر اسلحہ بہت ناقص
اور جنگلی جانوروں کی کھالیں ان کا لباس تھا ۔ سپہ سالار، ان کے
بادشاہ کا بھائی کوسیس تھا اور لڑائی شروع ہوئی تو اُس نے
سیدھ باندھ کر پوم پی کا رُخ کیا اور جھپٹ کر اپنی سانگ پھینکی جو
زرہ بکتر کے جوڑ پر لگی ۔ جواب میں پوم پی نے ایسا برچھا مارا کہ
اس کے بدن کے پار ہوگیا اور وہ اُسی وقت مرگیا ۔

کہا جاتا ہے کہ اس معرکے میں ان وحشیوں کے ساتھ امےزن
عورتیں بھی لڑنے آئی تھیں ۔ وہ تھرموڈن ندی کے کنارے
کنارے پہاڑوں سے اُتریں اور اُن کے اونچی اڑی کے موزے
اور چھوٹی ڈھالیں رومیوں کو مالِ غنیمت میں ملیں ۔ لیکن مقتولوں
میں کسی عورت کی لاش نہ تھی ۔ یہ مرد افگن عورتیں کوہ قاف کے

اُسی جانب رہتی ہیں جو بحر خزر کی طرف پھیلتا چلا گیا ہو گُمران کے اور البانی قوم کے درمیان جلی اور لجی دو اور قوموں کا وطن حائل ہی - یہ عورتیں ان مردوں کے ساتھ سال میں صرف دو مہینے تھرموڈن ندی کے قریب صحبت رکھتی ہیں اور پھر اپنے پہاڑوں میں چلی جاتی اور باقی زمانہ وہیں گزارتی ہیں -

اس معرکے کے بعد پوم پی بہت چاہتا تھا کہ بحر خزر تک فوج لے کر بڑھے لیکن تین دن کی مسافت باقی تھی جب کہ زہریلے سانپوں کی کثرت نے اسے ارمنیہ واپس جانے پر مجبور کیا - ارمنیہ میں میڈ اور ایلام کے بادشاہوں نے سفیر بھیجے اور اس نے دوستانہ جواب لکھے - پھر شاہ پارتھیہ کے مقابلے میں افرانیوس کو روانہ کیا کہ یہ بادشاہ اپنی سرحدوں سے بڑھ کر تی گرانس کے علاقے میں لوٹ مار کر رہا تھا - افرانیوس نے اسے بھگا دیا اور اربلا کے ضلعے تک تعاقب کیا -

پوم پی کے پاس شاہ میت ری دات کی کئی حرمیں لائی گئی تھیں مگر اس نے ان سب کو اپنے گھر ماں باپ کے پاس بھجوا دیا - ان میں اکثر امیروں یا بڑے سپہ سالاروں کی بیٹیاں تھیں البتہ اس ترانوتی کہ ایک معمولی گویّے کی بیٹی تھی - وہ کسی دعوت میں گانے آئی تھی اور بادشاہ کو ایسی بھائی کہ اُسی وقت اسے رکھ لیا اور باپ کو رنجیدہ کبیدہ بغیر دل دہی کے رخصت کر دیا - مگر جب یہ بڈھا صبح کو سو کر اٹھا تو دیکھا کہ اُس کے گھر میں دسترخوان پر سونے چاندی کے برتن لگے ہوئے ہیں اور بہت سے غلام، خواجہ سرا اور خادم

زرق برق لباس پہنے خدمت کو حاضر ہیں۔ دروازے پر قیمتی ساز و یراق سے آراستہ گھوڑا سواری کو حاضر ہے۔ غرض جملہ سامان جو بادشاہ کے خاص ندیموں کو ملتا تھا، مہیا پایا اور بڈھے کو یقین نہ آیا کہ یہ سب اُسی کا ہے بلکہ وہ سمجھا کہ اُس کے ساتھ مسخرا پن کیا جا رہا ہے اور گھر چھوڑ کر بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن نوکروں نے پکڑ دھکڑ کے بعد اُسے یقین دلایا کہ واقع میں یہ سب ساز و سامان جس کا دولت مند مالک انھی دنوں فوت ہوا تھا بادشاہ نے تمھیں عنایت کر دیا ہے۔ اور یہ محض پیش خیمہ ہے، اور زیادہ مال و منال کا جو عن قریب عطا کیا جائے گا۔ اس طرح بڈھے کو بہ مشکل اپنی ناگہانی دولت یابی کا یقین ہوا تو وہ قیمتی لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور شہر میں گشت لگا کر پکارتا پھرا کہ یہ سب میرا ہے۔ اور جب لوگ ہنسنے لگے تو بولا تم تعجب کیا کرتے ہو تعجّب تو اس پر ہو کہ میں تمھارے پتھر نہیں مارتا۔ کیوں کہ مارے خوشی کے میں بالکل از خود رفتہ ہو رہا ہوں۔ ایسے باپ کی اس ترا تونیکہ بیٹی تھی اور بادشاہ کے مزاج میں اسے اتنا درخور ہوگیا تھا کہ سب سے اچھا اور دولت مند قلعہ بادشاہ نے اُس کی تحویل میں دے رکھا تھا جسے اب اس ترا تونیکہ نے لڑے بھڑے بغیر پوم پی کے حوالے کر دیا اور بہت سے بیش بہا تحائف نذر کیے۔ ان میں سے پوم پی نے صرف چند چیزیں مندروں میں چڑھانے یا جلوس فتح میں دکھانے کے لیے رکھ لیں۔ باقی سب یہ کہہ کر اس ترا تو کو واپس دیں کہ ان کا برتنا تم کو مبارک ہو۔

ای بر لید کے بادشاہ نے بھی ایک مسہری، میز اور ایک کرسی

پوم پی کو ہدیہ دی تھی ۔ یہ سب چیزیں ٹھوس سونے کی تھیں ۔
مگر پوم پی نے خود لینے کی بجائے ان سب کو سرکاری خزانے میں
داخل کر دیا کہ قومی حکومت کے کام آئیں ۔ ایک اور قلعے (قنوم)
میں میت ری دات کے راز کے کاغذات ہاتھ آئے اور پوم پی نے
خاص شوق سے انھیں پڑھا کہ ان میں جو باتیں تحریر تھیں وہ اُس
کے کردار کا پتا دیتی تھیں ۔ چناں چہ ان کی یادداشتوں سے معلوم ہوا
کہ اور لوگوں کے علاوہ میت ری دات نے خود اپنے بیٹے اریاراتس
کو زہر دے کر مروایا اور الفیوس (سرتی) کو بھی ہلاک کرایا کیوں
کہ وہ بادشاہ سے گھڑ دوڑ جیت گئے تھے ۔ بعض خوابوں کی جو اُس
نے یا اُس کی داشتہ عورتوں نے دیکھے، تعبیریں تھیں اور کئی مخش
عاشقانہ خط ملے جو اُس کی کنیز مُن اِمہ نے تحریر کیے تھے ۔
تھیوفانس کا بیان ہے کہ انھی کاغذات میں رُوتی لیوس کا بھی ایک
مراسلہ تھا جس میں اُس نے میت ری دات کو اشتعال دلایا تھا کہ ایشیا
میں جتنے رومی ہیں سب کو مروا ڈالے ۔ مگر اکثر اہلِ الرائے اسے
تھیوفان کا بہتان سمجھتے ہیں کیوں کہ روتی لیوس بالکل دوسرے مزاج
کا آدمی تھا اور تھیوفان اُس سے بغض رکھتا تھا یا ممکن ہے یہ روایت
پوم پی کو خوش کرنے کو گھڑ دی ہو ۔ سبب یہ کہ روتی لیوس نے اپنی
تاریخ میں پوم پی کے باپ کی نسبت لکھا ہے کہ دنیا بھر میں ایسا پاجی
آدمی دوسرا نہ ہوگا ۔

یہاں سے پوم پی شہر امی سوس میں آیا اور ہوسِ نام و نمود کی
تحریک سے خود بھی وہی کام کیا جس کا لوکلوس کو الزام دیا کرتا تھا یعنی

گو کہ دشمن (: میت ری داتس) ابھی ایک طاقتور فوج کے ساتھ بوس فورس کے علاقے میں زندہ سلامت موجود تھا، پوم پی نے بھی لوکلوس کی طرح انعام اکرام دینے اور انتظامات میں ردّ و بدل شروع کیے گویا کہ فتح کی تکمیل اور جنگ ختم ہو چکی ہو۔ بڑے بڑے امیر و سپہ سالار اور کم سے کم بارہ وحشی قبائل کے بادشاہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور انھی کی مرضی دیکھ کر اُس نے پارتھیہ کو جو خط لکھے ان میں وہاں کے بادشاہ کو شاہِ شاہان کا القاب جیسا کہ اور لوگ لکھتے تھے، تحریر نہیں کیا۔ یہیں اُسے شوق پیدا ہوا کہ ملک شام کو فتح کرے اور ملک عرب سے گزر کر بحر قلزم تک پہنچ جائے تاکہ اُس کی فتوحات ہر بڑے سمندر تک جو آباد دُنیا کو گھیرے ہوئے ہیں، پہنچ جائیں۔ افریقہ میں بھی وہی پہلا رومی تھا جو فاتحانہ سمندر تک بڑھا اور اسپین میں بھی بحر اوقیانوس تک اسی نے سلطنت کی حدود وسیع کیں۔ پھر البانی قوم کے تعاقب میں بحر خزر تک پہنچنے میں تھوڑی ہی کسر رہ گئی تھی۔ پس اب اُس نے فوج کو بحرِ قلزم کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ فوج کے ساتھ میت ری دات کے پیچھے پیچھے پھرنا دشوار نظر آتا تھا اور پوم پی نے سمجھ لیا تھا کہ وہ فرار ہوتا رہا تو جنگ کرنے سے زیادہ موذی دُشمن ثابت ہوگا۔ تاہم اُس نے اعلان کیا کہ میں اپنے سے زیادہ کارگر حریف پیچھے چھوڑ جاؤں گا یعنی قحط۔ اور اس غرض کے لیے کہ میت ری دات کو باہر سے کوئی رسد نہ پہنچ سکے اُس نے جہازوں کا پہرہ لگا دیا اور جو تاجر بوس فورس کی طرف سامانِ رسد لانے کی کوشش میں پکڑا

جائے ، اس کی سزا موت مقرر کی ۔

اسی سفر میں کچھ رومی سپاہیوں کی لاشیں ملیں جو میت ری ڈاتس کی سابقہ لڑائیوں میں مارے گئے تھے اور جنھیں دفن نہ کرنے کے باعث بھی (خیال کیا جاتا ہے کہ) فوج والے لوکلوس سے متنفر ہوئے تھے ۔ پومپی نے ان کو بڑی عزت حرمت سے دفن کرا دیا پھر کوہ امانوس کے گرد عربی قبائل کو زیر کرنے کے بعد شام کے علاقے میں داخل ہوا ۔ یہاں کوئی بادشاہی کا وارث جائز نہ تھا لہذا پومپی نے اسے اہلِ رومہ کا ایک صوبہ بنا دیا ۔ پھر یہودیہ (: فلسطین) کا علاقہ فتح کیا اور وہاں کے بادشاہ ارِستوبولوس کو قیدی بنایا ۔ کئی شہروں کو اُس نے از سرِ نو آباد اور بعض کو جابر حاکموں سے آزاد کرایا ۔ وہاں کے ملوک و اُمرا کے جھگڑے چکانے میں بہت سا وقت خرچ ہوا ۔ پارتھیہ اور ارمنیہ میں کسی علاقے کی نسبت جھگڑا تھا ، وہ بھی ثالثی کے لیے پومپی کے سامنے پیش ہوا ۔ کیوں کہ فوجی قوت کی شہرت کے ساتھ اُس کے انصاف اور درگزر کی شہرت بھی کچھ کم نہ تھی ۔ بلکہ خود اُس کے دوست اور عمال بعض نالائق حرکتیں کرتے تھے تو پومپی کی خوبیاں اُن پر بھی پردہ ڈال دیتی تھیں ۔ پھر یہ کہ اگرچہ خاطیوں کی تنبیہ اور چشم نمائی کرنا اس کی فطرت میں داخل نہ تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ پومپی کا تحمل دیکھ کر اور لوگ بھی حرص و ظلم کے افعال کو صبر سے برداشت کر لیتے تھے ۔ پومپی کے انھی ندیموں میں دِمت رِیوس ایک آزاد غلام تھا جس کی فہم و فراست مسلّم ہے البتہ خوش نصیبی نے اس کا دماغ ذرا

خراب کر دیا تھا۔ وہ پومپی کے مزاج میں سب سے زیادہ دخیل تھا اور اُس کی نسبت یہ قصّہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ روما کا مشہور مدبّر کاتو سیر کے لیے انطاکیہ آیا تو شہر کے دروازے کے باہر ایک جمِ غفیر کو جمع دیکھا۔ لڑکے ایک طرف اور نوجوان لوگ دوسری طرف اُجلے کپڑے پہنے کھڑے تھے۔ کاتو معمول کے مطابق پیدل آرہا تھا اور ساتھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ اُس نے سمجھا کہ یہ لوگ استقبال کے لیے آئے ہیں اور چوں کہ اُسے ان تکلفات سے نفرت تھی، ذرا ناخوش ہوا۔ اور مجبوراً ساتھیوں سے کہا کہ وہ بھی پیدل ہو جائیں۔ لیکن جب وہ اور قریب پہنچے تو پیشوائی کرنے والوں میں سے ان کا سرگروہ ہاتھ میں سہرا اور ایک عصا لیے ہوئے آگے بڑھا اور آنے والوں سے پوچھا کہ دمت ریوس کو کہاں چھوڑا اور وہ کب تشریف لائیں گے؟ اس پر کاتو کے رفیق بے اختیار ہنس پڑے اور خود کاتو یہ کہہ کر کہ افسوس اس غریب شہر پر! جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔

مگر جیسا میں نے لکھا، دِمت ریوس کی حرکتیں لوگوں کو اس لیے زیادہ ناگوار گزرتی تھیں کہ خود پومپی اُس کی ناز برداری کرتا تھا۔ چناں چہ کہتے ہیں دعوت کے موقع پر خود پومپی تو آنے والوں کی خاطر تواضع میں مصروف رہتا اور جب تک سب مہمان آکر اپنی اپنی جگہ نہ بیٹھ جاتے وہ انتظار کرتا، لیکن دِمت ریوس پہلے سے تخت پر آکے دراز ہو جاتا اور اس کا لباس سر سے کانوں تک لٹکتا رہتا، گویا اسے کسی کی پروا یا لحاظ نہیں ہے۔ اطالیہ

واپس آنے سے قبل ہی ایسے شخص نے روما کے قریب نہایت نفیس محل خریدا تھا جس میں کئی پُرتکلف باغ، ہوا خوری کی روشیں اور ورزش گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ یہ ساری جائے داد اسی کے نام پر " دِمت رِیوس " کہلاتی تھی حال آں کہ اس کا آقا تیسرے جلوسِ فتح تک معمولی مکان پر قانع تھا اگرچہ بعد میں جب شہر والوں کے لیے ایک شان دار تماشا گاہ تعمیر کرائی تو اس کے ضمیمے کے طور پر اپنے لیے بھی نیا مکان بنوایا جو پہلے سے زیادہ پُرشکوہ تھا مگر پھر بھی ایسا نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھ کر حسد کرے۔ حتیٰ کہ پوم پی کے بعد جس نے اسے خریدا وہ تعجب سے دریافت کرتا تھا کہ پوم پی اعظم کھانا کس ایوان میں کھایا کرتا تھا؟ یہ روایت اسی طرح ہم تک پہنچی ہے۔

پیت را (لبطرا) کا عرب امیر رومیوں کی طاقت کو ابھی تک نہ گردانتا تھا مگر پوم پی کی لشکر کشی کی خبروں نے اسے پریشان کر دیا اور اس نے خط بھیج کر دُور ہی سے اطاعت کا قول قرار کیا۔ پھر بھی پوم پی نے اُدھر سفر جاری رکھا کہ یہ عرب امیر اپنے ارادے پر قائم رہے۔ اکثر لوگ لبطرا کی مہم پر حرف زنی بھی کرتے تھے کہ روما کے قدیم اور جانی دشمن مِیت ری داتس کو چھوڑ کر جو تیاریاں کر رہا تھا کہ بحر اسود کے اوپر اوپر سے مِی تھیہ اور پیونیہ کے راستے اطالیہ پر لشکر کشی کرے، عرب کا رُخ کرنا، اصلی فرض سے مُونھ چھپانا ہے۔ مگر پوم پی نے میت ری دات کے پیچھے پیچھے فوج کو دوڑانا مفت کی ذلیل سمجھا

اور خالی وقت میں ایک دوسرے دشمن کو قابو میں لانا پسند کیا۔ تقدیر نے بھی اس بحث کا فیصلہ اسی کے حق میں کیا کہ پت را کے قریب پہنچ کر وہ خیمے نصب کر رہے تھے اور پوم پی لشکرگاہ کے باہر سواری کی مشق میں مصروف تھا جب کہ ساحلِ اسود سے ہرکارے خوشی کی خبر لائے جیسا کہ اُن کی برچھیوں پر لادل کی ٹہنیاں بندھی دیکھ کر جو خوشی کی علامت تھی، ظاہر ہوتا تھا۔ انھیں دیکھتے ہی لشکری پوم پی کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ اپنی ورزش پوری کرنی چاہتا تھا مگر جب لوگوں نے بہت غل مچایا اور اصرار کیا تو گھوڑے سے اتر کر لشکرگاہ میں خط لیے ہوئے آگے آگے چلا۔ کوئی منبر موجود نہ تھا نہ عارضی طور پر مٹی کی تہیں جما کر اس کا جنگی بدل تیار کیا گیا تھا، اس کی بجائے انھوں نے شوق اور بے صبری سے گھوڑے کے زین اور لادیوں کا ڈھیر لگا دیا اور اسی پر پوم پی نے کھڑے ہو کر میت ری دالتس کے مرنے کی خبر سنائی کہ کس طرح اپنے بیٹے فرناکس کی بغاوت کی وجہ سے اس بادشاہ نے خودکشی کر لی اور فرناکس جملہ سامان اور مال و دولت پر اپنی وراثت کے حق اور رومیوں کی زیر حمایت ہونے کے دعوے سے قابض ہو گیا۔ یہ سن کر طبعاً ساری فوج نہایت خوش ہوئی اور دیوتاؤں کی نذر نیاز اور فتح کا جشن منانے میں مصروف ہو گئی کہ میت ری دات کیا مرا گویا ہزاروں دشمنوں کا خاتمہ ہو گیا۔

اس طرح خلافِ توقع آسانی کے ساتھ یہ جنگ ختم ہوئی اور پوم پی بلا تاخیر عرب کو چھوڑ کر پھر شمالی صوبوں سے گزرتا ہوا

امی سوس پہنچا جہاں فرناکیس نے بہت سے تحائف ارسال کیے اور شاہی خاندان کی کئی لاشیں بھجوائیں جن میں خود میت ری داتس کی لاش بھی تھی اگرچہ سر کو ٹھیک مسالا نہ لگانے سے چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ تاہم جن کو زیادہ تجسس تھا انھوں نے بعض نشانوں سے اُسے شناخت کیا۔ پومپی کو ایسے نظارے کی برداشت نہ تھی اور قضا و قدر کے حسد سے بچنے کے لیے اس نے وہ لاش شہر اسنوف کو بھیج دی۔ البتہ متوفی کے بیش بہا لباس اور اسلحہ کے عرض و طول اور شان دیکھ کر بہت تعریف کی۔ تلوار لگانے کی پٹی ہی پر چار سو تیلنت لاگت آئی تھی جسے پپ لیوس نے چُرا کر فروخت کیا اور اس کا مکٹ جو بڑی صناعی سے بنایا گیا تھا۔ سیلا کے بیٹے فاوس توس کے کہنے پر میت ری دات کے کوکا نے چھپا کر اُسے دے دیا۔ پومپی کو ان چوریوں کی خبر نہیں ہوئی۔ بعد میں فرناکس کو جب پتا چلا تو اپنے غبن کرنے والے عمال کو سخت سزائیں دیں۔

اب سب انتظام درست کرکے پومپی بڑی شان و شوکت سے جشن مناتا ہوا وطن کو واپس چلا۔ تھیوفانس کی سفارش پر جزیرہ متی لین کو آزادی عنایت کی اور وہاں کے مقررہ مشاعرے میں بھی شریک ہوا جہاں اس موقع پہ موضوع شعر ہی پومپی کے کارناموں کی قصیدہ سرائی تھی۔ یہاں کی تماشاگاہ اسے بہت پسند آئی اور اُس کا مرقع بنوا کر ساتھ لیا کہ رومہ میں بھی اسی نمونے پر مگر زیادہ بڑا اور شاندار ناٹک گھر تعمیر کرائے۔ رودس میں وہاں کے مشہور حکما کے درس میں شریک ہوا اور ہر ایک کو ایک تیلنت

عطا کیا۔ پوسی دونیوس نے اس موقع پر ہرماگورس خطیب سے "ایجاد" کے موضوع پر جو مناظرہ کیا تھا، اسی شائع بھی کر دیا ہے۔
ایتھنز میں فلاسفہ کے ساتھ وہ ایسی ہی داد و دہش سے پیش آیا اور شہر کی مرمت و تزئین کے لیے پچاس تیلنٹ دیے۔ اس طرح کمال شوق و آرزو کے ساتھ کہ انتہائی نیک نامی اور شان شوکت سے جو انسان کو میسر آسکتی ہے، اطالیہ پہنچوں گا اور میرے اہل و عیال بھی اُسی اشتیاق سے خیر مقدم کریں گے جس طرح میں اُن سے ملنے کے لیے بے قرار ہوں، وہ وطن کے قریب آگیا تھا کہ وہی مافوق العادت قوت جس کا کام ہی یہ ہے کہ نصیبے کی بڑی سے بڑی نعمت میں کچھ نہ کچھ خرابی کی آمیزش کر دیتی ہے۔ پوم پی کے گھر میں خانہ براندازی کرنے لگی اور اس کی مراجعت کے خیر مقدم کو سوے مقدم سے بدل دیا۔ اصل یہ ہے کہ اُس کی بیوی موکیہ نے شوہر کے ناموس کو برقرار نہ رکھا اور اگرچہ پوم پی جب تک پردیس میں دور تھا اِن خبروں کا اعتبار نہ کرتا تھا لیکن اطالیہ کے قریب آتے وقت اسے ان الزامات پر غور کرنے کی فرصت ملی تو پھر طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا اگرچہ تحریر میں یا آئندہ کبھی کبھی زبانی کوئی وجہ طلاق دینے کی نہیں بتائی۔ ہمیں سی سرو کے رقعات سے اصل وجہ کا حال معلوم ہوا۔

ابھی وہ شہر سے دُور ہی تھا کہ روما میں یہ خبر اُڑ گئی کہ پوم پی سارے لاؤ لشکر کو لائے گا اور حکومت پر اپنا قبضہ جما لے گا۔ چناں چہ عام پریشانی پھیل گئی۔ کراسوس اپنے بال بچوں اور مال متاع کو لے کر شہر سے چلا گیا جس کا سبب یا تو واقعی خوف تھا اور یا گمانِ غالب

یہ ہی کہ محض لوگوں کو اور زیادہ خوف زدہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ان افواہوں کو یقین کر کے پوم پی سے اور زیادہ بدگمان اور مشتعل ہو جائیں۔ نظر بر ایں پوم پی نے اطالیہ پہنچتے ہی تمام لشکر کے رُو بہ رُو مناسبِ وقت تقریر کی اور یہ تاکید کر کے کہ جلوس فتح کے وقت ضرور روما پہنچ جائیں، سب سپاہیوں کے ہتیار کھلوا کے اپنے اپنے گھر رخصت کر دیا جس وقت یہ خبر ملک میں شائع ہوئی تو پھر نہ پوچھیے کہ لوگ کس قدر خوش ہوئے اور کس کثرت سے اظہارِ محبت و استقبال کے لیے شہر شہر سے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ پوم پی اعظم کا بغیر فوج و لشکر دوستوں کے مختصر قافلے کے ساتھ اس طرح گزرنا گویا وہ کسی تفریحی سفر کے بعد آیا ہی نہ کہ بڑی بڑی لڑائیاں جیت کر فاتح سپہ سالار کی حیثیت سے، لوگوں میں عجیب جذبات پیدا کرنے کا سبب ہوا اور اتنی بڑی تعداد اسے لینے اور شہر روما تک پہنچانے آئی کہ سارے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ انھی کی مدد سے وہ اگر چاہتا تو آئینِ حکومت میں بغیر فوجی امداد کے ہر قسم کا رد و بدل اور انقلاب کرا دے سکتا تھا۔

روما کا قانون یہ تھا کہ کوئی فاتح سپہ سالار، جلوس فتح سے قبل شہر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ پس پوم پی نے مجلسِ عمائد سے درخواست کی کہ رعایتِ خاص کے طور پر قنصلوں کا انتخاب اتنی دیر تک ملتوی کر دیں کہ وہ شہر میں پی زو کا جو دوبارہ امیدوار تھا، مقابلہ کر سکے اس درخواست کی کاتو نے سخت مخالفت کی اور وہ مستردِ ہو گئی۔ مگر پوم پی بھی مقرر کی یہ آزادی اور قانون و انصاف کی بے باک حمایت دیکھ کر تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ پس اس نے کاتو کو اپنی

طرف ملانے یا کم از کم دوست بنانے کی کوشش کی اور اسی غرض کے لیے اس کی دو بھانجیوں میں ایک سے اپنی اور ایک سے اپنے بیٹے کی شادی کی خواستگاری کی۔ کاتو نے یہ رشتہ بھی جو اس کی دیانت کو درپردہ نقصان پہنچانے اور گویا رشوت کے طور پر تجویز کیا گیا تھا، پسند نہیں کیا۔ بیوی اور بہن دونوں بہت ناراض ہوئیں کہ وہ پوم پی اعظم جیسے نامی گرامی آدمی سے قرابت کرنے سے انکار کرتا ہے۔ لیکن اسی زمانے میں پوم پی نے اپنے سردار افرانیوس کو قنصل بنانے کی غرض سے اہلِ قبائل کو روپے دیے اور خود اپنے باغ میں بلا بلا کے لوگوں سے رائے دینے کے وعدہ لیے تو عام ناراضی پھیل گئی کہ وہ ایسے اشخاص کے واسطے جو اوصافِ ذاتی کی بنا پر مستحق نہیں، اتنے بڑے عہدے کی بیع و شریٰ کرتا ہے اگرچہ خود اسے یہ عہدہ بڑی بڑی قومی خدمات کے صلے میں میسر آیا تھا۔ اسی پر کاتو نے اپنی بیوی اور بہن سے کہا کہ "لیجیے، اگر ہم پوم پی سے رشتہ کر لیتے تو آج اس رسوائی میں بھی حصہ دار ہوتے۔" اور انھیں اقرار کرنا پڑا کہ بے شک انھی کی رائے سچی اور اچھی تھی اور وہ ان سے کہیں زیادہ نیک اور دور اندیش آدمی ہے۔"

پوم پی کے جلوسِ فتح کا تزک و احتشام اس پیمانے پر تھا کہ دو دن بھی اس کے لیے بہ مشکل کافی ہوئے اور انھیں اسبابِ نمائش کا اتنا بڑا حصہ چھوڑ دینا پڑا کہ ایک اور جلوسِ فتح کے واسطے کافی ہوتا۔ جلوس میں سب سے آگے تختیاں تھیں جن پر پوم پی کی مفتوحہ اقوام و ممالک کے نام تحریر تھے۔ یعنی پونتس، ارمنیہ

کپادوسیہ ، پف لاگونیہ ، مِدیہ ، کول کیس ، شام ، سی لی شیہ عراق عرب ، نیز عرب ، فلسطین ، یہودیہ اور اقوام ای بری ، الباتی ، اور بر و بحر کے قزاقوں کی حکومت ۔ ان سب ملکوں میں مستحکم قلعے جو تسخیر کیے گئے ایک ہزار سے کم نہ تھے اور بڑے بڑے شہروں کا شمار بھی نوسو کے قریب پہنچتا تھا ۔ بحری قزاقوں کے آٹھ سو جہاز چھینے گئے ۔ اسی کے ساتھ اُنتالیس نئے شہر بنائے گئے ۔ پھر تمام علاقوں کی مال گزاری کی رقوم درج تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سلطنت کا کُل مالیہ پانچ کرور تھا اور پوم پی کی فتوحات کے بعد بڑھ کر ساڑھے آٹھ کروڑ ہوگیا ۔ سونا ، چاندی ، ظروف اور زیورات جو داخل خزانہ کیے اُن کی قیمت بیس ہزار تیلنت تھی اور یہ اُس رقم کے ماسوا تھی جو فوج والوں میں کم سے کم پندرہ سو درہم فی کس کے حساب سے تقسیم کی گئی ۔ جلوس کے اسیرانِ جنگ میں قزاقوں کے بڑے سرداروں کے علاوہ ، شاہِ تی گرانِس کا فرزند ، ارمنیہ کا بادشاہ اُس کی بیوی ، بیٹی ۔ خود تی گرانِس کی بیوی زوسی مہ ۔ ارس توبولوس شاہ یہودیہ ۔ شاہِ میت ری داتس کی بہن اور اس کے پانچ لڑکے ، کچھ سیتھی عورتیں ۔ البانی ، ای بری ، اور کوماجین کے یرغمال تھے ۔ ہر معرکے کا جو پوم پی یا اُس کے سرداروں نے جیتا ، مالِ غنیمت کثرت سے ساتھ تھا ۔ سب سے بڑی نام وری کی بات یہ کہ اُسے دُنیا کے تیسرے برِّاعظم کی فتوحات پر تیسرا جلوس نکالنے کی عزت حاصل ہوئی ۔ تین جلوس فتح کا اعزاز دوسرے روحی سپہ سالاروں کو بھی ملا تھا مگر یہ امتیاز خاص پوم پی کے نصیب میں

آیا کہ پہلے افریقہ ، پھر یورپ اور تیسری دفعہ اب ایشیا کی فتوحات کا سہرا اُس کے سر بندھا۔ گویا فتح کے تین جلوسوں میں ساری دُنیا کو اسیر کرکے دومہ میں وہی لایا۔

جو لوگ ہر بات میں پوم پی کا مقابلہ سکندرِ اعظم سے کرتے ہیں ، وہ اُس کی عمر کو بھی چونتیس سے زیادہ نہیں بتانے دیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ تیسرے جلوسِ فتح کے وقت اس کی عمر چالیس کے قریب تھی ۔ اور کیا اچھا ہوتا اگر انھی ایام میں جب کہ وہ سکندر کا سا نصیب رکھتا تھا ، پوم پی کی حیاتِ مستعار بھی ختم ہوجاتی ۔کیوں کہ اس کے بعد کی زندگی میں یا تو اُسے وہ خوش حالی ملی جس نے لوگوں کو بیزار کیا اور یا ایسی مصیبتیں پڑیں جن کی کوئی تلافی نہ ہوسکی۔ بات یہ ہے کہ مُلک میں جو اقتدارِ عظیم پوم پی کو حاصل ہوگیا تھا ، اُسے وہ آیندہ دوسروں کی بدعنوانیوں کی پردہ پوشی کرنے میں استعمال کرتا رہا اور اُن کو ترقی دینے میں اپنی نیک نامی گھٹاتا رہا حتیٰ کہ خود اس کے اقتدار کی بڑائی سنبھل نہ سکی اور اُسے اوندھا گرادیا ۔ سی زر نے پہلے پوم پی ہی کی مدد سے یہ قوت حاصل کی تھی کہ اپنی قوم کے قابو سے باہر ہوگیا اور پھر جس طرح کوئی مستحکم قلعہ یا شہر کا سب سے مضبوط بالاحصار دشمن کے ہاتھ آجائے تو دشمن کو بھی اسی قدر طاقت بخش دیتا ہے جتنی دوستوں کو حاصل تھی ، اسی قوت سے جو دوسروں کے مقابلے میں بہم پہنچالی تھی ، سی زر نے بالآخر پوم پی کو شکست دی اور خاتمہ کردیا ۔ ان واقعات کی صورت یہ ہوئی کہ اول تو لوکلوس جسے پوم پی نے ذلیل کیا تھا۔ رومہ پہنچا ۔مجلس نے اُس کی بہت

تعظیم تکریم کی اور پوم پی کی واپسی کے بعد بھی اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا تاکہ لوکلوس امور سلطنت میں پوم پی کی روک تھام کرسکے چناں چہ بوڑھے اور عیش دوست ہو جانے کے باوجود وہ پوم پی کی خوب خبر لیتا رہا اور کاتو کی تائید سے مجلس عمائد میں اسی کی بات چلتی رہی ۔ چناں چہ لوکلوس کے بعض قوانین جنھیں پوم پی نے منسوخ کرا دیا تھا، دوبارہ منظور اور نافذ کیے گئے ۔

مجلس میں پوم پی کو بار بار زک اٹھانی پڑی اور توقع کے خلاف بُرا برتاؤ کیا گیا تو وہ چارہ و ناچار عوام کے وکیلوں کی پناہ کے لیے دوڑا اور نوجوانوں سے خود کو وابستہ کرلیا ۔ حتیٰ کہ اس گروہ کے ایک شخص کلودیوس کے ہاتھ میں آلۂ بے جان بن گیا ۔ حال آں کہ یہ نہایت بے حیا اور بدمعاش آدمی تھا اور پوم پی کو جگہ جگہ بازاروں اور عام مجمعوں میں ساتھ لیے پھرتا تھا کہ اپنی تائید میں تقریریں کرائے طرفہ تر یہ کہ آخر میں اس رسوائی کا اُلٹا صلہ یہ طلب کیا کہ پوم پی کو سی سرو جیسے دوست سے جس نے بیسیوں مُلکی معاملات میں پوم پی کی بڑی بڑی خدمتیں کی تھیں، منحرف کرا دیا ۔ چناں چہ سی سرو پر مقدمہ قائم ہوا اور اس خطرے کے وقت وہ مدد لینے آیا تو پوم پی نے اُسے اپنے سامنے نہ آنے دیا اور جب لوگ اُس کی طرف سے گفتگو کرنے آئے تو مکان کے پھاٹک بند کرا کے پوم پی ایک چور دروازے سے نکل گیا ۔ ناآں کہ سی سرو مقدمے کے فیصلے سے خائف ہو کر خفیہ روم سے باہر چلا گیا ۔

اسی زمانے میں سی زر جنگی خدمات انجام دے کر روم آیا اور

یہاں اُس حکمتِ عملی کی بنا ڈالی جس نے وقت کے وقت اسے فائدہ پہنچایا اور آیندہ کے لیے قوت میں اتنا اضافہ کیا کہ وہ پوم پی بلکہ تمام قومی حکومت کے حق میں تباہ کُن ثابت ہوا۔ وہ پہلی مرتبہ قنصلی کا امیدوار تھا اور یہ دیکھ کر کہ پوم پی اور کراسوس میں باہمی عداوت ہے لہٰذا ان میں سے جس کا ساتھ دیا گیا دوسرے سے لامحالہ دشمنی مول لینی پڑے گی، اُس نے پہلے ان دونوں میں مصالحت کی کوشش کی۔ یہ بجائے خود بہت نیک اور مفید کام تھا لیکن سی زر کا اسے انجام دینا عین شرارت اور سازش کی بات تھی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ قومی جمہوریت میں مختلف گروہ اور فرقہ بندیاں سیاسی قوت کو ہموار و متوازن رکھتی ہیں جس طرح ایک کشتی کے مسافر مختلف گوشوں میں بٹ کر کشتی کا توازن قائم رکھتے ہیں ورنہ اگر وہ سب جمع ہوکر ایک ہی طرف آجائیں تو پوری کشتی یکایک ایک طرف جھک جائے گی۔ اور سب کو لے ڈوبے گی۔ اسی لیے بہت روز بعد جب لوگوں نے روما کی ساری تباہیوں کا سبب پوم پی اور سی زر کی نااتفاقی کو قرار دیا تو دانش مند کاتو نے اُن کی تردید کی اور کہا کہ حکومت مشترکہ کو سب سے بڑی اور پہلی ضرب ان دونوں کی دوستی اور ہم آہنگی سے لگی تھی نہ کہ اُن کی دشمنی اور نااتفاقی سے۔

القصہ سی زر جب قنصل منتخب ہوگیا تو اُس نے فوراً مفلس و مفلوک الحال طبقے کی حمایت شروع کی اور تقسیم اراضی اور آبادکاری کے نئے نئے قانون تجویز و نافذ کرائے۔ مجموعی طور پر وہ قنصل کی بجائے وکیل عوام معلوم ہونے لگا اور اپنے عہدے کا وقار کم ہوجانے

کی بھی پروا نہ کی۔ ساتھی قنصل بی بلوس نے ان قوانین کی مخالفت کی اور کاتو بھی پوری قوت سے اُسی کی تائید پر آمادہ ہوا تو سی زر مجلسِ عوام میں پومپی کو لے کر آیا اور سب کے سامنے اُس کی رائے دریافت کی۔ پومپی نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ سی زر نے کہا "اچھا تو اگر کوئی شخص اِن قوانین کی جبراً مخالفت کرے گا تو آپ جمہور کی مدد کریں گے؟" پومپی نے کہا "میں تیار ہوں۔ اور جو تلوار کی دھمکی دیتے ہیں اُن کے مقابلے میں ہر تلوار اور تلوار باندھ کر آؤں گا۔" ایسے غرور و نخوت کی بات پومپی نے اُس روز تک پہلے کبھی نہیں کہی، نہ کی تھی۔ چناں چہ اُس کے احباب نے معذرت پیش کی کہ یہ بات بے دھیانی میں اُس کے مونھ سے نکل گئی۔ لیکن بعد کی کارروائیوں سے بھی صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ بالکل سی زر کے ہاتھ میں آچکا ہو۔ کیوں کہ یکایک اور توقع کے خلاف اُس نے سی زر کی بیٹی جُولیہ کے ساتھ شادی کرلی حال آں کہ یہ لڑکی پہلے سے سی پیو کی مخطوبہ تھی اور چند ہی روز میں ان کی شادی ہونے والی تھی۔ پھر سی پیو کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی غرض سے پومپی نے خود اپنی بیٹی جو سیلا کے فرزند فاوس توس کے ساتھ منسوب تھی، سی پیو سے بیاہ دی۔ سی زر نے اپنی (چوتھی) شادی پی زو کی لڑکی کال فرنیہ سے کی۔

پھر پومپی نے سارے شہر میں اپنے سپاہی بھر دیے اور زبردستی جو چاہا، وہ کیا بی بلوس قنصل کاتو اور لوکلوس کے ساتھ چوک میں آ رہا تھا کہ ان سپاہیوں نے اچانک حملہ کیا اور اس کے

عصا توڑ دیے۔ خود اس پر لید کی پرات الٹ دی اور عوام کے دو وکیل بھی اس ہنگامے میں بُری طرح زخمی ہوئے۔ ساری پنچایت مخالفوں سے خالی ہوگئی تو پھر اُنھوں نے تقسیم اراضی کی تجویز پیش کرکے قانون بنا دیا۔ اسی پر منحصر نہیں بلکہ یہ طعمہ عوام الناس کو دے کر ایسا قابو میں کیا کہ پھر جو تجویز سی زر وغیرہ کرتے تھے۔ لوگ بے چون و چرا تائید میں راے دیتے تھے۔ چناں چہ پوم پی کے جملہ قانون اور فیصلے جنھیں لوکلوس نے غلط قرار دیا اور چلنے نہیں دیا تھا، منظور و نافذ کر دیے گئے۔ غالیہ کا علاقہ الپس کے دونوں جانب، اور الی ری کم کا صوبہ پانچ سال کے واسطے سی زر کے تفویض ہوا اور پورے چار لشکر رکھنے کی اجازت دی گئی۔ سال آیندہ کا قنصل سی زر کے خسر پی زو اور گابی نوس کو مقرر کیا گیا جو پوم پی کا حد سے زیادہ خوشامدی تھا۔

اِن کارروائیوں کے دوران میں بی بلوس گھر کا دروازہ بند کیے اندر بیٹھا رہا اور پورے آٹھ مہینے کسی عام جلسے میں نہیں آیا۔ حال آں کہ وہ قنصل یعنی سب سے اعلا انتظامی عہدے دار تھا۔ البتہ گھر کے، اندر ہی سے سی زر و پوم پی کے خلاف تلخ و درشت الفاظ میں اعلان جاری کرتا رہا۔ کاتو نے ایک ملہم غیبی کی شان اختیار کرلی۔ اور مجلس عمائد میں اور کوئی کام نہیں کیا بہ جز اس کے کہ قومی حکومت اور خود پوم پی پر آیندہ جو مصیبتیں آنے والی تھیں اُن کی پیش گوئیاں کرتا رہا۔ لوکلوس پیرانہ سالی کے عذر پر گوشۂ عافیت میں بیٹھ گیا۔ کہ میں اب امورِ سلطنت میں حصّہ لینے کے قابل نہیں ہوں۔ اسی

پر پوم پی کو یہ مشہور فقرہ چست کرنے کا موقع ملا کہ بڑھاپے میں تو سرکاری کاموں سے بڑھ کر عیش کی تکان خلافِ مزاج ہوا کرتی ہے۔" مگر کچھ مدت بعد جب جوان بیوی کی شیفتگی نے پوم پی کو عیش دوست بنا دیا تو خود اس طعنے کی زد میں آگیا۔ چناں چہ کئی کئی دن باغوں اور سیرگاہوں میں بیوی کے ساتھ عیش عشرت میں اتنا منہمک رہتا کہ خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ مجلس عوام میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ زن پرستی یہاں تک بڑھی کہ پرانا رفیق کلوڈیوس بھی جو وکیل عوام کے عہدے پر فائز تھا، پوم پی کو ذلیل سمجھنے لگا اور انتہا درجے کی ناروا حرکتیں کیں۔ سی سرو کو خارج البلد کیا۔ کاتو کو جنگی خدمت کے بہانے قبرص بھیج دیا اور جب سی زر بھی غالیہ کی مہم پر چلا گیا تو دارالحکومت میں عوام کا سردار و سرکردہ ہی کلوڈیوس بن گیا۔ عوام کو خوش کرنے کی خاطر پوم پی کے بعض احکام منسوخ کر دیے اور اس کے کئی دوستوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ شاہ تی گرانس کے بیٹے کو قید سے نکال کر اپنی مصاحبت میں جگہ دی اور گویا پوم پی کی قوت آزمانے کی ٹھان لی۔ ایک مرتبہ یہ سپہ سالار کسی مقدمے کی سماعت کے وقت مجلس عوام میں آیا تھا۔ کلوڈیوس چند اوباش اور شورہ پشت بدمعاشوں کو ساتھ لایا اور اونچی سی جگہ پر کھڑے ہو کر حاضرین سے بہ آواز یہ سوال کیے: "عیاش سپہ سالار کون ہے؟ وہ کون مرد ہے جو دوسرے مرد کی تلاش کرتا ہے؟ کون ہے جو ایک انگلی سے سر کھجاتا ہے؟" وہ چغے کو ہلا کر اشارہ کرتا جاتا تھا اور سارے بازاری ہر سوال کے جواب میں، جیسے طلسے لُفے والے ٹیپ کا مصرعہ دُہراتے ہیں، مل کر نعرہ لگاتے:

"پوم پی"۔

پوم پی نے اپنی نسبت بُرائی کی بات کبھی کاہے کو سُنی تھی۔ ایسے بازاری ہنگاموں کا بھی اُسے مطلق تجربہ نہ تھا۔ وہ بہت دق ہوا اور زیادہ ناگواری اس سبب ہوئی کہ صاف معلوم ہوتا تھا یہ کمینہ حرکت دیکھ کر عمائد شہر اُلٹے خوش ہوئے اور سمجھے کہ سی سرو سے ساتھ دغابازی کی سزا پوم پی کو ملی۔ بعد میں جب نوبت زد وکوب اور کُشت و خون تک پہنچی بلکہ کلوڈیوس کا ایک غلام بھیڑ میں برہنہ تلوار لیے پوم پی کی طرف دبے پاؤں بڑھتا ہوا پکڑا گیا تو پوم پی کو یہ حیلہ مل گیا کہ چوک میں آنا بالکل موقوف کردے اگرچہ بہت ممکن ہو کہ اسے کلوڈیوس کی، جب تک وہ وکیلِ عوام رہا، گستاخی اور بدزبانی کا اندیشہ زیادہ ہو۔ بہرحال وہ دروازے بند کیے اپنی حویلی کے اندر رہنے اور دوستوں سے مشورہ کرنے لگا کہ مجلسِ عمائد اور امرا کی ناراضی دُور کرنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ مختلف صلاحوں کے علاوہ ایک دوست نے جولیہ کو طلاق دینے کا بھی مشورہ دیا۔ کہ مجلس کا حُسنِ ظن حاصل کرنے کے لیے سی زر کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر پوم پی نے اسے بالکل نہ مانا البتہ یہ صلاح بلا تامّل قبول کرلی کہ سی سرو کو جو کلوڈیوس کا ہمیشہ سے سخت مخالف اور مجلسِ عمائد میں نہایت ہر دل عزیز تھا، جلاوطنی سے واپس بلایا جائے۔ چناں چہ سی سرو کے بھائی کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ چوک یعنی مجلسِ عوام میں بھیجا کہ بھائی کی واپسی کی درخواست کرے۔ اور سخت تکرار کے بعد جس میں کئی آدمی زخمی ہوئے اور کچھ مارے گئے کلوڈیوس پر غلبہ حاصل ہوگیا۔

سی سرو نے واقعی واپس آتے ہی مجلس عمائد اور پوم پی میں صلح کی کوشش شروع کی اور غلّے کی درآمد کے مجوّزہ انتظامات کی تائید کی جن سے یہ سپہ سالار عملاً تمام رومی مقبوضات کا حاکم بن جاتا تھا کیوں کہ اس تجویز میں پوم پی کو تمام بندرگاہیں، منڈیاں اور گودام، غرض تاجر و کاشت کار کے جملہ معاملات تفویض کیے جا رہے تھے۔ اسی پر کلوڈیوس نے الزام دیا کہ یہ تجویز غلّے کی کم یابی کی وجہ سے نہیں کی گئی بلکہ تجویز کی خاطر غلّے کی کم یابی بنائی گئی ہے تاکہ پوم پی کی مدقوق اور ضعف پذیر قوت کو سنبھالا جائے، اور ملک پر از سرِ نو اسے مسلط کیا جائے۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اس تجویز سے قنصلِ وقت (اِس پن تر) کا منشا یہ تھا کہ پوم پی کو جملہ اختیارات دیے جائیں تاکہ خود اُسے مصر کے بادشاہ بطلی موس کا مشیر بنا کر بھیجا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ پوم پی کے لیے بہ طور سفیر بھیجنے کی تجویز کی گئی تھی کہ وہ شاہِ مصر اور اُس کی رعایا کی باہمی نزاع کا فیصلہ کرے۔ پوم پی بھی اس خدمت کو انجام دینے پر آمادہ تھا مگر مجلس نے یہ دل خوش کن حیلہ کیا کہ ہم اس کی ذات کو جوکھوں میں ڈالنے پر تیار نہیں ہیں۔ انھی دنوں چوک میں ایوانِ مجلس کے قریب بہت سے پرچے پڑے ملے جن میں تحریر تھا کہ اس پن تر کی بجائے پوم پی مصر کا سپہ سالار بنا کر بھیج دیا جائے تو بطلی موس نہایت شکر گزار ہوگا۔ ایک مورّخ نے تو یہاں تک دعوا کیا ہے کہ پوم پی کی مصر میں آمد سن کر تھیوفانس نے کہ سن کر بطلی موس کو ملک چھوڑنے پر رضامند کر لیا تھا، کہ پوم پی بلا شرکت وہاں حکومت کر سکے۔ لیکن گو تھیوفانس کی ... یب کاری سے ایسا

ہونا بعید نہ تھا، مگر پوم پی کی طبیعت ہوسِ جاہ کے باوجود ایسی عیاریوں سے اتنی کم مناسبت رکھتی ہے کہ یہ روایت قرینِ قیاس نہیں نظر آتی۔

بہ ہر حال پوم پی سلطنت کا صدر نگراں مقرر ہو گیا اور غلے کی تجارت کا سارا انتظام اسے تفویض کر دیا گیا۔ ہر صوبے میں اس نے اپنے نائب اور گماشتے بھیجے اور خود صقلیہ، سارڈینیہ اور افریقہ کا دورہ کر کے غلے کے بڑے بڑے ذخیرے فراہم کیے۔ واپسی میں جہازوں کے لنگر اٹھاتے وقت سمندر میں ایسا طوفان آیا کہ ناخدا متردد ہو گئے۔ مگر پوم پی سب سے پہلے خود جہاز پر سوار ہوا اور بلند آواز سے کہا کہ لنگر اٹھاؤ۔ جہاز چلنا زیادہ ضروری ہے، جینا اتنا ضروری نہیں ہے! اس ہمت و جوش کا بادِ مراد نے بھی ساتھ دیا اور وہ بہ خیر و خوبی اطالیہ پہنچ گئے اور منڈیاں غلے سے اور بندرگاہیں جہازوں سے بھر دیں۔

پھر نہ صرف شہر رومہ بلکہ دوسرے شہروں میں غلے کی وہ افراط ہوئی کہ بہتے دریا کی طرح وہ ملک کے کونے کونے میں پہنچ گیا۔

اس عرصے میں سی زر نے غالیہ کے محاربات میں بڑا نام پایا اور قوت بڑھائی۔ دیکھنے کو وہ رومہ سے بہت دور بلجیم اور برطانیہ کے جھگڑوں میں الجھا ہوا تھا مگر حقیقت میں اندر ہی اندر وہ وہ چالیں چل رہا تھا کہ تمام اہم سیاسی معاملات میں پوم پی کی طاقت زائل ہو جائے۔ ادھر خود اپنی فوج کو ایسی محنت سے سدھایا اور نظم و ضبط کا پابند بنایا تھا گویا وہ اس کا اپنا جسم ہے۔ وحشی اقوام سے لڑائیاں بھی محض ورزش اور صید افگنی کی مشق کے طور پر تھیں۔ اصلی مقصد یہ تھا کہ لشکر اتنا زبردست اور خوف انگیز بن جائے کہ کوئی اس

کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اسی کے ساتھ زر و جواہر اور مالِ غنیمت جو دشمنوں سے لڑ کر ہاتھ آیا، وہ تحائف کی صورت میں رومہ آتا اور وہاں کے عوام اور حکام اور اُن کی بیویوں کو لالچ دلاتا تھا۔ اس طرح شہر میں بہت سے لوگ سی زر کے زر خرید ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ جب وہ الپس کے پار اُترا اور جاڑا گزارنے کے لیے شہر لوکا میں مقیم ہوا تو رومہ کے بے شمار باشندے وہاں ملنے پہنچے اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ سب سے پہلے وہی سی زر سے ملاقی ہو۔ انھی میں مجلسِ عمائد کے دو سو رُکن اور کراسوس و پوم پی بھی تھے یہاں تک کہ ایک وقت میں سی زر کے دروازے پر میرانِ عدل اور نائب قنصلوں کے ایک سو بیس چوب دار مجتمع نظر آتے تھے۔ جملہ ملاقاتیوں کو وہ رُپے اور آئندہ امیدوں سے مالا مال کر کے واپس بھیجتا رہا مگر پوم پی اور کراسوس کے ساتھ خاص خاص عہد و پیمان کیے کہ وہ دونوں آئندہ سال قنصل ہوں اور سی زر انتخاب کے وقت اپنے بہت سے سپاہی رائے دینے کے واسطے رومہ بھیجے۔ پھر جب وہ منتخب ہو جائیں تو چند صوبے اپنے واسطے رکھ لیں اور سی زر کو مزید پانچ سال کے واسطے اسی عہدے پر برقرار رکھا جائے۔ یہ قرار داد لوگوں کے علم میں آئی تو رومہ کے ممتاز اشخاص بہت غضب ناک ہوئے۔ مارسلی نوس نے مجلسِ عوام میں پوم پی اور کراسوس سے سوال کیا کہ کیا آپ آئندہ سال پھر قنصلی کے لیے اپنے نام پیش کرنا چاہتے ہیں۔" حاضرین نے تقاضا کیا کہ سوال کا جواب دیا جائے تب پہلے پوم پی نے کہا ممکن ہے میں درخواست کروں اور ممکن ہے نہ کروں۔ کراسوس نے قدرے اعتدال سے کام لیا اور کہا کہ میں

وہ کام کروں گا جو قومی حکومت کے حق میں سب سے مفید سمجھا جائے
مارسلی نوس نے دوبارہ پوم پی پر اعتراض کیا اور ایسے لہجے میں بولا
جو لوگوں کے خیال میں ذرا سخت تھا، تو پوم پی نے بھی جواب میں کہا
کہ "مارسلی نوس نہایت بے انصاف شخص ہے کہ میں نے اُسے گونگے
سے گویا بنایا اور فاقے مرتے ہوئے آدمی کی بجائے اتنا پیٹ بھرا
کر دیا کہ وہ ہاضم نہیں کر سکتا، پھر بھی میرا شکر گزار نہیں ہے۔" اِن
سوال و جواب سے ہی قنصلی کے اکثر اُمیدوار بیٹھ رہے مگر کاتو نے
دومی تیوس کو ہمت دلائی کہ وہ مقابلے سے نہ ہٹے "کیوں کہ اب یہ
مقابلہ عہدے کے واسطے نہیں بلکہ غاصبوں اور ظالموں سے آزادی کو
بچانے کے واسطے ہے۔" اسی لیے پوم پی کے طرف دار ڈرے کہ کاتو
جو اپنی رائے کی پختگی کی بہ دولت ساری مجلسِ عمائد کو ساتھ لے لیتا تھا
اپنے بہت سے عقیدت مند عوام کو بھی نہ کھینچ لے۔ پس انھوں نے فوراً
دومی تیوس کی روک تھام شروع کی اور اسے چوک میں آنے سے روکنا
چاہا۔ چناں چہ مسلح اشخاص کے گروہ کو مقرر کیا اور انھوں نے
دومی تیوس کے مشعل بردار کو جو آگے آگے چل رہا تھا، مار ڈالا اور
سب ساتھیوں کو بھگا دیا۔ کاتو جس نے دومی تیوس کو بچانے میں
سیدھے ہاتھ پر زخم کھایا تھا سب کے آخر میں واپس ہوا۔ بہ ہر حال
اِن ترکیبوں سے اُنھوں نے قنصلی حاصل کر لی اور بعد میں بھی ایسی
ہی نازیبا کارروائیاں کرتے رہے۔ چناں چہ لوگ کاتو کو میرِ عدل
منتخب کرنا چاہتے تھے کہ عین رائے اندازی کے وقت پوم پی نے کسی
بدشگونی کے حیلے سے جلسہ برخاست کر دیا۔ پھر قبائل کو رشوتیں دے کر

رائیں خرید لیں اور واتی نیوس کے میر عدل ہونے کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں سی زر سے معاہدے کے مطابق اُسے مزید پانچ سال کی توسیع دلوا دی۔ پارتھیہ کی مہم اور ملکِ شام کراسوس کے تفویض ہوا۔ تمام افریقہ، (رومی مقبوضات) اسپین کے دونوں صوبے اور پورے چار لشکر پوم پی کے حصے میں آئے جن میں سے دو لشکر سی زر کی درخواست پر اُس نے کمک کے لیے غالیہ بھیج دیئے۔

کراسوس قنصلی کے ختم ہوتے ہی اپنی ولایت کی جانب روانہ ہو گیا مگر پوم پی کچھ مدت تک اور روما میں رہا اور اپنی تعمیر کردہ تماشاگاہ کا افتتاح کیا جہاں لوگوں کو طرح طرح کے ناچ رنگ کے علاوہ مختلف کھیل تماشے اور نمائشیں دکھا کر خوش کیا۔ جنگلی جانوروں کے شکار اور پھاندنے کے تماشے اور اُن کی لڑائیاں بھی اس پیمانے پر دکھائیں کہ اُن میں پانسو شیرِ ببر ہلاک ہوئے۔ مگر سب سے بڑھ کر حیرت خیز اور خوف انگیز ہاتھیوں کی جنگ تھی۔

اس شاہانہ میزبانی اور نمائش سے پوم پی کی ہر دل عزیزی اور توقیر میں اضافہ ہوا لیکن دوسری طرف ولایتوں اور لشکروں کو اپنے احباب اور ماتحتوں کے حوالے کرنے اور خود بیوی کے ساتھ اطالیہ کے شہروں میں سیر تفریح میں وقت گزارنے سے لوگ ناخوش ہوئے معلوم نہیں وہ اپنی بیوی کا والہ و شیدا تھا یا بیوی اُس کی شیدا تھی کہ جُدائی گوارا نہ کرتی تھی اور وہ اُسے رنج دینا نہ چاہتا تھا۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ جوان بیوی اپنے سن رسیدہ شوہر سے اس قدر محبت کرتی تھی کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ غالباً اس کا سبب یہ تھا

کہ پوم پی ازدواجی زندگی میں پارسا اور باوفا شوہر تھا اور بے تکلفی میں اُس کا طبعی وقار لطف و محبت کی وہ شان اختیار کرلیتا تھا جس میں عورتوں کے لیے خاص دل کشی ہوتی ہے، جیسا کہ ہم اس بارے میں فلورا طوائف کو بھی ثقہ سمجھ کر شہادت میں پیش کرسکتے ہیں۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ انتخابات میں لوگ آپس میں لڑ پڑے اور پوم پی کے قریب ہی کئی جان سے مارے گئے۔ اُس کے کپڑوں پر بھی خون کے دھبے پڑے اور اُس نے دوسرے کپڑے منگوائے، مگر نوکر جب خون آلود کپڑے گھر لائے تو اُن کی بھاگ دوڑ سے پوم پی کی بیوی جو اُس وقت حاملہ تھی، اُدھر متوجہ ہوئی اور اُس کی نظر شوہر کے خون آلودہ چغے پر پڑ گئی۔ اُسے دیکھتے ہی وہ غش کھا کر گری اور بمشکل ہوش میں لائی جاسکی۔ پھر بھی اس دہشت اور صدمے سے اُسے دردِ زہ شروع ہوا اور حمل ساقط ہوگیا۔ بیوی کی یہی شیفتگی تھی جس کی بنا پر وہ لوگ جو پوم پی کو سی زر کے دوست بنانے پر لعنت ملامت کیا کرتے تھے، بیوی کے ساتھ اُس کی محبت پر حرف گیری نہ کرسکتے تھے۔ مذکورہ بالا واقعے کے کچھ مدت بعد وہ پھر حاملہ ہوئی اور اُس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی لیکن زچہ خانے ہی میں انتقال کرگئی اور نومولود بیٹی بھی ماں کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہی۔ پوم پی نے البا کے قریب اپنے مکان میں اسے دفن کرنے کا انتظام کیا تھا لیکن لوگ جبراً اس کی نعش قومی قبرستان (یعنی "مریخ کے میدان") میں لے گئے اور وہاں جملہ مراسم موتیٰ ادا کیں اور ہرچند اس اعزاز کا سبب خود جواں مرگ جولیہ کی ہم دردی تھا، تاہم اس بات کا

بھی اندازہ ہو سکتا تھا کہ اُنھیں پومپی سے جو وہیں موجود تھا، زیادہ پاس و لحاظ سی زر کا کرنا منظور ہے اگرچہ وہ اُس وقت روما بلکہ اطالیہ میں بھی نہ تھا۔

اصل یہ ہے کہ جولیہ کی موت صریحاً سیاسی ہل چل کا پیش خیمہ بن گئی تھی۔ اس رشتے نے سی زر و پومپی کی ہوسِ حکومت کا سدِباب تو نہ کیا البتہ اس پر پردہ ڈال رکھا تھا اور جونھی موت کی قینچی نے اُسے قطع کر دیا، تو پھر اِن دونوں کی رقابت روز بہ روز زیادہ آشکارا ہوتی گئی۔ مزید برآں کچھ بہت مدت نہ گزری تھی کہ پارتھیہ کی جنگ میں کراسوس کے مارے جانے کی خبر آئی اور اس طرح خانہ جنگی کا ایک اور حائل بھی درمیان سے ہٹ گیا کیوں کہ سی زر و پومپی دونوں کراسوس پر نظر رکھتے تھے اور اُس کا اتنا خوف ضرور تھا کہ جب تک وہ زندہ رہا، یہ کسی نہ کسی طرح آپس میں مل جل کر کام کرتے رہے۔ مگر جیسے ہی یہ ثالث جس کا منصب یہ ہو سکتا تھا کہ فریقین کی نزاع چکائے اور مظلوم کا بدلہ دلوائے، راہیٔ عدم ہوا تو پھر ایک ظریف شاعر کے بہ قول یہ کیفیت نظر آنے لگی کہ ؎

پہلوان اُترے اکھاڑے کے اندر
لگے ریت اور تیل ملنے بدن پر

انسانی فطرت کے لیے دولت و حشمت اس درجے حقیر اور حریص دل کے سامنے ایسی ناکافی ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت بھی دو آدمیوں کی ہوس کو پورا نہ کر سکی۔ وہ جانتے تھے اور انھوں

نے پڑھا تھا کہ "تین دیوتاؤں نے کائنات کو آپس میں بانٹا۔ جنت، دوزخ اور سمندر، تین حصے کیے اور پھر ہر ایک نے ایک ایک حصے کی بلاشرکت حکمرانی پر قناعت کر لی" پھر بھی سلطنتِ روما میں اُن کی سمائی نہ ہو سکی حال آں کہ وہ صرف دو تھے۔

ایک تقریر میں پوم پی نے فخر کیا تھا کہ مجھے ہمیشہ اپنی توقع سے پہلے عہدہ ملا، اور مَیں نے ہمیشہ لوگوں کی توقع سے پہلے اُسے چھوڑ دیا، اور واقعی ساری فوجوں کو رخصت کر دینا اس دعوے کی شہادت تھی۔ مگر اب جو اُس نے دیکھا کہ سی زر اپنی سپاہ کو خوشی سے برطرف کرنے پر آمادہ نہیں تو وہ بھی اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ کوشش بھی شہر کے چند عہدے اور سپہ سالاریاں تقسیم کرنے تک محدود تھی ورنہ مُلکی آئین میں کوئی خاص ردّ و بدل کی اس نے خواہش نہ کی اور نہ سی زر سے کسی بے اعتمادی کا ثبوت دیا۔ بلکہ معلوم ہوتا تھا وہ اسے حقیر سمجھتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا۔ چناں چہ ملکی عہدے بھی رشوتوں کے ذریعے ایسے لوگوں کو ملتے رہے جن کو پوم پی پسند نہ کرتا تھا بلکہ دارالحکومت میں سخت بدنظمی کی نوبت آگئی تب بھی پوم پی نے دخل نہ دیا اور بعض لوگوں نے اُسے آمر یا مختار سلطنت بنانے کی تحریک کی تو اُس وقت بھی پوم پی کے دوستوں نے اس کی جانب سے اعلان کیا کہ وہ ایسی مطلق خواہش نہیں رکھتا۔ پس کاتو جو اصل تحریک کی سخت مخالفت کر رہا تھا، اُس کا مدّاح ہو گیا اور درخواست کی

کہ وہ جمہوریہ میں عمدہ انتظام قائم کرنے میں مدد دے۔ حسبِ قاعدہ دو قنصل بھی منتخب کیے گئے لیکن شہر میں دوبارہ بدنظمی کا دَور دورہ ہوگیا اور کاتو کے گروہ کو بھی سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ حکومت کا پورا ذمّے دار پومپی کو بنایا جائے اگرچہ کھُلی ہوئی مطلق العنانی کی بجائے انھوں نے مناسب سمجھا کہ قاعدے ضابطے کے ساتھ اُسے اختیارات تفویض کیے جائیں۔

چناں چہ خود بی بلوس نے جو پومپی کا مخالف تھا مجلس میں سب سے پہلے یہ رائے دی کہ پومپی کو واحد قنصل مقرر کر دیا جائے تاکہ قومی حکومت موجودہ ابتری سے نجات پائے اور یا آزادی سے محروم ہی رہنا ہے تو قابل ترین شخص ہمارا حاکم ہو کہ رنج محکومی فی الجملہ کم ہوجائے۔ یہ رائے سُن کر اور خصوصاً کہنے والے کو دیکھ کر لوگ بہت متعجب ہوئے اور جب کاتو تقریر کرنے اٹھا تو سب یہی سمجھے کہ وہ مخالفت کرے گا۔ لیکن ایوان میں خاموشی ہوگئی تو کاتو نے کہا کہ ایسا مشورہ مَیں خود کبھی نہ دیتا مگر جب دوسرے نے یہ تحریک پیش کر دی تو میرا مشورہ ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔ کیوں کہ حکومت کی کوئی شکل بھی عدمِ حکومت سے بہرحال بہتر ہے اور اس خلفشار کے زمانے میں حاکم بنانے کے لیے میرے نزدیک پومپی سے زیادہ موزوں شخص دوسرا نہیں ہے۔ چناں چہ تحریک بالاتفاق منظور کی گئی اور یہ حکم جاری ہوا کہ پومپی تنہا قنصل مقرر کیا جاتا ہے لیکن دو مہینے کے بعد وہ ضروری سمجھے تو جسے چاہے خود اپنا شریک بنالے۔

جب یہ اعلان ہوا تو پوم پی نے کاتو کا دلی شکریہ اور اپنی بڑی احسان مندی کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ وہ انتظام حکومت میں ضرور اپنی صائب رائے سے مستفید کرتا رہے۔ کاتو نے جواب دیا کہ شکریے کی مطلق وجہ نہیں۔ میں نے جو کچھ کیا اپنی قومی حکومت کے لیے تھا نہ کہ پوم پی کو خوش کرنے کی غرض سے۔ رہا مشورہ، سو جب طلب کیا جائے گا میں تخلیے میں پیش کروں گا ورنہ سرِ جلسہ جو کچھ میری رائے ہو اُسے ظاہر کرنے سے نہیں رُکوں گا۔ ہر موقع پر کاتو کا یہ طرزِ عمل تھا۔

پوم پی جو کچھ مدت سے روما کے باہر مقیم تھا اب شہر میں آگیا اور یہاں آ کے سی پیو کی بیٹی کورنِل یہ سے شادی کی۔ یہ نوجوان عورت پب لیوس (خلف کراسوس) کی بیوہ تھی جو پارتھیہ میں مارا گیا اور حسن و شباب کے علاوہ دل کشی کے اور اوصاف بھی رکھتی تھی۔ یعنی اعلا درجے کی تعلیم یافتہ، علم ہندسہ سے واقف اور نے نوازی میں ماہر تھی۔ وہ فلسفے کے درس میں باقاعدہ شریک رہی اور مستفید ہوئی تھی بہ ایں ہمہ اس میں کوئی بدنما پندار و شیخت کی ادا نہ آئی تھی جیسا کہ بعض اوقات ایسی تعلیم پانے والی جوان عورتوں میں دیکھی گئی ہے۔ نسب اور خاندانی وجاہت میں بھی کچھ کم نہ تھی۔ مگر اس رشتے پر عام اعتراض سن و سال کی عدم مناسبت کی وجہ سے تھا کہ عمر کے لحاظ سے وہ پوم پی کے بیٹے کے لیے زیادہ موزوں تھی۔ دوسرے سنجیدہ اہل الرائے کی نظر میں یہ ساری قوم کی تحقیر تھی کہ جب اپنی پریشان حالی میں قوم نے سب نیک و بد اُس

کے حوالے کیا اور جس طرح کوئی مریض سارے دُکھ درد کا مداوا طبیب سے چاہتا ہو، اُس کی طرف رجوع ہوئے تو وہ خود سہرا باندھ کر اپنی شادی رچانے میں مصروف ہوگیا اور یہ خیال تک نہ کیا کہ ۹ سے واحد فیصل بنانا ہی ایک قومی مصیبت ہو اور خلافِ قانون یہ اختیارات اُسے تفویض نہ ہو سکتے تھے اگر ملک و قوم کی حالت اچھی ہوتی۔ بہرحال شادی سے فراغت پانے کے بعد وہ مُلکی انتظام کی طرف متوجہ ہوا اور جن لوگوں نے رشوت ستانی سے عہدے حاصل کیے تھے، اُن کی تحقیقات کے لیے ضروری قاعدے اور احکام نافذ کیے۔ عدالتوں کا نظم اور بگڑا ہوا اقتدار درست کیا اور اُن کے فیصلوں کی تعمیل خود جا جا کر اپنے سپاہیوں سے کرائی جس سے عوام کے دل میں قانون کا احترام اور شہریوں کو امن اور حفظِ حقوق کا اطمینان حاصل ہوا۔ مگر جب خود اُس کے خسر سی پیو سے مواخذہ ہوا تو پوم پی نے جملہ ۳۶۰ ارکانِ عدالت کو اپنے مکان پر بُلایا اور التجا کی کہ سی پیو کی رعایت کریں۔ پھر اس شان سے کہ خود حکّام عدالت ساتھ تھے، وہ کچہری میں داخل ہوا تو مدّعی نے لادعویٰ داخل کر دیا۔ اسی طرح خود ہی تو یہ ضابطہ نافذ کیا کہ زیرِ تحقیق ملزموں کی تعریف میں تقریریں نہ کی جائیں اور خود اپنے ایک دوست پلان کوس کی عدالت میں آکر تعریف و حمایت کی۔ اس عدالت کا ایک رُکن کاتو بھی تھا۔ اُس نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کہا کہ میرا ضمیر خلافِ قانون بات سُننے کی اجازت نہیں دیتا۔" اسی پر کاتو کو عدالت

سے الگ کر دیا گیا مگر پھر بھی باقی ماندہ ججوں نے پلان کوس کو سزا کا فیصلہ سُنایا جس سے پوم پی کی اور زیادہ ذلت ہوئی۔ اسی زمانے میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ ہیپ سیوس نے جو قنصلی مرتبے کا آدمی تھا اپنے مقدمے میں پوم پی سے مدد مانگی۔ وہ پہلے انتظار میں بیٹھا رہا پھر پوم پی غسل خانے سے نہا کر رات کا کھانا کھانے چلا تو ہیپ سیوس اُس کے پاؤں پر گرا اور دست گیری کی التجا کی۔ مگر پوم پی یہ کہ کر نخوت سے گزرا چلا گیا کہ تم نے اور تو کچھ نہیں کیا، میرے کھانے کا مزا خراب کیا۔

اپنے آدمیوں کی ایسی بے جا پاس داری اور دوسروں سے یہ رُکھائی عام طور پر سخت مطعون ہوئی۔ تاہم وہ دوسرے معاملات میں سمجھ سے کام لیتا تھا اور حکومت کے سب کل پرزے دُرست کر دیے تھے۔ عہدے کے آخری پانچ ماہ کے واسطے اُس نے اپنے خُسر کو بھی شریک عہدہ مقرر کر لیا تھا۔ جو صوبے اُس کی تحویل میں دیے گئے تھے اُن کی مدت میں چار سال کی توسیع ہوئی اور پوم پی کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ اپنی فوج کے مصارف کے لیے سالانہ ایک ہزار تیلنت سرکاری خزانے سے حاصل کر سکتا ہے۔

اِن فیصلوں کو سُن کر سی زر کے دوستوں کو خیال آیا کہ اُسے بھی اپنے جنگی کارناموں کا صلہ ملنا چاہیے اور سلطنت کے لیے جو لڑائیاں وہ لڑا اور جیسے جیسے معرکے جیتے، ان کے عوض میں دوسری بار قنصلی یا صوبوں کی حکومت میں مدت کی توسیع ہونی چاہیے تاکہ جو ملک اُس نے اپنی قوتِ بازو سے لڑ کر

فتح کیا، زمانۂ امن میں وہاں کی حکومت کا بھی لطف اُٹھائے اور
یہ نہ ہو کہ جو چیز سی زر نے اپنی مشقت و جاں بازی سے حاصل
کی تھی، اُس کا ثمر اور نام وری دوسروں کے حصّے میں پہنچ جائے۔
ان تحریکوں کے بارے میں بحث ہونے لگی تو پوم پی نے سی زر
پر عنایت کے اظہار کے طور پر۔ نیز یہ بدظنی دُور کرنے کی
غرض سے کہ وہ سی زر سے کوئی حسد رکھتا ہو، اس سپہ سالار کی
وکالت کی اور کہا سی زر کے خطوں سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ خود
فوج کی قیادت چھوڑنے کا خواہش مند ہو مگر ہمیں چاہیے کہ اُسے
غیر حاضری میں قنصلی کے لیے امیدوار ہوجانے کی اجازت دے
دیں"۔ لیکن کاتو کے فریق نے اختلاف کیا اور کہا کہ اگر سی زر
قوم سے کوئی عہدہ لینا چاہتا ہو تو اُسے سپہ سالاری چھوڑ کر معمولی
شہری کی طرح آنا اور لوگوں کو اپنا حامی بنانا چاہیے۔ پوم پی
نے یہ اعتراض سُن کر خاموشی اختیار کی اور اپنی تحریک کو خارج
ہوجانے دیا۔ اِسی پر یہ شبہ اور قوی ہوا کہ وہ سی زر سے رقابت
رکھتا ہو۔ دوسرے انھی دنوں اُس نے سی زر سے اپنے دو لشکر
جو مدد کے لیے غالیہ بھیج دیے تھے پادھیہ کی مہم کے حیلے
سے واپس طلب کیے اور ہر چند سی زر سمجھتا تھا کہ اس کا مطلب
کیا ہو، تاہم اُس نے اُنھیں خوب انعام و اکرام دے کر واپس
بھیج دیا۔

انھی ایام میں پوم پی شہر نایپلز میں سخت بیمار ہوکر
شفایاب ہوا تو ایک یونانی حکیم پرانتاگورس کی تحریک سے

تمام شہر نے شکرانے کی قربانیاں ادا کیں اور ہم سایہ بستیوں نے بھی پیروی کی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ تمام اطالیہ میں پھیل گیا اور چھوٹا بڑا کوئی شہر ایسا باقی نہ رہا جہاں پوم پی کی شفایابی پر کئی دن تک خوشیاں نہ منائی گئی ہوں۔ پھر جو لوگ اسے مبارک باد دینے آئے اُن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کسی ایک جگہ ٹھیرانے کا انتظام نہ ہوسکا اور قریب کے دیہات، ساحلی قصبات اور شوارع عام تک آنے والوں سے معمور ہو گئے جو دیوتاؤں کے نام کی قربانیاں کرتے اور خوشی کے جشن مناتے رہے۔ وہ جُوق در جُوق سروں پر سہرے اور ہاتھوں میں عطر و بخور لیے ہوئے پوم پی سے ملنے جاتے اور راستے میں اُس پر پھول نچھاور کرتے تھے۔ غرض وہاں اور پوم پی کی مراجعت کے وقت کی دھوم دھام اور گرم جوشی نے وہ شان اختیار کی جس کی نظیر ملنی محال ہو۔ مگر ان سب باتوں کے ساتھ یہی وہ شان و شوکت تھی جسے آیندہ خرابی اور خانہ جنگی کی ایک بڑی وجہ سمجھا گیا۔ کیوں کہ اسی تزک و احتشام کی نمایش نے پوم پی کے دماغ میں ہوا بھری اور وہ ظاہری حال کو دیکھ کر دھوکے میں آگیا۔ اس سے پہلے وہ اپنی کام یابی اور خوش قسمتی سے اعتدال کے ساتھ کام لیتا رہا تھا۔ اب سب حزم و احتیاط کو بھول گیا اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں سی زر کو اتنا حقیر سمجھنے لگا کہ نہ کوئی فوجی تیاری کرنی ضروری سمجھی اور نہ اُس کے حال سے باخبر رہنے کی پروا کی بلکہ یہ خیال کیا کہ جس طرح اُسے جمایا ہے اُسی طرح بلکہ اور بھی آسانی سے اُس کو جب چاہے اکھاڑ پھینکے گا۔

مزید برآں اپ پوس جو پوم پی کے امدادی لشکروں کو اسی زمانے میں غالیہ سے واپس لایا، سی زر کے جنگی کاموں کا حقارت سے ذکر کرتا اور اس کے بعض شرمناک قصّے سناتا تھا۔ ساتھ ہی پوم پی سے کہتا کہ اگر آپ نے سی زر کے خلاف سی زر ہی کی فوج سے کام نہ لیا تو آپ کو اپنی قوّت و اثر کا علم نہیں۔ اس واسطے کہ اُن سپاہیوں کو سی زر سے نفرت اور آپ سے اتنی محبت ہے کہ سامنے آتے ہی آپ کی طرف چلے آئیں گے۔" ان خوشامد کی تعریفوں سے پوم پی اس قدر پھُول گیا اور حفاظتی تدابیر سے اتنا بے پروا ہو گیا کہ جو لوگ آئندہ جنگ کے اندیشے ظاہر کرتے تھے، اُن پر ہنسے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ چند احباب کہہ رہے تھے کہ اگر سی زر شہر روما پر فوج کشی کرے تو یہاں کون سی فوج ہے جو اُس کا مقابلہ کرے گی۔ تو پوم پی نے مُسکرا کر جواب دیا، آپ فکر نہ کیجے۔ اطالیہ کے جس حصّے میں بھی ئیں زمین پر ٹھوکر ماروں گا، وہیں سے دم بھر میں سوار و پیادہ جتنی کہیے فوجیں نکل آئیں گی۔

دوسری طرف سی زر کمال سرگرمی سے کام کر رہا تھا۔ خود اطالیہ کی سرحدوں کے قریب منڈلاتا اور پائے تخت کے انتخابات میں برابر اپنے سپاہیوں کو حصّہ لینے کے لیے بھیجتا رہتا تھا۔ کئی حکّام کو اُس نے رشوتیں دے کر اپنا حامی بنایا اور تنخواہیں جاری کر رکھی تھیں۔ انھی میں قنصل پاؤسوس ہے جسے ڈیڑھ ہزار تیلنت رشوت دے کر توڑ لیا تھا۔ اور وکیل عوام کیوریو کہ بال بال قرض

میں بندھا تھا ، اُس کا سارا قرضہ سی زر نے ادا کر دیا۔ کیوریو ہی کی دوستی کے باعث مارک ان تونی سی زر سے وابستہ تھا اور یہ سب اُس کے زیرِ بارِ احسان تھے ۔ اسی زمانے کا یہ واقعہ وثوق سے نقل کرتے ہیں کہ سی زر کا کوئی یک صدی سردار مجلسِ عمائد کے دروازے پر ٹھیرا ہوا تھا جب یہ اطلاع ملی کہ مجلس نے اس کی صوبے داری میں توسیع کی منظوری نہیں دی۔ یک صدی نے تلوار کے قبضے پہ ہاتھ مارا اور کہا "خیر، یہ ضرور منظوری دے گی!" حقیقت میں سی زر کی سب تیاریاں اور تدبیریں اسی کی تصدیق کرتی تھیں ۔ لیکن کیوریو نے اُس کے حق میں جو سفارش اور تجویز کی وہ عام پسندی کا پہلو لیے ہوئے تھی۔ کیوں کہ اُس نے دو صورتیں پیش کیں کہ یا تو پوم پی سے کہا جائے کہ اپنی فوج سے دست کش ہو جائے اور یا سی زر کو بھی سپاہ سالاری سے محروم نہ کیا جائے ۔ تاکہ دونوں معمولی شہریوں کی طرح قانون کی پابندی پر قناعت کریں ۔ اور یا دونوں کا موجودہ اقتدار بحال رہنے دیا جائے کہ ایک دوسرے کا مثیل و مقابل ہونے کی بنا پر جو کچھ ان کے پاس ہو، وہ اسی پر مطمئن رہیں ۔ ورنہ ایک کو کم زور اور دوسرے کو طاقت ور بنانے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم جس قوت سے اندیشہ مند ہیں ، اسی کو اور زیادہ قوی بنا رہے ہیں ۔

مارسلوس قنصل نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ کہا تو یہ کہ سی زر ڈاکو ہو۔ اگر اپنی فوج کے ہتیار نہ کھلوائے تو اعلان کیا جائے کہ وہ حکومت کا دشمن ہو۔ بارے کیوریو کی

تحریک اور ان تونی و پی زو کی تائید سے مجلس کی کثرتِ رائے پر فیصلہ محول کیا گیا۔ اور جب وہاں حکم دیا گیا کہ جو ارکان چاہتے ہیں کہ صرف سی زر اپنی فوج سے مستعفی ہو اور پوم پی کی سپہ سالاری قائم رہے ، وہ ایوان سے باہر چلے جائیں تو اکثریت باہر چلی گئی۔ لیکن جب دوبارہ کہا گیا کہ جو ارکان دونوں سے استعفا دلانا چاہتے ہیں وہ باہر جائیں تو پہلے سے بھی زیادہ حاضرین کیوریو کے ہم خیال ثابت ہوئے اور صرف ۲۲ ارکان پوم پی کی طرف رہ گئے ۔ اس کامیابی پر کیوریو خوشی سے اُچھل پڑا اور مجلس عوام نے بھی تالیوں سے اُس کا استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے ۔ پوم پی مجلس عمائد میں موجود نہ تھا کیوں کہ فوج کی قیادت کرنے والوں کا شہر میں آنا خلافِ قانون ہو۔ مگر مارسلوس نے کھڑے ہوکر کہا کہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ یہاں بیٹھ کر تقریریں سُنا کروں جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ دس لشکر سرحدوں تک پہنچ چکے اور الپس کو عبور کر کے شہر روما کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لامحالہ مجھے اپنے اختیار سے انھیں روکنے اور ملک کی حفاظت کے واسطے کسی کو بھیجنا پڑے گا۔

اس خبر نے شہر بھر کو سوگوار بنا دیا جیسے کوئی بڑی آفت آگئی مارسلوس عمائد کو لیے ہوئے چوک سے گزرا اور پوم پی کے پاس جاکر یہ الفاظ کہے " اے پوم پی میں تم کو فی الوقت حکم دیتا ہوں کہ اپنے وطن کی حفاظت کرو اور اپنی فوج سے کام لو اور نئی فوج بھرتی کرو "۔ لن تولس جو آیندہ سال کے لیے قنصل انتخاب ہوا تھا ، اُس نے بھی اسی مضمون کی تقریر کی۔ مگر ان تونی نے مجلس کے

خلافِ منشاء ایک عام مجمع میں سی زر کا خط پڑھ کر سُنایا جس میں عوام کی دل پسند شرطیں تحریر تھیں اور یہ تجویز کی تھی کہ پوم پی اور خود وہ اپنے اپنے عہدے سے دست بردار ہو جائیں، فوجوں کو رخصت کرکے جمہور کے رُو بہ رُو اپنی کارگزاری سُنائیں اور پھر قوم جو فیصلہ کرے اُس کے پابند ہوں۔ اس تبلیغ کا یہ اثر ہوا، کہ پوم پی نے فوج بھرتی کرنی شروع کی تو بہت کم لوگ، اور وہ بھی باولِ ناخواستہ شریک ہوئے۔ ورنہ اکثر نام پکارے جانے پر خاموش رہے اور عام طور پر صلح کی خواہش ظاہر کی۔ پوم پی کو خاصی مایوسی ہوئی۔ دوسرے نئے قنصل نے مجلسِ عمائد کا جلسہ طلب کیا۔ البتہ سی سرو نے جو سی لیشیہ سے واپس آیا تھا مصالحت کی کوشش کی اور چاہا کہ سی زر کے پاس غالیہ کی بہ جائے صرف الی ری کم کا صوبہ اور دو لشکر چھوڑ دیے جائیں اور وہ دوسری قنصلی کے لیے نام زد کردیا جائے۔ سی زر کے دوست ایک حد تک اسے قبول کرنے پر مائل تھے مگر پوم پی نے اسے پسند نہ کیا اور کاتو پکارا کہ "پوم پی بُرا کرتا ہے کہ دوبارہ دھوکا کھا رہا ہے"۔ غرض مصالحت نہ ہو سکی۔

اس عرصے میں خبر آئی کہ سی زر نے اطالیہ کے ایک بڑے شہر اری می نوم پر قبضہ کرلیا اور تمام افواج کے ساتھ رومہ پر بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ خبر کہ سارا لشکر ساتھ ہے، درست نہ تھی۔ وہ صرف تین سو سوار اور پانچ ہزار پیادے لایا تھا اور اپنی ساری فوج الپس پار سے آنے کا انتظار کرنا نہ چاہتا تھا کہ اس عرصے میں حریفوں کو تیاریاں کرنے کا موقع دے۔ بلکہ ایک دم حملہ کرنا چاہتا

تھا کہ اُن میں جو افراتفری پڑی ہو اُس سے فائدہ اٹھائے۔ اُس کے صوبے کی سرحد روبی کن ندی تک تھی۔ اس کے کنارے پہنچ کر وہ ٹھیر گیا اور ہمارا قیاس ہو کہ اتنے بڑے کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے فکر و تامّل کرتا رہا۔ پھر آخر کار جیسے کوئی گہرے غار میں سر کے بل اپنے کو گراتا ہو اُس نے بھی گویا دل کی آنکھیں بند کرلیں اور سارے خوف و خطر کو بالائے طاق رکھ کر ساتھ والوں سے صرف یہ یونانی الفاظ کہے: "ای نر اِف تو کُوبو!" (یعنی، پانسا پھینک جائے!) اور فوج سمیت اطالیہ میں داخل ہوگیا۔

جونہی یہ اطلاع شہر رومہ میں پہنچی، ہنگامہ عظیم برپا ہوگیا۔ سب کے سب دنگ رہ گئے اور اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ جملہ عمائد دوڑے ہوئے پوم پی کے پاس گئے اور حکّام شہر نے بھی اُن کی پیروی کی۔ تُولس نے فوج کی نسبت سوال کیا تو معلوم ہوتا تھا، پوم پی کو جواب دینے میں تامل ہو۔ آخر رُک رُک کر اُس نے کہا کہ دو لشکر جو سی زر نے واپس بھیجے تھے موجود ہیں اور سابق میں جو لوگ بھرتی ہوئے تھے، اُن سے تھوڑی مدّت میں امید ہو تیس ہزار کی فوج مرتّب ہوجائے گی۔ یہ سُن کر تُولس پکارا "ارے پوم پی، تم نے ہم کو دھوکے میں رکھا" پھر مشورہ دیا کہ سی زر کے پاس صلح کا وفد روانہ کیا جائے۔ ایک اور شخص فالونیوس نے کہا "اب آپ زمین پر ٹھوکر ماریئے اور جن فوجوں کا وعدہ کیا تھا، اُنھیں فراہم کیجیے!" یہ اچھی سیرت کا آدمی تھا البتہ اسے غلط فہمی تھی کہ اپنی شوخ چشمی اور بدزبانی کو

کاتو کی راست بازی کا جواب سمجھتا تھا۔ مگر پوم پی نے یہ بے موقع تمسخر صبر سے برداشت کیا اور جب کاتو نے یاد دلایا کہ میں نے سی زر کے متعلق کیا پیش گوئی کی تھی تو صرف یہ جواب دیا کہ بے شک کاتو کی بات الہام والوں کی سی تھی مگر میں نے جو کچھ کیا وہ ایک دوست کی طرح کیا۔ پھر کاتو نے عمائد کو مشورہ دیا کہ پوم پی کو جملہ اختیارات دے کر سپہ سالار مقرر کریں، اس لیے کہ جو لوگ بڑی بڑی خرابیاں ڈالتے ہیں، وہی ان کا علاج بھی سب سے بہتر کر سکتے ہیں۔ بعدازاں کاتو جسے صقلیہ کی حکومت تفویض ہوئی تھی، اُدھر اور دوسرے عمائد بھی اپنی اپنی ولایتوں پر روانہ ہو گئے۔

اب ساری اطالیہ جنگ کے لیے تیار تھی اور کوئی نہ کہ سکتا کہ بہتری کی کیا صورت نکالی جائے۔ جو لوگ باہر گئے ہوئے تھے، وہ تو جوق در جوق شہر میں آرہے تھے مگر اندر والے ہر چیز میں ابتری اور یہ دیکھ کر کہ حکام کی کوئی نہیں سنتا اور انتظام کا شیرازہ بکھر گیا ہے، اُتنی ہی تعداد میں باہر بھاگ رہے تھے۔ اُن کے دلوں سے خوف دور کرنا تو ایک طرف وہ خود پوم پی کو پریشان کیے دیتے تھے۔ ہر شخص الگ ہی رائے دیتا اور بعض مرتبہ ایک ہی دن میں کئی کئی حکم متضاد نافذ اور پھر منسوخ ہوتے۔ ایک اور آفت یہ تھی کہ دشمن کے متعلق صحیح خبر ملنی دشوار ہوگئی تھی۔ کیوں کہ جو شہر والا کوئی اُڑتی ہوئی بھنک بھی کہیں سے پاتا تو فوراً اُسے وثوق کے ساتھ پوم پی کو سُناتا اور اگر وہ یقین نہ کرتا تو اُس کے خلاف شور مچاتا تھا۔ اس طوفانِ بے تمیزی نے اُسے گھبرا دیا اور آخر چارۂ کار یہی نظر آیا

کہ شہر چھوڑ دے ۔ چناں چہ تمام عمائد کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم اور یہ اعلان کر کے کہ ان میں جو ٹھیرا رہے گا وہ سی زر کا ساتھی سمجھا جائے گا ، وہ دن ڈھلے روما سے رخصت ہو گیا ۔ دونوں قنصل بھی پیچھے پیچھے چل پڑے اور چلنے کی جلدی میں دیوتاؤں کی نذر نیاز بھی ادا نہ کی جو جنگ شروع ہوتے وقت کی جاتی تھی ۔ ان سب پریشانیوں کے باوجود پوم پی کا یہ شرف کچھ کم نہ تھا کہ عام طور پر اہلِ وطن اس کے گرویدہ اور عقیدت مند رہے ۔ جنگی انتظامات کی نسبت جو کچھ بھی اعتراض ہو ، سپہ سالار سے کسی کو بے زاری نہ تھی ۔ اور شہر چھوڑ کر جانے والوں میں بھی ، آزادی کی خاطر فرار ہونے والوں کی تعداد اتنی نہ تھی ۔ جتنی ان کی جو پوم پی کا ساتھ چھوڑنا نہ چاہتے تھے ۔

پوم پی کے جانے کے چند روز بعد سی زر پہنچا اور دارالحکومت پر قابض ہو گیا ۔ وہ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آیا اور ان کا خوف دور کرنے کی کوشش کی ۔ البتہ جب ایک وکیلِ عوام میتی لوس نے بیت المال کا روپیہ دینے سے انکار کیا تو سی زر نے اسے موت کی دھمکی دی اور دھمکی سے بھی زیادہ سخت الفاظ یہ کہے کہ مجھے یہ بات کر دکھانا ، کہنے سے بھی زیادہ آسان ہے ۔" اس طرح میتی لوس کو ہٹا کر اور جتنی ضرورت تھی روپیہ لے کر وہ پوم پی کے تعاقب میں چل پڑا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اور قبل ازیں کہ اس کی اسپین کی فوج مدد کو آ سکے ، اسے اطالیہ سے نکال باہر کرے ۔

پوم پی، برن دوزیوم پہنچا تو کافی جہاز موجود تھے۔ ان میں بہت سی پیادہ فوج اور دونوں قنصلوں کو تو فوراً دی راکیوم روانہ کیا اور خود شہر کی مورچہ بندی کرائی۔ گلی کوچوں تک میں جگہ جگہ خندقیں کھدوائیں، باڑیں اور کٹ گھر بنوائے لیکن جب ساری فوج جہازوں میں سوار ہوگئی تو ایک اشارے پر پہرے کے سپاہی پھرتی سے بندرگاہ پر آئے اور اُن کے سوار ہوتے ہی بیڑے نے لنگر اٹھا دیا۔ سی زر شہر کے مورچوں کو خالی دیکھ کر اندر داخل ہوا اور جلدی میں خندقوں اور باڑوں کی بھول بھلیاں کے اندر ہی اُلجھ گیا تھا بارے شہر والوں نے رہ نمائی کی اور وہ چکّر کھا کے ساحل پر پہنچا تو دیکھا کہ دو کشتیوں کے سوا، جن میں چند سپاہی تھے، باقی سب جہاز اپنے راستے پر جا چکے ہیں۔

بہت سے اہل الرّائے پوم پی کے اس طرح نکل جانے کو بہترین جنگی کارناموں میں شمار کرتے ہیں۔ مگر خود سی زر کو حیرت ہے کہ ایسے مستحکم شہر میں مورچے بندی کرنے کے بعد وہ اطالیہ کو چھوڑ کر کیوں چل دیا اور اسپین سے فوجوں کے پہنچنے کا کیوں منتظر نہ رہا جب کہ سمندر پر بھی اُس کا پورا تسلط تھا؟ سی سرو کو بھی اعتراض ہے کہ پوم پی نے پری کلیس کی بہ جائے تمِس طاکلیس کی نقل کی، حال آں کہ موقع تھا پری کلیس کی روش اختیار کرنے کا۔ مگر خود سی زر کے طرزِ عمل سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تاخیر سے خوف زدہ تھا۔ اور پوم پی کا ایک دوست نومیریوس گرفتار ہو کر اُس کے ہاتھ آیا تو سی زر نے صلح کا پیام اور شرائط

دے کر پوم پی کے پاس برن دوزیوم روانہ کیا مگر ایلچی گری کرنے کی بہ جائے نومریوس بھی پوم پی کے ہم راہ جہاز میں چل دیا۔

بہ ہرحال سی زر بغیر کشت و خون کے ساٹھ دن میں ساری اطالیہ کا مالک ہو گیا اور پوم پی کے تعاقب میں جانے کا خواہش مند تھا مگر جہاز میسر نہ ہونے کے باعث مجبور ہوا کہ واپس جائے اور پہلے حریف کی اسپین کی فوجوں کو قابو میں لانے کی تدبیر کرے۔

ادھر پوم پی نے بری اور بحری فوج کا لشکرِ عظیم تیار کیا۔ اس نے اپنے خسر سی پیو کو پہلے سے شام بھیج دیا تھا کہ وہاں بیڑا تیار کرائے۔ اب اس کی بحری قوت کا کون مقابلہ کر سکتا تھا۔ جس میں پانچ سو جنگی جہاز اور بے شمار "لی بُورنی" اور دوسری قسم کی کشتیاں تھیں۔ بری فوج میں سات ہزار سوار، خاندانی شرافت، امارت اور ہمت کے اعتبار سے روومہ اور اطالیہ کا نچوڑ تھے۔ پیادوں میں مختلف علاقوں کے ناتجربے کار سپاہی بھی شامل تھے جنھیں بریہ کے پڑاؤ پر اس نے جنگی تربیت اور مشق کرائی۔ خود پوم پی سستی کی بہ جائے عہدِ شباب کی سی مستعدی کے ساتھ روزانہ ورزش کرتا تھا اور لشکر والوں کے حوصلے بڑھ جاتے تھے، جب وہ دیکھتے کہ پوم پی اعظم دو کم ساٹھ سال کا ہو جانے کے باوجود کبھی پیادوں میں ہتیار چلا رہا ہے کبھی سوار ہو کر شپ سے تلوار کھینچتا اور ہاتھ نکالتا اور پھر اسی صفائی سے میان میں ڈال لیتا ہے۔ سانگ چلانے میں پھرتی اور قادر اندازی کے علاوہ وہ قوت اور سرگرمی سے اُسے اتنی دُور پھینکتا کہ بہت کم جوان اُس

کا شکار ہوگا۔ اس قرار داد نے پوم پی کے فریق کو اور زیادہ شہرت دی۔ وہ لوگ بھی جو دور ہونے یا استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے جنگ میں حصّہ نہ لے سکتے تھے، دل سے اسی کے ہوا خواہ ہوگئے اور زبان سے اُسی کے نیک اور منصفانہ مقصد کی (جیسا کہ وہ بتاتے تھے) تائید کرنے لگے بلکہ ایسے لوگوں کو جنھیں پوم پی کے فتح پانے کی آرزو نہ تھی، خدا اور انسان دونوں کا دشمن قرار دینے لگے۔

پوم پی ہی کی طرح سی زر نے رحم دلی اور مروت کو اپنی فتح مندی کا شعار بنایا اور اسپین میں حریف کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد سپہ سالاروں کو چھوڑ دیا اور سپاہیوں کو اپنا ملازم بنا لیا پھر وہ دوبارہ الپس کو اُتر کر اطالیہ سے گزرتا ہوا برن دوزیوم پہنچا اور اعتدال خریفی کے قریب سمندر کے پار دوری کم آ گیا یہاں سے اُس نے پوم پی کے ایک اور عزیز دوست جوبیوس کو جو اُس کی قید میں تھا یہ پیام دے کر پوم پی کے پاس بھیجا کہ ہم مل کر گفتگو کریں اور تین دن کے اندر فوجوں کے ہتیار کھلوا کر، حلفیہ عہد و پیمان سے اپنی دوستی کی تجدید کرلیں اور پھر دونوں ساتھ ساتھ اطالیہ چلیں۔ مگر پوم پی نے اسے دوبارہ سی زر کی چال سمجھا اور تمام سواحل کی بندرگاہوں اور قلعوں کی مورچہ بندی اور ایسے انتظام کیے کہ سمندر سے اُس کی رسد اور آدمی یا رُپیہ پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہ واقع ہو خواہ سمندر کی ہواؤں کا رُخ کسی طرف کا بدل جائے۔ بہ خلاف اس کے سی زر خشکی اور تری

سے زیادہ پھینک سکتے تھے۔

لشکر کے اسی مقام پر کئی قوموں کے بادشاہ اور امیر اس کے پاس آئے۔ رومی حکام کا اتنا بڑا مجمع وہاں ہوا کہ پوری مجلس عمائد جم گئی۔ سی زر کا پرانا دوست لابی نوس جو غالیہ کے سارے محاربات میں اس کا رفیق رہا، اسے چھوڑ کر پوم پی کا ساتھ دینے یہیں چلا آیا۔ وہ بروٹس جسے پوم پی نے غالیہ میں مروا دیا تھا۔ اس کا اسی نام کا بیٹا بہت بلند خیال آدمی تھا اور آج تک اس نے پوم پی کو باپ کا قاتل سمجھ کر صاحب سلامت بلکہ بات بھی نہیں کی تھی، اب اسے قومی آزادی کا محافظ مان کر آیا اور ماتحتی قبول کی۔ سی سرو خلاف لکھتا اور مشورہ دیتا رہا تھا مگر اسے بھی غیرت آئی کہ انھیں میں کیوں نہ شمار کیا جائے جنھوں نے اپنے ملک کو بچانے کی خاطر جان و مال کی بازی لگا دی تھی۔ اسی طرح مقدونیہ میں تی دِیوس سکس تیوس پہنچا۔ حال آں کہ بہت ہی بوڑھا اور ایک ٹانگ سے لنگڑا آدمی تھا۔ چناں چہ یہ کیفیت دیکھ کر بعض لوگ ہنسنے اور ہنسی اڑانے لگے۔ لیکن پوم پی نے جونہیں اسے آتا دیکھا، دوڑ کر اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس بات کو اپنے برسرِ حق ہونے کی بڑی شہادت سمجھا کہ اتنے ضعیف اور اپاہج لوگ تک گھر میں آرام سے رہنے پر اس کے پاس خطرے میں آنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجلس عمائد میں کاتو کی تحریک سے یہ قرار داد بھی منظور ہوئی کہ میدانِ جنگ کے سوائے کوئی رومی شہری قتل نہ کیا جائے گا اور نہ رومی سلطنت کا کوئی شہر تاراج اور غارت گری

دونوں طرف سے ایسا گھرا ہوا تھا کہ جلد سے جلد لڑکر فیصلہ کرنا
چاہتا تھا اور دشمن کے قلعوں پر اِدھر اُدھر حملے کرتا رہتا تھا
جن میں اکثر اُسے کام یابی ہوئی لیکن ایک میدان میں خود
پوم پی اس جرات سے لڑا کہ سی زر کے پورے لشکر کے
پانو اکھڑ گئے اور دو ہزار سپاہی اسی جگہ کھیت رہے۔ اور
اگر وہ کسی خوف یا مجبوری کے باعث رُک نہ جاتا اور دباتا ہوا
پڑاؤ تک چلا آتا تو سی زر کے پورے لشکر کی خیر نہ تھی۔
اسی پر سی زر نے کہا تھا کہ "آج فتح دشمن کی تھی اگر اُن
میں کوئی جانتا کہ کس طرح اُسے حاصل کرتے ہیں۔"

بہ ہر حال اس کام یابی نے پوم پی کے سپاہیوں کے ایسے
حوصلے بڑھائے کہ اب وہ فیصلہ کن لڑائی کا تقاضا کرنے لگے
پوم پی اپنے حلیف ممالک اور دوسرے دور کے سرداروں
سپہ سالاروں کو خطوں میں اپنی فتح مندی کی خبریں لکھتا رہتا تھا،
بہ ایں ہمہ لڑ کر فیصلہ کرنے سے اندیشہ مند تھا اور یہ بہتر سمجھتا
تھا کہ دشمن کے ایسے آزمودہ کار لشکر کو جو آج تک برابر فتح
پاتا رہا اور کسی سے مغلوب نہ ہوا تھا، دیر لگا کے، سامانِ
رسد کی دشواری اور طوالت و صعوبتِ جنگ سے تھکا ڈالے
کیوں کہ یہ سپاہی اب جوانی کی حد سے آگے نکل چکے تھے اور
اس عمر میں طویل طویل کوچ کرنا، خندقیں کھودنا اور مورچہ بندیاں
کرنا انھیں اچھا نہ معلوم ہوتا تھا بلکہ مشتاق تھے کہ جس قدر جلد
ہوسکے دو بہ دو مقابلہ کرکے جنگ کا قضیہ چکا دیں۔

پچھلے معرکے کے بعد سی زر نے قلت رسد کی بنا پر اپنا پڑاؤ اٹھایا اور اتھامانیا کے راستے تھسالیہ میں داخل ہوگیا۔ پوم پی کے سپاہیوں میں شور مچ گیا کہ سی زر فرار ہوگیا بعض تو تعاقب کرنے کی رائے دیتے تھے اور بعض کا اصرار تھا کہ واپس اطالیہ چلیں۔ کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے نوکروں یا رفیقوں کو پہلے سے رومہ روانہ کر دیا کہ ان کے لیے چوک کے پاس کرائے پر مکان لے لیں کہ عہدوں کی امیدواری کے وقت مجلس عوام میں کوشش کرنا آسان ہوجائے۔ اور بعض خود ہی جہاز میں چڑھ کر لس بوس روانہ ہوئے جہاں پوم پی نے حفاظت کے خیال سے اپنے بیوی بچوں کو رکھا تھا، اور کورنلیہ کو جنگ ختم ہونے کا مژدہ جا سنایا۔

ادھر مجلس عمائد میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو افرانیوس نے رائے دی کہ پہلے اطالیہ کو دشمن کے اثر سے آزاد کرا لینا چاہیے کیوں کہ ساری جنگ کا اصل انعام اور ثمر وہی ہے۔ اس پر قبضہ کرنے والا صقلیہ، ساردینیہ، اسپین و غالیہ سب ملکوں کا مالک ہوگا۔ دوسرے ان سب سے بڑھ کر پوم پی کی نظر میں اہم ترین مقصد و مصلحت تو یہ ہونی چاہیے اطالیہ اس کا اپنا وطن بالکل نزدیک ہے اور دست گیری کے لیے اس کی طرف ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ پوم پی اعظم کی غیرت کس طرح گوارا کرسکتی ہے کہ اطالیہ ایک غاصب جابر کے خوشامدی غلاموں کے ہاتھ میں گرفتار اور طرح طرح کی ذلتوں کا شکار ہوتا رہے۔

مگر خود پوم پی نے اسے مردانگی کے خلاف سمجھا کہ سی زر کے مقابلے میں دوبارہ میدان چھوڑ دے اور خود تعاقب کرنے کی بہ جائے جس کا تقدیر نے موقع بہم پہنچایا تھا، اپنا تعاقب کرائے۔ نہ مذہب کی نظر میں یہ بات جائز ہوتی کہ وہ سی پیو اور کئی قنصلی مرتبے کے رومی سرداروں کو اکیلا چھوڑ کر چل دے جو اُس وقت یونان و تھسالیہ میں پھیلے ہوئے تھے اور کثیر مال فوجوں کے ساتھ لازماً سی زر کے ہاتھ پڑ جاتے۔ رہی شہر روما کی خبر گیری، تو اس کی عملی صورت بھی سب سے اچھی یہی نظر آتی تھی کہ جنگ کا ہنگامہ جہاں تک ممکن ہو اس شہر سے دور ہی رہے اور مصائب جنگ کو برداشت کرنا کیسا، اُن کی آواز بھی اُس تک نہ پہنچے بلکہ وہ اطمینان سے فاتح فریق کی مراجعت کا انتظار کرتا رہے۔

یہ قصد کر کے پوم پی، سی زر کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ وہ دل میں طے کر چکا تھا کہ میدان میں لڑنے کی بہ جائے اُسے قریب سے گھیرے رہے گا اور رسد روک کر تنگ کرے گا۔ جنگی مصلحتوں کے علاوہ اس ارادے کے اور بھی چند سبب تھے، خصوصاً یہ کہ رومی رسالے کے بعض لوگوں کی یہ بات پوم پی کے کان تک پہنچی تھی کہ ہمیں جس قدر جلد ہو سکے پہلے سی زر کو شکست دینی چاہیے اور پھر پوم پی کو نیچا دکھایا جائے۔ کہتے ہیں اسی سبب سے پوم پی نے کاتو کو تمام جنگ میں کوئی بڑا کام نہیں دیا بلکہ سی زر کے تعاقب میں چلا تو اُسے سامان کی حفاظت کے لیے ساحل ہی پر چھوڑ گیا کہ مبادا سی زر کا

خاتمہ ہوتے ہی کاتو کی کوشش سے خود اپنے اختیارات سے دست بردار ہونا پڑے۔ اِدھر جب وہ دشمن کی نقل و حرکت کی خبریں لیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا، لشکر والے برابر یہ طعنے دیتے اور بُرا بھلا کہنے لگے تھے کہ پوم پی کی ساری جنگی قابلیت سی زر کو نہیں خود اپنے ملک اور مجلسِ عمائد کو شکست دینے میں صرف ہو رہی ہے تاکہ وہ ہمیشہ حکومت کے مزے اڑائے اور بڑے بڑے حاکموں کو جو دُنیا پر حکمرانی کے دعوے دار تھے اپنا نوکر و حلقہ بگوش بنائے رکھے۔" حسد کی آگ بھڑکانے کا ایک سبب یہ ہوا کہ دومی تیوس اِنا باربوس اُسے شاہِ شاہان اگا ممنون کے نام سے پکارتا رہتا تھا۔ اور فاوونیوس کا تمسخر علانیہ حملہ کرنے والوں سے زیادہ نقصان پہنچاتا تھا۔ مثلاً ایک بار پکار کے کہنے لگا "یارو، اب کے سال توس کولم کے انجیر تمھیں توڑنے نصیب نہ ہوں گے۔" افرانیوس پر ہم چشموں کو شبہ تھا اور الزام دیتے تھے کہ اسی کی دغا بازی سے اسپین کی فوجیں غارت ہوئیں۔ وہ علانیہ کہتا تھا کہ لوگ مجھے مطعون کرتے ہیں مگر ان کی ہمت پر آفرین ہے کہ جو شخص صوبوں کی خرید فروخت کرتا رہتا ہے، اُس سے جا کر نہیں لڑتے۔

آخر اِن باتوں نے پوم پی کو اپنا عاقلانہ ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ اِسے طعنوں کی برداشت نہ تھی اور نہ اپنے دوستوں کی توقعات کو ٹالنے کا ضبط رکھتا تھا۔ اگرچہ یہ امیدیں موہوم اور یہ آرزوئیں بے محل ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسی کم زوری جب ایک

جہاز کے ناخدا میں ہو تو لائق اعتراض ہے، اتنی بڑی سپاہ اور کئی قوموں کے با اختیار سپہ سالار میں تو اور بھی زیادہ قابلِ مواخذہ مانی جائے گی۔ پوم پی اکثر اُن طبیبوں کی تعریف کیا کرتا تھا جو اپنے مریضوں کی بھوک اور طرح طرح کے کھانے مانگنے پر ذرا نہیں پسیجتے تھے۔ مگر خود اپنے جنگ کے رفیقوں اور مشیروں کی بیماری اور بدپرہیزی کی فرمایشیں ماننے سے باز نہ رہ سکا اور علاج کے واسطے سختی سے کام نہ لے سکا۔ ان لوگوں کی صحت خراب ہونے اور علاج کا ضرورت مند ہونے میں کیا شبہ تھا جو ابھی سے قنصلی اور میر عدل کے عہدوں کے واسطے لشکر بھر میں گشت لگاتے پھرتے تھے۔ بلکہ دومی تیوس، سی پیو وغیرہ نے تو آپس میں جھگڑنا اور اپنے اپنے فریق بنانے شروع کر دیئے تھے کہ سی زر کی جگہ بڑے پروہت کا منصب کسے دیا جائے گا؟ وہ اس جنگ کو بھی ارمینہ یا نبطہ کے کسی چھوٹے موٹے بادشاہ کی لڑائی سمجھ رہے تھے اور بھول بیٹھے تھے کہ یہ مقابلہ سی زر اور اس کی اُن فوجوں سے ہے جو ایک ہزار شہر حملہ کر کے مسخر کر چکی ہیں، اور تین سو سے زیادہ جنگی قوموں کو ایک ایک کر کے زیرنگین لا چکی ہیں۔ جرمن و غال سے بے شمار معرکوں میں ہمیشہ فتح یاب ہوئیں۔ مجموعی طور پر دس لاکھ قیدی گرفتار کیے اور اتنے ہی آدمی گھمسان کی لڑائیوں میں تلوار کے گھاٹ اُتار چکی ہیں۔ مگر یہ نادان شور مچائے گئے اور آخر فرسالیہ کے میدان میں پوم پی کو مشاورت کرنے پر مجبور کیا۔ شورا میں سب سے پہلے سواروں کا سپہ سالار

لابی نوس کھڑا ہوا اور قسم کھائی کہ اگر دشمن کو کامل شکست نہ دے لوں گا تو میدان جنگ سے زندہ واپس نہ آؤں گا۔ دوسرے سرداروں نے بھی یہی حلف اٹھایا۔ اسی رات پوم پی نے خواب میں دیکھا کہ تماشاگاہ میں لوگ جوش و خروش کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کر رہے ہیں اور خود وہ ظفرمند زہرہ کے مندر کو مالِ غنیمت سے آراستہ کر رہا ہے۔ یہ خواب جہاں ہمت بڑھانے والا تھا وہیں یہ وہم بھی اُسے ہوا کہ کہیں خواب کا یہ مطلب نہ ہو کہ میرا ہی مال سی زر کے ہاتھ پڑے گا اور وہ زہرہ کے مندر کی زیب و زینت بڑھانے کے کام میں لایا جائے گا کیوں کہ سی زر اپنے خاندان کو اسی دیوی کی اولاد میں بتاتا تھا۔ اسی رات لشکر میں کئی کھٹکے ہوئے اور چیخ پکار مچی جس نے پوم پی کی نیند اُڑا دی۔ فجر کے قریب جب کہ سب لوگ سو رہے تھے، سی زر کے پڑاؤ پر بڑی روشنی نظر آئی اور وہیں سے ایک دہکتا ہوا گولا پوم پی کے لشکرگاہ میں آتا دیکھا گیا۔ سی زر کا بیان ہے کہ میں لشکر کی گشت کو پیدل نکلا تھا۔ یہ گولا مجھے بھی نظر آیا۔

اصل یہ ہے کہ اُس روز سی زر یہاں سے پڑاؤ اٹھانا چاہتا تھا۔ بلکہ صبح کو سپاہی اپنے ڈیرے خیمے اکھڑوا رہے تھے جب کہ جاسوسوں نے پہلے دشمن کی فوج میں سرگرمی اور پھر قطار بندی کی خبریں دیں۔ سی زر نے کہا: "جس دن کی آرزو میں تھے، آخر وہ دن آگیا بھوک اور احتیاج سے نہیں، بلکہ آج لڑائی انسانوں سے ہوگی" پھر اپنے خیمے کے سامنے سُرخ جھنڈے لہرانے کا حکم دیا جو رومیوں

میں جنگ کی نشانی ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر سپاہی اور سردار سب خوشی خوشی دوڑے اور ہتھیار باندھ باندھ کر اپنی اپنی جگہ آ جمے۔ صف بندی میں ذرا بھی دقت اور ہنگامہ نہ ہوا۔ لشکری اس طرح جُوق جُوق اور شوق سے میدان میں آئے گویا ناچ میں جا رہے ہیں۔

پوم پی اپنے میمنے پر اِن تونی کے مقابل تھا۔ میسرہ لوسیوس دومی تیوس کے تفویض ہوا اور اسی طرف سوار فوج کا پورا زور رکھا گیا کہ سی زر اور اُس کے دسویں لشکر کو کچل دیا جائے۔ دشمن کی فوج کا سب سے مضبوط حصّہ یہی بیان کیا جاتا تھا اور اسی میں عموماً خود سی زر لڑا کرتا تھا۔ پوم پی کے میسرے کی یہ تیاریاں اور سوار فوج کی کثرت اور اُن کا زور شور سی زر نے بھی دُور سے مشاہدہ کیا اور ذرا گھبرایا۔ پھر فوج ردیف سے چھ دستے بُلا کے دسویں لشکر کے عقب میں جما دیے اور حکم دیا کہ جب تک دشمن کے سوار حملہ نہ کریں، وہ بلا حرکت کیے نظر سے اوجھل کھڑے رہیں البتہ جب طرفین بھڑ جائیں تو تیزی سے آگے آئیں اور اپنی سانگ پھینک کر مارنے کی بہ جائے دشمن کے چہرے اور آنکھوں پر وار کریں کیوں کہ سی زر نے بتایا کہ یہ نوجوان نچنبیے آنکھوں کے سامنے فولاد چمکنے کی تاب نہ لاسکیں گے اور اپنے خوب صورت چہروں کو بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جب سی زر یہ ہدایتیں کر رہا تھا، پوم پی نے گھوڑے پر گشت لگایا اور دشمن کی فوجی ترتیب اور حملے کے انتظار میں سکون سے اپنی جگہ ڈٹا رہنا دیکھا اور ان کے مقابلے میں اپنی اگلی صفوں کی بے صبری اور بے ترتیبی معائنہ کی تو ڈرا کہ کہیں پہلے ہی تصادم میں ان کی صفیں

درہم برہم نہ ہوجائیں لہٰذا حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھیریں اور خود دشمن کے حملے کا انتظار کریں۔ سی زر نے اپنی سوانح میں پوم پی کے اس حکم پر سخت اعتراض کیا ہو کہ اسی نے اُن کا جوش اور پہلا وار کرنے کا ولولہ سرد کردیا اور نہ صرف ان کی سرگرمی بلکہ ضرب لگانے کی قوّت کم ہوگئی۔

سی زر کی فوج کا شمار بائیس ہزار تھا۔ پوم پی کی سپاہ دُگنی بلکہ کچھ زیادہ تھی۔ جس وقت دونوں جانب سے حملے کا اشارہ ہوا اور نقارے پر چوب پڑی تو ہر سردار اور سپاہی اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ تاہم چند شریف رومی اور بعض یونانی ایسے موجود تھے جو لڑائی میں شریک نہ ہوئے اور الگ رہ کر فریقین کی جنگ آرائی کا تماشا دیکھتے اور خواہی نہ خواہی یہ سوچتے رہے کہ ذاتی ہوس اور باہمی رقابت نے دولت روما کو کتنی بڑی آفت میں پھنسایا۔ یکساں ہتیاروں اور فوجوں سے ایک سی صف بندی اُنھی جھنڈوں کے نیچے کی گئی تھی تاکہ ایک ہی قوم کے بہترین اور قوی ترین جوان آپس میں ٹکرا جائیں۔ یہ دلیل تھی اس بات کی کہ جب کوئی جذبہ انسانی فطرت پر غالب آجاتا ہو تو وہ کس قدر اندھی اور دیوانی ہوجاتی ہو۔ کیوں کہ اگر سی زر و پوم پی صرف حکومت کرنے کے خواہاں ہوتے اور صلح کا، جسے لڑکر جیتا تھا، لُطف اٹھانا چاہتے تو دُنیا کا بہت بڑا اور بہترین حصہ خشکی اور تری پر اُن کے زیر نگین تھا۔ اگر ہوس حکومت کی پیاس بجھانے کو یہ بھی کافی نہ تھا تو پارتھیہ اور جرمانیہ میں فتوحات و کشورکشائی کی

بہت گنجائش باقی تھی جو شہرت کے بڑے سے بڑے حریص کی تشفی کردیتی ۔ سی تھیہ کا علاقہ ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا اور نہ ہندیوں کو زیر کیا گیا تھا ، جہاں اُن کی ہوس مُلک گیری پر وحشی اقوام کو تہذیب سکھانے کا حیلہ بہت اچھے ملمع کا کام دے سکتا تھا ۔ پھر سی تھیہ کے سوار ، پارتھیہ کے تیرانداز یا ہندستان کے زر و جواہر، ان میں سے کوئی بھی یہ طاقت نہ رکھتا تھا کہ ستر ہزار سلح شور رومی سپاہیوں کا مقابلہ کرسکتا جب کہ سی زر و پوم پی جیسے سپہ سالار انھیں لڑانے لاتے ، جن کے نام رومیوں کے نام سے بھی پہلے دُور دُور تک پہنچ چکے تھے اور بہت سی دُور دراز جنگل بیابان کی بسنے والی وحشی اور خانہ بہ دوش اقوام پر اُن کی تلوار نے وہ دھاک بٹھائی تھی کہ جہاں تک روصہ کی شہرت پہنچی اُس سے کہیں آگے اور دُور دُور تک اِن سپہ سالاروں کی دہشت دلوں پر چھا گئی تھی ۔ مگر آج وہ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے اور اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی کہ (مروّت و جواں مردی کے خیال ، یا اسی خوف سے کہ آج تک ہم نے شکست نہیں کھائی ، ایسا نہ ہو کہ شہرت پر حرف آجائے) وہ اپنے مُلک کو مصیبت میں ڈالنے سے باز رہیں گے ۔ رہے ان کے سابقہ ذاتی تعلقات ، جولیہ کی دل رُبائیاں اور وہ شادی جس نے اُن کو قریبی رشتہ دار بنا دیا تھا ، تو یہ سب روابط اب محض سیاسی ہتھکنڈے نظر آتے تھے جو وقتی معاہدوں کی ضمانت کے طور پر قائم کیے گئے ، ورنہ واقعی دوستی کے تعلقات کو مضبوط کرنا اُن کا مقصود نہ تھا ۔

الغرض، جب فرسالیہ کا میدان پیادہ و سوار سے معمور ہوا اور لڑائی شروع کرنے کے دونوں طرف سے اشارے دیے گئے تو سب سے پہلے کراسیانوس ایک صدی سی زر کی جانب سے حملے کے لیے آگے بڑھا۔ یہ ایک سو بیس سپاہیوں کا سردار تھا اور اُسی دن صبح کو سی زر نے سب سے پہلے اُسے لشکرگاہ سے باہر جاتا دیکھا تھا اور سلام کے جواب میں پوچھا تھا کہ کہو لڑائی کی نسبت کیا رائے ہی؟ جواب میں کراسیانوس نے اپنا ہاتھ پھیلا کر بہ آواز بلند کہا: "او سی زر، فتح تیری ہی۔ بڑی شان سے تو یہ معرکہ جیتے گا اور میں بھی زندہ یا مُردہ آج تجھ سے تحسین حاصل کروں گا۔" اس وعدے کو پورا کرنے کے لیے پہلے وہی بڑھا اور چند رفیق بھی صفوں سے نکل کر دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ انھوں نے بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا مگر کراسیانوس نے جو برابر بڑھے جاتا تھا آخر مُونھ پر تلوار کھائی کہ گردن کے پار تک نکل گئی۔ وہ مر کر گرا اور پھر عام جنگ ہونے لگی۔

پومپی کی طرف سے پہلے رسالے کی صفیں مرتب ہو کر حریف پر گریں اور اُس کے سواروں کو دباتی چلی گئیں لیکن جب سی زر کے چھو پیادہ امدادی دستے عقب سے نکل کر آئے اور اُنھوں نے حسب ہدایت سواروں کے مُونھ پر اپنی برچھیاں چلائیں تو یہ ناتجربہ کار جوان گھبرا گئے اور اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے چھپا چھپا کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی شرم ناک فراری سے پومپی کا سارا میسرہ غیر محفوظ ہو گیا اور دشمن کے جناحی حملوں کی تاب نہ لا کر گھر جاتے

کے خوف سے خود بھی فرار ہوگیا۔ پوم پی نے ہوا میں گرد و غبار کا رُخ دیکھ کر اپنی سوار فوج کی شکست و فرار کا دور سے اندازہ کرلیا۔ اِس موقع پر کیا خیالات اُس کے دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے، یہ اندازہ کرنا تو مشکل ہے مگر کہتے ہیں ایک مسلوب الحواس اور از خود رفتہ آدمی کی طرح وہ کسی سے کوئی لفظ کہے بغیر اور شاید بالکل بھول کر کہ وہ پوم پی اعظم ہے، خود بھی میدان سے آہستہ آہستہ واپس لشکر گاہ میں آگیا۔ اُس کی حالت ٹھیک اِن شعروں کی مصداق تھی:۔

تمر فلک سے عطارد نے کردیا طاری
دل اجالش میں خطرہ۔ یہ ضرب تھی کاری
وہ مردِ رزم یکایک کھڑا ہوا، ششش در
کمر پہ ڈال کے بھر سات دل کی وزنی سپر
پھٹے پھٹے ہوئے دیدوں سے ہر طرف دیکھا
وہ سورما تھا مگر تن بدن لرزنے لگا

غرض اس حال میں پوم پی واپس آکر اپنے خیمے میں ساکت و صامت بیٹھ گیا یہاں تک کہ دشمن کے کچھ سپاہی اُس کے آدمیوں کا تعاقب کرتے ہوئے لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ اُس وقت صرف یہ کلمہ اُس کے مُونھ سے نکلا "کیا؟ خاص لشکر کے اندر!" اور پھر چُپ چاپ اُٹھ کر اُس نے اپنی حالت کے مناسب کپڑے پہنے اور خُفیہ باہر نکل گیا۔

اس عرصے میں پوم پی کی باقی ماندہ فوج بھی فرار ہوگئی تھی۔

پڑاؤ پر بہت سے ملازم اور خیموں کے چوکی دار مارے گئے۔ مگر مقتول سپاہیوں کی تعداد چھ ہزار سے زیادہ نہ تھی جیسا کہ پولیو نے جو سی زر کی طرف سے لڑا تھا، بیان کیا ہے۔ ظفریاب سپاہ نے جب لشکر گاہ پر قبضہ کیا تو دشمن کی حماقت اور طفلانہ نمود و نمائش کے شوق کا بہ خوبی اندازہ ہوگیا۔ اس لیے کہ ان کے خیمہ و خرگاہ بڑے تکلّف سے آراستہ تھے۔ کہیں پھولوں کی بدھیاں، زری کے پردے لٹک رہے تھے کہیں زرکار قالین بچھے تھے۔ کھانے کی میزوں پر طرح طرح کے کھانے اور ساغر و مینا چُنے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے پیالوں میں شراب بھری تھی اور ساری تیاریاں ایسی تھیں جیسے تیر تہوار میں لوگ میلوں میں جاتے اور عیش مناتے ہیں نہ کہ سپاہیوں کی جو مسلح ہوکر میدانِ جنگ میں لڑنے نکلتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ وہ صبح کو میدان میں گئے بھی تو فتح کا پورا زعم اور اپنے خیالِ خام میں کامل یقین رکھتے تھے۔

لشکر سے کچھ دُور نکل کر پومپی گھوڑے سے اُتر پڑا اور یہ دیکھ کر کہ کوئی اس کا پیچھا نہیں کر رہا ہے، چند رفیقوں کے ساتھ پیدل روانہ ہوا۔ وہ اپنے خیالات میں گُم تھا جو ایسے شخص کے ذہن پر خواہی نہ خواہی مستولی ہوئے ہوں گے جسے ۳۴ برس مسلسل فتح و کامرانی کے بعد آج پہلی مرتبہ بڑھاپے میں پتہ چلا تھا کہ شکست و فرار کیسی ہوا کرتی ہے۔ پھر یہ دِل گُداز صدمہ کیا کم تھا کہ اتنے خوں ریز معرکوں اور محاربوں میں لڑ لڑکر جو شان و اقتدار حاصل کیا تھا، وہ ایک گھنٹے کے اندر زائل ہوگیا۔ جس کی رکاب

میں ابھی صبح تک ہزاروں پیادوں اور سواروں کے لشکر چلتے تھے اور ایک طاقت ور بیڑا قبضے میں تھا، اب معدودے چند آدمیوں کے ساتھ ایسی نزار و زبوں حالت میں بھاگ رہا ہے کہ خود دشمن اُس کو نہیں پہچانتے! شہر لادیسہ کے آگے درۂ ہمپہ سے گزرتے وقت وہ اتنا پیاسا تھا کہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ندی سے پانی پیا۔ پھر درے سے نکل کر ساحلِ بحر کے کنارے رات ایک ماہی گیر کے چھپّر میں گزاری۔ صبح کو ایک چھوٹی سی دریائی ناؤ میں روانہ ہوا اور چلنے سے پہلے سوائے آزاد رفیقوں کے اُس نے سب نوکروں کو بھی رُخصت کر دیا اور کہا کہ تم ڈرو نہیں بے خوف سی زر کے پاس چلے جاؤ۔

سمندر کے اندر مگر ساحل کے قریب کشتی کھیتے ہوئے جا رہے تھے کہ اِن مفروروں کو ایک تجارتی جہاز نظر آیا جو بادبان کھول کر چلنے پر تیار تھا۔ جہاز کا مالک ایک رومی پتی کیوس نامی تھا جس کی پوم پی سے ذاتی ملاقات نہ تھی مگر اُسے بہ خوبی پہچانتا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اسی رات اُس نے خواب میں پوم پی کو بڑی خراب حالت میں اپنے ساتھ باتیں کرتے دیکھا تھا۔ وہ یہی خواب جہاز پر بیٹھا لوگوں کو سنا رہا تھا جیسا کہ لوگ خالی اوقات میں، اور خاص کر ایسے خواب سنایا کرتے ہیں کہ یکایک ایک ملّاح نے پوم پی کی کشتی کو ساحل کی طرف سے آتے دیکھ کر اُسے خبر دی۔ کشتی والے اپنے دامن ہلا ہلا کر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر اشارے کر رہے تھے کہ اُنھیں جہاز میں لے لیا جائے۔ جب ذرا قریب آئے اور

پتی کیوس نے غور سے دیکھا تو فوراً پوم پی کو پہچان لیا جیسا کہ وہ خواب میں نظر آیا تھا۔ اُس نے ماتھے پر ہاتھ مارا اور ملّاحوں کو حکم دیا کہ جہاز کی کشتی نیچے اُتاریں۔ پھر آنے والوں کو ہاتھ سے بُلایا اور پوم پی کا نام لے کر پکارا کیوں کہ اُسے اب کچھ شبہ نہ رہا کہ پوم پی کی حالت متغیر ہوگئی اور بدلا ہوا لباس اُس کی بدلی ہوئی قسمت کا ثبوت ہے۔ غرض پھر بغیر کسی مزید درخواست یا تقریر کے اُس نے پوم پی کو جہاز میں چڑھالیا اور جتنے ساتھی وہ مناسب سمجھتا تھا، اُنھیں بھی بٹھاکر بادبان کھول دیے۔ ساتھیوں میں پہلے دونوں لن تولُس اور فاونیوس تھے مگر پھر ساحل کی طرف سے شاہ دیوتاروس آتا دکھائی دیا تو اُنھوں نے جہاز ٹھیرا کر اسے بھی سوار کرلیا۔ رات کو جہاز کے داروغہ نے جیسا کچھ ہوسکتا تھا، کھانا پکوا کر دسترخوان لگایا تو پوم پی نوکر نہ ہونے کی وجہ سے خود اپنے جوتوں کے بند کھولنے لگا۔ فاونیوس نے جو یہ دیکھا تو دوڑ کر آیا اور بند کھولے۔ پھر مالش کر دی اور برابر نوکروں کی طرح خدمت کرتا رہا حتیٰ کہ پانو تک دھوئے اور کھانا پکا پکا کے کھلایا۔ اِس عالی خاندان شخص کا یہ اخلاص و تواضع کوئی دیکھتا تو عجب نہیں بے اختیار یہ شعر اُس کی زبان پر آجاتا کہ ؎

اشراف جسے ہاتھ سے دیں گے انجام
ہو جائے گا آپ خوب و شائستہ وہ کام

شہر امفی پولس کے قریب سے پوم پی نے بحر ایجیین کو عبور کیا اور اپنی بیوی کورن لیہ اور بچّے کو ساتھ لینے کی

غرض سے جزیرہ متی لین (ملابلی) آیا۔ بندرگاہ پر پہنچتے ہی اس نے بیوی کے پاس قاصد بھیجا جس کی خبر کورنلیہ کی امیدوں کے سراسر خلاف تھی۔ اب تک جو خوشامد آمیز خط اور پیام اسے ملے اُن سے وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ لڑائی ختم ہوگئی اور پوم پی کو سی زر کا تعاقب کرنے کے سوا اور کوئی کام باقی نہیں رہا۔ قاصد سے مل کر بھی اُس نے اِسی قسم کی امیدیں ظاہر کیں تو بے چارے قاصد کی زبان بند ہوگئی اور لفظوں کی بجائے آنسوؤں سے اُس نے کورنلیہ کو مصیبت بھرا پیام سنایا اور آخر میں درخواست کی کہ اگر پوم پی سے فقط ایک جہاز پر، کہ وہ بھی اُس کا اپنا نہیں ہے، ملنا چاہتی ہو تو فوراً بندرگاہ پر چلو۔ نوجوان کورنلیہ یہ سُن کر بے ہوش ہوگئی اور بڑی دیر تک اس طرح حواس گُم اور زبان بند رہی۔ بڑی مشکل سے جب ہوش میں لائی گئی اور سمجھی کہ یہ رونے پیٹنے کا وقت نہیں ہے تو شہر کے اندر سے دوڑتی ہوئی ساحل پر گئی جہاں پوم پی نے بڑھ کر اُسے گرتی ہوئی کو ہاتھوں سے سنبھالا۔ کورنلیہ نے فریاد کی کہ "صاحب، یہ آپ کی نہیں میری تقدیر کا اثر ہے کہ میرے ساتھ شادی سے پہلے انھی سمندروں میں پانچ پانچ سو جنگی جہازوں کے بیڑے لیے پھرتے تھے اور آج ایک معمولی جہاز میں سفر کر رہے ہو۔ آپ ایسی بیوی سے ملنے کیوں آئے اور کیوں نہ اُسے اُسی بختِ بد کے حوالے کر دیا جو آپ پر بھی یہ مصیبت لایا تھا؟ میں کتنی خوش نصیب عورت ہوتی اگر پارتھیہ سے اپنے جوانی کے شوہر پب لیوس کی خبر آنے سے پہلے ہی خود مر جاتی اور کتنی دور

اندیشہ ہوتی اگر جیسا ارادہ کیا تھا، خود بھی اُس کا ساتھ دیتی۔
لیکن افسوس، تقدیر نے مجھے ایک بزرگ تر فتنہ اٹھانے یعنی
پوم پی اعظم کی بربادی کے لیے بچا رکھا تھا!"

کورنلیہ کی یہ تقریر لوگ نقل کرتے ہیں۔ پوم پی نے جواب میں
کہا: "کورنلیہ، تم نے اقبال مندی کا صرف ایک موسم دیکھا
لیکن عادت کے خلاف شاید ہمہ وقت میرے ساتھ رہنے سے تمھاری
امیدیں کچھ کی کچھ ہوگئیں۔ ہم آخر تو انسان ضعیف البنیان ہیں۔
مناسب یہی ہے کہ گرم و سرد کو برداشت کریں اور ناکامی ہو تو
دوبارہ قسمت آزمائیں۔ اگر بلندی کی بہ جائے آج پستی کا مُونھ
دیکھنا پڑا تو کیا اسی طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ کل پھر وہی بلندی ہمیں
نصیب ہو؟" اس کے بعد کورنلیہ نے اپنے آدمی اور اسباب
شہر سے طلب کیا۔ ان کی روانگی سے پہلے متی لین کے شہری
بھی آکر پوم پی کی خدمت میں آداب بجالائے اور وہیں ٹھیرنے کی
درخواست کی۔ مگر پوم پی نے انکار کیا اور ان سے تاکید کی کہ
فاتح کے مطیع رہیں اور خوف نہ کھائیں کیوں کہ سی زر بڑی خوبیوں
کا رحم دل سردار ہے۔ شہر والوں میں کراتی پوس حکیم بھی ملاقات کو آیا
تھا۔ پوم پی اُس کی طرف مڑا اور قضا و قدر کی حکمت پر اعتراض
اور بحث کرنے لگا۔ مگر کراتی پوس نے انکسار سے مباحثہ کرنے
سے معافی طلب کی اور صرف آیندہ کی بہتر امیدیں دلانے پر
قناعت کی کہ مبادا اس موقع پر پوم پی کی تردید کرنا خلافِ محل
اور سخت دلی کی بات سمجھا جائے کیوں کہ مشیّت الٰہی کی تائید

میں وہ بھی پومپی سے ایک سوال کر سکتا تھا اور ثابت کر سکتا تھا
کہ جب ملک میں اُن سے حکومت سنبھل نہ سکی تو یہ ضرورت ہوئی
کہ جمہوری حکومت کو شخصی بادشاہی میں بدل دیا جائے ۔ وہ
سوال یہ کرتا کہ اے پومپی یقین سے یہ معلوم کرنے کی کونسی علامت
یا ضمانت تھی کہ اگر فتح تمہاری ہوتی تو تم اپنے اقتدار سے سی زر
کی نسبت زیادہ اچھا کام لیتے ؟ پس چاہیے کہ ربانی قوت کو جو کچھ
وہ کر رہی ہے کرنے دیں اور دخل نہ دیں ؟

القصہ پومپی اپنی بیوی اور دوستوں کو لے کر چلا ۔ کھانے
پینے کی چیزیں یا میٹھا پانی لینے کے واسطے وہ ساحل پر جاتے
ورنہ کسی بندرگاہ پر نہ ٹھیرتے تھے ۔ اٹالیہ پہلا شہر تھا جہاں
وہ اُترے اور یہیں سی لیشیہ کے کئی جنگی جہاز اور کچھ سپاہی
اس کے پاس پہنچے ۔ مجلس عمائد کے قریب قریب ساٹھ ارکان بھی
جمع ہو گئے اور معلوم ہوا کہ بیڑا محفوظ ہے ۔ دوسرے کاتو بھی شکست
کے بعد افریقہ پہنچ گیا اور معقول فوج جمع کر رہا ہے ۔ تب پومپی
کو رہ رہ کے یہ افسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنے بیڑے سے، جو نہایت
قوی تھا، اتنی دور ہو کر خشکی میں کیوں لڑنے چلا گیا ۔ حال آں کہ
بیڑا قریب رہتا تو بری شکست کی صورت میں بھی اُسے کافی کمک
مل جاتی اور وہ دوبارہ دشمن سے برابر کی قوت کے ساتھ مقابلے
کے لائق ہو سکتا تھا ۔ حقیقت میں پومپی کی بڑی فروگزاشت اور
سی زر کی سب سے گہری چال جنگ میں یہی تھی کہ وہ اُسے
بحری فوجوں سے اتنی دور لڑائی کے لیے لگا لایا ۔

بہ ہر حال اب پوم پی نے آس پاس کے شہروں سے روپیہ اور آدمی جمع کرنے شروع کیے۔ لیکن دشمن سیلاب کی طرح بڑھا آ رہا تھا۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ کوئی ایسا ٹھکانا تلاش کیا جائے جہاں اطمینان سے بیٹھ کر تیاریاں کر سکیں۔ پوم پی کی ذاتی رائے یہ تھی کہ پارتھیہ اس غرض کے لیے سب سے اچھا اور محفوظ مقام ہو سکتا ہے اور وہاں سے وہ دوبارہ قشون قاہرہ کے ساتھ نکل کر قسمت آزمائی کر سکتے ہیں۔ مگر تھیوفانس (لس بوسی) کے نزدیک یہ نہایت حماقت کی بات تھی کہ ملک مصر کو جو تین دن کے راستے پر تھا، چھوڑ کر کہیں اور جانے کا خیال کیا جائے۔ اور کم سن شاہِ مصر کی بہ جائے جس کے باپ پر پوم پی نے بہت کچھ عنایتیں کی تھیں اپنے آپ کو پارتھیہ والوں کے حوالے کیا جائے جن سے بڑھ کر دغا باز قوم دنیا میں دوسری نہ تھی۔ مصر کا بادشاہ بطلی موس رومی نسل سے تھا۔ اس کے آگے سر جھکانے کے بعد بھی پوم پی اور سب کے سامنے سر بلند رہ سکتا تھا۔ ایسے علاقے والے حاکم کی مہربانی پر بھروسا کرنے کی بہ جائے یہ کونسی عقل و غیرت کی بات تھی کہ اپنی تقدیر ارساکس (اشکانی شاہِ پارتھیہ) کے رحم و کرم کے حوالے کی جائے اور اپنی نوجوان بیوی کو جو فلاح سی پیوں کے خاندان سے تھی ان وحشیوں میں لے جا کے رکھا جائے جو شہوات ہی کے بل پر حکومت کرتے ہیں اور دوسروں کو ستانے اور ذلیل کرنے کے اختیار ہی کو اپنی بڑائی کا معیار سمجھتے ہیں۔ مانا کہ کورنلیہ کی بے آبروی نہ ہوئی۔ پھر بھی سمجھا یہی جائے گا

کہ ہوئی، جب وہ اُن ہی جا کے رہے گی جو بے آبروئی کرنے پر قادر ضرور ہوں گے۔

کہتے ہیں یہ آخری دلیل ایسی موثر تھی کہ پوم پی نے اپنا رُخ، جو فرات کی طرف تھا، بدل دیا اور اگر کسی آسمانی قوت کا دخل نہ مانا جائے، تو مذکورہ بالا مشورہ ہی اُسے مصر لے چلا۔ سمندر کو خیریت سے عبور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ شاہ بطلی موس شہر پلی سیوم میں اپنی بہن کے خلاف مصروف جنگ ہے۔ لہذا پوم پی اور ساتھیوں کے جہاز اُدھر روانہ ہوئے اور شاہ مصر کے پاس ایک قاصد پہلے سے روانہ کیا گیا کہ پوم پی کے آنے کی اطلاع دے اور پناہ دینے کی التجا پیش کرے۔ بطلی موس بالکل نو عمر تھا اور نظم و نسق کے جملہ اختیارات ایک خواجہ سرا پوتھی نوس کے ہاتھ میں تھے اسی نے جن لوگوں کو چاہا، بڑا بنایا اور مجلس شورا میں بلا کر پوم پی کے بارے میں رائے طلب کی۔ ان میں اکثر ذلیل شاگرد پیشہ اور چوب داروں کی حیثیت کے لوگ تھے اور یہی کچھ کم اندوہ ناک واقعہ نہ تھا کہ پوم پی اعظم کی قسمت کا فیصلہ پوتھی نوس خواجہ سرا، خطابت کے اُستاد تھیودوتس (خیوسی)، اکی لاس مصری اور اُن سے بھی ادنیٰ لوگوں کی رائے سے ہو رہا تھا۔ سی زر کا احسان لینا تو پوم پی نے گوارا نہیں کیا تھا مگر اب ساحل سے کچھ فاصلے پر لنگر ڈالے منتظر کھڑا تھا کہ یہ مصری بزم شوریٰ اُس کے حق میں کیا فیصلہ سُناتی ہے! معلوم ہوتا ہے ان لوگوں میں بہت اختلاف رائے تھا

اور بعض واپس بھیج دینے کی اور بعض پناہ دینے کی رائے دے رہے تھے۔ مگر تھیوڈوٹس نے اپنی خطابت کا ہنر دکھانے کی غرض سے دونوں کو غلط ثابت کیا اور کہا کہ اگر پوم پی کو بلا کے رکھا تو وہ آپ کا آقا اور سی زر آپ کا دشمن ہو جائے گا۔ اور اگر رخصت کر دیا تو آیندہ پوم پی تو آپ کی بے مروتی اور بدسلوکی نہیں بھولے گا اور سی زر کے دل میں یہ گرہ پڑ جائے گی کہ آپ نے اس کو نکل جانے دیا۔ پس بہترین شکل یہی ہے کہ اسے بلا کر قتل کر دیا جائے تاکہ سی زر آپ کا شکر گزار ہو جائے اور پوم پی سے خوف کا سبب باقی نہ رہے۔ اور (کہتے ہیں) ہنس کے یہ جملہ بھی آخر میں ایزاد کیا کہ: مرا آدمی کاٹ نہیں سکتا!"

یہی رائے منظور ہوئی۔ اسے عمل میں لانے کا کام اکی لاس کے سپرد ہوا۔ اور سپ تی میوس جو ایک زمانے میں پوم پی کے ماتحت سردار فوج رہا تھا، نیز ایک اور یک صدی مسمی سال وِیوس شریک کار بنائے گئے اور چند نوکروں کے ساتھ پوم پی کے جہاز کی طرف معمولی ماہی گیری کشتی میں چلے۔ پوم پی بیوی سمیت جس جنگی جہاز میں تھا، اسی میں اس وقت سب معززین جو بحری سفر میں ساتھ رہے، جمع ہو گئے تھے کہ دیکھیں قاصد کیا جواب لاتا ہے۔ انھیں جو توقع تھی اور تھیوفانس نے جیسی امیدیں دلائی تھیں، ان کے برخلاف جب یہ نظر آیا کہ استقبال میں کوئی شاہانہ اعزاز و اکرام کی شان نہیں تو، تو وہ شبہ میں پڑ گئے اور بعض نے پوم پی کو متنبہ کیا کہ ابھی ہم ان کی دست رس سے باہر ہیں وقت ہے

کہ اپنا جہاز واپس سمندر میں لے چلو۔ مگر اس عرصے میں مصری کشتی قریب آگئی اور پہلے سپ تی میوس نے کھڑے ہوکر پوم پی کی لاطینی میں امپراطور کے خطاب سے سلامی دی اور پھر اکی لاس نے یونانی میں آداب عرض کیا اور کہا کہ سمندر ساحل کے قریب پایاب ہے۔ جنگی جہاز کے ریتی میں دھس جانے کا اندیشہ ہے، آپ ہماری کشتی میں تشریف لے آئیں۔ ساتھ ہی ساحل پر بہت سے سپاہی صف بندی کرتے اور مصر کے جنگی جہازوں پر آدمی چڑھتے نظر آئے جس سے رومیوں کو یقین ہوگیا کہ اب اگر اپنی رائے بدل بھی دیں تو بچ کر نہیں نکل سکتے بلکہ ایسی بے اعتمادی ظاہر کرنے سے اُلٹا اپنے خونیوں کو بے رحمی کا حیلہ بہم پہنچادیں گے۔ پس پوم پی، کورنلیہ سے رخصت ہوا جو قبل از مرگ ہی ماتم کررہی تھی، اور اپنے مولا فی لپ اور ایک غلام اور دو سرداروں کو کشتی میں اُتر جانے کا حکم دیا۔ پھر خود بھی جب وہ کشتی میں اُتر رہا تھا اور اکی لاس اور چند ملّاح اُسے سہارا دے کر اُتارنے کے لیے ہاتھ بڑھا رہے تھے، وہ اپنی بیوی اور بچّے کی طرف مڑا اور سفوکلیس کے ہجویہ قطعے کی یہ بیت پڑھی :۔

"حاضر آیا جو کسی حاکم جابر کے حضور
پہلے آزاد سہی، اب ہے غلام مجبور"

یہ آخری الفاظ تھے جو اپنے لوگوں سے پوم پی نے کہے اور پھر کشتی میں اُتر گیا۔ وہاں سے ساحل کافی فاصلے پر تھا اور یہ دیکھ کر کہ راستے بھر کوئی شخص اُس سے دوستی یا اخلاق کی

باتیں نہیں کرتا۔ پوم پی نے اشتیاق آمیز نگاہ سے سپ تی میوس کو دیکھا اور کہا: "یقیناً میں غلطی نہیں کر رہا جو یہ سمجھ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ فوج میں رہے ہو؟" لیکن اس نے صرف سر ہلا دیا اور جواب میں نہ منھ سے کچھ کہا نہ اور کوئی اخلاق دکھایا۔ جب وہ سب خاموش رہے تو پوم پی نے ایک چھوٹی سی کتاب ہاتھ میں لی جس میں یونانی زبان میں ایک خطبہ لکھا ہوا تھا اور وہ شاہ بطلیموس کو اسی سے خطاب کرنا چاہتا تھا، اُسے پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ کشتی ساحل کے قریب آئی۔ اُدھر کورنلیہ رفیقوں کے ساتھ اپنے جنگی جہاز پر کھڑی تھی اور بے تابانہ ساری کیفیت دیکھ رہی تھی۔ آخر کچھ شاہی کشتیاں ساحل سے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے بڑھتی نظر آئیں تو اُس کی ذرا ڈھارس بندھی کہ یہ پوم پی کے اعزاز و استقبال کے لیے آئی ہیں لیکن اسی وقت جب پوم پی نے فی لپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا کہ سہارا لے کر اُٹھنے میں آسانی ہو، پیچھے سے اول سپ تی میوس نے تلوار چلائی اور ساتھ ہی سال وِیوس اور اکی لاس نے تلواریں کھینچ لیں۔ پس پوم پی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چغہ پکڑ کر منھ پر اوڑھ لیا اور پھر کوئی بات کہے یا کیے بغیر جو شان کے خلاف ہوتی، صرف ذرا کراہتا اور زخم کھاتا رہا حتیٰ کہ روح پرواز کر گئی۔ وہ عمر کے اُنسٹھویں سال، پیدائش سے ٹھیک ایک دن بعد فوت ہوا۔

کورنلیہ نے اپنے جہاز پر سے مع رفیقوں کے، اُسے قتل ہوتے دیکھا تو ایسی چیخ ماری کہ ساحل تک سنائی دی۔ پھر ملاحوں

نے فوراً لنگر اٹھایا اور بادبان کھول کے فرار ہو گئے۔ ساحل کی طرف سے تیز ہوا چل پڑی جس نے انھیں کھلے سمندر میں بھاگ جانے میں مدد دی اور مصری اگرچہ انھیں پکڑ لینے کے خواہش مند تھے مگر باز رہے۔ البتہ پوم پی کا سر کاٹ لیا اور لاش کو بھی کشتی سے اٹھا کر ساحل پر پھینک دیا کہ جسے شوق ہو یہ غم ناک منظر دیکھ لے۔ پوم پی کا آزاد غلام فی لپ وہاں ٹھیرا رہا اور جب مصری اپنی آنکھیں سیر کر چکے تو اس نے سمندر کے پانی سے لاش دھوئی اور کوئی اور کپڑا نہ مل سکا تو اپنی قمیص ہی کفن کے طور پر اسے لپیٹ دیا۔ پھر ریتی پر ادھر ادھر گشت لگا کر ایک ماہی گیر کشتی کے سڑے ہوئے تختے تلاش کیے جو بہت نہ تھے مگر ایک ننگی اور وہ بھی سر بریدہ لاش کو جلانے کے لیے کافی تھے۔ جس وقت فی لپ یہ تختے لا لا کے اکھٹے کر رہا تھا ایک بوڑھا رومی جو جوانی میں پوم پی کے ماتحت لڑائیاں لڑا تھا، وہاں پہنچا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ فی لپ نے کہا میں اُس کا مولا ہوں۔ رومی نے کہا "تو یہ عزت تنہا تمھارے حصے میں نہ آنی چاہیے۔ مہربانی سے مجھے بھی اس مقدس کام میں حصہ لینے دو کہ میں جو اس غیر ملک میں ہجرت کر کے آیا اور طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار ہوا، بالآخر اتنی مسرت حاصل کروں کہ اپنے ہاتھ سے پوم پی کے جسم کو مس کروں اور رومیوں کے سب سے بڑے سپہ سالار کا آخری فریضہ انجام دوں۔" اس طرح پوم پی کے مراسم موتی ادا ہوئیں۔ دوسرے دن کوم پی کا رفیق لن تولنس لوسی اس جزیرہ قبرس سے ایک جہاز میں آیا۔ ساحل کے قریب پہنچ کر چلا اور قریب ہی فی لپ کو کھڑے دیکھا۔ اسے واقعے کی

اطلاع نہ تھی۔ فی لپ کو سب سے پہلے اسی نے دیکھا تو بے اختیار پکارا "کون تھا جس کا یہاں خاتمہ ہوا؟" پھر خود ہی آہِ سرد کھینچی اور کہا "پوم پیوس ماج نوس، عجب نہیں کہ یہ تو ہو!" وہ ساحل پر اُترا تھا مگر اسی وقت گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔

پوم پی کا اس طرح خاتمہ ہوا مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ سی زر ملک مصر میں جو اس ناپاک کارروائی میں آلودۂ گناہ ہوا تھا، آ پہنچا اور جب ایک مصری نے پوم پی کا سر اُس کے سامنے پیش کیا تو کمال بےزاری سے، جیسی خونیوں سے ہوتی ہو اُس نے موںھ پھیر لیا۔ پھر پوم پی کی مُہر جس پر شیر کی تصویر تھی جو پنجے میں تلوار لیے ہو، لائی گئی۔ تو سی زر کے آنسو جاری ہو گئے۔ اکی لاس اور پوتھی نوس کو اُس نے جان سے مروا دیا۔ شاہ بطلی موس نیل کے کنارے شکست کھا کے ایسا بھاگا کہ پھر اُس کی کسی نے خبر تک نہ سُنی۔ تھیو دوتس خطیب سی زر کی سیاست سے بچ کر مصر سے بھاگ گیا مگر ساری عمر جلاوطنی اور آوارہ گردی میں گزری کہ ہر شخص اُسے نفرت سے دیکھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب مرقس بُرو ٹس، سی زر کے قتل کے بعد ولایت ایشیا کا حاکم ہو کر آیا تو یہ خطیب اِسی علاقے میں اُسے مل گیا اور بروٹس نے ذلت کے ساتھ اُسے موت کی سزا دی۔ پوم پی کی خاکستر اُس کی بیوی کورنلیہ کے پاس لائی گئی اور اس نے متوفی کے دیہی محل میں البا کے قریب اُسے دفن کر دیا۔

پوم پی کا موازنہ اجسی لاؤس کے ساتھ

اج سی لاؤس اور پوم پی کی زندگی کی تاریخ ختم کرنے کے بعد ابھی ان کا موازنہ کرنا باقی ہے۔ اس غرض کے لیے پہلی نظر میں وہ پہلو یک جا کیے جائیں جن میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو وہ حسب ذیل ہوں گے : سب سے اوّل تو یہ کہ پوم پی نے اپنی تمام بزرگی اور نام وری بہت ہی صاف اور منصفانہ ذرائع سے حاصل کی تھی۔ یعنی اطالیہ کو اربابِ جَور و جبر سے نجات دلانے کے سلسلے میں کئی بار سیلا کی بہت کارگر امداد کی اور انھی ذاتی کوششوں کے صلے میں ترقی پائی تھی، مگر اج سی لاؤس نے جو بادشاہی حاصل کی وہ بہ ظاہر بندے اور دیوتا دونوں کو ناخوش کرنے کا موجب ہوئی۔ بندوں کو تو اس لیے کہ اپنے بھتیجے لیوتی کی دِس کو حرامی ثابت کیا حال آں کہ اج سی لاوس کا بھائی اسے اپنا خلفِ جائز قرار دے چکا تھا۔ اور دیوتاؤں کو اس لیے کہ ربانی پیش گوئی پر جھوٹا ملمع چڑھایا اور اپنے لنگڑے پن کے مواخذے سے بچ نکلنے کی تدبیر کی۔ دوسرے پوم پی تو سیلا کا جیتے جی بھی ہمیشہ احترام کرتا رہا اور جب وہ فوت ہوگیا تب بھی اس کی لاش کو اعزاز و اکرام

کے ساتھ دفن کرایا حال آں کہ پلی دوس (قنصل) سخت مخالف تھا، اور اپنی بیٹی بھی سیلا کے فرزند فاوس توس سے بیاہ دی لیکن اج سی لاؤس نے لی سان در کو ذرا سے حیلے پر ذلت و ملامت کے ساتھ نکال باہر کیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ پوم پی نے سیلا سے جس قدر انعام پایا اسی قدر اس کا کام بھی کیا تھا مگر اج سی لاؤس کو اسپارٹہ کا بادشاہ یونان کا سپہ سالار ہی لی سان در نے بنایا تھا۔

تیسرے، پوم پی نے اپنی سیاسی زندگی میں حق و انصاف سے تجاوز کیا تو زیادہ تر دوسرے اشخاص سے تعلقات کی وجہ سے۔ اور اُس کی اکثر غلط کاریاں اپنے دو خسر، سی زر و سی پیو سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی تھیں۔ مگر اج سی لاؤس نے بیٹے کے تعلقِ خاطر کی خاطر سفود ریاس کی زبردستی کر کے جان بچائی جب کہ ایتھنز والوں پر ظلم کرنے کی سزا میں وہ موت کا مستحق تھا۔ اور فی بی دس نے دغابازی سے تھبس کے صلح نامے کو توڑا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اج سی لاؤس نے خود اس ناجائز فعل کو اچھا سمجھ کر اُسے شہ دی۔ پوم پی دوستوں کی خوشی کے واسطے یا ذاتی بے احتیاطی سے رومہ پر جو کچھ بھی آفتیں لایا ہو، ویسی ہی مصیبت اج سی لاؤس محض ضد اور کینہ پروری کے باعث بیوشیہ سے جنگ کی آگ بھڑکا کر اسپارٹہ پر لایا۔ اور اگر مصائب کو ان کی ذاتی بدقسمتی پہ محمول کیا جائے تو جہاں تک پوم پی کا تعلق ہے، اہلِ رومہ کو قبل از وقوع ایسا وہم

کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوسکتی تھی بجائے کہ اج سی لاؤس کے باب میں الہامی قول نے اسپارٹہ والوں کو پہلے سے "لنگڑی بادشاہی" سے خبردار کر دیا تھا اور اگر لی سان در پیش گوئی کے صحیح معنی کو مشکوک نہ بنا دیتا تو اسپارٹہ کے شاہی خاندان میں صحیح سالم اعضا والے افراد کی بھی کمی نہ تھی۔

لوگوں کی پریشانی میں کہ لیوک ترا کے میدان میں نامردی دکھانے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے اج سی لاؤس نے جو سیاسی حیلہ ایجاد کیا اور فیصلہ سنایا کہ اس روز قانون سوتا رہے گا، اس کی نظیر ڈھونڈنی مشکل ہو۔ پوم پی نے تو ایک دوست کی خاطر انھی قوانین کو جو خود بنائے تھے، توڑ دینے میں دریغ نہ کیا اور گویا دوستی کی قوت اور اپنے اعلا اقتدار کا کرشمہ دکھایا مگر اج سی لاؤس کے سامنے جب یہ مسئلہ پیش ہوا کہ یا قانون منسوخ کیا جائے اور یا بہت سے شہریوں کی طرف سے ہاتھ دھو لیے جائیں تو اس نے یہ وقتی تدبیر نکالی کہ وہ قانون کے اثر سے محفوظ ہو جائیں اور ان کی خاطر قانون کو توڑنے کی بھی نوبت نہ آنے پائے۔ اج سی لاوس کے اس فعل کو بھی میں سراہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب ایشیا میں قومی حکومت کا فرمان پہنچا تو وہ بلا تاخیر سپہ سالاری چھوڑ کر وطن کو واپس چلا آیا۔ شہری اطاعت گزاری اور فرض شناسی کی یہ ایک لاجواب مثال ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ پوم پی کی طرح وطن کے فائدے کے کام اس واسطے نہیں کرتا تھا کہ ساتھ

کے ساتھ اپنی عظمت و شان کو بھی ترقی دیتا رہے بلکہ محض وطن کی برائی اور بھلائی پر نظر رکھتا تھا اور اسی کی خاطر اتنے بڑے اعزاز و اختیار سے دست بردار ہوگیا جو اج سی لاؤس کے قبل اور بعد میں بھی سکندر اعظم کے سوا کسی شخص کو میسر نہ ہوا تھا۔

اب دوسرے نقطۂ نظر سے ان کی سوانح کو دیکھا جائے، اور پوم پی کی جنگی مہمات اور کارنامے، فتوحات و غنائم اور ان حریفوں کی قوت جنھیں اس نے زیر کیا اور بے شمار معرکے جن میں فتح و ظفر حاصل کی، ان سب کو یک جا کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں جادو بیان زنوفن بھی (اگر اسے اپنے اوصاف خاص کی بنا پر تقریر و تحریر کی دعوت دی جائے) اج سی لاوس کی فتوحات کو پوم پی کی فتوحات کے مقابل پلڑے میں رکھنے اور اور تولنے کی جرات نہ کرے گا۔ اسی طرح دشمنوں کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کرنے میں ان دونوں میں بڑا بھاری فرق پایا جاتا ہو۔ اج سی لاوس نے تو تھبس کو غلام بنانے اور مسینہ کا ستیاناس کر دینے کی کوشش کی (حال آں کہ وہ اسپارٹہ کا قدیم رفیق تھا اور شہر تھبس کو شاہان اسپارٹہ کے خاندان کا اصلی آبائی وطن مانا جاتا تھا) اور اس بے مہری کے نتیجے میں قریب تھا کہ اپنے شہر ہی کو گنوا دے جس طرح ملک یونان کی سیادت فی الواقع گنوا دی۔ مگر اس کے مقابلے میں پوم پی نے بحری قزاقوں تک کو جو اپنا طریق زندگی بدلنے پر تیار تھے، بسنے کے لیے نئی بستیاں

عطا کیں اور تی گرانس شاہ ارمنیہ کو، جب کہ وہ چاہتا تو اسے
گرفتار کرکے اپنے جلوس فتح کے لیے روما لا سکتا تھا یہ کہہ کر کہ
ایک دن کی خوشی آیندہ ساری زندگی کے مقابلے میں ہیچ ہے،
چھوڑ دینا اور دولتِ روما کا حلیف بنانا زیادہ پسند کیا۔

لیکن منصب سپہ سالاری کی اصلی خوبی اور فضیلت کو اگر جنگ
میں دور اندیشی اور اصابت رائے کی بنا پر جانچا جائے تو اسپارتہ
کا لنگڑا بادشاہ روما کے کشور کُشا سے بہت آگے نکل جائے گا۔
اوّل تو ستّر ہزار فوج سے محصور کر لیے جانے اور مدافعت
کے لیے مٹھی بھر اور وہ بھی شکست خوردہ سپاہی رہ جانے
کے باوجود اج سی لاؤس اپنے شہر کو چھوڑ کر نہیں گیا۔ حال آں کہ
سی زر صرف پانچ ہزار تین سو سپاہی لے کر بڑھا اور ابھی
اطالیہ کے ایک شہر پر ہی قبضہ پا سکا تھا کہ پوم پی بدحواس
ہوکر دار السلطنت روما سے چل دیا۔ جس کا سبب یا تو
بُزدلی تھی کہ اتنی تھوڑی جمعیت سے خوف زدہ ہوگیا اور یا یہ
غلط یقین کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ پھر اپنے بیوی
بچّوں کو حفاظت کی جگہ بھیج کر مگر تمام شہریوں کو غیر محفوظ چھوڑ کر
ملک اطالیہ ہی سے فرار ہوگیا۔ اُس کا فرض تو یہ تھا کہ وطن
کی مدافعت میں لڑکر یا دشمن کو مغلوب کرتا اور یا مغلوب ہوکر
صلح کر لیتا کیوں کہ سی زر آخر تو اُس کا ہم وطن اور رشتہ دار
تھا۔ لیکن وہی شخص جسے پوم پی نے صوبے داری کی مدت
میں توسیع اور دوسری دفعہ قنصلی کی خدمت دینی گوارا نہ کی،

اب سارا مُلک اور یہ اقتدار اُس کے حوالے کر دیا کہ دومہ پر قبضہ کرے اور متی لوس کو (جس نے خزانے سے رقم نکلوانے میں حجت کی تھی) صاف لفظوں میں بتا دے کہ وہ کیا تمام دومی اب فاتح (سی زر) کے قیدی ہیں۔

سپہ سالار کا بڑا ہُنر یہ ہی کہ جب قوی ہو تو دشمن کو لڑنے پر مجبور کر دے اور کم زور ہو تو دشمن کی کوشش سے خود لڑنے پر مجبور نہ ہونے پائے۔ اج سی لاؤس نے ہر موقع پر یہ ہُنر دکھایا اور اسی لیے کبھی مغلوب نہ ہو سکا۔ پوم پی سے جنگ میں سی زر کم زور تھا، وہ برابر یہ خطرہ بچاتا رہا اور چوں کہ بری افواج اچھی رکھتا تھا، اس نے حریف کو انھی سے لڑنے پر مجبور اور ایسا مغلوب کیا کہ پھر دولت و ذخائر کے علاوہ سمندر بھی مفت میں اُس کے ہاتھ آگیا جس کی مدد سے پوم پی بغیر لڑے ہی فتح حاصل کر سکتا تھا۔ پوم پی کی وکالت میں یہ عذر پیش کیا جاتا ہی کہ وہ دوسروں کے کہنے سُننے اور غُل شور مچانے سے مجبور ہو گیا اور اپنی استقامت اور اصابتِ رائے پر بھروسا رکھنے کی بجائے غلط مشورے پر چل کر نقصان اُٹھایا مگر یہ عذر کسی نوجوان سپہ دار کی نسبت جائز ہو سکتا ہی، پوم پی کے لیے یہ شرم ناک اور اُلٹا رسوائی کا موجب ہی کہ اس عمر اور مرتبے کا آدمی جس کے پڑاؤ کو دومی اپنا وطن اور بارگاہ کو مجلسِ عمائد کا ایوان کہتے تھے اور جس کے حکم سے سلطنت کے بڑے بڑے عہدے لچے لفنگوں اور باغیوں تک کو مل جاتے تھے۔ جو بری

سے بڑی لڑائی میں بھی کسی کے ماتحت نہیں رہا بلکہ واحد سپہ سالار بن کر ذاتی رائے سے جو چاہا وہ کرتا رہا، ایسا شخص کیوں کر ممکن تھا کہ محض فابونیوس و دومی تیوس کے طنزیہ فقروں اور " اگامم نون " کے لقب سے چڑ کر اپنی عقل و رائے کو خیرباد کہہ دے اور دولت روما کی پوری آزادی اور سلطنت کو ایک جوے کی بازی پر لگا دے؟ اگر طعن و تشنیع ہی کا اتنا خیال تھا، تو سب سے پہلے غیرت کا تقاضا تھا کہ جو کچھ فوج اور سامان میسر تھا اسی سے روما کو بچانے کے لیے جنگ کرتا اور یوں اُسے نہ چھوڑ جاتا جس طرح وہ چھوڑ کر چل دیا۔ اور اگر اپنی مصلحت کی بنا پر اتنی بڑی بے شرمی گوارا کی تھی تو پھر تھسالیہ میں جنگ شروع کرنے میں ذرا تامل اور توقف سے کام لینا ایسی کیا بے شرمی تھی کہ اپنی دور اندیشی چھوڑ کر وہ دوسروں کے کہنے میں آگیا؟ فرسالیہ کی نسبت کوئی وحی نہیں اُتری تھی کہ سلطنت روما کے واسطے اسی میدان میں جنگ کرنا واجب ہو اور نہ کسی نے اُسے دعوتِ جنگ دے کر وہاں بلایا تھا کہ یا لڑے یا مقابلے سے حریف کے حق میں دست بردار ہو جائے۔ لڑائی کے اور بہت سے میدان، شہر بلکہ بحری طاقت کے باعث اُس کے اختیار میں ساری دنیا موجود تھی اور نکتہ چینی کو نظر انداز کرنے میں وہ ماک سی موس مارلیوس، لوکلوس یا خود اجسی لاؤس کی پیروی کر سکتا تھا کہ جب تھبس والوں نے اسے ٹوک کر باہر بلایا اور محصور

اسپادتنہ کے اندر بھی طرح طرح کی شورشیں برپا ہوئیں، اور یا مصر میں ہر قسم کے شبہات اور تہمتوں کا نشانہ بنایا گیا، بہ ایں ہمہ پورے غور و خوض کے بعد جو رائے قائم کرلی تھی، برابر اسی پر قائم رہا اور آخر مصریوں کو (ان کی اپنی رائے کے خلاف چل کر) تہلکے سے نجات دلائی۔ شہر اسپادتنہ کو اتنا کچھ شور و تلاطم ہونے کے باوجود اپنی رائے کے مطابق محفوظ رکھا اور نہ صرف کامیابی سے مدافعت کی بلکہ آخر میں فتح کے نشان نصب کرنے کا موقع جیت لیا۔ شروع میں اُن کی جو اپنی تباہی کے راستے پر جا رہے اور اُسے بھی مجبور کرنا چاہ رہے تھے اُس نے بالکل بات نہیں چلنے دی تھی۔ نتیجہ یہ کہ بعد میں یہی لوگ جنھیں مرضی کے خلاف دبائے رکھا تھا، جب محفوظ و سلامت رہے تو اج سی لاؤس کے ثنا خواں اور شکر گزار ہوئے۔ بہ خلاف اس کے پوم پی نے جن کے کہنے سے غلطی کھائی تھی وہی بعد میں اُسے الزام دینے لگے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ در اصل اُسے اُس کے خسر سی پیو نے دھوکا دیا۔ وہ ایشیا کے صوبوں سے زر کثیر لے کر آیا تھا اور چاہتا تھا کہ بڑا حصہ چھپا کے اپنے قبضے میں رکھے لہذا پوم پی سے یہ کہہ کہہ کے لڑائی چھڑنے کا تقاضا کرتا تھا کہ پھر روپیہ نہیں رہے گا۔ لیکن مانا کہ وہ دھوکا کھا گیا۔ مگر کیا اس مرتبے کے آدمی کو دھوکا کھانا اور ایسی خفیف اور وہ بھی مصنوعی وجہ سے اتنے بڑے مقاصد اور افواج کو جوکھوں

میں ڈالنا جائز تھا؟

جنگ میں ان دونوں کے کام اور طریقِ عمل کے باب میں ہمارا تبصرہ یہ ہے - رہا اُن کا مصر جانا تو پوم پی کو زمانۂ فرار میں مجبوری اُدھر لے گئی تھی مگر اج سی لاؤس نہ مجبوری سے گیا نہ کسی اور معزز مقصد سے، بلکہ محض اجیر سپاہی بن کر ایک وحشی قوم کی ملازمت کرنے گیا کہ اس طرح یونانیوں سے لڑنے کے لیے کچھ کمائی کر لائے! دوسرے پوم پی کے باب میں جو الزام ہم مصر والوں کو دیتے ہیں، وہی الزام مصری اج سی لاؤس کے سر دھرتے ہیں - پوم پی نے اُن پر بھروسا کیا - انھوں نے اُسے دغا دی اور قتل کر دیا - اج سی لاؤس نے اعتماد حاصل کیا اور پھر انھیں دغا دے کر اُسی دشمن کے ساتھ ہوگیا جس سے لڑنے کے لیے یونان سے بلایا گیا تھا اور جو اب اُس کے سابقہ حلیفوں پر حملہ کر رہا تھا -

---
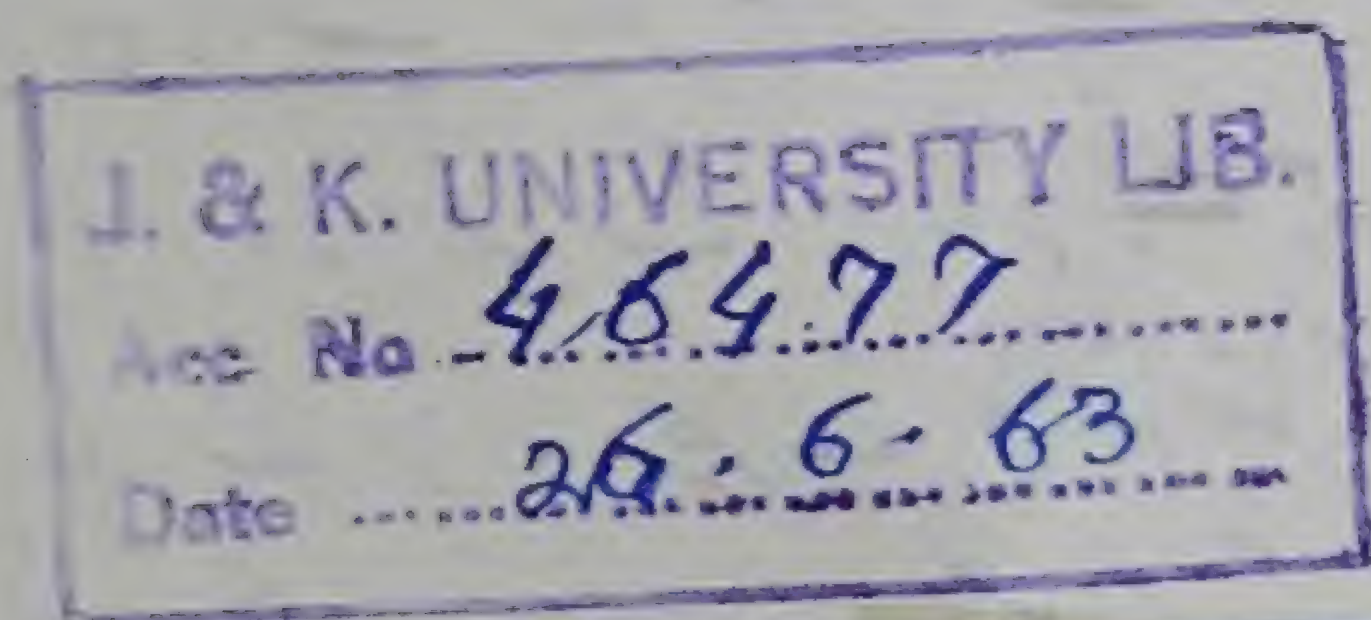
(مطبوعہ عمدہ پریس دہلی)

اُردو

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

جنوری - اپریل - جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہی

اس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہی۔ تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں' ان پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت ہی۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحات یا اس سے زائد ہوتا ہی۔ قیمت سالانہ محصولِ ڈاک وغیرہ ملا کر سات رُپے سکۂ انگریزی (آٹھ رُپے سکۂ عثمانیہ) ایک پرچے کی قیمت ایک رُپیہ بارہ آنے (دو رُپے سکۂ عثمانیہ)

رسالۂ معاشیات

انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) کا ماہ نامہ

"معاشیات" میں علمِ معاشیات سے متعلق بلند پایہ مضامین اور مقالے شائع ہوتے ہیں اور ہندستان اور غیر ممالک، نیز بین الاقوامی دُنیا کے معاشی مسائل اور حالاتِ حاضرہ پر سنجیدہ اور علمی انداز میں بحث کی جاتی ہی۔

ہم نے ملک کے تقریباً تمام معاشیات کے اساتذہ اور مقالہ نگاروں کا تعاون اور اشتراکِ عمل حاصل کر لیا ہی جو برابر اپنے مضامین اور مقالے دفتر میں ارسال کر رہے ہیں۔ سالانہ پانچ رُپے (صہ)

ملنے کا پتا:۔ دفتر انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) ۱۱ دریا گنج۔ دہلی